آنچل
کراچی

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: مہوش آفتاب..... آرائش: فوبیلا بیوٹی پارلر..... لباس: دی وارڈروب..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 برائے مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز فقراء کی وجہ سے مال داروں کی بڑی خرابی ہوگی' فقراء کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ان مال داروں پر ہمارے جو حقوق آپ نے فرض کیے تھے' انہوں نے ان کی ادائیگی میں ہم پر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ میری عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں (اپنی رحمت سے) قریب کروں گا اور انہیں اپنی رحمت سے دور کروں گا۔'' (طبرانی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مئی ۲۰۱۴ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

ان تمام بہنوں کا ایک بار پھر شکریہ جنہوں نے اپنی نیک خواہشات اور مبارک باد کا بھرپور طریقے سے اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے آنچل کو اس مقبولیت سے نوازا ہے۔ یہ سب یقیناً رب کائنات کا کرم خاص اور آپ تمام بہنوں کی دعاؤں کا ہی ثمر ہے کہ تمام تر کامیابی وترقی میں تمام بہنوں کا بھرپور ساتھ اور تعاون شامل حال ہے۔

ملکی معاشی صورت حال کچھ نہ کچھ بہتری کی طرف مائل ہے اللہ کرے کہ یہ تا دیر قائم و برقرار رہے ڈالر بتدریج زوال پذیر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ مشکل بھی پیش آ رہی ہے کہ عمرہ پر جانے والوں اور بیرون ملک سفر کرنے والوں کو ڈالر دستیاب نہیں ہو رہا اور انہیں بلیک مارکیٹ میں دس سے پندرہ روپے مہنگا خریدنا پڑ رہا ہے۔ ذرا سوچیے تو سہی کہ وزیر خزانہ کے ارشادات اور کوششوں کے باعث ڈالر زوال پذیر ہوا یا ترقی پذیر بہرحال حکومت کو چاہیے کہ ڈالر کی تجارت کرنے والے افراد و اداروں کی بھی اصلاح کرے جو ڈالر کے ذخائر کو بڑھتے داموں خرید کر لے گئے تھے وہ اب نرخ کم ہونے کے باعث نقصان اٹھا کر فروخت کرنے پر تیار نہیں یا پھر شاید انہیں یہ امید ہو کہ ڈالر کے نرخ میں موجودہ گراوٹ یا کمی عارضی ہے جلد ہی وہ اپنی قدر و قیمت بڑھا لے گا۔

وطن عزیز میں تجارت کا عجب چلن چل نکلا ہے ہر کوئی چاہتا ہے کہ تمام دنیا کی دولت وہ سمیٹ لے عوام بھوکوں مرتی ہے تو مرا کرے ذاتی مفادات کی خیر ہو۔ ہمارے لوگوں نے خصوصاً تاجر حضرات نے اجتماعی عوامی مفادات کو تو مانو پس پشت ڈال دیا ہے ہر کوئی اپنی مرضی کا مالک بنا ہوا ہے کہیں کوئی ڈر خوف نہیں سب طرف اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔ ہم بحیثیت پاکستانی ایک قوم ہیں اور سونے پر سہاگہ یہ کہ مسلمان قوم اس کے باوجود ہم اور ہمارے تاجر حکمران یہ بھول رہے ہیں کہ ایک روز اپنے تمام اچھے برے اعمال کا حساب بھی اس قادر مطلق کے سامنے پیش ہو کر دینا ہے ہمارے دنیا کے اعمال ہی ہماری دائمی اور آخری آرام گاہوں کا بندوبست کرنے والے ہیں اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے والا بنائے اور جذبہ حب الوطنی سے نوازے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

- ☆ برف کے آنسو — بہن نازیہ کنول نازی طویل عرصے کے بعد ایک شہکار مکمل ناول کے ساتھ شریکِ محفل ہیں۔
- ☆ اسی گردش ماہ و سال میں — بہن عشنا کوثر سردار کا سالگرہ نمبر ۲ کے لیے خصوصی مکمل ناول۔
- ☆ چلو بانٹ لیں ہم زندگی — بہن طلعت نظامی خوبصورت انداز سے زندگی بانٹ رہی ہیں۔
- ☆ دل کے رشتے — سویرا فلک خوبصورت پیرائے میں دل کے رشتوں کو بیان کر رہی ہیں۔
- ☆ روایتوں کا زہر — سلمٰی غزل اپنے افسانے میں روایتوں کو بہت اچھے انداز میں بیان کر رہی ہیں۔
- ☆ بساطِ جاں — سیدہ ضوباریہ اپنے مخصوص انداز میں حاضرِ محفل ہیں۔
- ☆ ڈیڑھ تولہ سونا — نازیہ جمال نے اس افسانے میں بہترین انداز میں ہوس و لالچ کو بیان کیا ہے۔
- ☆ سسرال نامہ — رشکِ حبیبہ سسرال کے دکھڑوں کے ساتھ حاضر ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

میرے ربّ کہاں پہ نہیں ہے تُو تیری شان جل جلالہٗ
تیری ذرے ذرے میں ہے نمو تیری شان جل جلالہٗ

تری ذات خالق دو جہاں چلے حکم تیرا یہاں وہاں
تری ہر زباں پہ ہے گفتگو تری شان جل جلالہٗ

تجھے کچھ کسی سے غرض نہیں تری سب کو رہتی ہے احتیاج
ترا ذکر ہوتا ہے کو بکو تیری شان جل جلالہٗ

تری قدرتوں کا شمار کیا تیری وسعتوں کا حساب کیا
تُو محیطِ عالم رنگ و بو تیری شان جل جلالہٗ

جسے چاہے تو وہ عزیز ہے جسے تُو نہ چاہے ذلیل ہے
تیرے ہاتھ ذلت و آبرو تیری شان جل جلالہٗ

ترا فیض، فیضِ عمیم ہے تُو ہی میرا ربّ کریم ہے
میرے دل میں ہے تیری آرزو تیری شان جل جلالہٗ

ہے ریاضؔ خستہ کی التجا تری بارگاہ میں اے خدا
مرا چاک داماں بھی ہو رفو تیری شان جل جلالہٗ

سید محمد ریاض الدین سہروردی...... کراچی

نعت

یاربّ ہوں عطا اب مجھے اسبابِ سفر بھی
لکھ دے مری تقدیر میں طیبہ کی سحر بھی

وہ جس کے ثنا خواں ہیں مسیحا و خضر بھی
محبوب خدا بھی ہیں وہ مقصودِ بشر بھی

دل لطفِ مسلسل کا طلب گار ہوا ہے
میرے لیے کافی ہے مگر ایک نظر بھی

منزل گہر مقصود مرے قلب و نظر کا
سرکار کا روضہ بھی ہے اللہ کا گھر بھی

سرکار کی توصیف رقم کرنے سے پہلے
رکھتا ہے قلم حرفِ مناجات پہ سر بھی

کیا خوب ہے یہ خوبیٔ نعت شہہ والا
اظہارِ تمنا بھی ہے اور عرضِ ہنر بھی

پہنچے وہاں معراج کی شب سرورِ عالم
اے بدرؔ جہاں جلتے ہیں جبریلؑ کے پَر بھی

بدر ساگری...... حیدر آباد

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

درجوابِ آں

مدیرہ

امبر گل...... جھڈو، سندھ

امبر ڈیئر! سدا مسکراؤ۔ مت بھولیں کہ آپ کی حیثیت سینئر تبصرہ نگار کی ہی نہیں بلکہ ایک اچھی بہن کا بھی رشتہ ہے آپ سے۔ سب سے پہلے تو ہماری جانب سے آپ کو سالگرہ پر ڈھیروں مبارکباد۔ یہ سال آپ کے لیے خوشیوں کا ضامن ثابت ہو۔ رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ نیلے امبر پر جتنے تارے ہیں اتنی ہی خوشیاں وہ پیاری امبر کے نصیب میں لکھ دے آمین۔

نسیم سکینہ صدف......

صدف ڈیئر! سدا خوش رہو، خوب صورت الفاظ کے پیرہن میں لپٹا آپ کا پہلا خط موصول ہوا جو آپ کے ادبی ذوق و مطالعہ کی وسعت کا ضامن ہے۔ اپنی دوستوں کے کہنے پر آپ نے آنچل کا انتخاب کیا خوش آمدید۔ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" کے مصداق امید ہے تحریر بھی ایسے ہی معیاری و ادبی انداز کی حامل ہوگی۔ پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال

فائقہ ڈیئر! جگ جگ جیو، دلچسپ انداز تحریر اور ہلکے پھلکے انداز میں لکھا خط بے ساختہ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔ دعاؤں سے مہکتے گلدستے آپ کی طرف سے موصول ہوئے ہیں۔ جزاک اللہ تعارف باری آنے پر لگ جائے گا۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

ڈیئر مہرین! جیتی رہو، آزاد کشمیر سے آپ کا ارسال کردہ خط موصول ہوا آپ کو بھی آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔ گڑیا آپ کی تحریریں موصول ہوگئی ہیں پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے آگاہ کرسکیں گے۔ آپ کی دونوں تجاویز بھی نوٹ کرلی ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی جنت سدا آپ کے لیے سلامت رہے...... آمین۔ قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں۔

حیا مجتبیٰ بخاری...... ڈی آئی خان

حیا ڈیئر! سدا خوش رہو، آپ اپنی قلمی زندگی کا آغاز آنچل میں بھی میں کرنا چاہتی ہیں جان کر اچھا لگا دیگر تحریروں کا حوالہ آپ نے دیا ہے، ہم آپ کا افسانہ پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے امید ہے کہ آپ کا افسانہ آنچل کے معیار پر پورا اترے گا۔

عائشہ خان...... ماچھیوالی وہاڑی

عائشہ ڈیئر! جیتی رہو، آپ نے "عشق آتش" کے عنوان سے قسط وار ناول لکھا آپ کا انداز تحریر کمزور ہے اور پھر قسط وار لکھنے کے لیے باقاعدہ ادارے سے اجازت لینا ہوتی ہے۔ ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ آپ کسی اصلاحی موضوع پر مختصر افسانہ لکھیں ابھی آپ ابتدائی مراحل طے کریں پھر ناول کی طرف آیئے گا۔ امید ہے ہماری بات سمجھ پائیں ہوں گی۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

ڈیئر دلکش! شاد رہو خط لکھنے کا مقصد آپ کی غلطی کی نشاندہی کرنا ہے۔ اپریل کے شمارے میں آپ نے نظمیں غزلیں میں زینت عبدالصمد کی نظم اپنے نام سے بھیجی۔ آپ کا یہ فعل ادبی سرقہ میں شمار ہوتا ہے۔ یعنی کسی کی کاوش کو اپنے نام سے شائع کرنا چوری کے مترادف ہے۔ آپ نے تخلص بھی اکثر جگہ اپنا استعمال کیا ہے گڑیا یہ سراسر ناانصافی ہے۔ تنبیہ کے عنوان سے نظم موصول ہوئی۔ اس نے بھی آپ کے متعلق کوئی اچھا تاثر قائم نہیں کیا۔ آئندہ محتاط رہیے گا۔ یہ اصلاحی خط ان سب بہنوں کے لیے ہے جو اس عمل کو اپناتی ہیں۔ آپ کسی دوسرے شاعر کی نظم انتخاب میں اور شاعر کا نام لکھ کر بھیجیں۔ نظمیں غزلیں میں صرف ذاتی کاوش ہی شائع کی جاتی ہیں۔

عذرا کنول...... اوکاڑہ

پیاری کنول! شاد و آباد رہو۔ آپ کی تحریر "ارمانوں کی مالا" انداز تحریر پختہ اور کہانی کا موضوع بھی اصلاحی تھا لیکن آپ کہانی کو سنبھال نہیں پائیں بہرحال آپ کا

انداز تحریر بہتر ہے۔ مزید محنت اور مطالعہ کی بنا پر آپ اچھا لکھ سکتی ہیں۔ افسانے پر بھی طبع آزمائی کریں۔

شیریں گل...... تلہ گنگ

ڈیئر گل! سدا خوش رہو آپ کے نام کی طرح آپ کے خط میں بھی شیرینی و مٹھاس تھی گڑیا آنچل کے لیے ضرور لکھیں۔ بس اتنا خیال رکھیں تھوڑا لیکن اچھا اور سبق آموز لکھیں۔ برستی بارش میں آپ نے آنچل کے حصول کے لیے کوشش کی اور بالآخر کامیاب رہیں جان کر اچھا لگا۔ رم جھم پھوار اور آنچل کا ساتھ آپ سے جان کر بے حد مسرت ہوئی۔ آئندہ بھی شریک محفل رہے گا۔

خدیجہ الکبریٰ...... کھڈیاں خاص

پیاری خدیجہ! جیو ہزاروں سال' ہماری طرف سے جنم دن مبارک ہو۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی سے بھرپور خوشیوں سے مزین زندگی نصیب فرمائے آمین۔ آپ مستقل سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں جس طرح ابھی خط بھیجا ہے اسی طرح ہر سلسلہ کے لیے الگ صفحہ اور سلسلہ کا نام اور اپنا نام و مقام بھی لکھیں اور آنچل کے لیے روانہ کردینا۔

ارم ارفع...... کلور کوٹ

پیاری ارم سدا مسکراؤ' آپ کا کہنا بجا ہے دراصل آج کل فرصت کا وجود بالکل ہی عنقا ہوگیا ہے۔ ہر کوئی یہی کہتا نظر آتا ہے۔ "دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن" لیکن اب کوشش کرکے بھی نہیں مل پاتے آپ نے مصروف گھڑیوں میں سے چند پل چرا کر ہمارے نام کیے اچھا لگا اب کاغذ و قلم سے بندھا یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔

عروبہ شاھد...... خداداد کالونی، کراچی

پیاری عروبہ، سدا مسکراؤ۔ آپ کی تحریر "خدا کے لیے" موضوعاتی لحاظ سے کمزور ہے۔ بہرحال آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے آپ کا انداز تحریر پختہ ہے۔ آپ کسی اور موضوع پر مختصر افسانہ لکھ کر بھیج دیں۔ طوالت سے گریز کریں۔ معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڑر

پیاری فریحہ! شاد و آباد رہو۔ محبتوں اور دعاؤں سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا۔ اب اتنے عرصہ کی خاموشی کا قفل توڑا ہے تو شرکت کرتی رہیے گا آپ کو ہم بھول جائیں ہرگز یہ بھولا نہیں کرتے۔ لہٰذا ہماری طرف سے بے فکر رہیں آنچل میں واپسی پر خوش آمدید۔

سدرہ شاھین...... خانیوال

پیاری سدرہ! جیتی رہو، اپنے قیمتی لمحات میں سے آنچل کے لیے وقت نکال کر لکھنا قابل قدر ہے گڑیا ہم آپ کو نظر انداز نہیں کررہے آپ کا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے۔ آپ کا آرٹیکل کافی تاخیر سے موصول ہوا جبکہ پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے اب آپ ہی بتایئے کہ شامل کیسے کریں؟ بس اس مصرع پر ہی اکتفا کریں۔ "جو تو نہیں تھا شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا؟"

نگہت بشیر...... ٹنگہ

پیاری نگہت! سدا مسکراؤ، گڑیا آپ کی تحریر وقت آنے پر شائع کردی جائے گی۔ انتظار کی زحمت تو اٹھانا ہوگی بہرحال اس میں بھی مزہ ہے۔ آپ کے مثبت رویے نے مسرت سے ہمکنار کیا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

ساریہ ڈیئر! آپ کی تحریر "زندگی کانچ کا کھلونا" عقل و حقیقت سے ماورا لگ رہی ہے۔ آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور اپنے اردگرد کے ماحول اور حقیقت پر مبنی موضوع پر قلم اٹھائیں ابھی آپ کو اور بھی محنت کی ضرورت ہے۔

تمثیلہ زاھد...... کراچی

تمثیلہ گڑیا! سدا شاد رہو۔ آپ کی والدہ کی علالت کی خبر سن کر بے اختیار دل سے آپ کی والدہ کے لیے دعا نکلی۔ ان کا بائی پاس کامیابی سے ہوگیا شکر ہے اس پروردگار کا۔ رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی والدہ کو مکمل طور پر شفا نصیب فرمائے اور آپ ان کے سائے تلے زندگی کے ہزاروں برس طے کریں آمین۔ کہانی پڑھ کر آپ کو آگاہ کردیں گے۔ قلمی سفر یونہی جاری رکھیے گا۔

نگینہ بحر عمران...... چیچہ وطنی

پیاری نگینہ! شادوآباد رہو۔ احساس تشکر اور والہانہ جذبات سے لبریز آپ کا خط موصول ہوا۔ ہمارا کوئی فعل تو اس قدر مخلص دعاؤں کا حامل نہیں ہے بے اختیار اللہ سبحان وتعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ آپ جیسے چاہنے والے اور دعاؤں کا محور بنانے والے لوگ موجود ہیں۔ آپ کی تمام آنچل فرینڈز کو آپ کی طرف سے شکریہ کہہ رہے ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اپنے سایہ عافیت میں رکھے آمین۔

ہما عرفان...... فیصل آباد

ہما ڈیئر! شاد رہو، آپ کی تحریر "قصہ یوسف" انداز تحریر پختہ اور کہانی پر گرفت بھی بھرپور ہے لیکن اس انداز کی کہانی آنچل میں شائع نہیں کی جاتیں ہیں لہٰذا آپ کسی اور اصلاحی موضوع پر قلم اٹھائیں۔ کوئی افسانہ لکھ کر بھیج دیجیے جس میں کوئی مثبت پیغام بھی ہو۔ ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

شمع ناز شکیل...... کراچی

شمع ڈیئر، دعا ہے کہ اسم با مسمیٰ بن کر سدا اجالا بکھیرو۔ گڑیا شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی جاتی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی ہوگی دیر سویر تو ہوجاتی ہے۔ بہر حال تعارف تو باری آنے پر ہی شائع ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے بھی بہت سی بہنوں کے تعارف باری کے منتظر ہیں۔ امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

ام ایمان قاضی...... کوٹ چٹھہ، ڈیرہ غازی خان

ایمی ڈیئر! شاد رہو۔ آپ کے قلمی سفر کے آغاز اور کامیابیوں کا جان کر اچھا لگا آپ آنچل کے لیے لکھنا چاہتی ہیں بے حد مسرت ہوئی یہ جان کر ہم بہت جلد آپ کی تحریر پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ بس تھوڑا سا انتظار۔

ریشماں کنول...... حیدر آباد

ریشم جیسی کومل ریشماں شاد رہو۔ محبتوں اور دعاؤں سے بھرپور آپ کا خط ایک طویل عرصہ بعد موصول ہوا۔ دو سالوں کی اب یہ دوری مٹا کر شرکت کرتی رہیے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثنا ناز...... رجانہ

اچھی ثنا جگ جگ جیو، آپ کی تحریر "ذرا سوچیے" منتخب ہوگئی ہے البتہ "گرہیں کھولنا باقی ہیں" میں حقیقتاً کچھ گرہیں بہم ہی رہیں۔ موضوع کا چناؤ عمدہ تھا لیکن بہت سی جگہوں پر آپ کا انداز بہت ہی ناصحانہ ہوگیا۔ دلچسپی اور نصیحت میں توازن برقرار رکھیے۔ گڑیا یہ بات یاد رکھیں کہ تھوڑا لکھیں مگر اچھا اور پر اثر و جامع لکھیں۔

صدف عبدالغنی...... کراچی

صدف گڑیا شاد رہو۔ ناکامی اور رد ہونے کے خوف سے لکھنا ترک کردینا تو حماقت ہے۔ آج جو سینئر رائٹرز ہیں وہ سب بھی انہی مراحل سے گزر کر اس مقام تک پہنچے ہیں۔ آپ جس شہر بھی جائیں رابطہ استوار اور آنچل سے رشتہ بحال رکھیے گا۔ کہانیاں موصول ہوگئی ہیں پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے دے پائیں گے۔

ثمن گیلانی...... این صدیقی، آزاد کشمیر

پیاری بہنو! سدا مسکراؤ، آنچل کے سائے تلے جگہ بنانے پر خوش آمدید۔ آپ نے جس طرح ابھی خط لکھا ہے وہ انداز بالکل درست ہے۔

امبرین کوثر...... ملتان

امبرین ڈیئر! سدا خوش رہو۔ گڑیا ہمیں یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کا قرآن مجید بمعہ ترجمہ وتفسیر مکمل ہوگیا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید پڑھنے، اسے سمجھنے اور احسن طریقے سے قرآنی ہدایات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اس پرمسرت تقریب کے موقع پر دعاؤں میں ہم سب کو بھی یاد رکھیے گا۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ

عاشی ڈیئر! اپنی مصروف زندگی میں کچھ پل ہمارے لیے نکالے پر بے حد مشکور ہیں آپ کے والدین کو ہماری جانب سے بھی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے انہیں حج جیسی عظیم سعادت عطا فرمائی۔ اقرأ صغیر اور ام مریم کے انداز بیاں کو پسند کرنے اور سراہنے کا شکریہ۔

فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی

ڈیئر فوزی شاد رہو۔ آپ کی تحریر "سرمئی آنچل" موضوع کا چناؤ کمزور ہے آپ کا۔ بہت سی جگہوں پر آپ کی گرفت کمزور رہی ہے۔ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے تو آپ بہتر لکھ سکتی ہیں۔

طیبہ طاہرہ طوبیٰ...... صبور

طیبہ گڑیا جیتی رہو۔ آپ کا پہلا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے۔ اب ہمیں آپ کے دیگر خطوط ملتے تو جوابات بھی ضرور دیتے۔ آپ کا طریقہ کار درست ہے۔ اب شرکت کرتی رہیے گا۔

رخسانہ اقبال...... قائد آباد

پیاری رخسانہ! شادوآباد رہو آپ کی تحریر "چاہتوں کے اسیر ہم" انداز تحریر اور موضوعاتی طور پر نہایت کمزور ہے۔ ابھی آپ صرف مطالعہ کریں۔

شہزادی شبانہ...... نوابشاہ

پیاری شہزادی، خوش رہو۔ شکوہ کے جواب میں جواب شکوہ حاضر ہے۔ آپ کی دیگر نگارشات ہمیں موصول نہیں ہوئیں ضرور محکمہ ڈاک کی عنایت کے سپرد ہوگئی ہیں۔ آپ کی دیگر نگارشات اسی پتے پر بھیج دیجیے۔

فاریہ زینب بخاری......

فاریہ گڑیا جیتی رہو۔ آپ کی تحریر "نیا سفر" اشاعتی لحاظ سے نہایت کمزور ہے۔ املا کی بھی اغلاط موجود ہیں۔ گڑیا ابھی آپ صرف مطالعہ کریں۔

ثمرین اختر...... لاہور

پیاری ثمرین! خوش رہو۔ آپ کا نام ثمرین اختر کی جگہ ثمرین اصغر شائع ہوگیا اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ کمپوزنگ مسٹیک ہوجاتی ہے۔ بہن نگہت عبداللہ کا ناول آپ کو پسند آیا، شکریہ۔ آپ کی تعریف بہن نگہت عبداللہ تک اس سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

حلیمہ بی بی...... منڈے

پیاری حلیمہ! شادوآباد رہو۔ گڑیا نظمیں غزلیں اگر معیاری ہوئیں تو ضرور قابل اشاعت ہوں گی۔ شاعری کے قبول ورد ہونے کا فیصلہ متعلقہ شعبہ ہی طے کرتا ہے۔ آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔ دل چھوٹا مت کریں۔ امید کا دامن تھامے رکھیے۔

اقرأ انصاری...... حضرو

اقرأ ڈیئر! سلامت رہو۔ پہلی بار بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ گڑیا آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ہی آپ کو اپنی رائے سے مطلع کرپائیں گے سمیرا شریف تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے بھیج رہے ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ناقابل اشاعت:۔

میری ٹاؤن، اچھے ہمسائے، روشن صبح، وفا کے ساتھی بچھڑ نہ جانا، اللہ کے لیے، کچھ لمحوں میں، میرا چاند میری آغوش میں، قصہ یوسف، زندگی کانچ کا کھلونا، محبت نامہ، عذرا کنول، پیار کا انجام، ہم ساتھ ساتھ ہیں، مذاق تھا لیکن، وطن کے پاسبان، سو رنگ محبت کے، محبت، تجھے اپنا بنانا ہے، رنگ بدلتے چہرے، گرہیں کھولنا باقی ہے، تقدیر، بے وفا ہرجائی، چاہتوں کے اسیر ہم، کیا یہی محبت ہے، بس یہی ہے زندگی، سجدہ شکر، نیا سفر، آنچل کی خوشبو من میں، زندگی کا سبق، چور سم، سرمئی آنچل، انوکھی منزل

> **مصنفین سے گزارش**
>
> ☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
>
> ☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
>
> ☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
>
> ☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
>
> ☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
>
> ☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
>
> ☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مولف: مشتاق احمد قریشی

ترجمہ:۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) (الحج۔۷۸)

آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ مطلع فرمارہا ہے کہ اللہ کے پسندیدہ دین کو اپنانے والے تمام افراد جنہوں نے ابتدا سے لے کر یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اور ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جو جو پیغمبر دین حق لے کر آئے اور جتنے بھی افراد نے اسے تسلیم کیا اور اس کے مطابق بندگی کی اور اللہ کی توحید کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ آگاہ فرمارہا ہے اس نے ان کا نام مسلم رکھا تھا۔ تاریخ انسانی کے وہ تمام لوگ جو پیغامِ الٰہی کے مطابق توحید' آخرت' رسالت اور کتب الٰہی کو ماننے والے رہے ہیں وہ اُس وقت بھی ''نوحی' ابراہیمی' موسیٰ' مسیحی نہیں کہلاتے تھے بلکہ ان کا نام اس وقت بھی مسلم تھا یعنی اللہ کے تابع فرمان اور آج بھی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اطاعت وبندگی قبول کرلی تو وہ محمدی نہیں کہلائے بلکہ ''مسلم'' ہی کہلاتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب (قرآن) پر جو اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتاری ہے۔ اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل فرماچکا ہے۔ ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اس کے رسولوں سے اور روزِ آخرت سے کفر کرے وہ گمراہی وکفر میں بہت دور نکل گیا۔ (النسآء۔۱۳۶)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان لانے کی تاکید اہلِ ایمان کو ہی کررہا ہے۔ کہ اگر کوئی انسان ایمان لائے تو وہ صرف زبانی اقرار کرکے اہلِ ایمان نہیں بن جاتا۔ آیتِ کریمہ میں جو تاکیدی انداز اپنایا گیا ہے وہ اس لئے کہ انسان کسی غلط فہمی میں نہ رہے۔ اگر ایمان لایا ہے تو پورے خلوص نیت سے سچے دل سے اور پوری سنجیدگی سے ایمان لائے اور اپنی سوچ وفکر اپنے قول وفعل اپنے مذاق اپنی پسند کو اپنے رویوں اور چلن کو اپنی دوستی ودشمنی کو اپنی کوشش وکام کو غرض ہر ہر چیز کو اسلامی عقیدے کے مطابق اپنا اوڑھنا بچھونا' اپنا رہنا سہنا' بول چال احکام الٰہی کے مطابق بنالے اور احکامات وقوانینِ الٰہی کے لئے سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کلامِ الٰہی قرآن حکیم سے مدد حاصل کرے اور جسے قرآن حرام کہے اسے حرام مانے جسے قرآن حلال کہے اسے حلال مانے جس عمل سے روکا گیا ہے اس سے رک جائے اور جسے جیسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسے ویسے ہی انجام دے۔

کفر کرنے کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ انسان صاف صاف انکار کردے' دوسرا یہ کہ زبان سے تو انکار نہ کرے اقرار کرتا رہے لیکن دل سے نہ مانے یا اپنے رویوں سے ثابت کرے کہ جس چیز کو وہ ماننے کا دعویٰ کررہا ہے حقیقت میں وہ اسے مانتا نہیں ہے۔ آیت مبارکہ میں کفر سے دونوں معنی مراد ہیں' اللہ تعالیٰ آیتِ مبارکہ کے ذریعے لوگوں کو متنبہ کررہا ہے کہ اسلام اور اس کے اساسی عقائد سے کفر چاہے جیسے بھی کیا جائے' اس کا نتیجہ حق سے دوری اور باطل کی راہوں کو اپنانا ہے جو سراسر نامرادی اور خود پر ظلم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ترجمہ:۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔ (المائدہ۔۳)

آیتِ مبارکہ کی تشریح گزشتہ صفحات میں آچکی ہے آیت کے اس حصے کو یہاں دوبارہ پیش کیا جارہا ہے۔ دین اسلام کے لئے یہ پوری آیت بڑی اہم آیت ہے آیت کے اس حصے میں ربِ کائنات اہلِ ایمان کو بلکہ تمام انسانیت کو خبر دے رہا ہے کہ آج تمہارا دین مکمل کردیا گیا ہے کیونکہ دین اسلام تو ابتدائے آفرینش سے ہی چلا آرہا ہے لیکن جب اللہ نے اسے ہر ہر طرح سے مکمل فرمادیا تو یہ ایک طرح سے نبی آخرالزماں کے دنیا میں کام پورا ہونے کی اطلاع عام بھی ہے۔ اور ختم نبوت کا اعلان بھی ہے کیونکہ جس کام اور غرض کے لیے دنیا میں نبی بھیجے جاتے تھے جب وہ کام مکمل ہوگیا تو پھر کسی اور پیغمبر کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

دین کو مکمل کردینے سے مراد ہے کہ اسے ایک مستقل نظام فکر وعمل اور ایک ایسا نظامِ تہذیب وتمدن بنادیا ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا حل اصولاً اور تفصیلاً جمع کردیا گیا ہے اور کسی قسم کی ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس سے باہر جانے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نعمت تمام کرنے سے مراد ہے کہ ہدایت کی نعمت' ایمان سے بڑی اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے جو مکمل ہوگئی۔ اور اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کرنے کے اعلان کا مطلب ہے تم نے میری بندگی اور اطاعت اختیار کرنے کا جو اقرار کیا ہے اسے تمہیں اپنی کوشش اور عمل سے سچا ثابت کرنا ہے تمہارا خلوص نیت ہی تمہارے عمل کی قبولیت کا سبب بنے گا۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ہر قسم کی سہولت وآرام کو مدِ نظر رکھا ہے۔ اسلام میں کوئی عمل انسان کی طاقت سے زیادہ طاقت کا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا اور تمام انسانوں کا خالق ہے وہ اپنے بندوں کی قوتِ عمل قوت ارادہ غرض ہر قسم کی قوتوں سے بخوبی آگاہ ہے اسی لئے ان کی بھلائی بہتری اور فلاح کے لئے کوئی کام ایسا نہیں مقرر کیا جسے وہ آسانی سے انجام نہ دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے روزِ آفرینش ہی سب سے عہد لے لیا تھا کہ وہی سب کا رب ہے جسے قرآن حکیم نے عہد الست کہا ہے جیسا کہ سورۂ الاعراف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ اور جب (اے نبی) آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے خود ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا' کیوں نہیں! آپ ہی ہمارے رب ہیں' ہم سب گواہی دیتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے

خبر تھے۔(الاعراف۔۱۷۲)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس عہد جس اقرار کا ذکر فرمایا ہے یہ عہد الست کہلاتا ہے یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے قیامت تک آنیوالی تمام اولاد سے لیا گیا۔ تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔

جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ تخلیق آدم علیہ السلام کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسانِ اول کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا۔ اسی طرح پوری نسلِ آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کر لیا تھا اور ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔

اس واقع کی تفصیل ایک صحیح حدیث شریف میں اس طرح آئی ہے کہ ”عرفہ والے دن نعمان جگہ میں اللہ تعالیٰ نے اصلابِ آدم سے عہد (میثاق) لیا۔ پس آدم کی پشت سے ان کی تمام آنے والی اولاد کو نکالا اور اپنے سامنے پھیلا دیا اور ان سے پوچھا۔ ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ سب نے کہا۔ ”کیوں نہیں۔“ ہم سب آپ کے رب ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ (مسند احمد)

امام شوکانیؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی طعن نہیں۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ عالم ذر کہلاتا ہے اس کی یہی تفسیر درست اور حق ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع ہے اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔ بہر حال اللہ کی ربوبیت پہ گواہی ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ (فتح القدیر)

صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ (مفسرین کا گمان ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا ہوگا) وہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم یا ہر دور کے) لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی قوت عطا کی۔ انہوں نے عرض کیا ہوگا آپ ہمارے رب ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین وآسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔

تاکہ قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہیں تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں ہے اور میرے سوا تمہارا کوئی رب نہیں ہے۔

تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔ اس پر سب نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے‘ آپ ہی ہمارے رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں‘ آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حقیقتِ توحید صرف فطرتِ انسانی میں ہی ودیعت نہیں فرمائی بلکہ نظریہ توحید تو اس پوری کائنات کے ایک ایک ذرے میں رکھا ہوا ہے‘ کیونکہ فطرتِ انسانی بھی اللہ کی قائم کردہ

کائنات کی وسیع ترین فطرت کا ہی حصہ ہے‘ انسانی وجود‘ کائنات کے وجود سے الگ نہیں ہے یہ بھی اسی قانونِ الٰہی کے مطابق کام کر رہا ہے جس کے مطابق نظامِ کائنات چل رہا ہے جس طرح پوری کائنات اللہ کے احکام وارشاد کو قبول کرتی ہے اور کام کر رہی ہے ایسے ہی انسانی فطرت بھی کام کر رہی ہے۔

ناموسِ فطرت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ایک عقد ہے اور یہ عقد انسان کے وجود کی گہرائیوں میں جاری وساری ہے‘ موجود ہے انسان کا ہر ہر خلیہ ربوبیت کا اقرار کرتا ہے‘ انسان ناموسِ فطرت کے مطابق ہی دنیا میں آتا ہے اور پروان چڑھتا ہے۔ اللہ کا دیا ہوا رزق کھاتا ہے اللہ کی ہی زمین پر رہتا چلتا پھرتا ہے لیکن اپنی غفلت اور نادانی کے باعث شیطان کے پھندے میں پھنس کر رہ جاتا ہے لیکن روزِ آخرت جو یوم الدین ہوگا کوئی بھی شخص کسی طرح بھی یہ بہانہ نہیں کر سکے گا کہ مجھے تو خبر ہی نہیں تھی کہ ایک اکیلے اللہ کی اطاعت وبندگی کرنا ہے میرے پاس تو کوئی ذریعہ ہی نہیں تھا عقیدہ توحید کو قبول کرنے کا لیکن آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف صاف واضح کر دیا ہے اب کسی کا ایسا کوئی جواز قابلِ قبول نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے اس نے انسان کی فطرت میں ہدایت وضلالت دونوں کی استعداد رکھی ہے اسی سبب اسے ارادے کا محدود اختیار بھی عطا کیا ہے کہ انسان ارادے کے اختیار سے اپنے فطری عہد سے انکار کرے یا اس عہد کی پابندی کرے۔ انسان کو اللہ نے جو ارادے کا اختیار دیا ہے اس کا مقصد ہی نیک وبد اعمال کی تمیز کر کے انہیں اختیار کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اسے کوئی اختیار نہیں ہے سب اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فطرت کو خوب جانتا ہے۔ اسی لئے اس مالک وخالق نے انسان کو محض اس کی فطری صلاحیت پر ذمہ دار نہیں ٹھہرایا اور نہ اس کی عقلی‘ فطرت قوتِ ادراک وفہم اور تمیز پر اس سے جواب طلبی فرمائی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی یاد دہانی کے لئے ہر دور ہر قوم کے لوگوں کے لئے ان کی ہی قوم سے اپنے رسول بھیجے تاکہ وہ انہیں ان کا ازلی عہد الست یاد دلا کر انہیں راہ راست پر چلنے کی ہدایت یاد کرا دیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ رسولوں اور دین کی دعوتوں کے بغیر بھی انسان کی ہدایت کے لئے اس کی فطری استعداد اور عقلی قوت کافی ہے لیکن اس مالک الملک نے اس کے باوجود دعوتِ حق پہنچانے سمجھانے کا پورا پورا بندوبست فرمایا یہی وجہ ہے کہ اس مالک نے تمام حساب کتاب کا دارومدار رسالت اور دعوتِ حق پر رکھا ہے۔ اس کے باوجود کوئی دعوتِ حق سے انحراف وکفر کرے تو وہ جوابدہ ہوگا۔

(جاری ہے)

نصرت جبیں

ملیحہ احمد

میرا نام نصرت جبیں ملک ہے' 5 جون کی ایک صبح تھل کے ٹیلوں سے گھرے ایک گاؤں رنگپور ضلع خوشاب میں پیدا ہوئی' ددھیال اور ننھیال میں پہلی اولاد ہونے کی وجہ سے سب کا پیار اور محبتیں ملیں' والد ایک اچھی پوسٹ پر تھے اس لیے ان کے ہمراہ کئی علاقوں میں رہائش اختیار کرنے سے وہاں کی تہذیب' زبان اور دیگر رسومات سے آگاہی ہوئی جن میں ڈیرہ غازی خان' ملتان' خانیوال اور میانوالی شامل ہیں۔ لکھنے کا آغاز نوائے وقت میں بچوں کے صفحے ''پھول اور کلیاں'' سے کیا پھر ''پھول'' میں بھی بچپن کی تخلیقی صلاحیتوں کو آزمایا۔ کالم نگاری کا آغاز ڈیلی جناح سے کیا اور بطور پاکستانی شہری سیاسی اور سماجی امور پر خوب دل کی بھڑاس نکالی لیکن پھر ہائے ری قسمت کہ ڈبل ایم اے اور ایم ایڈ سیکنڈری' اسپیشل ایجوکیشن کی ڈگریاں ہاتھ آئیں تو سرکاری نوکری نے دامن پکڑ لیا اور پیڈا ایکٹ کے تحت لکھنے پر (سیاسی امور پر) پابندی لگ گئی تو یہ مزا کرکرا ہو گیا اور عافیت اسی میں سمجھی کہ ضلع خوشاب کے ہر دل عزیز اخبار نوائے جوہر میں ہی معاشرتی مسائل پر لکھا جائے' اللہ تعالیٰ نے اس کام میں بھی برکت ڈالی اور میرا کالم اخبار کی ضرورت بن گیا تو ساتھ سوچا کہ افسانہ نویسی کے شوق کو پھر سے جلا بخشی جائے تو نازنین! میں دو عدد افسانے بھیجے جو قدرے انتظار کے بعد شائع ہو گئے۔ اب پاکیزہ اور آنچل کی راہوں پر بھی قدموں کو ڈال دیا ہے' میرا خدا یہاں بھی میری مدد کرے۔ اب کچھ بات ہو جائے خوبیوں اور خامیوں کی میری خوبی یہ ہے کہ غصہ آئے تو فوراً چند لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے' خوش اخلاق ہوں اور غرور نام کو نہیں اور خامیاں یہ ہیں کہ حساس ہوں' جلد اعتبار کر لیتی ہوں' اس وجہ سے نقصان بھی اٹھائے ہیں۔ اصول پسند ہوں' اس وجہ سے بطور ہیڈ مسٹریس کچھ سخت فیصلے کر کے دشمنیاں بھی مول لی ہیں۔ 5 دسمبر 2010ء کو کزن سے شادی ہوئی جو خوش گوار انداز سے گزر رہی ہے' دن کے اوقات میں سے ڈھلتی شام کا منظر اچھا لگتا ہے کہ جب سورج آنکھوں سے اوجھل ہونے کے قریب ہوتا ہے اور پرندے گھونسلوں میں پلٹ رہے ہوتے ہیں میں اداس تب ہوتی ہوں جب خراب ملکی حالات اور خصوصاً اپنے تھل کے علاقے کو مسائل میں گھرا پاتی ہوں' یہاں کے لوگوں کے دکھ مسائل اور زندگی کے تلخ و شیریں واقعات' حالات کا عکس میرے اکثر افسانوں اور کالموں میں بھی نظر آتا ہے۔ میری نظر میں دنیا کا سب سے خوب صورت رشتہ ماں کا ہے اور اس دنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبت بھی اپنی ماں سے ہے' رات کو سوتے وقت دوسری بہت سی دعاؤں کے ہمراہ یہ دعا بھی کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی میں میری ماں کو ہمیشہ سلامت رکھے' آمین۔ آخر میں چھوٹا سا پیغام' ''بہتر زندگی وہ ہوتی ہے جو آپ اپنے لیے گزارتے ہیں اور بہترین وہ جو دوسروں کے لیے لہٰذا زندگی بہترین گزارنی چاہیے۔''

ماریہ چوہدری

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور میری پیاری بہنوں کو مابدولت کا پیار بھرا اسلام قبول ہو' مابدولت

کو ماریہ چوہدری کہتے ہیں لیکن میری فرینڈز مجھے ماریہ مسکراہٹ کہہ کر بلاتی ہیں۔ آنچل سے میرا ساتھ 9th کلاس سے شروع ہوا تھا اور اب تک میں نے اسے پیار سے تھاما ہوا ہے۔ مابدولت نے 4 جون 1996ء کو اس دنیا میں آ کر دنیا کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہوں ہم چھ بہنیں اور ماشاء اللہ سے چار بھائی ہیں۔ میرا نمبر آخری ہے پہلے نمبر پر بھائی شوکت دوسرے نمبر پر باجی عذرا' تیسرے نمبر پر باجی بلقیس' چوتھے نمبر پر طاہر بھائی' پانچویں نمبر پر باجی شاہدہ' چھٹے نمبر پر بھائی صفدر' ساتویں نمبر پر ارشد بھائی' آٹھویں نمبر پر شازیہ' نویں نمبر پر نازیہ اور آخری نمبر پر مابدولت ماریہ چوہدری۔ ہماری کاسٹ راجپوت ہے اور ہماری زبان پنجابی ہے' آنچل سے میری وابستگی جس طرح ہوئی ہے نا میں جب بھی یاد کرتی ہوں خود بخود مسکرانے لگتی ہوں۔ آپ بھی سنیے میرا احوال! میرے 9th کے ایگزامز ہو رہے تھے' ان دنوں پیپروں کی تیاری خوب چل رہی تھی' ایک دن میں کمرے میں بیٹھی انگلش کے پیپر کی تیاری کر رہی تھی کہ میرے پاس آنچل ڈائجسٹ پڑا ہوا تھا اس وقت مجھے ڈائجسٹ پڑھنے کی اجازت بالکل نہیں تھی تو میں نے موقع غنیمت سمجھ کر انگلش کی کتاب بند کر دی اور چوری چوری ڈائجسٹ پڑھنے لگی۔ میرا خیال ہے ان دنوں (جان جاں جو تو کہے) سلسلے وار ناول چل رہا تھا۔ یقین مانیے اس دن میں نے ڈائجسٹ کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں تھا جو میں نے چھوڑا ہو' گھر والے سمجھتے تھے کہ ماریہ اندر بیٹھی پیپرز کی تیاری کر رہی ہے اس لیے کوئی اس کمرے میں نہیں آتا تھا۔ میرے دماغ میں یہ ہوتا تھا کہ ماریہ جتنا پڑھنا ہے پڑھ لے' پیپروں کے بعد تمہیں موقع نہیں ملنے والا ویسے 9th میں میرے نمبر اچھے آئے تھے' فرسٹ ڈویژن لی تھی میں نے (آہم)۔ اب آپ کو اپنی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں بتاؤں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہر بات کو عام لیتی ہوں سرسری۔ بات کی گہرائی میں نہیں جاتی اس لیے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جذباتی جلد ہو جاتی ہوں اور خوبی یہ ہے کہ حسد نہیں کرتی' کسی کی کمزوری کا فائدہ نہیں اٹھاتی اور ماشاء اللہ سے دوستی کے معاملے میں خوش نصیب واقع ہوئی ہوں' سب دوست اللہ کا شکر ہے مخلص ملی ہیں۔ لباس میں شلوار قمیص' کھانے میں میٹھا بہت پسند ہے اور سبزی جو بھی بنے شوق سے کھا لیتی ہوں۔ خوشبو میں ریمبو بہت پسند ہے' فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' فیورٹ رائٹر عمیرہ احمد' ماہا ملک۔ ماہا ملک کا ناول ''جو چلے تو جاں سے گزر گئے'' پڑھ کر تو میں بہت روئی تھی' اس کا اینڈ تو رلا گیا تھا مجھے اور عمیرہ احمد کا ناول پیر کامل کیا ہی بات ہے ویسے آپ دونوں رائٹرز سے بہت متاثر ہوں۔ سیڈ سونگز اچھے لگتے ہیں' جیولری میں رنگز اور ٹاپس پسند ہیں اور ہاں ہیئر کیچ بھی۔ ایکٹریس میں مجھے فضاء علی' صبا قمر اور ایکٹر احسن خان پسند ہیں۔ آخر میں میرا پیغام آپ سب بہنوں کے لیے' کبھی کسی پر اعتبار مت کیجیے گا' اب دنیا پہلے جیسی نہیں رہی۔ لوگ اپنا مقصد نکالنے کے لیے دوسروں کو دھوکہ دے جاتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ ہم جس کو دھوکہ دے رہے ہیں وہ ہم پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ کبھی کسی کا اعتماد مت توڑیے گا پلیز جب دل ٹوٹتا ہے تو بے شک آواز نہیں ہوتی پر تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے بہنو! مجھے اپنی رائے کے بارے

میں ضرور آگاہ کیجیے گا کہ میرا تعارف آپ کو کیسا لگا' اچھا کہ سوسو۔ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

کرن وفا

آنچل اسٹاف' رائٹرز اور تمام پڑھنے والوں کو السلام علیکم! آج ہمارا آنچل کی محفل میں ایک بہت ہی اہم شخصیت نے تشریف لاکر اس محفل کے حسن میں چار چاند لگادیے ہیں' جی ہاں! آپ بالکل صحیح سمجھے ہم ہیں کرن وفا! آج ہم آپ لوگوں کا دل جیتنے کے لیے یہاں پر موجود ہیں لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ ہم کسی سے کم نہیں' اس کا ہے ہم کو یقین۔ میں آنچل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ میں 4 مارچ 1998ء کو دنیا میں تشریف لائی' میرا اسٹار حوت ہے لیکن میں اسٹارز پر یقین نہیں رکھتی۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ میں بہنوں میں سب سے چھوٹی ہوں' میری بڑی آپی کا نام صفیہ ہے اور میری ان سے کافی انڈرسٹینڈنگ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ان کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین میں نے ان کی خواہش کا احترام کیا اور قرآن پاک حفظ کیا اور عالمہ کا کورس بھی جاری ہے اس کے علاوہ میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں اور میری ساری کلاس فیلوز اچھی ہیں ویسے تو میری ساری ہی باجیاں اچھی ہیں لیکن خصوصاً باجی رفعت میں ان سے کچھ کہنا چاہوں گی وہ یہ کہ میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو اور کامیابیاں آپ کے قدم چومے' آمین۔ اس کے علاوہ باجی راحیلہ' رابعہ اینڈ سائرہ' آپ لوگ بھی بہت اچھی ہو (یو آر سو سویٹ)۔ آئس کریم اور مشروب میں کوک اچھی لگتی ہے' پسندیدہ کلر پنک اینڈ بلیک ہے اور لباس میں ٹراؤزر اور لانگ شرٹ بہت پسند ہے' گفٹ لینا اور دینا دونوں پسند ہیں اور اگر گفٹ میں پرفیوم ہو تو کیا ہی بات ہے اور جیولری میں سادہ چوڑیاں بہت پسند ہیں۔ میرا پسندیدہ کھیل کرکٹ ہے اور اکثر بھائی کے ساتھ کھیلتی بھی ہوں' میرے اندر خوبیاں زیادہ ہیں اور خامیاں کم بقول باجیوں کے میں کافی نخرے کرتی ہوں لیکن ایسی بات بالکل نہیں ہے کافی رحم دل ہوں کسی کو ٹینشن میں نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے علاوہ کافی موڈی ہوں غصہ بہت جلدی آتا ہے اور خامی میری یہ ہے کہ میں کہتی ہوں جو میرا ہو صرف میرا ہی رہے اور بہت جلد لوگوں پر یقین کرلیتی ہوں جس کی وجہ سے اکثر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ میری پسندیدہ ہستی میرے ابو اور میری امی ہیں۔ آنچل بہت چھوٹی عمر سے پڑھنا شروع کیا' پسندیدہ رائٹرز سمیرا شریف طور اور عمیرہ احمد ہیں۔ میرے فیورٹ شاعر فراز احمد اور محسن نقوی ہیں۔ آنچل کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ہر نئے آنے والوں کو جگہ ملتی ہے' اب اجازت چاہوں گی امید ہے کہ آپ بور نہیں ہوئے اور پڑھ کر ضرور بتائیے گا کہ آپ کو میرا انٹرویو کیسا لگا' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

سویرا خان

السلام علیکم! ڈیئر قارئین کیسے ہیں آپ لوگ؟ یقیناً اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں گے۔ میرا نام سویرا خان ہے لیکن نک نیم شانی ہے جو مجھے اچھا لگتا ہے میں 16 اپریل 1992ء کو تحصیل جتوئی کے ایک چھوٹے سے گاؤں بیلے والہ میں پیدا ہوئی' ماشاء اللہ سے ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں' بہنوں اور بھائیوں میں سب سے بڑی میں ہوں' اس کے بعد چھوٹی بہن سپنا' طیب خان' مسکان' حسیب خان اور سب سے چھوٹی بہن دعا ہے۔ الحمدللہ ہم سب بہن بھائی پڑھ رہے ہیں' میں بی اے کے فائنل ائر میں ہوں اور مجھ سے چھوٹی بہن سپنا ایف ایس سی کررہی ہے۔ ماشاء اللہ سے ہمارا گھرانہ بہت خوشحال گھرانہ کہلاتا ہے۔ اب میں اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف آتی ہوں۔ خامیاں مجھ میں ان گنت ہیں' کام چور اور بہت سست ہوں۔ بقول امی جان کے' کام کرنے میں بالکل دلچسپی نہیں لیتی اور نماز بھی نہیں پڑھتی۔ میرے لیے دعا کریں کہ میں باقاعدگی سے نماز ادا کروں' غصہ کبھی کبھی آتا ہے جب آتا ہے تو بہت زیادہ آتا ہے' بس نہ پوچھیں میرے غصے کے بارے میں لیکن افسوس کسی پر نکال نہیں سکتی' ہاں البتہ کبھی کبھی چھوٹی بہن مسکان پر نکال لیتی ہوں۔ اب اپنی خوبیوں کی طرف چلتی ہوں جو کہ انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں۔ مخلص بہت ہوں شوخ چنچل بھی ہوں' کسی سے ملوں تو پہلی ملاقات میں گھل مل جاتی ہوں' دل میں ناراضگی نہیں رکھتی ہر ایک پر اعتبار بہت جلدی کرتی ہوں اور دھوکہ بھی کھاچکی ہوں۔ مصلحت کے تحت جھوٹ بول لیتی ہوں' میری فیورٹ ڈشز بریانی' قیمہ بھرے کریلے اور میٹھے میں کھیر کمس اور آئس کریم کی تو میں دیوانی ہوں وہ بھی سردیوں میں جب ہلکی ہلکی سی بارش ہورہی ہو۔ کلر وائٹ' بلیک' پنک بہت پسند ہے' ڈریسنگ میں فراک' پاجامہ اور لمبا سا دوپٹہ اور ساڑھی بہت اچھی لگتی ہے جو کہ امی پہننے نہیں دیتیں۔ جیولری میں ایک نفیس سی چین اور رنگ بہت پسند ہے' موسم خزاں کا اچھا لگتا ہے' فیورٹ ایکٹر شاہد کپور' کرینہ کپور' عمران عباس' صبا قمر' احسن خان بہت پسند ہیں۔ شاعری بھی پسند ہے' فرینڈز بہت کم بناتی ہوں پہلے ذکیہ اور اریبہ تھیں اب صرف لاریب ہے۔ میں اپنی ساری باتیں لاریب اور اپنی بہن سپنا کے ساتھ شیئر کرتی ہوں۔ میری امی جان بہت اچھی ہیں' دنیا کی سب ماؤں سے میری مما بہت اچھی ہیں اور ہم بہنوں سے بہت فرینک ہیں اور اپنی ہر بات امی جان کے ساتھ شیئر کرتی ہوں اور وہ ہمیں بہت اچھے مشورے دیتی ہیں۔ فیورٹ رائٹرز میں عمیرہ احمد' نازیہ کنول نازی اور عشنا کوثر سردار ہیں یہ جو سلسلہ وار ناولز چل رہے ہیں بہت اچھے ہیں۔ مجھے آنچل بہت اچھا لگتا ہے' آنچل سے میرا رشتہ دو سال سے ہے۔ میری دعا ہے آنچل کو اللہ تعالیٰ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے اور اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتا جائے' آمین۔ اب بہنوں کی محفل سے اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

روشن ہے چراغ آگہی

ادارہ

امبر گل..... جھڈو، سندھ

السلام علیکم! آنچل اسٹاف، رائٹرز اور ریڈرز کو آنچل کی سالگرہ کی اسپیشلی اور دلی مبارکباد۔ سب سے پہلے تو آنچل کی سالگرہ پر آنچل کے لیے دعا کا تحفہ۔

دعا

میری دعا ہے کہ سدا
تُو ایسے ہی سالگرہ مناتا رہے
تیرا ہر دن ایسے ہی سورج کی کرنوں کی طرح طلوع ہوتا رہے
تُو ایسے ہی آکاش پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے
اور تُو ایسے ہی کامیابی کی راہوں کا ساتھی رہے
اور تُو ایسے ہی سب سے بلند و ممتاز رہے
اور تُو ایسے ہی کہ جیسے دل میں دھڑکن رہے
اور تُو ایسے ہی ہمیشہ ہمارے دلوں پر راج کرتا رہے
آمین۔

جی جناب اب آتے ہیں سوالات کے جوابات کی طرف۔

۱۔ جی یہ کیسا سوال پوچھا ہے بقول شاعر
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
یا پھر بقول امجد اسلام امجد صاحب کے
خواہش کی حد
خواہشوں کا سرا نہیں کوئی
خواہش وقت کے سمندر میں آپ اپنا شکار ہوتی ہیں
تم اگر راستے میں مل جاؤ
زندگی کا سفر سہل ہو جائے
مسئلہ خواہشوں کا حل ہو جائے

آنچل کے حوالے سے پہلی خواہش تو ان دو تحریروں کو دوبارہ شائع کروانے کی ہے جو کہ مجھ سے مس ہو گئی ہیں، بات دراصل کچھ یوں ہے کہ میں نے آنچل سال 2000ء یا پھر 2001ء سے پڑھنا شروع کر دیا تھا اپنی دوست مہرین اسمٰعیل کے توسط سے اور اس کے بعد شاید 2002ء سے خود لینا شروع کیا تھا تو شاید یہ تحریر عفت سحر طاہر کی ہے جس کا ذکر میرا شریف طور نے بھی اپنے انٹرویو میں کیا تھا "سکندر اور امین" جس کے مین کریکٹر تھے، دوسری بھی عفت کی ہی تحریر تھی "پورا دکھ اور آدھا چاند" تو میں چاہتی ہوں کہ یہ تحریریں دوبارہ چھپ جائیں اور ایک خواہش اور بھی ہے کہ اقراء صغیر احمد "بہاروں کے سنگ سنگ" جیسا ہی کوئی اور ناول بھی لکھیں آنچل کے لیے اور آسیہ مرزا دوبارہ سے لکھنا شروع کر دیں۔

۲۔ اوں اس سوال کا جواب کیا لکھوں کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا، میری ایک بچپن سے عادت ہے کہ میں ہر وقت دوپٹہ سر پر اوڑھے رکھتی ہوں، حتیٰ کہ رات کو بھی میں دوپٹہ اچھی طرح سے سر پر اوڑھ کر سوتی ہوں تو میری بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ بھی دوپٹہ کا احترام کریں خصوصاً کھانا پکاتے وقت تو سر لازمی ڈھکا ہوا ہونا چاہیے۔ اگر میری کوئی اس عادت کی وجہ سے تعریف کرتا ہے تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے، فخر بھی محسوس ہوتا ہے اور آنچل بھی یاد آتا ہے دیکھا کتنی ہوشیاری سے میں نے کتنا بڑا جواب لکھ ڈالا۔

۳۔ میں کیا تبدیلی کر پاؤں گی، جب اپنے خان صاحب ہی کوئی تبدیلی نہ لا سکے ملک میں پھر بھی اگر آپ نے ایک دن کے لیے مجھے آنچل کا انتظام سونپا تو میں سب سے پہلے وہ شمارے آنچل والوں سے نکلوا کر لے آؤں گی جو کہ میرے پاس نہیں ہیں اور دوسرے ان رائٹرز سے رابطہ کروں گی اور انہیں ہر ممکن طریقے سے راضی کرنے کی کوشش کروں گی کہ وہ جو لکھنا چھوڑ چکی ہیں وہ پلیز دوبارہ سے آنچل کے لیے لکھنا شروع کر دیں۔

۴۔ مطالعہ مجھے بہت پسند ہے کبھی کوئی ناول کبھی کوئی کتاب پڑھتی ہوں، اخبار بھی شامل ہیں میرے مطالعہ میں۔ کوئی ایک کتاب کہ جس کو پڑھ کر ہمیشہ دل و دماغ مطمئن اور پرسکون ہوتے ہیں وہ ہے قرآن پاک باقی کتابیں تو بہت ساری ہیں اور جب فرصت ہوتی ہے تو میرے پاس بہت سے ناولز ہیں، پوئٹری بکس ہیں ان کو بھی میں اکثر پڑھتی رہتی ہوں مگر سچی بات تو وہی ہے کہ ان کو بار بار پڑھ کر بھی وہ خوشی اور وہ سکون محسوس نہیں ہوتا جو کہ قرآن شریف کو پڑھنے سے انسان کو ملتا ہے۔

۵۔ آنچل میں میرا پسندیدہ سلسلہ دوست کا پیغام آئے اور میری یہ خواہش بھی ہے کہ کبھی بھی بند نہ کیا جائے کیونکہ اس کے ذریعے ہم اپنی دوستوں سے اپنی محبت اور اپنے جذبات کا

اظہار کر سکتے ہیں سو پلیز اس سلسلے کو کبھی بند نہ کیجیے گا۔

۶۔ واقعی انسانی زندگی بہت سی کیفیات کا مجموعہ ہوتی ہے مگر رسالہ چاہے کوئی بھی ہو آنچل ہو یا کوئی اور میں نے تو واقعی ان سے بہت کچھ سیکھا ہے اور آپ اسے تبدیلی بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے میں بہت موڈی ہوتی تھی، کچھ کچھ بے وقوف بھی کہہ لیں اور عجیب سے احساسات میرے دل و دماغ پر حاوی رہا کرتے تھے مگر جیسے جیسے میرا مطالعہ وسیع ہوتا گیا ویسے ویسے یوں لگتا گیا کہ جیسے میرے دماغ کی جو گرہیں بند ہیں وہ آہستہ آہستہ کھلتی چلی گئیں، آہستہ آہستہ مجھے اپنی بہت سی جہاں خوبیوں کا ادراک ہوا وہیں میں نے اپنی خامیوں کو بھی سنوارنا شروع کر دیا۔ ہو سکتا کہ یہ سب پڑھ کر کچھ اپنے کچھ بیگانے مجھ پر ہنسیں یا میرا مذاق اڑائیں مگر یہ میری زندگی کا کھرا سچ ہے، اپنی ذات کی تمام حقیقتوں سے سب سے پہلے انسان خود آگاہ ہوتا ہے۔ خیر چھوڑیے ان باتوں کو اور مجھ پاگل اور جذباتی لڑکی کو اجازت دیں، اللہ آپ سب کو خوشیاں اور آسانیاں نصیب فرمائے اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا پھر ملاقات ہو گی کسی نہ کسی سروے میں بشرط زندگی، والسلام۔

مدیحہ کنول سرور..... چشتیاں

۱۔ میں رائٹرز کی بات سے پوری طرح متفق ہوں، انسانی خواہشات واقعی لامحدود ہیں۔ آنچل کے حوالے سے میری خواہش ہے کہ اس میں نمرہ احمد کو پڑھوں، ایک خواہش اپنا کوئی افسانہ پڑھنے کی بھی ہے مگر "ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے" (ہاہاہا)۔

۲۔ جب کسی کا سارا وقت آنچل پڑھنے اور اس میں لکھنے میں گزر جائے تو یہ یاد آنے والی بات بہت عجیب سی لگتی ہے، آنچل تو دلوں میں بستا ہے۔

۳۔ اللہ اللہ..... کیا بات کر دی، آنچل کا انتظام اور ہم ناچیزوں کے ہاتھوں میں "جس کا کام اسی کو ساجے" ہم تو آنچل کا نقشہ ہی بگاڑ کے رکھ دیں گی (ہاہاہا) سچی بات تو یہ ہے کہ آنچل اپنے اسی رنگ میں مجھے بہت پسند ہے اور اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں کرنا چاہوں گی، آنچل بیسٹ ہے پورے کا پورا۔

۴۔ "پیر کامل" کئی بار پڑھی ہے اور اب بھی اکثر پڑھتی ہوں۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" پڑھتی ہوں، ایم اے اسلامیات کی کتابیں پڑھتی رہتی ہوں، آنچل کے تمام شماروں میں سے مشتاق احمد قریشی صاحب کا دانش کدہ بار بار پڑھتی ہوں۔

۵۔ آنچل کے سلسلے تو سبھی زبردست ہیں مگر مجھے سب سے زیادہ نئی کونپلیں اور دوست کا پیغام آئے پسند ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نئی کونپلیں ہم جیسی نئی لکھاریوں کے لیے مشعل راہ ہے، انہی کونپلوں سے پھول بنیں گے اور دوست کا پیغام آئے اس لیے بیسٹ ہے کہ یہ دوستوں کو ملاتا ہے۔

۶۔ آنچل کے مطالعے سے مجھ میں بہت اعتماد آ گیا ہے، آج سے پانچ سال پیچھے دیکھوں تو میں بے حد شائی گرل تھی، آنچل نے مجھے بات کرنے کا ہنر سکھایا، مجھے قلم اٹھانے کی ہمت دی، دکھ اور پریشانی میں صبر کرنا سکھایا، آنچل میں کسی بہن نے لکھا تھا کہ "ہمیشہ خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو" اس بات پر عمل کر کے میں نے ہمیشہ سکون پایا ہے، اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

۱۔ جی بالکل انسان کی خواہشات تو کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتیں، یہ تو انسان کے مرنے کے ساتھ ہی ختم ہوں گی۔ میں آنچل میں دو رائٹرز کو دیکھنے کی خواہش مند ہوں میمونہ خورشید علی، مریم عزیز پلیز انہیں لازمی شامل کیجیے گا۔

۲۔ یاد اس کو کیا جاتا ہے جو بھولا ہوا ہو، ہم جب خوش ہوں یا پریشان ہوں آنچل ہماری بہت اچھے طریقے سے رہنمائی کرتا ہے۔

۳۔ آنچل میں ایک ایسا سلسلہ ہونا چاہیے، جس میں ایک ٹاپک ہو اس ٹاپک پر ہر ایک قاری بہن اپنی رائے کا اظہار کرے، میرے خیال سے سب کو بہت پسند آئے گا۔

۴۔ کتاب تو ایسی کوئی نہیں البتہ زیادہ وقت میرے ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے وہ ہی پڑھتی رہتی ہوں۔

۵۔ یہ تو بڑا مشکل سوال ہے ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے کیونکہ آنچل پورا بیسٹ ہے۔ پورا آنچل اسٹاف بہت محنتی ہے ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیاں دے اور آنچل تا قیامت ترقی کی راہوں پر گامزن رہے آمین۔

۶۔ جب سے میں آنچل پڑھ رہی ہوں مجھ میں کافی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہ کہتے ہیں نا امید پر دنیا قائم ہے تو مایوس بالکل نہیں ہوتی، خوش رہتی ہوں اور سب کو خوش رکھتی ہوں۔ اپنی نیت ہمیشہ صاف رکھیں کیونکہ اچھے عمل سے بہتر

اچھی نیت ہے کسی کو بھی دیکھ کے حسد مت کریں کیونکہ جس کے مقدر میں جو ہوتا ہے وہ اسے لازمی ملتا ہے' سو دوسروں کو دیکھ کے اپنا دل چھوٹا مت کریں' فی امان اللہ۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

ا۔ سب سے پہلے آنچل کو ڈھیر ساری دعائیں اور مبارک باد پیش کروں گی' میں اس بات سے کچھ حد تک اتفاق کرتی ہوں کہ انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں مگر انسان خود خواہشات کو اپنے اندر جگہ دیتے ہیں' یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ آنچل کے حوالے سے جو خواہش پچھلے کچھ عرصے سے دل میں ہے وہ یہ ہے کہ میری کوئی تحریر آنچل کے اوراق کی زینت بن جائے' اس خواہش کی تکمیل میری اولین ترجیح ہے۔

۲۔ بلندیوں کی جانب سفر کرتا انمول ستارہ' میں نے اس جملے کو جہاں پڑھا دل میں خیال صرف آنچل کا ہی آیا اور جب بھی پڑھا دل سے دعا دی کہ یہ ستارہ سدا جگمگاتا رہے آمین۔

۳۔ اس سوال کا جواب کچھ مشکل ہے کیونکہ آنچل کی ہر چیز پرفیکٹ ہے اور تبدیلی کی گنجائش ہی نہیں لگتی مگر پھر بھی اگر مجھے ایک دن کا انتظار سونپا گیا تو میں دینی سوالات پر مبنی سلسلہ شروع کروں گی۔

۴۔ وقت بولتا ہے حالات بدلتے ہیں' دکھوں اور خوشیوں کی اس آنکھ مچولی میں میں وقت کے حساب سے کتاب کا فیصلہ کرتی ہوں کہ کیا پڑھوں' ویسے فرصت کے لمحات میں دینی کتب کا مطالعہ کرتی ہوں اور خود کو جانچتی ہوں کہ میں کس حد تک اسلام کی پیروکار ہوں۔

۵۔ "دانش کدہ" میں اس سلسلے کو بہت پسند کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ مشتاق احمد قریشی صاحب کو خداوند کریم لمبی عمر سے نوازے' یہ سلسلہ آگہی لیے ہوتا ہے اس لیے میں اس سلسلے کو پسند کرتی ہوں۔

۶۔ آنچل نے ہر قدم پر میری رہنمائی کی جب سے آنچل کو پڑھنے لگی ہوں زندگی جینے کے اصول اور خوش رہنے کے قاعدوں پر عمل کرتی ہوں۔ میں تاعمر آنچل کی اور آنچل سے وابستہ ہر انسان کی شکر گزار رہوں گی جنہوں نے آنچل کو سجانے سنوارنے کے ہر مرحلے پر ہم قارئین کے ذوق کا خاص خیال رکھا۔ آنچل اپنے دامن میں کئی کامیابیاں سمیٹے آمین اللہ حافظ۔

اقصیٰ زرگر' سنیاں زرگر...... جوڑہ

السلام علیکم! سب سے پہلے تو آنچل کی سالگرہ سب کو بہت بہت مبارک ہو۔

ا۔ ہم رائٹرز کی بات سے اتفاق رکھتی ہیں کہ واقعی خواہشیں لامحدود ہوتی ہیں اور آنچل کے حوالے سے خواہش یہ ہے کہ اس کے صفحات بڑھا دیے جائیں۔

۲۔ ہمارے حواسوں پر تو ہر وقت آنچل ہی چھایا رہتا ہے اس لیے ایسا تو کوئی مصرعہ یاد نہیں ہے۔

۳۔ ہم صفحات بڑھا کر کہانیاں زیادہ کردیں گے اس کے علاوہ کوئی تبدیلی نہیں چاہیے۔

۴۔ آنچل کے سوا ہم کوئی اور رسالہ یا کتاب وغیرہ اتنے شوق سے نہیں پڑھتے' فرصت ہو یا نہ ہو ہم آنچل ضرور پڑھتے ہیں۔

۵۔ سب سے پسندیدہ سلسلے دو ہیں ایک دوست کا پیغام آئے اور دوسرا یادگار لمحے۔

۶۔ جب سے آنچل پڑھ رہے ہیں ہر کہانی میں ہیروئن پانچ وقت کی نمازن ہوتی ہے تو ہم بھی ان سے انسپائر ہو کر اب پانچ وقت کی نمازی بن گئی ہیں' دوسرا یہ کہ ہم آنچل کی وجہ سے اپنے رشتے داروں میں بہت مشہور ہوگئی ہیں (اس کے لیے بہت بہت شکریہ)۔

عشرت سید اسلم...... اسلام آباد

ا۔ میں سو فیصد اتفاق کرتی ہوں کیونکہ انسان عمر کے جس حصے میں چلا جائے اس کا نفس ہمیشہ اسے کچھ پانے پر اکساتا رہتا ہے۔ آنچل کے حوالے سے ایک خواہش ہے کہ آنچل سے وابستہ جو رائٹرز ہیں انہیں ہمیشہ آنچل سے وابستہ رکھیے گا۔

۲۔ ایسا مصرعہ تو نہیں لیکن جب بھی کسی بھی ڈائجسٹ کو ہاتھ میں لیتی ہوں' 23 تاریخ کو ہمیشہ آنچل کی آمد کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔

۳۔ کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہوں گی آنچل ڈائجسٹ کا معیار ہر لحاظ سے بہت بہتر ہے اور آنچل ہمیشہ اپنے سے وابستہ قاری رائٹرز کا بہت خیال رکھتا ہے۔

۴۔ میں فرصت کے لمحات میں بھی آنچل کو ساتھ رکھتی ہوں اور مطالعہ کرتی ہوں اور اپنی فرینڈز اور شوہر سے بھی آنچل کے حوالے سے گفتگو کرتی ہوں آنچل از دا بیسٹ۔

۵۔ مجھے شاعری سے بہت انٹرسٹ ہے اس لیے غزل شعر اور ناول پسند نہیں کیونکہ اس ناول کو پڑھ کر ہمیشہ مجھے کچھ

نہ کچھ سیکھنے کا موقع ملا شکریہ آنچل۔

۶۔ واقعی زندگی درد و غم اور خوشی کی رہگزر ہے۔ آنچل کی کہانی "زرد موسم کے دکھ" سمیرا شریف طور کی ناول جسے پڑھ کر میں نے ہمیشہ خود کو دنیا کی تنگ دست نگاہ سے محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی اور وہ کہانی ہمارے پورے معاشرے کے لیے سبق آموز ہے۔

عائشہ بشارت علی...... گوجرانوالہ

ا۔ میں رائٹرز سے ایک سو ایک فیصد متفق ہوں خیر میرا عقیدہ ہے بندہ ختم مگر خواہشات بے انت اور آنچل کے حوالے سے خواہش...... حق ہاہ' بڑا ظلم ہے جی! آپ نے خواہش پوچھا ورنہ خواہشات ہیں۔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ میری خواہش ہے کہ میں آنچل کی موسٹ فیورٹ رائٹر بنوں۔

۲۔ ہوں' ہے ایک مصرعہ مگر پڑھ کر نہیں بول کر آنچل یاد آتا ہے جب جب میں کہیں بھی دعا کرواؤں تو میں رب تعالیٰ سے عرض کرتی ہوں "یا اللہ ہمیں سینوں کو چھپانے والیاں اور سروں کو ڈھانپنے والیاں بنادے' آمین۔ تو مجھے فوراً آنچل یاد آتا ہے۔

۳۔ اگر مجھے ایک دن بھی آنچل کا انتظام سونپا جائے تو میں بس ایک تبدیلی لاؤں گی۔ ٹائٹل پر جلوہ افروز ہوتی ہے اسے دوپٹہ اوڑھا دوں گی' باقی سب ٹھیک ہے۔

۴۔ اگر ٹائم ملے تو قرآن مجید ہی کا مطالعہ کرتی ہوں مگر ہر وقت ساتھ نہیں رکھتی' اس کے علاوہ کتاب زیست ورق ورق پڑھ رہی ہوں جو سب کے پاس ہے مگر پڑھتا کوئی کوئی ہے۔

۵۔ میرا پسندیدہ سلسلہ کام کی باتیں ہے اور کیوں ہے؟ تو نام سے ظاہر ہے۔

۶۔ میں نے جو سیکھا ہے اسے کچھ لوگ خامی سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ خوبی۔ اگر صاف گو کہیں تو خوبی اور منہ پھٹ کہیں تو خامی۔ بے بسی سی بے بسی ہے' لوگ ہرٹ ہوجاتے ہیں مگر اب یہ عادت اتنی پختہ ہوگئی ہے کہ کوشش کے باوجود میں بدل نہیں سکتی' کیا مجھے خود کو بدلنا چاہیے۔

نصرت عارف...... وار برٹن

ا۔ میں اس بات سے پوری طرح اتفاق کرتی ہوں کہ انسان کی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں اور میری خواہش یہ ہے کہ آنچل میں عمیرہ احمد کا نام بھی شامل ہو۔

۲۔ یادگار لمحے میں ایسے بہت سے مصرعے ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر آنچل کو یاد آتی ہے مثلاً کوئی ایسی بات جس سے ہمیں سبق حاصل ہو۔

۳۔ میں اس میں جدید دور کی سائنسی معلومات کا اضافہ کرنا چاہوں گی۔

۴۔ فیاض احمد فیاض کی "بات سے بات" کتاب میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی ہوں اور فرصت کے لمحات میں اس کا مطالعہ کرتی ہوں۔

۵۔ سمیرا شریف طور کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" مجھے بہت پسند ہے اور اس لیے پسند ہے کہ اس میں میڈیکل کے حوالے بتایا جاتا ہے جو کہ میرا پسندیدہ شعبہ ہے جسے میں خود بھی جوائن کرنا چاہتی ہوں۔

6۔ آنچل پڑھنے کے بعد مجھے یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ والدین کی علیحدگی بچوں کے لیے اکثر نقصان کا باعث بنتی ہے جو کبھی نہیں ہونا چاہیے۔

عائشہ نور...... شادیوال گجرات

ا۔ معیشت دان رائٹرز کے مطابق انسانی خواہشات لامحدود ہیں میں اس بات سے سو فیصد اتفاق کرتی ہوں' میں تو یہ کہتی ہوں کہ کوئی خواہش کبھی آخری نہیں ہوتی اور آنچل کے حوالے سے بھی میری یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو لامحدود کامیابیاں اور ترقی عطا کرے آمین۔

۲۔ میں کوئی بھی مصرعہ پڑھوں تو مجھے آنچل کی یاد ضرور آتی ہے کیونکہ آنچل میں شاعری ہی مجھے بے حد پسند ہے اس کے علاوہ یہ کہ میں آنچل کے صفحات پر اپنی شاعری دیکھنے کی خواہش مند ہوں۔

۳۔ ماشاء اللہ آنچل پہلے ہی بہت اچھا رسالہ ہے مجھے نہیں لگتا اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے ہاں ایک بات جو میں چاہوں گی وہ یہ کہ شاعری کے صفحات میں اضافہ کردوں گی۔

۴۔ ہاں جی فرصت کے لمحات میں ہمیشہ واصف علی واصف کو ضرور پڑھتی ہوں اور اس کا ایک شعر جو پسند بھی ہے۔

ورق ورق میری نظروں میں کائنات کا ہے
کہ دستِ غیب سے لکھی ہوئی کتاب ہوں میں

۵۔ آنچل کے سارے سلسلے ہی اچھے ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں وہ ڈش مقابلہ اور شاعری ہیں۔

۶۔ آنچل کے مطالعے سے مجھے اعتماد ملا ہے [illegible] رسالے میں شرکت کرنا مجھے ناممکن سا لگتا تھا مگر آنچل کو پڑھا اور خط لکھے بغیر نہ رہ سکی۔ پہلی بار آنچل میں خط لکھا تو بہت اچھے انداز میں خوش آمدید کہا گیا۔

شمع ناز شکیل ...... کراچی

۱۔ سو فیصد اتفاق کرتی ہوں آنچل کے حوالے سے ایک خواہش ہے کہ آنچل کا سب سے پہلا شمارہ پڑھوں۔

۲۔ عفت سحر طاہر کا نام جس بھی رسالے میں دیکھوں تو بے ساختہ آنچل کی یاد آ جاتی ہے۔

۳۔ میں ناقابلِ اشاعت کہانیوں کو واپس بھجوانے کا سلسلہ ازسرنو شروع کروں گی (اگر موقع مل جائے تو)۔

۴۔ کوئی ایک کتاب کو میں بار بار اسٹڈی نہیں کرتی البتہ فرصت کے لمحات میں کوئی بھی ڈائجسٹ پڑھ لیتی ہوں اور اپنے آنچل کے لیے تو فرصت ضرور نکالتی ہوں۔

۵۔ میرا پسندیدہ سلسلہ، مستقل کہانیوں کا سلسلے وار کہانیوں کا سلسلہ ہے جس کا مجھے بے چینی سے ہر ماہ انتظار رہتا ہے۔

۶۔ سبق یہ حاصل ہوا کہ اکثر کہانیوں میں ہیروئنز سر ڈھانپے رکھتی ہیں تو مجھے بھی ہر وقت سر پر دوپٹہ اوڑھنے کی عادت پختہ ہوگئی۔ اس کے علاوہ مجھے مشرقی ہیروئن کی ڈریسنگ کافی اٹریکٹ کرتی ہے تو میں نے اقراء صغیر احمد کے ناول ''دشتِ آرزو'' کی ہیروئن حورین کا ڈریس کاپی کیا تھا اور اپنی بہن کی شادی پر بنوایا تھا جو کہ بلیک شرٹ پر گولڈن امبرو ئیڈری تھی ہاہاہا۔

ثناء اجالا ...... پھلوال

۱۔ جہاں تک آپ کے پہلے سوال کا جواب ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنچل عرصہ دراز سے پڑھ رہی ہوں دل میں ہے کہ آنچل میں اپنی غزلیں، نظمیں اور اپنا نام دیکھوں (کاش ایسا ہو جائے)۔

۲۔ یہ تو ہر لحظہ اپنے تن من دھن میں ہے، ایسا کوئی مصرعہ نہیں۔

۳۔ خیر کوئی خاص تبدیلی نہیں کریں گے آپ آنچل کو بہت بہتر طریقے سے سجا سنوار کر لاتے ہیں (ہم جیسے غریب اور کہاں آنچل)۔

۴۔ فرصت کے لمحات میں کوئی دینی کتب ہوتی ہے اور ہم پھر اپنا تجزیہ کرتے ہیں کہ ہم نے پائی کس ہیں۔

۵۔ در جواب آں جس میں آپ بہت اچھے طریقے سے جواب دیتے ہیں، میرا دل بار بار در جواب آں پڑھنے کو کرتا ہے اور ہم پڑھتے ہیں۔ یادگار لمحے اور بیوٹی ٹپس اور دانش کدہ۔

۶۔ کردار کو مضبوط اور نکھارنے میں آنچل بہترین ہے جس کی وجہ سے آج مابدولت خود پر فخر محسوس کرتے ہیں، آنچل کی تحریریں سبق آموز اخلاقی لحاظ سے بھی مددگار ہیں۔

روبی گیلانی ...... جڑانوالہ

ابھی کل کی بات لگتی ہے جب میں نے آج سے 14 سال پہلے آنچل پڑھنا شروع کیا تو میٹرک میں پڑھنے والی اس وقت کی شوخ و شرارتی لڑکی کو آنچل نے اپنے دامن میں جگہ دی، اسے تصور کی سیڑھی پر قدم رکھنا سکھایا۔ میری والدہ مرحومہ جو خود پڑھی ہوئی نہیں تھیں مگر آنچل میں لکھی تحریریں رات کو مجھ سے سنا کرتی تھیں۔ زیب النساء آنٹی، سلمیٰ کنول اور فرحت آپا، جو آنچل کی آبیاری کرنے والوں میں سے تھیں، اللہ ان سب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

۱۔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
آنچل کے حوالے سے یہ خواہش ہے کہ مشہور اور بڑے لوگوں کے انٹرویو بھی شامل ہونے چاہیں۔

۲۔ میری زندگی میں آئے ہو بہار بن کے۔

۳۔ سب سے پہلے اچھے اور مشہور لوگوں کے انٹرویولوں گی اور صفحات بڑھواؤں گی اور مکمل ناول زیادہ شائع کروں گی، شعر و شاعری کے سلسلہ کے صفحات زیادہ کروں گی۔

۴۔ میں ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھتی ہوں جب بھی ٹینشن میں ہوں یا فارغ ہوں، قصص الانبیاء اور موت کا منظر۔ ہر رات پڑھ کے سوتی ہوں ورنہ نیند نہیں آتی۔

۵۔ آنچل کے مستقل سلسلے میں سب سے زیادہ پسندیدہ سلسلہ دوست کا پیغام آئے ہے کیا پتا کہ میرے لیے بھی کوئی پیغام آ جائے کسی دوست کا (ہاہاہا)۔

۶۔ ایک اچھا اور معیاری رسالہ زندگی میں ایک مہربان استاد کی طرح ہوتا ہے جو بھٹکنے نہیں دیتا، ماں کی مہربان دعاؤں جیسا ہوتا ہے جو گرنے نہیں دیتا، باپ کے شفقت بھرے سائے کی طرح ہوتا ہے جو جھلسنے نہیں دیتا۔ جو سکھاتا ہے کہ وفا سکندر جیسے مرد سے کرو، محبت فاطمہ جیسی کرو اور اکڑ اور غرور اور لالچ عریشہ جیسی نہ کرو ورنہ عباس جیسے قدر دان شوہر سے محروم کر دی جاؤ گی۔ حمرہ جیسی عادات اطوار اپناؤ تو عمر ہاشم جیسا شوہر خدا نصیب میں لکھ دے گا۔ پری جیسی معصومیت اپناؤ تو طغرل جیسا عاشق ملے گا۔ ویل ڈن آنچل ویری ویل ڈن۔ ہم نے تو اپنی سوچ کے مطابق آنچل سے محبت کا اظہار کر دیا۔ آنچل کے سب چاہنے والوں کو دوستی کی آفر ہے صدقِ دل سے مخلص پائیں گے رابطہ کی منتظر۔

نازیہ عباسی ...... ٹھٹھہ

۱۔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے اپنے وسائل کو دیکھ کر خواہشیں پوری کریں، آنچل کے حوالے سے ایک خواہش کہ ہر ماہ تاریخ اسلامی کی کسی معروف خاتون کا تعارف پیش کیا جائے جو نئی نسل کے تاج کے لیے ہو اور عمیرہ احمد اور مریم عزیز بھی آنچل میں لکھیں۔

۲۔ دھنک کے رنگ جب بھی دیکھتے ہیں تو آنچل کا نام یاد آ جاتا ہے اور ہاں فیض احمد فیض کی شاعری، جس دن سے کوئی منتقل میں گیا جہاں بھی پڑھوں تو سمیرا شریف طور کا ناول بڑی شدت سے یاد آتا ہے۔

۳۔ اُف...... کیا سوال پوچھ لیا اب ایک دن میں کیا ہو سکتا ہے سب سے پہلے تو یہ کام کرتی کچھ پرانی رائٹرز جواب نہیں لکھتی ہیں انہیں ڈھونڈ کر ناولز لکھواتی اور مریم عزیز کو ڈھونڈ کر ضرور لکھواتی اور ہاں ایک کام اور ضرور کروں گی آنچل کو نیٹ پر اپلوڈ کرنے پر پابندی لگا دوں گی (غصہ کیوں کر رہے ہو نیٹ پر مفت میں پڑھنے والوں ہاہاہاہا)۔

۴۔ ہمارے پیارے آقا کی زندگی کے متعلق سیرت النبی ﷺ اور احادیث کی کتاب اور کچھ ناولز بھی ہیں جو میں فرصت میں پڑھتی ہوں ان میں سمیرا شریف طور کے ناولز، مریم عزیز کے ناولز، اقراء صغیر کے بہاروں کے سنگ سنگ اور عمیرہ احمد کا پیر کامل بھی شامل ہے۔

۵۔ آنچل کے مستقل سلسلوں میں مجھے مشتاق احمد قریشی صاحب کی تحریریں، یادگار لمحے اور آئینہ بہت پسند ہے، آئینہ میں شرکت کی خواہش تو بہت کی مگر جگہ نہیں ملی۔

۶۔ آنچل کی کہانیاں پڑھ کر صبر اور زندگی گزارنے کے اچھے اصول ضرور سیکھے ہیں، کتابیں ہمیں مشکل کا سامنا کرنا سکھاتی ہیں ہمت اور حوصلہ عطا کرتی ہیں۔

زری ...... دینہ

۱۔ السلام علیکم! میں رینز کی بات سے پوری طرح اتفاق کرتی ہوں۔ خواہشیں ایسی عفریت کی طرح ہیں جو ساری زندگی انسان کو بھگاتی رہتی ہیں اور انسان بھی دیوانہ وار ان خواہشات کے ساتھ بھاگتا رہتا ہے۔

خواہش ہے کے اور کوئی خواہش نہ ہوتی

آنچل کے حوالے سے بس ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ اسے دن دگنی ترقی سے نوازے اس کو مزید معیاری رسالہ بنانے کے لیے تمام رائٹرز مزید کوششیں کریں۔

۲۔ آنچل تو عورت اور لڑکیوں بالیوں کی ضرورت ہے خواہ وہ سر پر رکھنے والا آنچل ہو یا آپ کا آنچل (ہاہاہا)۔ آنچل اور عورت کا چولی دامن کا ساتھ ہے، مصرعہ تو یاد نہیں لیکن آنچل سے منسلک ایک شعر یاد آ گیا ہے

یہ آنچل ہی تمہاری عزت ہے
سنو اے لڑکیو! نادانیاں اچھی نہیں ہوتی

۳۔ آہ...... کاش ایسا ہو جائے یعنی ہمیں ایک دن کے لیے یہ نظام سونپ دیا جائے تو جو سب سے پہلی تبدیلی میں لاؤں گی وہ سرورق کی تبدیلی ہوگی کیوں کہ مجھے کبھی بھی آنچل کا سرورق پسند نہیں آتا۔

۴۔ جی ہاں بالکل سو فیصد درست مطالعہ ہمارے ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے اور ایک اچھا مطالعہ ہی اچھی شخصیت تعمیر کر سکتا ہے۔ آنچل میں ہی شائع ہونے والا ناول محبت دل پہ دستک میں کئی دفعہ پڑھ چکی ہوں، دل ہی نہیں بھرتا۔

۵۔ آنچل کے مستقل سلسلوں میں سے مجھے ہمارا آنچل، بیاض دل اور یادگار لمحے بے حد پسند ہیں۔

۶۔ جی ہاں آنچل کے مطالعے سے میں نے بہت کچھ سیکھا جس کے لیے میں آج بھی آنچل کی شکر گزار ہوں، نازیہ کنول نازی کا ناول ''اے عشق تیری خاطر'' میری تمام زندگی کو بہت متاثر کر گیا۔ فون کا درست استعمال میں نے وہیں سے سیکھا اور یہ بات بھی کہ کیسے چھوٹی چھوٹی غلطیاں لڑکیوں کے لیے مستقبل میں بے شمار مسائل کھڑے کر دیتی ہیں، فی امان اللہ۔

فاطمہ ماریہ ...... فیصل آباد

السلام علیکم! امید واثق ہے آنچل فیملی ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے اور میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ آنچل فیملی کو حیات خضر اور بخت سکندر عطا فرمائے۔ اب میں آتی ہوں سوالات کے جوابات کی طرف۔

۱۔خواہش اس تتلی کی مانند ہے جو خوب صورت تو بہت لگتی ہے مگر اسے پکڑتے ہی بے رنگ ہوجاتی ہے مگر اس کے باوجود یہ انسانی فطرت ہے جو بدل نہیں سکتی۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ خوشحالی عطا کرے تو اپنی آرزوؤں کو مت بڑھاؤ" آنچل کے حوالے سے میری بہت سی خواہشات ہیں جن میں ایک اپنا نام اپنی تحریر اس میں جلد از جلد دیکھنے کی۔

۲۔ سنو الفاظ کم ہیں اور تمنائیں ہزاروں
مبارک ہو تمہیں میری جانب سے سالگرہ کی خوشیاں

ان الفاظ کو پڑھتے ہوئے مجھے بے ساختہ آنچل کی یاد آجاتی ہے۔

۳۔میں اس میں کوئی تبدیلی کرنا نہیں چاہوں گی یہ ایک بالکل پرفیکٹ ڈائجسٹ ہے جس میں ہم ایک وقت میں بہت سے مزے لیتے ہیں یہ ایک فیملی کی مانند ہے ڈش مقابلہ بیوٹی گائیڈ ٹوٹکے تو ہیں ہی اسے ایک ماں کی طرح ہماری صحت کی فکر بھی ہے اور ہمارے روحانی مسائل کو بھی قرآن کے ذریعے حل کرتا ہے کام کی ڈھیروں باتیں بھی بتاتا ہے ہماری تفریح کا بہترین ذریعہ بھی ہے اور ہمیں دین اسلام سے روشناس بھی کراتا ہے۔

۴۔مطالعہ کرنے کا مجھے نشے کی حد تک شوق ہے۔آج کل میں قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر پڑھ رہی ہوں۔آنچل میرے پاس ہروقت ہوتا ہے میرے تکیے کے نیچے کچن میں ٹی وی لاؤنج میں ٹیرس پر یا میں کہیں جاؤں تو میرے ہینڈ بیگ میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔

۵۔پھر نیا سال آیا ہے
ایسے میں
خوشیوں کے بیش بہا
خزانے لٹاتی
حسرت بھری میری آنکھیں
کہہ رہی ہیں
اے دوست آنچل
نیا سال مبارک ہو

کسی ایک سلسلے کو بھی نظر انداز کرنا اس کے ساتھ زیادتی ہوگی مجھے سب سلسلے ہی پسند ہیں کسی ایک کی بھی غیر حاضری ہو تو آنچل ویران سا لگتا ہے اور کیوں پسند ہیں میرے خیال میں اچھی چیزیں ہر باذوق شخص کو پسند ہوتی ہیں۔

۶۔آنچل کے مطالعے کے بعد جو تبدیلی مجھ میں آئی میرے خیال میں بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں کہ اب میں جب بھی اداس ہوجاؤں تو صبر کرتی ہوں اور اللہ سے دعا کرتی ہوں اس پختہ یقین کے ساتھ کہ اللہ واحد ذات ہے جو کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بشرطیکہ ہم دل سے دعا مانگیں۔

شمع مسکان...... جام پور

۱۔ میں رانز سے اتفاق کرتی ہوں کہ انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں کم پر اکتفا فطرت انسانی نہیں۔ دولت کی خواہش ہو یا مادی اشیاء کی ہوس انسان میں بڑھتی جاتی ہے۔ تشنگانِ عشق ہوں یا تشنگانِ علم یہ چاہے کتنے بھی سیراب ہوجائیں جتنے فیض یاب ہوجائیں مگر خود کو تشنہ سمجھتے ہیں ان کی تشنگی نہیں مٹتی۔ چھوٹی سی ذاتی مثال سب سے پہلی خواہش آنچل کے خوب صورت صفحات پر اپنا نام جگمگاتا دیکھیں خواہش کی تکمیل ہوئی تو شاعری میں اپنا نام دیکھنے کی خواہش ابھری۔ یہ بھی رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے پوری ہوئی اس کے بعد اپنی تحریر شائع ہونے کی خواہش بڑھی یہ پوری ہوئی تو نامور رائٹرز کی لسٹ میں اپنا نام دیکھنے کی خواہش ہے سو انسان کی خواہشات کا کوئی انت نہیں۔آنچل ایک پرفیکٹ رسالہ ہے بس اس کے حوالے سے اتنی سی خواہش ہے اور اپنے رب سے دعا ہے کہ میرا اور آنچل کا ساتھ چلتی سانسوں تک رہے اور آنچل فرینڈ ہمیشہ اپنی شمع کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

۲۔مصرعہ تو نہیں البتہ ایک شعر جو ہمیشہ مجھے آنچل کی یاد دلاتا ہے اور دلاتا رہے گا وہ یہ ہے

تمہیں دیکھا تو یہ خیال آیا
زندگی دھوپ تم گھنا سایہ

یہ واقعی میرے لیے گھنا شجر ثابت ہوا ہے جس کی چھاؤں میں خود کو پرسکون محسوس کیا اور یہ میرے اندر مثبت تبدیلی لایا۔

۳۔آہم......آہم......آنچل کا نظام میرے ہاتھوں میں تھمادیں تو...... کیا بات ہے تبدیلی تو خیر سے کوئی نہیں کروں گی کیونکہ یہ اس قدر رعنائیوں اور دلکشی سے بھرپور ہے کہ کسی بھی سلسلے کو چھیڑ کریں تو دلکشی ماند پڑ جاتی ہے۔ میرا مطلب پڑ جائے گی۔ مگر میں ایک کام ضرور کروں گی کہ یہ جو آنچل فرینڈز رسالے کے توسط سے فرینڈ شپ کر کے بغیر وجہ بتائے غائب ہوجاتی ہیں اور پیچھے دوست پریشان ہوتی رہتی ہیں ان کی کسی پکار پر لبیک نہیں کہتیں سب کو کھینچ کھانچ کر واپس آنچل میں لے آؤں گی میں منزہ حیدر اور صبا کے ایس (ٹنڈو الہیار) کی وجہ سے بہت پریشان ہوں کہ وہ انٹری کیوں نہیں دیتیں۔

۴۔ایک وقت تھا کہ جب تک کسی کتاب کا مطالعہ نہ کروں نیند نہیں آتی تھی یہ ماضی قریب کی بات ہے کتاب چاہے کوئی بھی ہوتی، رسائل اسلامی کتاب یا نصاب کی کوئی کتاب اور جب تک میرے تکیے کے نیچے ہوتی میں سو نہیں سکتی تھی اور رسالہ پڑھنے کا تو یہ عالم تھا کہ جو اسٹوری شروع کرتی جب تک مکمل نہ کرلیتی مجھے نیند نہیں آتی تھی خواہ کوئی بھی پہر ہوجاتا رات کو لائٹ جاتی تو میں کافی دیر تک جاگتی رہتی اگر نیند آ بھی جاتی تو جیسے ہی آنکھ کھلتی چاہے رات کا جو بھی ٹائم ہوتا رسالہ اٹھایا اور کروٹ لے کر پڑھنا شروع...... بعض اوقات اگر لائٹ نہیں جاتی تو رات کے چار بج جاتے تھے مجھے پڑھتے ہوئے۔ پڑھائی کا تو اب بھی یہ ہی عالم ہے۔ زیادہ تر زیر مطالعہ رسائل رہتے ہیں خواہ جہاں بھی جاؤں ہر جگہ آنچل منگوا کر پڑھتی ہوں یا پھر کوئی بھی مکمل ناول (کتابی شکل) پڑھتی ہوں۔ اسلامی کتب میں بکھرے موتی اور بہشتی زیورز زیر مطالعہ ہیں۔

۵۔سب سے بیسٹ ایک نہیں دو ہیں در جواب آں اور دوست کا پیغام آئے ہیں موجودہ دور میں ہر انسان ذہنی ٹینشن میں مبتلا ہے۔ پریشانیاں بعض اوقات سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو سلب کرلیتی ہیں منتشر ذہن کے ساتھ جونہی آنچل کھولتی ہوں تو قیصرآنٹی کے الفاظ تھکے ذہن کو فریش کردیتے ہیں۔وہ فرینڈز کی طرح اتنے اچھے اور خوب صورت انداز میں دلجوئی کرتی ہیں اور ڈھارس بندھاتی ہیں کہ ذہن وجسم میں گویا انرجی لوٹ آتی ہے اور دوست کا پیغام آئے میں پیاری پیاری فرینڈز ہمیں یاد رکھ کے اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہیں۔ ویسے مجھے آنچل فرینڈز کچھ اس لیے بھی اچھی لگتی ہیں کہ ان سے بےوفائی کا ڈر نہیں ہے اور نہ ہی کھونے کا' کیوں؟

۶۔زندگی کے دو پہلو دو رنگ دو حصے خوشی اور غم ہر ذی روح کی زندگی انہی دو رنگوں کا امتزاج ہے۔ علاوہ ازیں کوئی تیسرا رنگ تیسرا پہلو اور تیسرا حصہ کسی کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ خوشی اور غم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ غم کا دور ہی ہمیں اصل خوشی کی لذت سے روشناس کرواتا ہے اگر غم کی حدت زیست میں تپش نہ بیدار کرے تو ہم خوشی کی ٹھنڈک کو صحیح طور پر محسوس نہیں کرسکتے' کچھ تجربات' مشاہدات اور ٹھوکریں زندگی کے اصل مفہوم سے روشناس کروادیتی ہیں۔ آنچل میرے لیے ایک اچھا استاد ثابت ہوا ہے اس نے مجھے انسانی چہرے پڑھنے کا فن سکھادیا' صبر و برداشت کا سبق دیا۔ میں بہت جذباتی تھی (بلکہ کچھ اب بھی ہوں) اس نے کسی دوست کی طرح رہنمائی کی کہ جذباتیت سے کام بگڑتے ہیں سنورتے نہیں۔ بعض اوقات جذباتیت ہماری زیست کے تمام رنگوں کو چھین لیتی ہے اور ہماری زندگی بے رنگ اور پھیکی سی ہوجاتی ہے۔

حافظہ زائمہ خٹک

حافظہ ریحانہ یاسمین...... میانوالی

۱۔لامحدود خواہشات کے بارے میں یہی کہیں گے:۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں مگر پھر بھی کم نکلے

اولین خواہش یہ ہے کہ آنچل میں مکمل ناول زیادہ ہوں۔

۲۔جب بھی محبت کے بارے میں پڑھا بے ساختہ آنچل کی یاد آئی۔

۳۔اگر آنچل کا انتظام ایک دن کے لیے ہمیں مل جائے تو سلسلہ دوست کے نام پیغام آئے کے صفحات کو اتنا بڑھائیں گے کہ ہر ایک کی شرکت ہوسکے (ہمارا جو نہیں لگتا)۔

۴۔آنچل کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور کوئی بھی اچھی سی شاعری کی کتاب جس کا فرصت میں مطالعہ کرتے ہیں۔

۵۔دوست کا پیغام اور بیاض دل سب سے زیادہ پسندیدہ سلسلے ہیں کیونکہ دوست کے پیغام میں دوست سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ بیاض دل میں اچھی شاعری ہمارے جذبوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

۶۔جذبات کی رو میں کوئی بھی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے ہمیشہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے کیونکہ چھوٹی سی لغزش ہم لڑکیوں کے لیے سزا بن جاتی ہے۔

ایس حیدر کوٹ سلطان...... لیہ

۱۔ معیشت دان رانز کے مطابق انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں میں اس بات سے سو فیصد اتفاق کرتی ہوں بقول شاعر......

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں مگر پھر بھی کم نکلے

میری خواہش ہے کہ آنچل ہمیشہ تمام ماڈلز کے سر کی زینت بنے کیونکہ آنچل کا اترنا شیطان کی آماجگاہ بنانا ہے پس اس کی تکمیل میری اولین ترجیح ہوگی۔

۲۔ ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کے آنچل کے سب اسیر ہوئے

پڑھ کر بے ساختہ آنچل کی یاد آجاتی ہے۔

۳۔ اگر مجھ بندی ناچیز کو ایک دن کے لیے آنچل کا انتظام سونپ دیا جائے تو میں اپنے پیارے میگزین آنچل کو تمام تصاویر سے پاک کردوں گی جس کی ہمارا اسلام ہمیں قطعی اجازت نہیں دیتا' ان شاء اللہ۔ کاش......

۴۔ کتابیں تو ہم بہت سی پڑھتے رہتے ہیں مگر قرآن پاک ایسی کتاب ہے جس کا پڑھنا' حفظ کرنا' اپنے سینے میں محفوظ کرلینا ہمیشہ ہمارے ساتھ رہنے کا ثبوت ہے جس کا مطالعہ زندگی کے لحات میں ہمارے ذوق کا آئینہ دار ہوگا۔ قرآن پاک کے علاوہ کوئی بھی کتاب ایسی نہیں بلکہ ہم اس مقدس کتاب کی وجہ سے روز محشر کامیاب وکامران ہوں گے' ان شاء اللہ۔

۵۔ میرا سب سے پسندیدہ سلسلہ آئینہ کیونکہ آئینہ ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کوئی برداشت کرتا ہے بقول شاعر:۔

شہر کے چوراہے پر آئینہ لے کر مت آنا
اپنی صورت دیکھ کے تجھ کو ہر کوئی پتھر مارے گا

۶۔ بہت سے تجربات ومشاہدات سے ہم سبق حاصل کرتے ہیں' لکھنا ایک فن ہے جو ہر کسی کو نہیں آتا مگر یہ خداداد صلاحیتیں محنت' لگن اور کاوشوں کی مرہون منت ہیں جو ہر انسان میں اجاگر ہوسکتی ہیں۔ آنچل کی بدولت لکھنے کی جسارت میری زندگی کی سب سے بڑی تبدیلی ثابت ہوئی۔

رابعہ مبارک...... پتوکی

۱۔ یہ سچ ہے کہ انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں جتنی پوری ہوں اس سے زیادہ جنم لیتی ہیں۔

۲۔ آنچل کو دیکھ کر وہ مصرعہ شدت سے یاد آتا ہے

تم دل کی دھڑکن میں رہتے ہو' رہتے ہو

۳۔ اگر ایک دن کے لیے مجھے آنچل کا سربراہ بنادیا جائے تو میں نمرہ احمد' نبیلہ عزیز اور عائزہ نور محمد کو زندگی بھر آنچل میں لکھنے کا کنٹریکٹ سائن کروالوں۔

۴۔ بہت سی کتابیں ایسی ہیں جنہیں پڑھتی رہتی ہوں لیکن نمرہ احمد کی اور آنچل زیادہ پڑھتی ہوں۔

۵۔ آنچل کے مستقل سلسلوں میں سے یادگار لمحے سب سے اچھا ہے۔

۶۔ آنچل پڑھ کر مجھے بہت سی چیزوں سے خوف نہیں آتا اور سمیرا شریف طور کی اسٹوری پڑھ کر میں نے چادر لینا شروع کردیا ہے اپنے آپ پر اعتماد کرنا سیکھ لیا ہے' اپنے بابا جان کے اور بھی قریب ہوگئی ہوں' شکریہ آنچل تم نے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تمہیں دن دگنی رات چوگنی ترقی دے' آمین' اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

۱۔ واہ' کیا سوالات پوچھے ہیں' سچ پوچھئے تو سید ھا دل پر ہاتھ ڈالا ہے' میں رائٹرز سے مکمل طور پر اتفاق کرتی ہوں' آنچل کے حوالے سے خواہش بیان کرنے سے پہلے یہ ضرور کہوں گی یہ ایک بلاشبہ بہترین جریدہ ہے اگر اس میں کوئی تبدیلی نہ بھی کی جائے تو پھر بھی ہر حال میں منظور ہے مگر یہ جو پاگل دل ہے نہ' یہ ہمیشہ الٹا چلتا ہے' اب بھی اس دل کی آنچل کے حوالے سے سب سے بڑی خواہش ہے کہ اس میں RJ لوگوں کے انٹرویو لازمی ہونا چاہیے کیونکہ مجھے ہمیشہ سے RJ کو سننا نہیں پڑھنا' ان کے بارے میں جاننا بہت اچھا لگتا ہے یا پھر دوسری صورت میں "غزل اس نے چھیڑی" ہونا چاہیے۔

۲۔ کوئی ایک مصرعہ کیوں' یہاں تو پوری کی پوری غزل کہی جاسکتی ہے پھر بھی آپ کی خواہش پر کہہ دیتے ہیں

کوئی ہم سا ہو تو سامنے آئے......

۳۔ آہ...... خوشی سے مرنہ جاتے اگر اعتبار ہوتا' ارے بھئی یہ کیا پوچھ لیا ہم سے' آنچل کی سلطنت وہ بھی ہمارے پاس...... یا اللہ کہیں بے ہوش نہ ہوجائیں' اگر کبھی ایسا ہوا تو میں سب سے پہلے نازی' سمیرا سے تاعمر کنٹریکٹ پر سائن کرواؤں گی' بھئی رائٹرز دعا بہت دیتی ہیں اور نبیلہ عزیز' نمرہ احمد کو بھی زبردستی ان میں شامل کروں گی۔ کیوں ٹھیک کہا نا (نبیلہ' نمرہ گھور کیوں رہی ہو)۔

۴۔ بالکل ٹھیک کہا آپ نے مطالعہ ہمارے ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے ویسے تو بہت سی اسٹوریز ہیں جو بہت بار پڑھتی ہوں جن کی تعداد لامحدود ہے جن میں راجہ گدھ سرفہرست ہے۔

۵۔ کسی ایک کے بارے میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ اگر بیاض دل پر رکتی تو لگتا ہے یہ سب سے بیسٹ ہے پھر آئینہ' غزلیں نظمیں اور دوست کا پیغام آئے پر بھی یہی حال ہوتا ہے اس لیے سوسوری......!

۶۔ جی ہاں بالکل تبدیلی آئی ہے پہلے میں بہت ڈرپوک' بزدل ہوا کرتی تھی ذرا کسی نے اونچی آواز میں بات کی میں ایک کونے میں چھپ جایا کرتی تھی۔ کسی اجنبی کے سامنے جانے پر میرے ہاتھ پاؤں باقاعدہ کانپ رہے ہوتے تھے' اکثر مہمانوں سے تو ملا بھی نہیں کرتی تھی۔ اسکول لائف تو بہت ہی ڈرپوک گزاری ہے مگر اب نہیں ہے جب سے مطالعہ شروع کیا ہے میں بہت حد تک پراعتماد ہوگئی ہوں' کسی بھی اجنبی کے سامنے بہت اعتماد سے جاتی ہوں۔ بات بھی کرتی ہوں اب تو چاہے کوئی بھی آجائے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ چند شخصیات ایسی پاورفل ہیں کہ ان کے سامنے میں چاہنے کے باوجود بھی نظر ملا کر بات نہیں کرسکتی (حیران ہورہے ہیں نا...... تو دل کھول کر ہولیں)۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

۱۔ بالکل درست بات ہے کہ انسانی خواہشات لامحدود ہیں' انسانی خواہشات کی مثال تو ایسی ہے کہ "ہر خواہش پہ دم نکلے" انسان میں ناشکری کا مادہ بھی بہت زیادہ ہے یعنی اگر ننانوے خواہشات پوری ہوجائیں اور ایک پوری نہ ہو تو ہم اللہ کی ناشکری کرنے لگتے ہیں کہ "کیا ہوتا اگر یہ خواہش پوری ہوجاتی تو" ویسے آنچل کے حوالے سے خواہش پوچھ کر آپ ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں' اپنے آپ کو نازیہ کنول' سمیرا شریف' جیسی ہر دل عزیز رائٹرز دیکھنا چاہتے ہیں ہم کتنی بار قسمت آزمائی کرچکے مگر نتیجہ وہی (یعنی کہ حد ہے ہمیں آزمانے کی) مگر ہر بار یہی سوچتے ہیں کہ "گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں" اس کے علاوہ ایک اور خواہش یہ بھی ہے کہ آنچل میں ہمیں آنچل اسٹاف کے بارے میں بھی معلوم دی جائیں۔ قیصر آرا آنٹی کا بمعہ تصویر انٹرویو شامل ہو۔ کیوں بھئی کیا رائے ہے سب بہنوں کی (ضرور بتانا)۔

۲۔ ضروری نہیں کہ آنچل کی یاد کسی مصرعے سے آئے اور ویسے بھی یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جن کو بھول چکے ہوں جب کہ آنچل تو ہر لمحہ ہر پل ہمارے ساتھ ہوتا ہے' ہمارے ذہنوں میں ہمارے دلوں میں۔

۳۔ ہاہاہا...... (یعنی حد ہے بھئی مذاق کرنے کی) ہمیں اور آنچل کا انتظام سونپا جائے اور فرض کریں ایسا ہو بھی جائے تو ایک سلسلہ وار ناول فوزیہ سلطانہ کا (یعنی خود میرا اپنا) ہوگا (مذاق کررہی ہوں)۔ یار ہماری ایسی قسمت کہاں؟ ہاں مگر تونسہ شریف میں آنچل جلدی بھجواؤں گی کیونکہ ہم لوگ (یعنی تونسہ والے) کچھ زیادہ ہی بے صبر ہے (کم از کم میں تو ایسی ہوں)۔

۴۔ آنچل جب تک ختم نہ ہوجائے باقی کسی کتاب کا مطالعہ بالکل بند ہوتا ہے' ہاں البتہ آنچل ختم ہونے کے بعد فارغ وقت میں انگلش کی کوئی کتاب پڑھ سکتی ہوں۔

۵۔ مجھے "ہم سے پوچھئے" پسند ہے کیونکہ شمائلہ آنٹی اتنے مزیدار جواب دیتی ہیں کہ سوال کرنے والے کی طبیعت صاف ہوجاتی ہے' ہاہاہا...... (کیوں ہما شیراز؟)

۶۔ میں تو ابھی تک ویسی ہی ہوں بدتمیز' جذباتی' انا پرست' کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

۱۔ میری خواہش ہے کہ میں آنچل کے کسی بھی سلسلے کی انچارج بن جاؤں کیونکہ میں پورے آنچل کی انچارج نہیں بن سکتی' اس کی ادارت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔

۲۔ مجھے تم سے تمہی تک فاصلے اچھے سے لگتے ہیں

۳۔ مجھے اگر ایک دن کے لیے آنچل کا انتظام مل جائے تو میں سب سے پہلے یہ آرڈر پاس کروں گی کہ مجھے تاحیات آنچل کا انتظام ملا رہے اور تبدیلی یہ چاہوں گی کہ ہر سلسلے میں بہترین تحریر پر رائٹرز کو انعام ملے۔

۴۔ قرآن پاک کے بعد علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب میرے پاس رہتی ہے۔

۵۔ آنچل کے سلسلوں میں ہم سے پوچھئے سب سے زیادہ پسند ہے۔

۶۔ آنچل کے مطالعہ سے پہلے مجھے دوستی پر اعتبار نہیں تھا جب سے میں نے آنچل کا مطالعہ شروع کیا ہے تو اتنی اچھی اچھی دوستیں ملی ہیں کہ میری زندگی میں تبدیلی آگئی ہے اور میں نے جانا ہے کہ دوستی اور محبت بڑی پیاری چیز ہے' جہاں بھی مل جائیں ایک خوش نما پھول سمجھ کر اٹھا لینا چاہیے اور ہمیشہ

اپنے پاس رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹر ھما جھانگیر...... راولپنڈی

۱۔واقعی انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں میں رلنز سے مکمل متفق ہوں۔
آنچل میں میرا قسط وار ناول چھپے۔

۲۔ کبھی تو وہ اتنا خیال رکھتا ہے
ذرا ذرا سی تمنا سنبھال رکھتا ہے
یہی تو بات ہے اس میں کہ رنجشوں میں بھی
سکھوں کا سکھ دکھوں کا ملال رکھتا ہے
پورا ہی لکھ دیا (ایسا ہے آنچل)

۳۔آنچل اپنی جگہ ایک مکمل ڈائجسٹ ہے۔

۴۔قرآن پاک۔

۵۔درجواب آں...... اس سلسلے کے ذریعے تمام بہنیں آنچل کی محفل میں شرکت کر پاتی ہیں۔

۶۔آنچل کے مطالعے سے میرے لکھنے کے انداز میں پختگی آئی اور مجھ میں خود اعتمادی کا اضافہ ہوا۔

سائرہ غلام نبی......

۱۔خواہشات کے سلسلے بڑے عجیب ہیں یہ لامتناہی ہوتے ہی چلے جاتے ہیں ایک کے بعد ایک اور پھر بھی اطمینان ندارد۔۔ پھر میں یہ سوچتی ہوں کہ خواہشات ختم ہو جائیں تو کاروبار حیات ہی رک جائے۔سو یہ سلسلہ چلتے ہی رہنا چاہیے۔
اولین ترجیح یہ ہے کہ بہت بھرپور زندگی سے معمور کہانیاں پڑھنے کو ملتی رہیں۔

۲۔جگمگاتے ہی چلے جاتے ہیں
تیرے آنچل کے ستارے اور میں
"آنچل" کے لئے خواہش ہے کہ اس میں لکھنے والی مصنفائیں اپنے قلم کے ہنر سے صفحات میں روشنی بھر دیں۔

۳۔اسکیچز مزید بہتر کروں گی۔

۴۔خدا کا شکر ہے کہ مطالعہ اب بھی میری عادت ہے۔ میرے گھر آفس اور یہاں تک کہ گاڑی میں بھی کتابیں ہی کتابیں ہوتی ہیں
بلکہ یوں کہوں گی کہ میں جہاں ہوتی ہوں وہاں کتابیں اردگرد بکھری جاتی ہیں۔اور مجھے اسی فضا میں سانس لینا اچھا لگتا ہے۔ویسے آج میرے بیگ میں محمد اسد خان کا مجموعہ "غصے کی فصل" موجود ہے۔

۵۔آنچل کے سب ہی سلسلے بہتر ہیں۔غزلیں، نظمیں پڑھنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔

۶۔یوں ہے کہ ہم اپنی مختصر سی زندگی میں تمام تجربات نہیں کر سکتے۔اور تمام معاملات کو نہیں جان سکتے' زندگی کو جاننے کے لئے کہانیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بالواسطہ کہانیوں سے ہم کچھ نہ کچھ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔اور ہم اگر آج کچھ ہیں تو مطالعہ کی بناء پر ہیں۔

سدرہ کلثوم مروت...... لکی مروت

۱۔رلنز کے اس قول سے میں سو فیصد اتفاق کرتی ہوں' خواہشات لامحدود ہوتی ہیں' نفسِ انسانی خواہشات کا دوسرا نام ہے۔آنچل کے حوالے سے خواہش کی تکمیل اور اولین ترجیح آنچل کی تمام روشن ستاروں سے زندگی میں ایک ملاقات کا شرف مل جائے یہ نہیں تو ان کے قیمتی الفاظ مل جائیں یعنی (آٹوگراف۔

۲۔ ہم نشینی اگر آنچل سے ہو
اس سے بہتر کوئی رفیق نہیں

۳۔اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتی جیسا کہ درجواب آں ہے کوئی بھی تبدیلی نہ لائیں۔

۴۔میرے بس میں ہو تو پاکستان کی ساری کتابیں اپنے ساتھ رکھوں' ہاہاہا لیکن یہ ناممکن ہے مجھے ہاشم زید ملک کی کتاب "عبداللہ" بہت پسند ہے۔

۶۔اس بات سے اتفاق کرتی ہوں زندگی سے ہم نے بہت سے تجربات سیکھے لیکن آنچل کی وجہ سے میری زندگی میں یہ تبدیلی آئی ہے' مجھے وقت سے پہلے اچھے بُرے کا شعور دیا' آگہی دی مجھے احترام سکھایا' مجھے جینے کا ڈھنگ دیا' سب سے بڑھ کر انسانیت کا درس دیا۔

یادوں کے یہ جگنو میری آنکھوں میں نظر بند
دیکھ مرے آنسو مری آنکھوں میں نظر بند
چہرے کا وہ اک پھول ہے اب تک تر و تازہ
اب تک ہے وہ خوشبو مری آنکھوں میں نظر بند

آنچل تیری یادوں کا بھگو دیتی ہے بارش
سوچوں پر جمی گرد کو دھو دیتی ہے بارش
ہنس ہنس کے سناتی ہے جہاں بھر کے فسانے
پوچھوں تیرے بارے میں تو رو دیتی ہے بارش
لگتے ہیں پیارے میری آنکھوں کو یہ منظر
حیرت میرے احساس کو وہ دیتی ہے بارش
یادوں کی مہک ہو یا تیرے ہجر کے طعنے
چپ چاپ میں رکھ لیتا ہوں جو دیتی ہے بارش
مجھ پر تو جو کرتی ہے سو کرتی ہے عنایت
موتی تیرے بالوں میں پرو دیتی ہے بارش

شام ڈھل رہی تھی۔ علینہ نے ہلکے سے عائزہ کے کمرے کا دروازہ پش کیا پھر دبے پاؤں اندر چلی آئی۔ سامنے ہی وہ بیڈ پر بیٹھی گھٹنوں میں سر دیئے روئے جارہی تھی۔

"عائزہ......" بنا اس کی حالت کی پروا کیے اس نے بہت اپنائیت سے اسے پکارا مگر عائزہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا وہ اب بھی ویسی ہی لاتعلق بیٹھی رو رہی تھی۔ تبھی وہ اس کے قریب آ بیٹھی۔

"تمہیں بڑے ابو بلا رہے ہیں۔"

"مجھے نہیں آنا۔" اس بار اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ خوب صورت غلافی آنکھیں مسلسل رونے سے سرخ ہورہی تھیں، علینہ بے ساختہ نظر چرا گئی۔

"پاگل پن کا مظاہرہ مت کرو عائزہ! اس وقت گھر کے سب بزرگ بڑے ابو کے کمرے میں بیٹھے ہیں، تمہارے انکار سے ابو کی کتنی سبکی ہوگی یہ سوچا ہے تم نے؟"

"اور جو میرے جذبات کی سبکی ہورہی ہے اس کا کسی کو کوئی خیال نہیں، تم مجھے بتاؤ کیا میں انسان نہیں ہوں، کیا میرے سینے میں دل نہیں ہے، کیا میں اپنی مرضی سے کسی کو نہیں چاہ سکتی جب میرا مذہب مجھے پسند کی اجازت دیتا ہے تو یہ لوگ کیوں زبردستی قربان کررہے ہیں مجھے؟ تمہیں کیا لگتا ہے صرف مٹی میں دبا دینا ہی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا ہوتا ہے، نہیں......ان کی خوشیاں، ان کی خواب، ان کی خواہشات ان سب کی پامالی بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔" اب وہ کھل کر دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔ علینہ نے آہستہ سے رخ پھیر لیا۔

"میں تمہارے جذبات سمجھتی ہوں مگر بہتر ہوگا کہ تم بڑے ابو سے خود جاکر بات کرلو۔"

"ٹھیک ہے! اگر تم سب نے یہ طے کرلیا ہے کہ تم ساحل پر کھڑے ہوکر میرے ڈوبنے کا تماشہ دیکھو گے تو میں خود ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلیتی ہوں۔" قطعی غصے اور تلخی سے کہتے ہوئے اگلے ہی پل وہ بیڈ سے اٹھی۔ علینہ بے ساختہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

کتنا خوشحال اور خوب صورت گھرانہ تھا اس کا، بالکل کسی جنت کی مثال مگر اب جیسے اسی جنت میں ان کی سانسیں گھٹنے لگی تھیں۔ جانے کس کی بدنظری کا شکار ہوگیا تھا یہ گھر کہ آنے والا ہر دن ایک نئی آزمائش لیے طلوع ہوتا تھا۔ دو ایکڑ پر بنے اس شاندار گھر میں تین گھرانے آباد تھے۔ اعظم صاحب، جن کے تین بیٹے تھے ریان، اذہان اور زیان۔ ان کی بیگم آسیہ ایک صابر شکر اور بے حد متحمل مزاج خاتون تھیں۔

اعظم صاحب کے بعد مرینہ بیگم کا نمبر آتا تھا جو شادی کے محض اڑھائی سال بعد ایک عدد بیٹے کے ساتھ اپنے خاوند سے جھگڑ کر بھائیوں کے پاس آبیٹھی تھیں، انہیں شکایت تھی کہ ان کے شوہر صرف اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کا خیال کرتے ہیں ان کا نہیں۔ اعظم صاحب اور ان کے والد نے کئی بار یہ مسئلہ سلجھانے کی کوشش کی تھی مگر بات نہ بن سکی اور اب اسی ایک معمولی سے جھگڑے نے مرینہ بیگم کی زندگی کے پچیس سالوں کو نگل لیا تھا۔ مرینہ بیگم کے بعد معظم صاحب تھے جن کی دو بیٹیاں تھیں عائزہ اور علینہ...... دونوں بے حد خوب صورت اور ذہین و فطین تھیں تاہم دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

عائزہ اگر شعلہ تھی تو علینہ شبنم۔ عائزہ کی فطرت میں ضد اور خودسری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، کسی بھی غلط بات پر اسے قائل کرنا دودھ کی نہر کھودنے کے مترادف تھا تاہم علینہ صبر کرنے والی صلح جو لڑکی تھی۔ دونوں کی عمروں میں ڈیڑھ سال کا فرق تھا، دونوں فائنل ائیر کے آخر میں تھیں جب اعظم صاحب نے اپنے بیٹے ریان کے لیے اس کی پسند پر علینہ کا رشتہ اس کے ساتھ طے کردیا علینہ اذہان کو پسند کرتی تھی کیونکہ ریان کی خشک مزاجی اسے کبھی بھی پسند نہیں رہی تھی مگر اس کے باوجود اس نے چپ چاپ بڑوں کے فیصلے پر سر جھکا دیا تھا۔ شگفتہ بیگم جو معظم صاحب کی زوجہ تھیں کافی خشک اور سخت مزاج کی خاتون تھیں، یہی وجہ تھی کہ ان کی دونوں بیٹیاں بھی ان کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت نہ کرسکی تھیں۔

علینہ کی شادی کو دو سال ہونے کو آئے تھے قدرت نے اسے شادی کے ایک سال بعد بے حد خوب صورت بیٹے جیسی نعمت سے بھی نواز دیا تھا مگر پھر بھی اس کی زندگی طوفان کی نذر ہوگئی تھی۔ اس کا شوہر ریان بنا گھر میں کسی کی پروا کیے کسی اور شادی شدہ لڑکی کے عشق میں گرفتار ہوگیا تھا اور اب ہر قیمت پر اس سے شادی رچانا چاہتا تھا۔

ابھی یہ مسئلہ حل بھی نہ ہوا تھا کہ اعظم صاحب اور معظم صاحب کے بے حد قریبی دوست اللہ وسایا صاحب نے اذہان کے لیے اپنی بیٹی کا رشتہ کا کہہ دیا۔ اللہ وسایا صاحب سے ان کے خاندانی مراسم تھے قدم قدم پر انہوں نے ان دونوں بھائیوں کی مدد کی تھی۔ وہ ان کے محسن تھے لہٰذا ان سے رشتہ داری ان دونوں بھائیوں کے لیے ہی بے حد خوشی کا باعث تھی مگر...... بھلا ہوا اذہان کا کہ اس نے عین ٹائم پر اس رشتے کے لیے صاف جواب دے دیا، وہ کالج سے فارغ ہوچکا تھا اور اب اس کا ارادہ مزید تعلیم کے لیے باہر جانے کا تھا۔ شادی ابھی اس کے پروگرام میں کہیں نہیں تھی لہٰذا کئی روز کے جھگڑوں کے بعد بالآخر اعظم صاحب کو ہار تسلیم کرنی پڑی کہ اپنے ایک فیصلے پر وہ پہلے ہی بہت شرمندہ تھے۔ اُدھر اللہ وسایا صاحب نے ان کی مجبوری کو سمجھتے ہوئے بنا کسی بات کا برا منائے اپنی بیٹی کی جگہ بیٹے کا رشتہ لے آئے کہ ان کا مقصد صرف آپس کے رشتوں کو مضبوط کرنا تھا اور اس بار دونوں بھائیوں نے بناء کسی چوں چراں آپس میں مشورہ کرکے فوری رشتہ طے کردیا تھا۔ دونوں کی بیگمات کو بھی اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں تھا تاہم جب عائزہ تک یہ بات پہنچی تو اس نے طوفان اٹھا دیا اور اب یہ گھر اسی طوفان کی زد میں تھا۔

❀......❀......❀

دوپٹہ اچھی طرح سر پر سیٹ کرکے وہ اعظم صاحب کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! آؤ بیٹھو۔" اس کے آہستہ سے سلام کرنے پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ وہ ان کے سامنے صوفہ پر بیٹھ گئی۔ اعظم صاحب نے ایک نظر معظم صاحب اور ان کی اہلیہ پر ڈالی پھر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"عائزہ بیٹی! اس گھر کا بڑا ہونے کے ناتے بہت سی ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ انہی ذمہ داریوں میں ایک سب سے بڑی ذمہ داری اس گھر کے بچوں کی شادی بیاہ کی ہے۔ تم جانتی ہو اس وقت سارا گھر ریان والے معاملے کی وجہ سے بہت پریشان ہے اسی لیے میں نہیں

چاہتا کہ اس گھر میں مزید کوئی بدمزگی ہو۔ اللہ وسایا بھائی بہت اچھے ہیں اور ان کا بیٹا بھی کسی سے کم نہیں' اسی لیے میں نے اور معظم نے اس رشتے کی حامی بھری۔"

"ایک منٹ بڑے ابو۔" اعظم صاحب کی بات ابھی جاری تھی کہ اس نے ایک دم سے انہیں ٹوک دیا۔

"آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر اس رشتے کی ہامی کیوں بھری کیا میں آپ کی اولاد نہیں تھی۔ علینہ کی طرح آپ نے سوچا کہ میں بھی چپ چاپ آپ کے فیصلے پر سر جھکا دوں گی مگر ایم سوری میں علینہ نہیں ہوں۔ دوسری بات مجھے اس میں ذرا سا بھی شک نہیں کہ اللہ وسایا انکل اور ان کا بیٹا اچھے نہیں ہیں یقیناً وہ بہت اچھے ہوں گے مگر میرا مسئلہ ان کی اچھائی یا برائی نہیں ہے۔ میرا مسئلہ ان کی دیہی زندگی ہے آپ جانتے ہیں میں نے بچپن سے اب تک نہایت عیش و عشرت والی زندگی گزاری ہے' میں اسی زندگی کی عادی ہوں میری فطرت میں تھرل ہے زندگی میں ایڈونچرز کی شوقین ہوں۔ یہ ایک الگ بات ہے محض چند دنوں کے لیے کسی دیہات میں جانا اور وہاں رہ کر آنا ایک الگ بات ہے مگر ساری زندگی وہاں جانوروں کی طرح عمر پوری کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے بلکہ میں کہوں گی ناممکن ہے اور تیسری بات...... زندگی میری ہے اسے میں نے بسر کرنا ہے میرے ماں باپ نے نہیں لہٰذا بہتر ہوتا اگر ہاں کرنے سے پہلے آپ ایک بار مجھ سے بھی پوچھ لیتے کیونکہ بیٹا نہ سہی مگر بہر حال میں بھی اسی گھر کی بیٹی ہوں۔" اس کا لہجہ قطعی بے لچک تھا۔

اعظم صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا جبکہ معظم صاحب اور باقی لوگ جیسے حیرانی سے گنگ رہ گئے تھے۔ وہ اتنی بدتمیز ثابت ہوگی ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے عائزہ کمرے سے نکل چکی تھی۔

"دیکھ لیا معظم! ہماری آج کی نسل ہمیں بتا رہی ہے کہ زندگی کیسے بسر کی جاتی ہے۔" عائزہ کے وہاں سے جانے کے بعد اعظم صاحب' معظم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تھے جن کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ شرمندگی کی سرخی تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتے شگفتہ بیگم بول اٹھیں۔

"معافی چاہتی ہوں بھائی صاحب کہ عائزہ نے میری اتنی سخت تربیت کے باوجود آج میرا اور معظم کا سر شرم سے جھکا دیا ہے مگر میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں عائزہ جیسی بدتمیز اور احمق بیٹی کی وجہ سے آپ کا اور ان کا سر مزید نہیں جھکنے دوں گی' آپ رسم کے لیے مہمانوں کو بلائیں عائزہ سے اب میں خود ہی بات کرلوں گی۔"

"نہیں شگفتہ! میں بچوں کے ساتھ زبردستی کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"بات زبردستی کی نہیں اس کی خوشیوں کی ہے بھائی صاحب! جہاں تک میں جانتی ہوں زعیم بہت اچھا' آئیڈیل لڑکا ہے۔ یہ تو اللہ وسایا بھائی کی محبت ہے جو انہوں نے آگے بڑھ کر ہم سے رشتے کی بات کی ورنہ زعیم جیسے قابل لڑکوں کے لیے تو لڑکی والوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں' آپ پلیز اس کی نادانی پر مت جائیں اسے بچپن سے ہر معاملے میں اکڑنے کی عادت ہے آپ بسم اللہ کریں پلیز......"

"لیکن اگر اذہان کی طرح اس نے بھی شدید ردعمل دکھایا تو؟"

"ایسا نہیں ہوگا میں آپ کو یقین دلاتی ہوں۔" وہ مطمئن تھیں۔ اعظم صاحب ٹھنڈی سانس بھر کر اثبات میں سر ہلا گئے جبکہ آسیہ بیگم اور ان کی نند مرینہ دونوں تا حال چپ سادھے بیٹھی تھیں۔

❁......❁......❁

فرصت ہی نہیں ملتی
ہم بیٹھ لیں کچھ گھڑیاں
بیتے ہوئے موسم کی یادوں کی کوئی کھڑکی
کھولیں تو ہوا آئے
اندر کا کوئی پنچھی' نظموں میں کہیں چہکے
کچھ خواب تھکے ہارے بے چین سے بیٹھے ہیں

رکتے ہی نہیں پل بھر
رک جائیں تو نظمیں ہوں
وہ صبح نہیں آئی جب نور سے جل تھل ہوں
بے نوری یہ آنکھیں......
اک شوق کی حدت ہو جو عمر ہتھیلی میں
بے فیض لکیروں سے آگے کہیں لے جائے
دنیا کے جھمیلوں سے فرصت ہمیں مل جائے

اس روز بہت دنوں کے بعد وہ لائبریری آئی تھی۔ ہلکی ہلکی دھوپ میں سرد ہواؤں کا سلسلہ جاری تھا تو وہ گاڑی پارک کرنے کے بعد لائبریری کے لان کی طرف آئی تو پہلی نظر وہاں پلر سے ٹیک لگائے بیٹھے سندان حسن پر پڑی' ہلکی ہلکی شیو کے ساتھ قدرے رف حلیے میں ملبوس وہ قیس کا کوئی جانشین ہی دکھائی دے رہا تھا' عائزہ کی پلکیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

"عائزہ......" وہ اس سے نظر چرا کر لائبریری کی سیڑھیاں کراس کر رہی تھی جب وہ دور سے ہی اسے دیکھتے ہوئے فوراً قریب چلا آیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام' کیسے ہو؟"

"پتا نہیں' تم کیسی ہو؟"

"پتا نہیں۔" بنا اس کی طرف دیکھے اس نے اسی کی ٹون میں جواب لوٹایا تھا' وہ مسکرا دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں۔"

"شاید۔"

"چلو ادھر آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" اگلے ہی پل بے نیازی سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ اسے لائبریری کے لان میں لے آیا تھا۔ اردگرد مختلف انواع و اقسام کے رنگا رنگ کھلے پھول بھی ان دونوں کی توجہ سمیٹنے سے قطعی لاچار دکھائی دے رہے تھے' وہ گھاس پر عائزہ کے مقابل ٹک گیا۔

"اب بتاؤ' کیا بات ہے' کتنے دن ہو گئے لائبریری بھی نہیں آ رہیں' نمبر بھی مسلسل بند ہے یہ گریز کیوں عائزہ؟"

"میں مصروف تھی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ عائزہ کی پلکیں لرزنے لگیں تھیں۔

"مصروفیت تمہیں مجھ سے غافل نہیں کرسکتی جو اصل بات ہے وہ بتاؤ' پلیز۔"

"اصل بات بھی یہی ہے کہ میں مصروف تھی' بس۔"

"کیسی مصروفیت۔" اس کے چڑنے پر اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تو عائزہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"گھر والے میرا رشتہ طے کررہے ہیں۔" بھرائی آواز میں اس نے اطلاع دی۔

"وہاٹ......؟" سندان کی سماعتوں پر جیسے بم پھٹ پڑا تھا۔

"ہوں......ایک قطعی دیہاتی' ان پڑھ جاہل' کھیتوں میں ہل چلانے والے پینڈو کسان سے' جو پاس آکر بیٹھے تو اس کے پسینے کی بدبو سے اُبکائی آنے لگی۔ جسے سوائے بچوں کی لائن لگانے کے دوسری کسی بات کا پتا بھی نہ ہو اور پچاس ساٹھ افراد پر مشتمل اس کا کنبہ جس کی روٹیاں پکاتے پکاتے بندہ وہیں چولہے پر گر کر بے ہوش ہو جائے۔ اس شخص کے ساتھ میرے گھر والے جان بوجھ کر میرا نصیب پھوڑنے جارہے ہیں اور میں چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کرپارہی۔" وہ رورہی تھی۔ سندان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"کیوں نہیں کرپارہیں تم کچھ' تم اچھی طرح جانتی ہو عائزہ! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"میں جانتی ہوں میرے گھر والے نہیں جانتے۔"

"تو کیا ہوا' میں آج ہی تمہارے پاپا سے مل لیتا ہوں۔"

"نہیں...... مجھے اپنے گھر والوں کے ہاتھوں تمہاری بے عزتی کروانے کا کوئی شوق نہیں۔"

"یار بھاڑ میں گئی میری بے عزتی' وہ اٹھا کر سڑک پر بھی پھینک دیں تب بھی اُف نہیں کروں گا۔ تم جانتی ہو جتنا میں تمہارے لیے پوزیسو ہوں۔"

"ہوں' مگر پھر بھی ابھی احتیاط کی ضرورت ہے' میں اپنے گھر والوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتی کہ میں تمہاری وجہ سے انکار کررہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے مگر یہ یاد رکھنا میرے زندہ ہوتے ہوئے میرے سامنے تم کسی اور کی کبھی نہیں ہوسکتیں' چاہے وہ ریاست کا وزیر ہی کیوں نہ ہو۔"

"جانتی ہوں' اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہوگا۔"

"ان شاء اللہ' اب سیل آف نہیں رکھنا' میں تمہارے ساتھ ہوں عائزہ!" اس بار اس نے اپنا مضبوط ہاتھ عائزہ کے سرد ہاتھ پر دھر دیا تھا۔ وہ پلکیں اٹھاتے ہوئے آہستہ سے مسکرادی۔

"مجھے یقین ہے سندان! چاہے کتنا ہی کٹھن وقت کیوں نہ ہو' ہمارا ساتھ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔"

"ان شاء اللہ! چلو اب اچھا سا لنچ کرتے ہیں' پورے تین دن سے پیٹ کے ساتھ دشمنی کررکھی ہے۔"

"ہاں' چلو۔" بناء کسی ہچکچاہٹ کے ہمیشہ کی طرح وہ فوری راضی ہوگئی تھی۔ سندان ایک نظر کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر ڈالتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

"زعیم......" وہ ابھی جیپ اسٹارٹ کرہی رہا تھا کہ کلیم بھائی کی آواز نے اسے روک لیا۔ سورج دن بھر کی تمازت کے بعد اپنی تھکی ہاری کرنیں سمیٹتا' افق کے اس پار غروب ہورہا تھا۔ کلیم بھائی اپنی گاڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھ آئے۔

"شہر جارہے ہو؟"

"جی بھائی' کیوں خیریت؟"

"ہوں خیریت ہی ہے' وہ سعد اپنے ننھیال جانے کی ضد کررہا ہے اسے اُدھر چھوڑ دینا اس کی نانو کی طرف۔"

"ٹھیک ہے' واپس کب لانا ہے؟"

"واپسی ابھی تین چار روز کے بعد کرالیں گے' تم بس چھوڑ کر آجانا۔"

"چلیں ٹھیک ہے' بھیج دیں۔" وہ جلدی میں تھا ملازم بھاگ کر چار سالہ سعد کو لے آیا۔ زعیم اس کا فیورٹ چاچو تھا اور خود زعیم کی بھی جان تھی اس میں' کبھی اسے ڈھیر سارا

پیار کر کے اپنے برابر بٹھانے کے بعد اس نے فوری جیپ اسٹارٹ کی تھی۔

شہر میں ایک مقدمے کی پیشی اور دیگر چھوٹے موٹے کاموں کو نپٹانے کے بعد وہ کھانا کھانے کے لیے اپنے فیورٹ ریستوران میں آیا تھا جب بالکل اچانک اس کی نگاہ سندان حسن کے ساتھ اسی ریستوران میں کھانا کھاتی عائزہ ملک پر جا پڑی۔ بلیک شیفون کے خوب صورت سوٹ میں ملبوس، بنا دوپٹے کی پروا کیے وہ خاصی رغبت سے کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ زعیم کا خون اس کی رگوں میں جیسے آگ بن کر دوڑنے لگا۔ آستینوں سے جھلکتے عائزہ کے دودھیا بازو اور شانے پر بکھری سنہری زلفوں نے اس کا دل جیسے سلگتا ہوا انگارہ بنا ڈالا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ ابھی آگے بڑھ کر اس کے چہرے پر تین چار تھپٹر رسید کردے مگر پھر کچھ سوچ کر انہی قدموں پر واپس پلٹ گیا اس روز ایک لمحے کے لیے بھی اس کے دل کو قرار نہیں آیا تھا۔ ساری رات بھی رتجگے کی نذر ہو گئی تھی، اگلی صبح خاصی دیر سے اس کی آنکھ کھلی تو تابندہ عرف تابو اسی کے بیدار ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

"السلام علیکم جی۔"

"وعلیکم السلام۔" ایک پل کے لیے آنکھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے اس نے تابو کو دیکھا پھر سائیڈ میں پڑا تکیہ اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا تبھی وہ منمنائی تھی۔

"چھوٹے چوہدری وہ آپ کو وڈے چوہدری صاحب بلا رہے ہیں۔" زعیم کا دل بستر چھوڑنے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر پھر بھی تابو کی اطلاع پر مجبوراً اسے بستر چھوڑنا پڑا تھا۔ فریش ہونے کے بعد وہ ہال کمرے میں آیا تو وہاں اللہ وسایا صاحب کے ساتھ اس کی ماں فرحت بی بی بھی موجود تھیں۔ وہ دونوں کو ادب سے سلام کرتا وہیں فرحت بی بی کے قریب بیٹھ گیا۔

"آپ نے یاد کیا بابا!"

"ہوں، تیری ماں جی شہر جا رہی ہے تیرا رشتہ پکا کرنے کوئی اعتراض ہے تو ابھی بتا دے بعد میں، میں نے کوئی بات نہیں سنی۔"

"نہیں بابا! اعتراض کس بات کا آپ کو وہ لڑکی پسند ہے تو بس مجھے بھی پسند ہے۔"

"شاباش، مجھے یقین تھا میرے بیٹے کا یہی جواب ہوگا۔" اس کے جواب سے جو چمک اللہ وسایا کے چہرے پر بکھری تھی اس چمک کے آگے اس کی ساری جلن ماند پڑ گئی تھی۔ فرحت بی بی اور اللہ وسایا صاحب اسی روز شہر کے لیے روانہ ہو گئے۔

❁......❁......❁

عائزہ کمرا بند کیے اس مشکل کا حل سوچ رہی تھی جو اس پر اچانک سے آ پڑی تھی کہ اسی وقت شگفتہ بیگم بنا دستک دیے اس کے کمرے میں چلی آئیں، عائزہ انہیں دیکھتے ہی سیدھی ہو بیٹھی۔

"امی آپ......"

"ہوں...... کچھ بات کرنی تھی تم سے۔"

"جی کہیے۔" وہ مؤدب بیٹھی تھی، شگفتہ بیگم بیڈ کے کنارے پر ہی بیٹھ گئیں۔

"اذہان انگلینڈ جا رہا ہے اسی ماہ کی چوبیس تاریخ کو تمہیں دیہی زندگی اور وہاں کے لوگوں سے نفرت ہے اسی لیے میں نے اور تمہارے بابا نے تمہاری سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے اذہان کے ساتھ تمہاری نسبت طے کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے اب تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ جہاں تک میں جانتی ہوں میری بیٹی کے کردار میں کوئی جھول نہیں ہے۔" قطعی مضبوط لہجے میں بنا کوئی تمہید باندھے انہوں نے جیسے اسے شاکڈ ہی تو کر دیا تھا۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق اسے اپنی جان سخت مشکل میں پھنسی ہوئی محسوس ہوئی تھی کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد بہت مشکل سے رخ پھیرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"ایم سوری امی! مگر میں اذہان کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی۔"

"کیوں، اب اذہان کے ساتھ شادی میں کیا مسئلہ ہے؟"

"کوئی مسئلہ نہیں مگر میں ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی پلیز۔"

"یہ کوئی جواز نہیں انکار کا، چوبیس سال کی ہو گئی ہو۔ تم سے ڈیڑھ سال چھوٹی تمہاری بہن اس وقت ایک بچے کی ماں ہے۔"

"تو کون سی اچھی بات ہے، کبھی محسوس تو کریں وہ کتنی اذیت میں ہے۔"

"جانتی ہوں مگر قدرت نے ماؤں کے ہاتھ میں ان کی اولاد کا نصیب لکھنے والا قلم نہیں پکڑایا، جو مائیں اپنے بچوں کی آنکھ میں آنے والے آنسو روک سکیں ویسے بھی وہ اس کا نصیب ہے تم صرف اس کی زندگی کو سامنے رکھ کر ہمیں بار بار ذلیل نہیں کر سکتیں۔"

"امی میں ایسا کچھ نہیں کر رہی بس میں اذہان اور زعیم دونوں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی پلیز آپ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اس لڑکے کا نام بتا دو جس کے ساتھ تم شادی کرنا چاہتی ہو۔" اگلے ہی پل انہوں نے جیسے اس کے منہ پر لفظوں کا طمانچہ دے مارا تھا۔ عائزہ کا دل پوری شدت سے دھڑکنے لگا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے پھر کل شام میں تیار رہنا زعیم کے گھر والے رسم کرنے کے لیے آ رہے ہیں اگر تم نے کسی بھی قسم کی کوئی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا عائزہ! میں تمہارا وہ حال کروں گی کہ تم خود بھی، خود پر افسوس کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔" اس بار ان کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

عائزہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ شگفتہ بیگم اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہاں ٹھہری نہیں تھیں، عائزہ کے اندر جیسے دھواں بھرنے لگا۔ بہت دیر رونے کے بعد بالآخر اس نے سندان کو کال ملائی تھی وہ اس وقت ایک اہم میٹنگ میں مصروف تھا تاہم عائزہ کی کال دیکھ کر اس نے فوری اس کی کال ڈسکنکٹ کرتے ہوئے خود کال ملائی۔

"ہیلو عائزہ!" پہلی بیل پر ہی اس کی کال پک ہو گئی تھی مگر دوسری طرف سے عائزہ کی آواز کے بجائے اس کی سسکیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی، وہ پریشان ہو گیا۔

"عائزہ پلیز بات کرو، کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں، یونہی رونے کو دل چاہ رہا تھا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولی تھی وہ مزید پریشان ہو گیا۔

"یونہی رونے والی لڑکی نہیں ہو تم، مجھے بتاؤ پلیز کیا بات ہوئی ہے؟"

"کچھ نہیں، شام میں اس پینڈو کے گھر والے آ رہے ہیں منگنی کی رسم کرنے۔"

"اوہ...... ٹھیک ہے میں بھی آ رہا ہوں شام میں۔"

"نہیں...... تم نہیں آؤ گے۔"

"کیوں؟" اس بار وہ چیخا تھا، عائزہ نے آنسو پونچھ لیے۔

"تمہارے آنے سے معاملہ حل نہیں ہوگا بلکہ اور بھی زیادہ بگڑ جائے گا کیونکہ ہم کسی بھی صورت اپنی برادری اور ذات سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔"

"جسٹ شٹ اپ یار تم میرے ساتھ اتنا بڑا مذاق نہیں کر سکتیں۔"

"مذاق تقدیر کر رہی ہے ہمارے ساتھ، میں نہیں۔"

"ٹھیک ہے جو دل کہتا ہے کرو، اللہ حافظ۔" وہ ناراض ہو گیا، عائزہ لب بھینچ کر رو پڑی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اسے پھر کال ملا رہی تھی۔

"اب کیا ہے؟"

"سندان پلیز، میری مشکل کو سمجھنے کی کوشش کرو، مجھے مزید پریشان مت کرو پلیز۔"

"پریشان تو تم مجھے کر رہی ہو عائزہ! پہلے محبت کے سفر میں اتنا آگے لے کر آئیں اور اب کہہ رہی ہو کہ تم لوگ برادری سے باہر شادی نہیں کرتے۔"

"میں اپنی فیملی کی بات کر رہی ہوں سنی! اپنے دل کی نہیں، مجھے نہیں سمجھ آ رہی کہ میں کیا کروں۔"

''اپنی مما سے بات کرو اور انہیں سب بتادو مائیں بیٹیوں کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔''

''میری امی ان ماؤں میں سے نہیں ہیں نہ ہی میرے ابو میں اتنا حوصلہ ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی یا بہن کے سامنے سر اٹھا کر اپنی اولاد کی خوشیوں کے لیے ان کے حق کے لیے بات کرسکیں۔''

''تو پھر بتاؤ میں کیا کروں؟''

''تم اپنی امی سے بات کرو وہ یہاں آ کر میرے گھر والوں سے بات کریں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟''

''میں نہیں جانتی مگر شاید میری امی اپنا فیصلہ بدل دیں۔''

''ٹھیک ہے میں امی سے بات کرتا ہوں تم ٹینشن نہ لینا سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

''ہوں اللہ حافظ۔'' وہ بُری طرح انتشار کا شکار تھی تبھی سندان کی تسلی پر فوراً کال ڈراپ کردی دوسری طرف سندان کا دل ایک دم سے ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا۔

عائزہ ملک اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی نہیں تھی اس سے پہلے بھی بہت سی لڑکیاں اس پر جان وارتی رہی تھیں۔ آسمان کی طرح دکھ کی ہر دھوپ سے بچانے والے ماں باپ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کتنی کئی راتیں اس کے ساتھ گزارتی رہی تھیں وہ چونکہ اپنے ماں باپ کا لاڈلہ اور دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا لہٰذا اس کی سرگرمیوں پر گھر میں کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ کبھی اگر اس کے پاپا اس پر غصہ کرتے بھی تھے تو اس کی ماما فوراً اس کی حمایت میں ان سے لڑ پڑتی تھیں اور پھر اگلے دو تین روز تک سارا گھر اس کے پاپا کا بائیکاٹ کردیتا نتیجتاً وہ ہار مان کر چپ رہتے۔

اس کی بڑی بہن کی شادی ہوچکی تھی اور اس کے دو بچے تھے بہت ہی خوب صورت اور کیوٹ اس سے چھوٹی اریبہ ابھی کالج میں پڑھ رہی تھی اور سندان کا اس پر خاصا رعب تھا۔ زندگی یونہی اپنی ڈگر پر چل رہی تھی کہ پھر ایک روز عائزہ ملک کسی بہار کے تازہ جھونکے کی مانند اس کی زندگی میں چلی آئی ان دنوں وہ پنجاب یونیورسٹی کے فائنل ائیر میں تھا جبکہ عائزہ مائیگریشن کروا کے پشاور سے لاہور آئی تھی۔ وہ پریولیس کی اسٹوڈنٹ تھی اور ملک سے باہر بھی گھوم آئی تھی اس کے پاپا اور تایا کا سیاست میں بھی اچھا کردار تھا تبھی اپنی عادت کے عین مطابق وہ اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا تھا مگر یہاں پہلی بار اس کی وجاہت ذہانت اسٹیٹس اور ہوشیاری کو شکست ہوئی تھی کیونکہ اس کی ہر طرح کی کوشش کے باوجود کئی ماہ تک عائزہ نے اسے لفٹ نہیں کروائی تھی یہاں تک کہ وہ اس کا جنون بن گئی۔ پہلی بار جب اس نے صدقِ دل سے اس کے سامنے اظہار محبت کیا تھا اس نے نہ صرف اس کی محبت کو ریجیکٹ کردیا بلکہ اچھی خاصی بے عزتی بھی کر ڈالی اور تب پہلی بار اس نے جانا تھا کہ ٹھکرائے جانے کی تکلیف کیا ہوتی ہے۔

عائزہ کے معاملے میں اس کے جذبے سچے تھے تبھی اس کی طرف سے ہونے والی عزت افزائی پر شدید ہرٹ ہوکر اس نے خودکشی کی کوشش کی مگر بچ گیا اور یہیں اس کی اس حرکت کے بعد عائزہ نے اس کے ساتھ اپنا رویہ تبدیل کیا تھا۔ رفتہ رفتہ سندان کی وارفتگیاں رنگ لاتی گئیں اور اس نے بناء کسی انجام کی پروا کیے اس کی محبت کا جواب محبت سے دینا شروع کردیا۔

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی صرف عائزہ کے لیے وہ یونیورسٹی آتا رہا تھا اسی دوران ایک لڑکی ثانیہ جو اس سے بہت کلوز تھی اور کئی بار صرف شادی کے لالچ میں اس کے ہاتھوں اپنی عزت گنوا بیٹھی تھی حاملہ ہوگئی۔ سندان چونکہ نئی تتلی پکڑ چکا تھا لہٰذا اس نے ثانیہ سے صاف آنکھیں پھیر لیں بہت دنوں تک وہ اس کے پیچھے آتی رہی تھی مگر سندان نے اس کی کسی بھی قسم کی مدد سے صاف انکار کردیا نتیجتاً ایک روز یونیورسٹی میں ہی اس کی موت کی خبر آگئی تھی۔ اس کے لیے ایسی خبریں معمول کا حصہ تھیں جو لڑکی اپنی عصمت کا پاس نہ رکھ سکے اور ایک غیر محرم پر بھروسہ کرکے بناء دنیا و آخرت کی بربادی کی فکر کیے اپنا

سب کچھ اس کے حوالے کردے اس لڑکی کو اس کی نظر میں ایسی ہی حرام موت مرجانا چاہیے تھا تاہم اپنے بارے میں اس کی رائے قدرے مختلف تھی۔ اس کی نظر میں مرد صرف عیش و عشرت کے لیے پیدا کیا گیا تھا اکثر اگر اس کا کوئی دوست اسے ملامت کرتا تو وہ صاف کہہ دیتا۔

''اسٹاپ اٹ یار! میں بازو سے پکڑ کر کسی کو گھر سے نکال کر نہیں لاتا لڑکیاں خود آتی ہیں میرے قریب برباد ہونے کے لیے لہٰذا بہتر ہوگا تم جا کر انہیں سمجھاؤ۔'' تاہم عائزہ سے محبت کے بعد اس نے باقی لڑکیوں پر نو لفٹ کا بورڈ لگا دیا صرف عائزہ کو پانے کے لیے اس نے پاپا کا آفس بھی جوائن کرلیا تھا اور اپنی دانست میں ماضی کے گناہوں سے بھی توبہ کرلی تھی مگر کچھ بددعائیں کبھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور سندان حسن بھی شاید ایسے ہی کسی کی بددعا کی زد میں آنے والا تھا کہ ہر اچھا اور بُرا عمل کبھی نہ کبھی پلٹ کر ضرور آتا ہے۔

❀......❀......❀
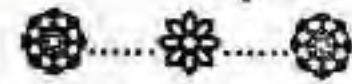
علینہ نے ایک مرتبہ پھر نظر اٹھا سامنے دیوار پر لگے کلاک پر نظر ڈالی۔ شب کے اڑھائی بج رہے تھے مگر ریان کی ابھی تک گھر واپسی نہیں ہوئی تھی۔ اعظم صاحب ایک بجے تک جاگ کر اس کی گھر واپسی کا انتظار کرتے رہے تھے مگر وہ نہیں آیا تھا اور اب تو اس کی آنکھیں بھی بند ہونے لگی تھیں۔ ننھے صمدان کو اگر بہت تیز بخار نہ ہوتا تو شاید اب تک تھک ہار کر وہ سو جاتی مگر ریان کے ساتھ ساتھ اسے صمدان کی فکر نے بھی جگائے رکھا تھا۔

خدا خدا کرکے اس کا بخار قدرے کم ہوا تو علینہ کی آنکھ لگ گئی۔ گود میں ننھے صمدان کو لیے وہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے سوگئی تھی۔ ریان تقریباً تین بجے گھر واپس آیا تو وہ سامنے ہی بیڈ پر بے حال سی بیٹھی سو رہی تھی۔ وہ تھکا ہوا تھا تبھی ایک سرسری نگاہ اس کے شکستہ سراپا پر ڈالنے کے بعد واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ آج کل گھر میں کیا کھچڑی پک رہی تھی اسے مطلق خبر نہیں تھی نہ ہی وہ خبر رکھنا چاہتا تھا۔ اسے تو آج کل اپنی پڑی ہوئی تھی۔ زرنیلا کے عشق نے اس سے اس کا سکھ چین بھوک پیاس سب کچھ چھین لیا تھا۔

اس وقت بھی وہ اس کے گھر سے اس سے مل کر آیا تھا کیونکہ اس کا شوہر اپنی کاروباری مصروفیت کی وجہ سے شہر سے باہر تھا اور بچے اس کے چھوٹے تھے لہٰذا وہ اس کے ساتھ اپنی مرضی سے سکون کی گھڑیاں گزار سکتا تھا۔ اگلے تیں منٹ میں باتھ لے کر وہ کمرے میں واپس آیا تو تھکن حد سے سوا تھی۔ مگر پھر بھی دور دور تک نیند کا نام و نشان نہیں تھا۔ تبھی جھک کر اس نے جیسے ہی صمدان کی پیشانی پر لب رکھے چونک اٹھا۔

ماں کی نرم آغوش میں وہ ننھا سا پھول بخار سے تپ رہا تھا ایک لمحے کے لیے اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا مگر اگلے ہی پل اس کے موبائل پر بجنے والی میسج ٹون نے اس کی توجہ کھینچ لی تھی۔ زرنیلہ کا میسج تھا وہ اس کے بخیر و عافیت گھر پہنچنے کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ ریان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اگلے ہی پل کروٹ بدلتے ہوئے اس نے اسے کال ملائی تھی۔

''ہیلو۔'' پہلی بیل پر ہی اس کی کال پک کرلی گئی ریان کا لہجہ گمبھیر ہوگیا۔

''ابھی تک جاگ رہی ہو؟''

''ہوں اب تو چاہوں بھی تو نہیں سوسکتی۔''

''کیوں؟''

''تم سونے جو نہیں دیتے۔''

''ہاہاہا تم بھی تو نہیں سونے دیتی مجھے۔'' وہ کھل کر ہنسا اور اسی پل اس کے پہلو میں سوئی علینہ کی نیند ٹوٹی تھی۔

''کیوں میں کیا کہتی ہوں؟'' وہ مزے سے پوچھ رہی تھی۔ ریان کا دل گدگدا اٹھا۔

''تمہیں نہیں پتا تم کیا کہتی ہو؟ بھوک پیاس نیند سکون سب چھین لیا ہے تم نے۔''

''اچھا اگر ایسی بات ہے تو کل سے میرے گھر پر تمہارا داخلہ بند۔''

''دھمکی دے رہی ہو؟''

''ہوں یہی سمجھ لو۔''

"سمجھ کی بچی! دوبارہ ایسی بات کی تو جان لے لوں گا تمہاری۔"

"لے لینا دل تو لے ہی لیا ہے جان بھی لے لینا۔" وہ مسکرا رہی تھی ریان کا دل پھر بے قابو ہونے لگا۔

"زریں ایک بات کہوں مانو گی؟"

"ہوں کہو۔"

"آں..... آئندہ تم بلیک کلر مت پہننا۔"

"کیوں؟"

"بس، یہ کلر بہت اٹھتا ہے تم پر مجھے خود پر کنٹرول رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔" اور اس بار وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"گڈ ابھی تو جناب خود پر کنٹرول رکھتے ہیں کنٹرول نہ رکھیں تو پتا نہیں کیا ہو۔" وہ اس کے الفاظ کو جی بھر کر انجوائے کر رہی تھی۔

ریان کے اندر بے قراری بکھر گئی۔

"ڈر تو نہیں لگ رہا میرے آنے کے بعد؟"

"لگ رہا ہو تو کیا کرو گے؟" وہ فل موڈ میں تھی وہ بے چینی سے اٹھ بیٹھا۔

"کیا کرنا ہے ابھی گاڑی لے کر نکل پڑوں گا۔"

"اچھا اور اگر گھر میں کسی نے روک لیا تو؟"

"کون روک سکتا ہے؟" اس کا لہجہ بوجھل ہو رہا تھا علینہ کی آنکھوں سے جیسے انگارے بہنے لگے۔

"کوئی بھی..... تمہاری بیوی۔"

"بیوی کی اتنی جرأت نہیں ہے کہ تمہارے پاس آنے سے روک سکے۔"

"اتنی جرأت نہیں ہے تو اسے ساتھ کیوں سلاتے ہو؟"

"کیوں، تمہیں جیلسی ہوتی ہے؟"

"ہاں ہوتی ہے پھر۔"

"پھر کچھ نہیں جب تم یہاں آ جاؤ گی تو اسے ساتھ نہیں سلاؤں گا پرامس۔"

"پیار تو کرتے ہوں گے نا تم اسے؟"

"نہیں اب نہیں کرتا۔"

"سچ؟"

"ہوں، تمہاری قسم۔"

"او ریان تم واقعی ایک بے مثال مرد ہو آئی لو یو سوچ۔" وہ مسرور ہوئی تھی ریان کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کل مارکیٹ چلنا ہے؟"

"نہیں...... ابھی کل تیس ہزار کی شاپنگ کروائی ہے تم نے تمہارے ابا کو پتا لگ گیا تو بزنس سے نکال باہر کریں گے۔"

"کوئی پروا نہیں تمہارے لیے اگر مجھے خود کو بھی بیچنا پڑا تو بیچ دوں گا زریں! جب چاہو آزما لینا۔"

"میں جانتی ہوں آزمانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"چلو پھر کل تیار رہنا آفس ٹائم کے بعد چلیں گے اوکے۔"

"ٹھیک ہے اب سو جاؤ شب بخیر۔"

"اوکے شب بخیر۔" موبائل فون کی اسکرین کو کس کرنے کے بعد اس نے سیل سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

علینہ نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں مبادا وہ اسے جاگتا ہوا دیکھ لے مگر اس کا دل اس لمحے بہت شدت سے دھڑک رہا تھا۔ ریان نے کروٹ بدلی تھی اور ننھے صمدان کو اس کی گود سے اٹھا کر اپنے بازو پر سلایا تھا۔ وہ بے آواز سسک اٹھی۔

شادی کے ابتدائی دنوں میں اس نے اس کی محبت کی شدتیں دیکھی تھیں۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو ٹوٹ کر چاہتے ہوئے ٹوٹ جاتے ہیں مگر اپنی عادتیں نہیں بدلتے۔ تب وہ اسے بھی یونہی اپنے بازو پر سلا کر پیار کرتا تھا مگر اب تو جیسے اس کی محبت اس کی توجہ اس کا احساس اس کے لیے جیسے شجر ممنوع ہو کر رہ گیا تھا۔ اندر کا حبس تھا کہ گزرتے ہر پل کے ساتھ جیسے بڑھتا ہی جا رہا تھا وہ اٹھی اور کمرے سے نکل کر باہر لان سے ملحقہ کوریڈور کی سیڑھیوں پر آ بیٹھی تھی۔

سبک روی سے چلتی سرد ہواؤں کا ساتھ رات کی سیاہ

چادر سے بس پھسلا ہی چاہتا تھا۔ وہ کوریڈور کے پلر سے ٹیک لگا کر چپ چاپ پلکیں موند گئی۔

❁......❁......❁

"ریان......" وہ تیار ہو کر آفس کے لیے نکل رہا تھا جب ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے اعظم ملک صاحب نے پاٹ دار آواز میں اسے پکارا۔ علینہ اس وقت کچن میں تھی ریان کی پیشانی پر بل پڑ گئے تاہم پھر بھی وہ پلٹ کر ڈائننگ ٹیبل تک آیا تھا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام بیٹھو۔" گھر کے سب افراد اس وقت وہیں موجود تھے۔ وہ بادل ناخواستہ کرسی کھینچ کر وہیں بیٹھ گیا۔

"برخوردار! صرف ایک لڑکی نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا ہے کہ تمہارا ایک بیٹا ہے جو تم سے بے حد مانوس ہے ایک بیوی ہے جس کے ساتھ تم نے اپنی پسند اور مرضی سے شادی کی تھی۔ ایک بوڑھا باپ اور بے حد مشفق ماں ہے جو تمہاری ذرا سی دیر گھر واپسی پر ساری رات نہیں سوتی۔"

"بابا پلیز! میں اس وقت آپ کا کوئی بھی لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں کیونکہ میرا موڈ اس وقت بہت فریش ہے اور کسی بھی طور اسے خراب نہیں کرنا چاہتا۔" اعظم صاحب کے شکوے کا جواب اس نے بے حد تلخی سے دیا تھا۔ کچن میں کھڑی علینہ کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا۔

"اور جہاں تک زریں کی بات ہے تو میں آپ کو واضح لفظوں میں بتا چکا ہوں کہ وہ میری زندگی ہے اگر آپ کچھ بھی کر کے مجھے اس سے دور کرنے کی کوشش کریں گے تو میں ہر چیز کو آگ لگا دوں گا وہ نہیں ہے تو میرے لیے کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیا بیوی کیا بیٹا کیا بزنس......!" تنفر سے پر لہجے میں کہتے ہوئے اگلے ہی پل وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"چلتا ہوں آفس سے دیر ہو رہی ہے مجھے۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ مزید ایک پل بھی وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔ علینہ کے لیے اپنے آنسوؤں پر قابو پانا دشوار ہو گیا جبکہ اعظم ملک صاحب کا سر یوں جھک گیا تھا جیسے وہ سزائے موت کے مجرم ہوں۔

اسی روز رات میں پھر اس کی گھر واپسی خاصی لیٹ ہوئی تھی۔ علینہ کی آنکھ کھلی تو وہ صوفے پر بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔ اسے واش روم جانا تھا سو بنا اس پر دوسری نگاہ ڈالے وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ کمرے میں واپس آئی تو ریان ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنی رسٹ واچ اتار رہا تھا علینہ صرف ایک نظر میں بھی دیکھ سکتی تھی کہ اس کا موڈ بے حد خراب ہے۔ تبھی بنا اسے کچھ کہے وہ بیڈ کی طرف آئی تھی مگر ریان نے اس سے پہلے ہی اس کا بازو دبوچ لیا۔

"کیا چاہتی ہو تم، طلاق دے دوں میں تمہیں۔" صبح وہ جس موڈ کے ساتھ گھر سے نکلا تھا اس وقت بھی اس کا وہی موڈ تھا۔ وہ لرز کر رہ گئی۔

"کیوں...... میں نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کیا ہے؟ زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے میری، مظلومیت کا اشتہار بن کر سارے گھر کو میرے خلاف کر دیا ہے نحوست بکھیر کر رکھ دی ہے میری پوری زندگی میں۔" وہ اتنا تلخ کیوں ہو رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی مگر اس کا دل ضرور دکھ سے بھر آیا تھا۔

"بازو چھوڑیں میرا۔" بنا اس کی تلخی کا کوئی جواب دیے اس نے درشتگی سے اپنا بازو اس کی مضبوط گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ جب وہ نفرت سے اسے پرے دھکیلتے وارننگ دیتے لہجے میں بولا۔

"میرا دل چاہتا ہے میں تم پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دوں تاکہ نہ تمہارا منحوس وجود باقی رہے نہ میرے اور زریں کے ایک ہونے میں کوئی رکاوٹ بنے۔" وہ اب بھی خاموش رہی تھی۔ تاہم ریان کے بے دردی سے دھکیلنے پر توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے وہ ڈریسنگ کے کونے سے ٹکرائی تھی اور اس کی پیشانی سے خون نکل پڑا تھا آنکھوں کے سامنے ایک پل کے لیے جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ سر پکڑتی وہیں بیٹھ گئی۔

ریان اپنی بات کے جواب میں اس کی مسلسل خاموشی پر کمرے سے نکل گیا۔ اس کے دل میں اس لمحے جیسے آگ لگی تھی۔ صبح وہ کتنا خوش تھا کہ آج سارا دن زرنیلا کے ساتھ گزارے گا مگر...... اس وقت اس کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی جب آفس میں میٹنگ کے دوران اس نے کال کر کے بتایا کہ اس کا شوہر گھر واپس آ گیا ہے اور اب وہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

ریان کا دل چاہا وہ سیل فون کو کرچی کرچی کردے مگر اس نے ایسا کرنے کے بجائے ضبط کیا تھا اور میٹنگ ادھوری چھوڑ کر آفس سے نکل آیا۔

رات ایک بجے تک اسے امید رہی کہ زرنیلا کی کال یا میسج آئے گا اور وہ باہر نہ سہی اسے گھر پر ملنے کے لیے بلائے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا رات ایک بجے کے بعد بے حد اضطراب اور مایوسی کے عالم میں وہ گھر واپس لوٹا تھا اور اب بے قصور علینہ پر اپنے اندر کی فرسٹریشن نکالی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔

رات کی خاموشی، سبک روی سے چلتی سرد ہوائیں روشنی کی کرنیں بکھیرتا چاند، کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ گھر پر تھا اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ تھی یہ احساس کتنا تکلیف دہ تھا اس کے لیے مگر کاش کوئی سمجھ سکتا۔ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے تیسری سگریٹ جلاتے ہوئے وہ ان لمحوں میں ڈوبتا جا رہا تھا جب اس نے پہلی بار زرنیلا کو دیکھا تھا۔

وہ ایک خوب صورت طرح دار عورت تھی جسے خود کو بنا سنوار کر رکھنا آتا تھا ریان کی شادی کو اس وقت ایک سال ہونے کو آیا تھا اور علینہ کی پریگنینسی اختتامی مراحل میں تھی۔ یہ شادی اس کی پسند اور مرضی سے ہی ہوئی تھی مگر علینہ میں اس کی دلچسپی اب کم ہوتی جا رہی تھی اور اس کی سب سے بڑی وجہ علینہ کی سادگی تھی۔ علینہ ایک خاموش طبع، سادہ مزاج لڑکی تھی جس کی زندگی صرف وہ گھر اور اس کے مکین تھے جہاں وہ رہتی تھی۔ اسے اس گھر سے باہر کی دنیا کا کوئی پتا نہیں تھا شاید یہ اس کے کردار کی پاکیزگی ہی تھی جو نور بن کر اس کی پیشانی پر چمکتی تھی اور ریان کے دل کو چھوگئی تھی۔

اعظم صاحب عائزہ کے ساتھ اس کی نسبت طے کرنا چاہتے تھے مگر اس نے عائزہ کے لیے انکار کر کے علینہ کے لیے اپنی رضامندی دے دی تو مجبوراً اعظم ملک صاحب کو علینہ کے ساتھ اس کی شادی کرنا پڑی۔

شادی کے ابتدائی دنوں میں وہ بہت خوش اور مطمئن تھا کیونکہ علینہ ایک بے حد اچھی محبت اور خیال کرنے والی لڑکی تھی مگر رفتہ رفتہ وہ بے زار ہوتا گیا تھا اور اس کا سبب علینہ کی گھریلو مصروفیات تھیں۔ شادی کے بعد اس نے مکمل طور پر خود کو ایک گھریلو لڑکی کے روپ میں ڈھال لیا تھا تبھی نہ اس کے پاس بننے سنورنے کے لیے ٹائم ہوتا تھا نہ ریان پر توجہ دینے کے لیے۔ کمرے میں آنے کے بعد وہ سادہ حلیے میں ہی رہتی تھی۔

ریان اگر ضد کر کے اسے کہیں باہر گھمانے کے لیے لے کر جاتا تو تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے گھر واپسی کی فکر لاحق ہو جاتی اس کا دل کبھی موو ی دیکھنے کو چاہتا تو وہ بدک جاتی۔ کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ استغفار کرتی اور اس کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیتی۔ کبھی کسی دوست کے گھر یا کسی فنکشن میں لے کر جاتا تو سارا وقت سر ڈھانپے نقاب کیے بیٹھی رہتی اور وہ چڑ جاتا۔

صرف اسے ستانے کے لیے پہلی بار وہ پورے دو ہفتوں تک اس کے قریب نہیں گیا تھا مگر ان دو ہفتوں میں ایک بار بھی علینہ نے اس کی طرف پیش قدمی کر کے اپنی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہیں سے وہ بددل ہوا تھا اور اس نے گھر سے فرار تلاش کر لی۔ اس کی نظر میں علینہ کے لیے اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا جبکہ وہ اپنی فطری شرم کے ہاتھوں مجبور تھی۔

یہ سچ تھا کہ شادی سے پہلے وہ اسے پسند نہیں کرتی تھی مگر شادی کے بعد اس کی ساری محبت، ساری خواہشات، سارے خواب، صرف ریان کی ذات کے ساتھ جڑ کر رہ گئے تھے وہ ذرا سا آفس سے لیٹ ہو جاتا تو اس کا دل ڈوبنے لگتا تھا۔ کبھی بے رخی سے بات کرتا تو وہ کٹ کر رہ جاتی۔ ریان کی وارفتگیاں، اس کی شدتیں، اسے اچھی لگتی تھیں۔ مگر وہ چاہتے ہوئے بھی خود سے اسے پیار کرنے کے لیے نہیں کہہ سکتی تھی یہی وجہ تھی کہ ریان کی لاتعلقی پر وہ اندر سے بجھ کر رہ گئی تھی مگر اس نے ریان سے گلہ نہیں کیا۔

یہ اس کی خاموشی ہی تھی جس نے اسے ایک اور عورت کی طرف متوجہ کیا تھا۔ اس روز وہ اپنے ایک قریبی دوست کی شادی میں شریک تھا جب مہندی کی رات پہلی بار اس کی نظر زرنیلا عباس پر پڑی تھی۔

بلیک شیفون کے سوٹ میں ملبوس دوپٹے کو کسی فالتو شے کی مانند بائیں شانے پر گرائے وہ کسی لڑکے کے ساتھ باتوں میں مصروف بات بے بات قہقہے لگا رہی تھی۔ تبھی اس کے دوست نے اس کی نگاہ کے تعاقب میں اپنی نظریں دوڑاتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"یہ زرین بھابی ہیں تمہاری بھابی کی دوست تین بچوں کی ماں ہے مگر دیکھ لو خود کو کتنا اسمارٹ رکھا ہوا ہے کہیں سے بھی شادی شدہ نہیں لگتیں۔"

"ہوں، یہ تو ہے۔" وہ چونکا تھا اور فوراً نظر پھیر لی تھی۔

"کافی زندہ دل اور خوش مزاج لگتی ہیں۔"

"ہوں، بہت خوش مزاج ہیں تم ان کا شوہر دیکھو تو ان کی قسمت پر افسوس کرو مگر یہ اسی شوہر کے ساتھ نہ صرف نبھا کر رہی ہیں بلکہ بے حد خوش بھی ہیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا ان کے شوہر خوب صورت نہیں ہیں۔"

"خوب صورت...... یار وہ قبول صورت بھی نہیں ہے کم از کم پندرہ سال بڑا ہے ان سے اور اس سے پہلے تین بیویاں بھی بھگتا چکا ہے یہ چوتھی ہیں۔"

"واؤ، پھر تو وہ بہت لکی ہے یار۔"

"کہہ سکتے ہو۔" اس کے دوست نے اس کے تبصرے پر سر ہلایا تھا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"چلو تمہارا انٹروڈکشن کرواتا ہوں کیا یاد کرو گے تم بھی۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ ریان کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

دعا

تہمارے نام کی ہتھیلی پر دعا کے حروف
کچھ یوں لکھتے ہیں کہ
تیری عمر کے دیوں کو تند ہوا کی نظر نہ لگے
تیری آنکھوں میں قوس قزح ہو
جگنو ہوں تارے ہوں
تیرے سفر کی کہانیوں میں
چھاؤں کے ذکر کے سائے ہوں
دھوپ کی حدتیں نہ ہوں
پیاس کی شدتیں نہ ہوں
سکھوں کے تمام دریا
تیرے رستوں سے ہو کر گزریں
گھنی بارشوں کے سائے
تجھے چاہتوں کی نوید سنائیں
آمین

فاطمہ عاشی...... جھنگ

زرنیلا کے دودھیا بازو شیفون کی باریک آستینوں سے جھلکتے بے حد خوب صورت لگ رہے تھے اس کی شرٹ کے چاک اتنے بڑے تھے کہ اس کا جسم جھلک رہا تھا۔ کمر تک آتے سنہری بال جو اس نے لیئر کٹنگ میں سیٹ کروا رکھے تھے اس کی پشت پر بکھرے پوری محفل کا دل لوٹ رہے تھے وہ حقیقت میں ایک چلتی پھرتی خوب صورت گڑیا تھی۔ ریان کے اس کے قریب آیا تو اس کا دل اور بھی بے ایمان ہونے لگا۔

"زرنیلا بھابی۔" اس کے دوست نے اسے پکارا تھا۔

ریان چپ چاپ کھڑا اپنے پہلو میں دل کا شور سنتا رہا تبھی وہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"یہ ریان ہے میرا جگری یار۔" اس کے متوجہ ہونے پر اس کے دوست نے تعارفی رسم نبھائی تھی وہ مسکرادی۔

"دوست تو بہت خوب صورت ہیں آپ کے، ماشاءاللہ۔"

"شکریہ۔" وہ صرف مسکرا سکا تھا۔ تبھی اس نے پوچھا۔

"شادی شدہ ہیں؟"
"جی ابھی ایک سال پہلے ہی شادی ہوئی ہے۔"
"اوہ، پھر تو وہ بہت خوش نصیب لڑکی ہیں بھئی...... خیر اللہ خوش رکھے کیا کرتے ہیں آپ؟"
"اپنا بزنس سنبھالتا ہوں، کیا اسی شہر میں رہتی ہیں آپ؟"
"ہوں، یہیں بس پاس میں ہی گھر ہے میرا چکر لگایئے گا مجھے خوشی ہوگی۔"
"جی ضرور۔" وہ قدرے نروس ہو رہا تھا مگر تھوڑی ہی دیر بعد جب اس کے دوست نے اس سے ریکوئیسٹ کی کہ زرنیلا گھر جانا چاہتی ہے وہ اسے ڈراپ کرآئے تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ تو دل سے چاہتا تھا کہ اسے اتنی حسین لڑکی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کا موقع ملے اور اب یہ موقع تقدیر اسے خود ہی فراہم کررہی تھی۔
وہ دل ہی دل میں جھوم اٹھا۔
"شیور، کہاں ہیں وہ؟"
"میں بھیجتا ہوں تم گاڑی نکالو۔"
"ٹھیک ہے۔" اپنے دوست کی ہدایت پر اس نے فوراً پارکنگ ایریا سے گاڑی نکال لی تھی۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد زرنیلا اس کے برابر فرنٹ سیٹ پر آبیٹھی۔
"سوری، مجھے ذرا ایمرجنسی گھر جانا پڑ گیا۔ اصل میں میری ساس بہت ضعیف ہوچکی ہیں میں ہی انہیں سنبھالتی ہوں آپ کو زحمت تو نہیں ہوگی؟"
"نہیں، ایسی بات کہہ کر تو آپ مجھے شرمندہ کررہی ہیں۔" اس کی وضاحت پر تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے کہا تو وہ مسکرادی۔
"بہت شکریہ۔ جہاں تک میں آپ کو جان پائی ہوں آپ بہت اچھے انسان ہیں۔ آپ کی وائف تو بہت خوش ہوں گی آپ سے ہے نا؟"
"پتا نہیں میں نے کبھی پوچھا نہیں اس سے۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرچکا تھا۔
زرنیلا عباس کے ملبوس سے اٹھتی دلفریب خوشبو اس کے حواس معطل کرنے لگی۔
"کیوں، کبھی خود سے نہیں بتایا اس نے؟"
"نہیں۔"
"انڈراسٹینڈنگ نہیں ہے آپ کی اس سے۔"
"شاید نہیں۔"
"اوہ، پھر تو بہت بوریت محسوس کرتے ہوں گے آپ؟"
"ہوں کہہ سکتی ہیں۔"
"فیملی سے ہیں یا باہر سے؟"
"فیملی سے ہیں چھوٹے چچا کی بیٹی ہیں۔"
"خوب صورت ہیں یا......؟"
"بہت خوب صورت ہے۔"
"ہوں، پھر تو بہت پیار کرتے ہوں گے اسے؟"
"ہوں، میں تو کرتا ہوں مگر وہ نہیں کرتی۔"
"کیوں؟" وہ حیران ہوئی تھی ریان نے لب دانتوں تلے دبالی۔
"پتا نہیں یہ تو وہی بتا سکتی ہے۔"
"وہ کسی اور کو پسند کرتی ہوں گی۔"
"نہیں، وہ ایسی نہیں ہے۔"
"بچے نہیں ہوئے؟"
"ہونے والا ہے ابھی ایک سال پہلے تو شادی ہوئی ہے۔"
"گڈ، میرے بھی تین بچے ہیں ابھی چار سال پہلے شادی ہوئی ہے میری بھی۔"
"آپ خوش ہیں اپنی شادی سے۔"
"پتا نہیں کوشش تو کرتی ہوں خود کو خوش رکھنے کی۔"
"اس کا مطلب ہے آپ دل سے خوش نہیں ہیں۔"
"شاید۔"
"وجہ پوچھ سکتا ہوں۔"
"ہوں، میرے شوہر مجھ سے کافی بڑے ہیں۔ مجھ سے پہلے تین بیویوں کے ساتھ وقت گزار چکے ہیں۔ اس

لیے وہ سارے جذبے، وہ محبت، وہ شدت جو کسی مرد کی ایک عورت کے لیے ہوتی ہے وہ ان کے پاس نہیں ہے بہت روکھی پھیکی سی زندگی ہے میری۔" وہ اداس ہوگئی تھی۔ ریان نے گاڑی روک دی۔

"ایسے مرد کے ساتھ شادی کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ آپ جیسی لڑکی کو رشتوں کی کمی تو نہیں ہوگی؟"

"ہوں، ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، بس تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں سارے۔"

"پھر بھی کوئی وجہ تو ہوگی اس شادی کی۔" وہ اسے کریدنا چاہتا تھا زرنیلا نے رخ پھیر لیا۔

"وجہ میری غربت تھی سات بہنیں ہیں میری۔ بہت غربت میں زندگی بسر کی ہے میں نے۔ غریب ہونے کی وجہ سے ہی کوئی اچھا رشتہ نہیں آیا۔ میری ماں بہت کم عمر تھیں مگر باپ بہت ضعیف شاید اسی لیے وہ ہمارا بوجھ نہ اٹھا سکا اور گھر میں آئے روز فاقے ہوتے رہے کوئی دن ہی ایسا طلوع ہوتا تھا جب ہمیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوتا۔ اسی لیے جب عفان کا رشتہ آیا تو میری ماں نے ایک پل بھی سوچنے کی ضرورت محسوس کیے بغیر فون پر نکاح کر دیا ان دنوں یہ دبئی میں ہوتے تھے میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔"

"پھر......؟"

"پھر کیا، پھر شادی ہوگئی میں دلہن بن کر سج سنور کر دبئی چلی گئی۔ وہاں جب عفان نے مجھے ریسیو کیا تو پہلی بار انہیں دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں مگر پھر رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہوگیا۔" وہ بتا رہی تھی۔

ریان نے خاموشی سے گاڑی پھر سے اسٹارٹ کر دی۔ اگلے دس منٹ کے بعد اس نے اس کے گھر کے سامنے بریک لگائی تھی۔

"یہ لیں آ گئی آپ کی منزل۔"

"شکریہ۔ میں چاہوں گی آپ ایک کپ چائے پی کر جائیں۔"

"نہیں پھر کبھی سہی، ابھی بہت رات ہوگئی ہے مناسب نہیں لگتا۔"

"چلیں جیسے آپ کی مرضی مگر میں آپ سے رابطہ ضرور رکھنا چاہوں گی کیا آپ اپنا سیل نمبر دیں گے؟"

"شیور۔" وہ تو خود اس سے رابطہ رکھنا چاہتا تھا تبھی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس نے اسے اپنا سیل نمبر نوٹ کروا دیا تھا۔

اس روز کے بعد علینہ کی ذات میں اس کی رہی سہی دل چسپی بھی ختم ہونے لگی تھی۔ جس روز صمدان پیدا ہوا اس نے سب سے پہلے زرنیلا کو اطلاع دی اس روز وہ اتنا خوش تھا کہ قدم زمین پر نہ پڑتے تھے۔ آہستہ آہستہ دونوں کے درمیان اجنبیت کی دیوار گرتی گئی تھی۔ وہ جب بھی گھر میں اکیلی ہوتی اسے کال کر کے بلا لیتی اور پھر گھر واپسی تک وہ اسی کے ساتھ وقت گزارتا۔ آہستہ آہستہ شروع ہوا یہ کھیل بہت کم دنوں میں ہی جنوں کی شکل اختیار کر گیا تھا اور اب اسے لگتا تھا کہ جیسے زرنیلا عباس کے بغیر اس کی زندگی بے کار ہے۔ وہ اس سے اپنا ہر مسئلہ کھل کر شیئر کرتا۔ اپنی ہر خوشی ہر دکھ اس کے گوش گزار کرتا۔ بہت آسانی سے اس نے علینہ کی جگہ زرنیلا عباس کو دے دی تھی اور وہ خوش تھا۔

زرنیلا خود بھی اس کے عشق میں مبتلا ہو چکی تھی اور اس کا ارادہ بھی اب اپنے شوہر سے چھٹکارا پا کر ریان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا کرنا تھا۔ دونوں کے درمیان بہت سارے عہد و پیمان ہو چکے تھے اور اب ان عہد و پیمان کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آ پہنچا تھا۔

(ان شاء اللہ آخری حصہ آئندہ ماہ)

قسط نمبر 34

انہی دو گھروں کے قریب ہی، کہیں آگ لے کے ہوا بھی تھی
نہ کبھی تمہاری نظر گئی، نہ کبھی ہماری نظر گئی
نہ غموں کا میرے حساب لے نہ غموں کا اپنے حساب دے
وہ عجیب رات تھی کیا کہیں، جو گزر گئی سو گزر گئی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

طغرل اور پری کی منگنی کا منظر شیری کو شدید اشتعال میں مبتلا کردیتا ہے۔ وہ ریوالور نکال کر حملے کے لیے تیار ہوتا ہے جب ہی ویٹر کی آمد پر اس کا ارادہ بدل جاتا ہے۔ اپنے دل میں بدگمانی لیے وہ گھر پہنچتا ہے اور خود کو واش روم میں بند کرلیتا ہے، جس پر مسز عابدی متفکر ہوجاتی ہیں نہایت خطرناک عزائم لیے وہ مسز عابدی کو عادلہ کے لیے مثبت جواب دیتا ہے جبکہ وہ اس کے اصل راز سے ناواقف ہوتی ہیں۔ ماہ رخ گلفام کی منتظر رہتی ہے اور اعوان کے بارے میں یہ جان کر کہ وہ شادی شدہ اور ایک بیٹے کا باپ ہے اسے اپنے بیوی بچے کی طرف لوٹ جانے کا مشورہ دیتی ہے۔ اعوان اس انکار کو مثبت انداز میں لیتا ہے اور اس کی خوشی میں راضی رہتا ہے۔ ماہ رخ کا سامنا اچانک ہی گلفام سے ہوجاتا ہے گزرے ماہ و سال نے اسے بہت حد تک بدل دیا تھا اسے پا کر وہ نہایت مسرور نظر آتی ہے اور اس کی ہمراہی میں وہ اعوان سے رخصت طلب کرتی ہے جس پر اعوان اس سے معافی طلب کرتے دونوں کو رخصت کردیتا ہے۔ صباحت بیگم اپنے حصے میں آنے والے نقصان پر آنسو بہاتی ہیں کہ فیاض احمد کے دل میں آج بھی مثنٰی کا مقام نہایت اہم ہے۔ جس پر فیاض احمد انہیں ہی قصوروار گردانتے ہیں۔ فیاض کے منہ سے سب حقیقت جان کر انہیں اپنے رویے پر ندامت محسوس ہوتی ہے۔ دادی جان کے کہنے پر مجبوراً پری کو طغرل کے ساتھ مثنٰی کے طرف جانا پڑتا ہے۔ رمشا کی اصل فطرت سامنے آنے پر فاخر عائزہ کے ساتھ اپنے ناروا سلوک پر شرمندگی محسوس کرتا ہے اس کا ارادہ عائزہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا ہوتا ہے اسی مقصد کے لیے وہ عائزہ کی آنٹی کے ذریعے اس کی رائے معلوم کرتا ہے جبکہ دوسری طرف عائزہ بھی سب جان کر حیرت کا اظہار کرتی اور فاخرہ کی واپسی کی منتظر رہتی ہے۔ شیری عادلہ کو کال کرکے اسے اپنے پاس بلاتا ہے بصورت دیگر وہ منگنی توڑنے کی بات کرتا ہے، جس پر مجبوراً عادلہ کو آنا پڑتا ہے۔ وہ ناصرف غصے میں اسے گالیاں دیتا ہے بلکہ اس پر ہاتھ بھی اٹھاتا ہے اور عادلہ کو دھمکی دیتا ہے کہ وہ پری کو اس کی خاطر رات میں یہاں لائے گی جس پر عادلہ اسے دیکھتی رہ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁
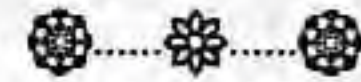
"تڑاخ......" اس کا ہاتھ پوری شدت سے عادلہ کے گال پر پڑا تھا۔
"میں کیا پوچھ رہا ہوں؟ سمجھ نہیں آرہی ہے میری بات ڈیم اٹ۔" اس نے کھڑے ہوکر ایک ٹھوکر اور ماری تھی۔ عادلہ میں چیخنے کی سکت بھی نہ رہی تھی وہ خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو انسانی روپ میں کوئی وحشی درندہ لگ رہا تھا، اذیت پسندی اس کی نگاہوں سے مترشح تھی۔

"بولو، لاؤ گی نہ میری بات؟" وہ یک دم غرایا۔
"پری کو لاؤ گی نا؟ کسی بھی طرح کسی بھی بہانے سے۔ وہ تمہاری بات مانتی ہے تم پر اعتبار کرتی ہے صرف ایک بار لے آؤ اسے...... صرف ایک بار پھر جو تم کہوگی میں کروں گا۔"
"لیکن......وہ......" وہ کراہتی ہوئی اٹھ کر بیٹھی تھی۔
"کیا کہنا چاہتی ہو سوئٹ گرل۔" وہ پل میں تولہ پل میں ماشہ تھا۔ اس کے چہرے پر رضامندی دیکھ کر اس کی زبان میں مٹھاس بھر گئی تھی۔
"طغرل بھائی کو معلوم ہوگیا تو...... وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے مجھے۔" عادلہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا تھا۔
"تم پری کو لانے میں ناکام رہیں تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔" وہ لفظ لفظ چبا کر کہہ رہا تھا۔
"وہ ڈیم فل تو تمہیں کچھ نہیں کہے گا مگر میں تمہارا کیا حال کروں گا یہ تم اچھی طرح سمجھ گئی ہوگی، تم نے اگر کوئی چالاکی دکھانے یا مجھے ڈاج دینے کی کوشش کی تو یاد رکھنا۔ بچ نہیں پاؤ گی۔" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خوفناک لہجے میں کہا۔
"اگر بھاگنے اور چھپنے کی حماقت کی تو پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا تمہیں پھر جو ہوگا وہ تم جانتی ہی ہو، ہے نا؟"
"ہا......ں......میں......میں...... ایسا کچھ نہیں کروں گی قسم سے۔ میں آپ کو چیٹ نہیں کروں گی، یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔" خوف اور وحشت اس کی نگاہوں اور کانپتی آواز سے واضح تھا۔
"کم ان میں تمہیں ڈراپ کردیتا ہوں۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اس کو کھڑے ہونے میں مدد دی، وہ پھولوں کی طرح رہتی آئی تھی ایسا بدترین تشدد کبھی خواب میں بھی اس نے نہیں سہا تھا پھر وہ اس وقت دہرے درد میں مبتلا ہوچکی تھی۔ شیری نے اس کے جسم کو ہی نہیں روح کو بھی گھائل کردیا تھا وہ جو اس کے ساتھ تعلق جڑنے پر دل سے تمام شکوے شکایت بھلا کر ایک نئی خوب صورت زندگی شروع کرنے کے خواب دیکھنے لگی تھی اس کی باتیں سن کر ایک جھٹکا لگا تھا۔
کتنا بڑا دھوکا دیا تھا اس نے کیسی اذیت ناک، تذلیل کی تھی کہ اس کی ہستی متزلزل ہوکر رہ گئی تھی۔ پری تک پہنچنے کے لیے اس کو پل کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا، مچھلی کو کانٹے میں پھانسنے کے لیے اس کو ہی چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہ رہا تھا۔
"یاد ہے نا تمہیں آج...... ہوں...... آج رات اسی جگہ پہ۔" کار گیٹ سے کچھ فاصلے پر روکتے ہوئے وہ سخت لہجے میں اس کو بار بار کی جانے والی یاددہانی پھر کروا رہا تھا وہ سر ہلا کر باہر نکل آئی تھی۔

❁......❁......❁

گھپ اندھیرے میں یکدم چکا چوند روشنی پھیل گئی تھی۔ کئی لمحوں تک اس کو کچھ دکھائی نہ دیا تھا اس نے پلکیں جھپکا جھپکا کر اپنی بصارت کو روشنی سے مانوس کرنے کی کوشش کی۔
"ہا...... بی بی جی!" ملازمہ نے لائٹ آن کرتے ہوئے حیرانگی سے صوفے پر بیٹھی ماہ رخ کو دیکھا پھر کہا۔
"آپ صبح سے ایسے ہی بیٹھی ہیں، جیسے میں چھوڑ کر گئی تھی۔ سارا دن آپ نے ایسے بیٹھے بیٹھے گزار دیا ہے بی بی جی! صاحب آئیں گے اور انہیں معلوم ہوگیا تو وہ کتنا خفا ہوں گے۔"
"ایک گلاس پانی لے کر آؤ تاجیہ! بہت پیاس لگی ہے حلق خشک ہوکر رہ گیا ہے۔" وہ اٹھتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔
ماضی کی کشتی میں یادوں کے چپو چلاتے چلاتے اس کے بازو شل ہوگئے تھے۔ ٹانگوں میں چلنے کی طاقت ہی نہ رہی

تھی پانی پی کر وہ ملازمہ کا سہارا لے کر بیڈ تک آئی تھی۔

"بی بی صاحبہ! آپ تو بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہیں آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کہیں بہت دور سے پیدل سفر کر کے آئی ہوں۔"

"ہاں ناجیہ! بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم' بہت ہی دور سے سفر کر کے آئی ہوں میں۔ بچپن پھر جوانی اور جوانی سے ادھیڑ عمری کا سفر۔ خواہش' آرزوئیں اور لغزشوں' لالچ و حرص کی سزاؤں کی مسافت کانٹوں سے اٹی ہوتی ہے۔ میں نے یہ راہ ابھی پوری طرح عبور نہیں کی یہاں ابھی میری سزا ختم نہیں ہوئی ہے' میرے گناہوں کا کفارہ ابھی باقی ہے نا معلوم کب مجھے معافی ملے گی۔"

"میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں' ایک تو آپ سوچتی بہت ہیں' سر میں درد ہوتا ہے زیادہ سوچنے سے میں ابھی کڑک چائے بنا کر لائی۔" وہ اسے خاموش دیکھ کر بولتی ہوئی چلی گئی۔

ماہ رخ نے اس کے جانے کے بعد تکیے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ایک طویل تھکا دینے والی اعصاب شکن مسافت جو ختم نہیں ہو رہی تھی' وہ اور گلفام مل کر بھی نہ مل سکے تھے۔ گلفام اس کو اعوان کے فلیٹ سے گلشن لے آیا تھا جہاں اس نے خوب صورت سرسبز و شاداب بنگلہ خریدا ہوا تھا۔ وہ بنگلہ ایسا ہی تھا جس کا وہ خوابوں میں عکس دیکھا کرتی تھی' بعض عکس اس وقت ابھر کر سامنے آتے ہیں جب اس کی جستجو ختم ہو چکی ہوتی ہے کچھ خواہشات اس عمر میں پوری ہوتی ہیں جب انہیں پانے کی حسرتیں تمام ہو چکی ہوتی ہیں۔ اسے بھی سب حاصل ہوا تھا مگر بے رنگ پھولوں کی مانند' گلفام اسے پا کر بے حد خوش تھا۔

اس کی دیوانگی ماہ رخ کی جدائی میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی' وہ سارا دن ہی اس سے وقتاً فوقتاً اظہار محبت کرتا رہا' بڑی پاکیزگی حجاب و محتاط روی تھی اس کے لہجے میں وہ آج بھی پہلے کی طرح ہی نگاہیں جھکا کر متانت و تہذیب سے گفتگو کرتا تھا البتہ پہلے کی نسبت اس میں بدلاؤ آ گیا تھا آج شال نے اس کے سر اور وجود کو ڈھانپا ہوا تھا۔ نفرت و حقارت اور ناپسندیدگی سے گھورتی ہوئی نگاہیں شرمندگی دکھ اور پشیمانی سے جھکی ہوئی تھیں۔ گلفام نے نکاح کے لیے رضامندی معلوم کر کے ایک دن بعد سادگی سے شادی کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا لیکن یہاں بھی اس کی بدقسمتی آڑے آ ئی تھی' مسجد و مدرسے کی تعمیر کے لیے لی گئی زمین کا ایک اور دعوے دار نکل آیا اور اس نے بات کو بیٹھ کر سلجھانے کے بجائے نشے کی حالت میں فائرنگ شروع کر دی تھی اور اپنی چلائی گئی گولی کا خود ہی شکار ہو کر مر گیا' الزام گلفام پر آ گیا اور اس نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر مخالف پارٹی بہت اثر و رسوخ والی تھی۔ اس نے اندھے قانون کو خرید لیا اور گلفام کو عمر قید کی سزا دے دی گئی تھی اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسجد و مدرسے کی زمین پر قبضہ کرنے کے بعد وہ بنگلے پر بھی قابض ہو گئے تھے۔

ماہ رخ کو بھی انہوں نے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی مگر جیل میں ملاقات کے دوران گلفام اس کو خبردار کر چکا تھا وہ اسی وجہ سے بچ گئی تھی پھر ان لوگوں کی وجہ سے اسے کئی گھر بدلنے پڑے تھے پھر اس علاقے میں وہ لوگ نہیں پہنچ سکے تھے۔ یہاں بھی گمراہ کن مردوں نے اس کی تنہائی سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی جس کو وہ بڑی بہادری سے توڑتی آئی تھی پھر رجا کی صورت میں اسے اپنا آپ نظر آیا تھا اور یہاں اس پر مسلسل نظر رکھ کر وہ ایک ماہ رخ کو لٹنے سے محفوظ کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

"پھوپو جان! آئم سوری' میں بہت شرمندہ ہوں اپنی انا کی خاطر میں نے نادانستگی میں خود کو بھی سزا دی ہے اور آپ

لوگوں کو بھی رنج و تکلیف پہنچائی ہے جو وقت گزر گیا اس کا ازالہ تو ممکن نہیں ہے۔" فاخر صباحت کے سامنے نگاہیں جھکائے شرمندگی سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن وعدہ کرتا ہوں تا زیست آپ کو میری طرف سے اب کوئی ایسی بات سننے کو بھی نہیں ملے گی' یہ میرا عہد ہے۔"

"جو ہوا وہ ہم بھی بھلا کر یہاں آئے ہیں بیٹا!" صباحت شفقت بھرے لہجے میں مخاطب ہوئی تھیں۔

"اور آپ بھی وہ سب بھلا کر نئی زندگی کی شروعات کریں' میں جانتی ہوں جو کچھ ہوا وہ اچھے کے لیے ہی ہوا ہے' اذیت بھری زندگی سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ ایک دوسرے پر اعتماد و اعتبار کی ڈور کبھی نہ ٹوٹنے پائے فاخر! محبت کی بنیاد اعتماد پر رکھی جاتی ہے اور اعتماد جتنا گہرا ہوگا' محبت اتنی ہی کامل ہوتی ہے۔" وہ نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

"ہمیں تو خوشی اس بات کی ہے فاخر! ہمارا خاندان بکھرنے سے بچ گیا ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے پہلے ہم عائزہ کے اس عمل کو بے وقوفی سمجھ رہے تھے کہ کیوں اس نے تم کو راحیل کے بارے میں بتایا جس کے نتیجے میں یہ اتنی بڑی پرابلم کری ایٹ ہوئی ہے اور وہ یہی کہتی رہی اس سے جو لغزش ہوئی ہے اسے چھپا کر وہ آپ کو دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتی یہ اس کی نیک نیتی اور خلوص کا ثمر ہے' جو تم دور جا کر پھر اس کے بن گئے ہو۔" زینب نے تشکر بھرے انداز میں کہا۔

"بالکل صحیح کہہ رہی ہو زینی! میں تو رات دن یہی سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی کس طرح یہ سب فیاض اور اماں جان کو بتاؤں گی اور خاص طور پر فیاض کا ردعمل کیا ہوگا۔ وہ تو پہلے ہی خاصی خفگی کا اظہار کر چکے تھے اور پھر عائزہ سے اس حد تک ناراض تھے کہ اس کی شادی میں انہوں نے غیروں کی طرح شرکت کی تھی اور ابھی تک وہ عائزہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔" بولتے ہوئے ان کی آواز رندھ گئی تھی فاخر نے فوراً ہی ان کے شانوں پر بازو رکھتے ہوئے کہا۔

"ڈونٹ وری پھپھو جان! آپ بالکل ریلیکس ہو جائیں انکل کو ساری بات میں سمجھا دوں گا' فیاض انکل بے حد نائس ہیں وہ میری بات سمجھ جائیں گے آپ کو مزید پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تھینکس فاخر بیٹے! ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ' فیاض حقیقتاً بے حد فراخ دل ہیں وہ کسی کو بھی معاف کرنے میں دیر نہیں لگاتے' آپ سے پہلے میں ان کو ہر بات بتانا چاہوں گی کیونکہ بیٹیاں اگر ایسی ڈگر پر چل پڑیں تو وہ ماں کی غفلت و ذمہ داری پر کاری ضرب ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی پھپھو جان! انکل سے پہلے آپ بات کلیئر کر لیں تو مجھے بات کرنے میں ایزی فیل ہوگا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا ویسے بھی اس کی نگاہیں بار بار دروازے کی طرف بھٹک رہی تھیں جہاں سے کچھ دیر قبل عائزہ آئی تھی' نارمل انداز میں اسے سلام کر کے زینی کو زبردستی یہاں بٹھا کر کچن میں چلی گئی تھی جب سے اس کا دل و نظریں بے قرار تھیں۔

❁......❁......❁

اس نے کھڑکی کے شیشے سے دیکھا تھا وہ دادی جان کی چوٹی باندھ رہی تھی' اس کے مخروطی ہاتھوں میں دادی کے بال سفید ریشم کی طرح لگ رہے تھے جن کو وہ بڑی محبت و نرمی سے بل دے رہی تھی وہ اس کام میں اس طرح منہمک تھی کہ چند فٹ کے فاصلے پر موجود کھڑکی سے دکھائی دیتے طغرل کو محسوس نہ کر سکی تھی جبکہ نگاہیں بند کیے دادی کو اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو جھٹ انہوں نے آنکھیں کھولی تھیں اور عینک کے پیچھے سے ان کو گھورتی نگاہیں کچھ زیادہ واضح دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے عافیت اندر جانے میں ہی محسوس کی تھی اور بولتا ہوا آیا تھا۔

"واؤ دادی جان! آپ کے بال تو اب بھی بہت اچھے ہیں' کون سا آئل استعمال کرتی ہیں آپ؟" اس کو اچانک سامنے دیکھ کر اس نے ہڑبڑا کر شانوں پر دوپٹہ ڈالا تھا جبکہ وہ دادی کے قریب ہی بیٹھ گیا پری نے تیزی سے ان کی چٹیا کو

آخری بل دے کر ہٹ جانا چاہا تھا تب ہی بایاں ہاتھ بڑھا کر اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ارے بیٹا تیل ویل سب بناوٹی باتیں ہیں' کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تو ہمارے خاندانی بال ہیں جو بغیر تیل شیمپو کے لمبے اور گھنے ہیں۔" حسب عادت ان کو اپنی خاندانی شان وشوکت دہرانا پڑی جوان کا محبوب ترین مشغلہ تھا وہ ان خوبیوں کو جتانا اپنی شان سمجھتی تھیں۔

"خاندانی بال...... اوہ مائی گاڈ۔" وہ ہنسا۔

"خاندانی ناک تو سنی تھی دادی جان! یہ خاندانی بال کہاں سے آ گئے؟" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا اور مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا' پری بدحواسی سے کبھی اسے دیکھ رہی تھی اور کبھی دادی کو وہ پوری کوشش کر رہی تھی کسی طرح سے اس سے ہاتھ چھڑائے اور اتنا ہی ناکامی کا شکار ہو رہی تھی جبکہ اس کے چہرے پر روشن مسکراہٹ تھی سو وہ بظاہر دادی کی باتوں میں مگن تھا لیکن اندر ہی اندر وہ اس کی جدوجہد سے پوری طرح حظ اٹھا رہا تھا۔

"خاندانی لوگوں کی تو ہر بات ہی خاندانی ہوتی ہے بیٹا! خیر اب تو وہ زمانے ہی گئے جب گھر میں ملازم بھی نسل دیکھ کر رکھے جاتے تھے اب تو کیسا خاندان اور کیسا گھرانہ اچھے اچھے خاندانوں کی اولادیں چوڑے چماروں میں بیاہی جا رہی ہیں۔ خاندان نہیں آج کل تو پیسہ دیکھا جا رہا ہے چور لٹیرے رئیس کہلاتے ہیں اس دور میں۔"

"دادی جان! پرانے وقت کے جو لوگ تھے وہ خاندان برادری حسب ونسب پر اتنی سخت گرفت کیوں رکھتے تھے؟ کیا مطمئن ہونے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم مسلمان ہیں ایک اللہ کو ماننے والے۔"

"دیکھو بیٹا! بات کرتے وقت دین کو زیر بحث نہ لایا کرو' آج جو کچھ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے قتل' ڈکیتیاں' بھائی بھائی کا خون بہا رہا ہے چھوٹی چھوٹی معصوم بچیوں کی عصمتوں کو داغ دار کیا جا رہا ہے' یہ سب کون کر رہے ہیں؟ کیا یہ کرنے والے مسلمان نہیں ہیں؟" پری کی آنکھوں میں ابھرتی نمی نے اسے ہاتھ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا وہ پھرتی سے دادی کے سامنے ہو گئی تھی۔ دادی جو اس وقت جذباتی کیفیت میں تھیں طغرل کی اس حرکت کو نوٹ نہ کر سکی تھیں۔

"افسوس یہ سب مسلمان ہیں' نام نہاد مسلمان...... جن کے باپ دادا مسلمان تھے تو اس نسبت سے مسلمان کہلاتے ہیں ایسے لوگ اور یہیں سے برادری اور خاندانی تربیت کا فرق دکھائی دے جاتا ہے' دین سے دوری تو شیطان سے قریب کر دیتی ہے پھر اچھائی و برائی کی تمیز کہاں باقی رہتی ہے۔" دادی نے آف وائٹ کڑھائی والی چادر اوڑھتے ہوئے کہا۔

"جو آج کل لوگ کر رہے ہیں وہ مسلمان تو کیا انسان کہلانے کے حق دار نہیں ہیں' ایسے لوگوں کو سرعام جب تک عبرتناک سزائیں نہیں ملیں گی تب تک ایسا ہوتا رہے گا۔ دادی جان جس معاشرے سے سزا کا تصور بھی ختم کر دیا جائے اس معاشرے میں ایسے بھیانک جرائم پیدا ہوتے ہیں۔"

"نامعلوم کب تک اس بے راہ روی و بے دینی کا اندھیرا چھایا رہے گا؟ کب لوگ اپنے آپ سے متعارف ہوں گے اور کب سکون کا سورج طلوع ہوگا کہ اب معاشرے کے چلن نے زندہ رہنے کی امنگ چھین لی ہے۔"

"دادی جان! سر میں درد ہو رہا ہے بہت۔" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ وہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔

"کب سے ہو رہا ہے درد...... کوئی گولی کھائی یا یونہی باتیں بنانے بیٹھ گئے تھے؟"

"گولی تو جب کھاؤں گا جب چائے ملے گی اور گھر میں کوئی بھی نہیں ہے چائے کس سے بنواؤں؟" لہجے میں خاصی بے چارگی تھی۔

"عائزہ' عادلہ' صباحت کے ساتھ زینی کے گھر گئی ہیں' رات کو کھانے کے بعد ہی آئیں گی۔ میں ابھی ملازمہ سے کہہ کر چائے بنواتی ہوں۔" انہوں نے ایک نگاہ ڈریسنگ ٹیبل پر سامان ترتیب سے رکھتی پری پر ڈالتے ہوئے گویا

اس کو تسلی دی تھی۔

وہ بھی کان دبائے دادی کا سرمہ' عطر اور دیگر چیزیں صاف کر کے رکھتی جا رہی تھی' اس کے کہنے کا مطلب وہ بخوبی سمجھ رہی تھی۔

"یا آپ کی لاڈلی مہارانی صاحبہ کیا چائے بنانا بھول گئی ہیں جو میں ملازمہ کے ہاتھوں کی بنی بدمزہ چائے پیوں دادی جان؟" پری کی بے اعتنائی و دادی کی بے پروائی نے اس کو سلگا ڈالا تھا۔

"ارے تو کم ظرف عورتوں کی طرح بات گھما پھرا کر کیوں کر رہے ہو' صاف کہہ دو پری کے ہاتھوں کی بنی چائے پیو گے۔" وہ اسے گھورتی ہوئی گویا ہوئیں پھر پری کی طرف دیکھا جو ہنوز خود کو خاصا مصروف ظاہر کر رہی تھی اور سب سن کر بھی وہیں تھی۔

"شاباش ہے بھئی پری! سن کر بھی تم ٹس سے مس نہیں ہوئی' بچے کی تکلیف کا خیال ہے تمہیں اور نہ ہی اس کے کہنے کا احترام' آج تمہاری منگنی ہوئی ہے کل کو شادی ہوگی اس طرح کرو گی تم؟" ان کو پری کا اجتناب سرکشی محسوس ہوا تھا اور وہ بھرے بادلوں کی طرح اس پر گرجنے لگی تھیں۔ وہ یکلخت بدلتی صورت حال پر ہکا بکا ان کی صورت دیکھنے لگی۔

"اب کھڑی کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو چائے بنا کر لاؤ۔ لو بھئی حد ہو گئی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں ابھی منگنی کو اور چلی ہو من مانی کرنے کو' میں نے یہ تربیت کی ہے تمہاری؟" وہ شدت سے ٹمپر لوز کر گئی تھیں۔

"چائے لاتی ہوں دادی جان!" اس نے سعادت مندی سے کہا اور چلی گئی اس کے سرخ ہوتے چہرے کا تعاقب اس کی نگاہوں نے دور تک کیا تھا۔

"آپ نے کچھ زیادہ ہی سنا دیا ہے پارس کو۔" وہ شرمندگی سے بولا۔

❁......❁......❁
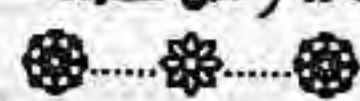
خزاں رسیدہ ٹنڈ منڈ درختوں نے سبز پتوں کا پیراہن اوڑھ لیا تھا' بہار اپنے جوبن پر تھی' نوخیز کلیوں نے خوب صورت پھولوں کا روپ دھار لیا تھا۔ خوش رنگ' خوشنما پھولوں کی خوب صورتی نگاہوں کو سکون بخش رہی تھی آسمان پر سرمئی بادلوں کا راج تھا' ٹھنڈی ہوائیں اٹھلا اٹھلا کر چل رہی تھیں۔ مثنیٰ لان میں ترتیب وخوب صورتی سے لگائے گئے پودوں و پھولوں کو دیکھ رہی تھیں ان کے چہرے پر دھیمی مسکان تھی۔ عشرت جہاں نے مسکرا کر بیٹی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہار آ گئی ہے مثنیٰ! پھول کھلے ہوئے کس قدر حسین لگ رہے ہیں۔"

"ممی! پھولوں کی زندگی اتنی کم کیوں ہوتی ہے؟ بالکل خوشیوں کی طرح' ہر اچھی چیز بہت قلیل عرصے کے لیے ہوتی ہے۔"

"یہ قدرت کا قانون ہے مثنیٰ! ویسے بھی انسان بہت متلون مزاج واقع ہوا ہے ہر شے سے جلد اکتا جاتا ہے' جس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اسے پا کر اور بھی تیزی سے اس سے دور بھاگتا ہے۔"

"ممی! قدرت کا قانون ہی بہتر ہے اگر یہ پھول مرجھائیں گے نہیں تو نئے پھول ان کی جگہ کس طرح لیں گے' اسی طرح خوشیاں ہی خوشیاں ہر سو ہوں تو دکھوں سے گزر کر آگہی کس طرح حاصل کرے گا انسان' ہر موسم سدا نہیں ہوتا ہے تو کوئی بھی دکھ و خوشی ہمیشہ قائم بھی نہیں رہتی' یہی سب تو زندگی کا نام ہے ممی!"

"بے شک میری جان! میں دیکھ رہی ہوں پری کی منگنی نے آپ کو خوش کر دیا ہے بہت ایکسائٹیڈ رہنے لگی ہو' یہی چاہتی تھیں آپ؟" وہ ان کے ہر انداز میں خوشی محسوس کرتے ہوئے استفسار کرنے لگیں۔

"جی ہاں! یہی خواہش تھی میری طغرل کو پہلی نگاہ میں پہچان گئی تھی میں وہ مجھے باہمت و ارادوں کا پکا لگا تھا اور ایسے

لوگ جو فیصلہ ایک بار کرلیں تو کبھی بھی اپنے فیصلے سے پیچھے نہیں ہٹتے ہیں۔"

"کیا اس کے جذبے فیاض کے جذبوں سے زیادہ مضبوط و پُراعتماد ہیں؟ ایک عرصے قبل وہ بھی تمہارے لیے اتنا ہی بے قرار و دیوانہ تھا۔" ان کے لہجے میں گہرا تفکر و اندیشے لرزاں تھے انہوں نے بیٹی کا گھر بستے اور اجڑتے دیکھا تھا۔ اجڑ کر وہ ایک بار پھر بس گئی تھی لیکن بس کر بھی اجڑی اجڑی دکھائی دیتی تھی۔

"آپ یہ کیوں بھولتی ہیں ممی! ہمارے درمیان ظالم سماج حائل تھا یہاں آپ نے اور وہاں فیاض کی اماں، بہنوں نے قسم کھا رکھی تھی ہمارے گھر کو برباد کرنے کی ہمارے تعلق کو نیست و نابود کرنے کی لیکن اب وقت بدل گیا ہے میں اپنی بیٹی کا گھر آباد رکھنے کے لیے ہر وہ قربانی دوں گی جو اس کے گھر کو آباد رکھ سکے اور طغرل بھی ماں اور بہن کے دباؤ میں آنے والا مرد نہیں ہے، بہت اسٹرونگ ہے وہ۔"

"اللہ ہماری پری کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے ہماری غلطیوں کی سزا اس بچی نے بھگتی ہے خوشیوں کو ترس گئی ہے وہ۔" اسی دم پورچ میں کار رکنے کی آواز آئی تھی اور چند لمحوں بعد بھاری قدموں کی آہٹیں ابھری تھیں کچھ لمحوں بعد وہ ان کے سامنے کھڑا تھا وہ دونوں ہی از حد حیرانی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"مسعود...... آپ۔"

❁......❁......❁

"آئی ایم رئیلی سوری یار!" وہ دادی کے سخت رویئے پر دلبرداشتہ ہوکر چپکے چپکے آنسو بہاتے ہوئے چائے بنا رہی تھی جب وہ دبے پاؤں اس کے قریب آ کر دھیمے نادم لہجے میں گویا ہوا۔

"سوری کس لیے آپ کی دلی مراد بر آئی ہے دادی جان سے مجھے ڈانٹ کھلوا کر آپ ہمیشہ ہی خوش ہوتے رہے ہیں اب بھی خوش ہوئے ہوں گے یہ بلاوجہ سوری کیوں کہہ رہے ہیں۔" وہ تیزی سے آنچل سے آنسو صاف کرتی روٹھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"رئیلی یار! میں شرمندگی فیل کررہا ہوں مجھے معلوم نہ تھا دادی جان اس طرح ٹمپر لوز کربیٹھیں گی ورنہ میں ہرگز مذاق نہ کرتا۔" اس کے بھاری لہجے میں پچھتاوا تھا وہ ہونٹ بھینچے اس کو دیکھ رہا تھا جو اس سے نظریں چرائے کیبنٹ سے کپ نکال کر ٹرے میں سیٹ کررہی تھی چولہے پر رکھی کیتلی میں چائے تیار ہوکر دم پر رکھی تھی۔

"آپ دادی کے پاس جاکر بیٹھیں میں چائے لارہی ہوں۔" اس کی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھ کر وہ الجھن محسوس کررہی تھی۔

"یعنی عام لفظوں میں یہ کہہ رہی ہو میں یہاں سے دفع ہوجاؤں اپنی صورت لے کر؟" نامعلوم اس کے لفظوں میں ایسا کیا تھا بے ساختہ پلیٹ میں بسکٹ نکالتی وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی وہ بڑی مظلوم نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"سچ کہہ رہا ہوں نا...... تم دل میں یہی کہہ رہی ہوگی؟"

"اگر میں ایسی ہی ناپسندیدہ ہوں تو پھر مجھ سے تعلق جوڑنے کا کیا مقصد ہے؟ جائیں جاکر سوچیں ابھی بھی وقت ہے۔" وہ چائے فلاسک میں ڈالتی ہوئی گویا ہوئی۔

"کیا سوچوں؟" اس کی پیشانی پر شکنیں در آئی تھیں۔

"میرے اور آپ کے تعلق کے بارے میں ابھی آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں پھر بعد میں کیا کریں گے اسی طرح دادی سے ڈانٹیں کھلواتے رہیں گے یا پاپا کی طرح چھوڑ دیں گے مجھے؟"

"شٹ اپ اٹس ٹو مچ پارس! ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے ایسی بات زبان پر کیوں لاتی ہو جو میں سوچنا بھی پسند نہیں

کرتا ہوں۔“ اس کے وجیہہ چہرے پرنا گوار یت سرخی بن کر چھا گئی تھی۔

”یہی تو عادت ہے آپ کی آپ سوچتے نہیں ہیں اور کہہ دیتے ہیں خواہ اس پر کسی کی عزت نفس گھائل ہو یا کسی کا دل ہی ٹوٹ کر رہ جائے آپ کو پروا نہیں ہوتی ہے۔“ وہ بھی قائل ہونے پر تیار نہ تھی۔

”تم ابھی تک میرے مزاج کو سمجھ نہیں سکی حیرت ہے۔“ وہ اس کو منانے آیا تھا اور اب خود ہی روٹھنے لگا تھا۔

”میں کہہ رہا ہوں شرمندہ ہوں مجھے معلوم ہوتا دادی اس طرح ری ایکٹ کریں گی تو میں کبھی بھی اس طرح مذاق نہیں کرتا اور تم دادی کی حالت سے واقف ہو جب سے وہ ہارٹ پیشنٹ بنی ہیں تب سے معمولی معمولی بات پر اسی طرح ہائپر ہو جاتی ہیں۔“

”میں دادی کی ڈانٹ پر خفا نہیں ہوں۔“ وہ نرمی سے گویا ہوئی۔

”پھر مجھ سے خفا ہونے کی سعی بھی تمہیں بھاری پڑے گی‘ میں اتنی آسانی سے معاف کرنے والا بندہ نہیں ہوں۔“

❁......❁......❁

درد کے ساگر میں گویا تیرتی ہوئی وہ گھر میں داخل ہوئی تھی پاؤں بُری طرح لڑکھڑا رہے تھے آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا چھا رہا تھا وہ خود کو سنبھالتی ہوئی اپنے پورشن کی سمت بڑھ گئی اور اس بار بھی خوش قسمتی نے اس کا ساتھ دیا جو کسی نے اسے آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا کہ وہ اس وقت جس اذیت سے گزر رہی تھی اس میں کسی کا سامنا کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ اپنے کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیاں چڑھنا اس کو کسی امتحان سے کم نہیں لگ رہا تھا ہر قدم پر درد کا نیا احساس جاگ رہا تھا۔ آنسو آنکھوں سے روانی سے بہہ رہے تھے شیری کی آوازیں سماعتوں میں گونج رہی تھی۔

”سالی...... مجھ سے شادی کے خواب دیکھ رہی ہے‘ میں شادی کروں گا تجھ جیسی گھٹیا لڑکی سے......“ دوسری آوازوں نے بھی اس کا تعاقب کیا تھا۔

”فیاض کی بیٹی میرے گھر میں بہو بن کر آئے گی‘ میرے گھر میں اجالا ہو جائے گا۔“ عابدی انکل کی پُر جوش آواز اسے اپنا مذاق اڑاتی ہوئی لگی۔

”کمینی...... کل میرے سامنے گر گئی تھی آج کسی اور کے ساتھ تو کل کسی کے سامنے۔“

”عادلہ ہماری بہو بنے یہ ہماری دلی خواہش ہے‘ آپ کی فیملی کی لڑکیوں کی خوش مزاجی و شرافت کی لوگ مثال دیتے ہیں۔“ مسز عابدی کی آواز گونجی تھی۔

”آخ تھو...... تجھ جیسی لڑکی پر میں کبھی یقین نہ کروں۔“

”اب آیا ہے قابو میں شیری...... تم اس پر گرفت ذرا ڈھیلی نہ چھوڑنا۔“ ممی مٹھائی کھلاتے ہوئے سرگوشی کر رہی تھیں۔

آنسوؤں کا گولہ سا اس کے حلق میں پھنسنے لگا دل چاہا خوب چیخ چیخ کر روئے اور سب کو شیری کی اصلیت بتا دے اور پری کو تباہ ہونے سے بچالے اس کے ارادوں کو وہ اچھی طرح جانتی تھی اور یہ جانتی تھی اس نے شیری کی بات نہیں مانی‘ اسے دھوکہ دینے کی کوشش بھی کی تو وہ اسے اور اس کے خاندان کو تباہ و برباد کر دے گا‘ انہی سوچوں میں وہ لڑکھڑائی تھی اور سیڑھیوں سے گرتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

اس نے لان میں لگے مہکتے گلاب شاخوں سے علیحدہ کیے اور ان کو لے کر عائزہ کے پاس چلا آیا تھا وہ اس کی وجہ سے ہی کچن میں پناہ لیے ہوئے تھی اس کو سامنے دیکھ کر ہڑبڑا کر بولی۔

”آپ...... کچھ چاہیے آپ کو......؟“ وہ خاصی نروس تھی۔

”جی ہاں بالکل......“ وہ مسکراتا ہوا قریب چلا آیا تھا‘ پھولوں والا ہاتھ اس نے پشت کی طرف چھپایا ہوا تھا۔

”کیا...... کیا چاہیے آپ کو......؟“

”معافی‘ محبت‘ زندگی بھر کا ساتھ...... تم دو گی مجھے؟“ اس کے لہجے میں محبت کی مٹھاس تھی ساتھ ہی ندامت بھی تھی۔

عائزہ سمٹ کر رہ گئی اس کے چہرے پر پھیلتی قوس قزح کے رنگ بڑے دلکش تھے وہ سر جھکا کر مسکرا دی تھی۔

”ہمارے درمیان جو کچھ بھی ہوا اسے میں بھولنا چاہتا ہوں عائزہ! کیا تم وہ سب بھولنے میں میری مدد کرو گی؟“ اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

”جی اپنے اپنے حصے کی سزائیں ہم بھگت چکے ہیں آپ مجھ جیسی لڑکی کو معاف کر سکتے ہیں جس نے سب کے اعتبار کو دھوکہ دیا ہے‘ میں اپنی کم مائیگی سے ڈرتی ہوں آپ کی رفاقت کے قابل نہیں سمجھتی خود کو آپ نے مجھے معاف کر دیا یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے۔“ وہ قطرہ قطرہ پگھلنے لگی تھی۔

فاخر نے اس کو حصار میں لے لیا اور وہ اس کے شانے سے سر لگا کر آنسو بہانے لگی تھی آج اسے معافی مل گئی تھی۔ وہ سرخرو ہو گئی تھی ایک کٹھن راہ پر چل کر اسے منزل مل گئی تھی۔

”میں ڈرتے ڈرتے یہاں آیا تھا کہ شاید تم مجھے دھتکار دو گی‘ میرے جذبوں کی توہین کرو گی لیکن تمہارے ایثار و قربانی کے جذبے نے میرے دل میں تمہاری قدر و منزلت مزید بلند کر دی ہے آج مجھے تمہارے ساتھ پر فخر و خوشی ہے تم نے کھلے دل سے میرے جذبوں کو پذیرائی دے کر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لیا ہے۔“ اس کا ہر لفظ سچا تھا عائزہ کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

❁......❁......❁

چند ماہ بعد اعوان کو اپنے روبرو پا کر وہ حیران تھی جبکہ وہ خاصا ناراض تھا اور ناراضی کا اظہار کر رہا تھا۔

”اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے مجھے بتانے کی زحمت بھی نہ کی ماہ رخ! ایا مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھا۔ کانٹیکٹ نمبر ہونے کے باوجود بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ایسی کیا خطا ہو گئی ہے مجھ سے جو تم اس بُری طرح بدظن ہو کہ ایسے مشکلات حالات میں بھی تم نے مجھ سے بات کرنی ضروری نہیں سمجھی؟“ وہ خاصا مضطرب و بے کل دکھائی دے رہا تھا۔

”ہمارے درمیان کوئی سگا رشتہ نہ سہی مگر دوستی کا رشتہ تو ہے نا؟ اب یہ مت کہہ دینا مرد و عورت کی کیسی دوستی؟“ اس کے منہ بنا کر کہنے پر وہ بے ساختہ مسکرا دی تھی۔

”دوستی میں صرف اور صرف محبت‘ خلوص اور ایثار کو مدنظر رکھا جاتا ہے اگر ہمارے جذبے پاک ہیں تو میں مرد و عورت کی دوستی کو کوئی الزام نہیں دیتا۔“

”ٹھیک کہہ رہے ہو تم اعوان! میں نے تمہاری دوستی سے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ میں نے تم کو دوستی میں سب سے زیادہ مخلص و ہمدرد پایا ہے۔“ اس کے لہجے میں ستائش تھی۔

”اچھا‘ دوستی کے دعوے کے باوجود بھی دوست کی مدد طلب نہ کرنے کا مقصد کیا ہے؟“ وہ حیران تھا۔

”آپ نے مجھے کسی وضاحت کا موقع دیئے بغیر ہی طعنے دینا شروع کر دیئے تو میں نے سوچا پہلے آپ اپنے دل کی تمام بھڑاس نکال لیں پھر میں بتاؤں گی‘ رابطہ نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟“

”اوہ‘ کیا ہوا تھا؟“ اس کا غصہ از خود اتر گیا۔

”تمام بات تو آپ کو معلوم ہو گئی ہے جب اس زمیندار کے آدمی مجھے اغوا کرنے کے لیے آئے تو وہاں سے ملازمہ کی مدد سے میں نکلنے میں کامیاب ہوئی تھی اور اس دوران مجھے گھر سے موبائل اٹھانے کی مہلت بھی نہ مل سکی تھی اور تم سے اس

وجہ سے میں رابطہ نہ کرسکی تھی۔“

”اب تمہیں فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں آ گیا ہوں۔“ وہ تسلی دیتا ہوا بولا۔

”وہ بے حد اثر ورسوخ والا آدمی ہے اس کی وجہ سے گلفام کو بے گناہ ہونے کے باوجود عمر قید کی سزا ہوگئی ہے اور مجھے بھی ابھی تک کئی گھر بدلنے پڑے ہیں یہاں آ کر کچھ سکون ملا ہے کہ وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکا پھر بھی مجھے خطرہ رہتا ہے کہ نامعلوم وہ کب یہاں پہنچ جائے۔“ اس کے لہجے میں خوف نمایاں تھا۔

”ڈرو نہیں مطمئن رہو مجھ سے زیادہ اس کی اپروچ نہیں ہوگی میں نے گلفام کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے اس شہر کا سب سے بڑا وکیل کرلیا ہے وہ کیس کورٹ میں فائل کرچکا ہے ان شاءاللہ بہت جلد گلفام جیل سے باہر ہوگا۔“

”یہ مجھ پر تمہارا ایک اور بڑا احسان ہے اعوان! تمہارے احسانوں کا بدلہ میں زندگی دے کر بھی نہیں اتار سکوں گی۔“

”اگر تم نے کوئی ایسی کوشش بھی کی تو وہ ہماری دوستی کا آخری دن ہوگا۔“

❁......❁......❁

کہنے کو کوئی اس سے میرا واسطہ نہیں
امجد مگر وہ شخص مجھے بھولتا نہیں
ڈرتا ہوں آنکھ کھولوں تو منظر بدل نہ جائے
میں جاگ تو رہا ہوں مگر جاگتا نہیں

وہ ایزی چیئر پر بیٹھا دھوئیں میں گم تھا اس کے ذہن کی اسکرین پر پری سے پہلی ملاقات کے مناظر چل رہے تھے اس نے اسے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا تھا۔ مکروفریب سے پُر بناوٹی ومصنوعی آرائش سے سجے ان چہروں میں وہ سادہ وپروقار چہرہ سب سے الگ تھا۔ کسی جھیل کی سطح پر خاموشی سے بہتا کوئی سفید گلاب جیسا چہرہ‘ ستاروں کے جھرمٹ میں بے تحاشہ دمکتا ایک ستارہ...... پرستان سے راستہ بھول کر زمین پر آنے والی کوئی حسین پری‘ اس جیسی ہی بے شمار تشبیہات اس کے ذہن میں آئی تھیں اس نے ہاتھ میں پکڑا کیمرہ اس کے چہرے کی طرف کردیا تھا۔

پہلی بار گلاب سے اس نے شرارے پھوٹتے دیکھے تھے وہ اس کی تصویریں بنانے پر اس قدر برہم ہوئی تھی کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کوئی لڑکی اس قدر روڈ انداز میں بھی اس سے مخاطب ہوسکتی ہے اور اسے خود پر حیرت تھی اس کی اتنی بے عزتی کے باوجود بھی وہ اس لڑکی کو بھلا نہ سکا بلکہ دل اس کی پہلی نگاہ کا ایسا اسیر ہوا کہ آج بھی وہ اس کی تمام بے رخی‘ بیگانگی وبے اعتنائی کے باوجود بھی دل سے اس کے نقش کو مٹا نہ سکا تھا اور اب جب سے وہ طغرل کے نام کی انگوٹھی پہن چکی تھی وہ ایک آگ میں جلنے لگا تھا۔

”شیری! اوہ...... اتنی اسموکنگ کیوں کررہے ہو آپ؟“ مسز عابدی اس کے اردگرد دھواں دیکھ کر گھبرا کر گویا ہوئی تھیں۔

”آپ جائیں ممی! میں ہینڈ واش کرکے آتا ہوں۔“ اس نے واش روم میں آ کر سگریٹ دور اچھالی اور نل کھولتے ہوئے واش بیسن پر جھک گیا تھا‘ پندرہ منٹ بعد خوشبو میں مہکا وہ ان کے ساتھ بیٹھا۔

”رات بھر سوئے نہیں تھے‘ کوئی ٹینشن ہے بیٹا!“ وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی گویا ہوئیں۔

”کیا ٹینشن ہوسکتی ہے بھلا مجھے ممی! میری اتنی فکر نہ کیا کریں۔“

”میڈ بتا رہی تھی عادلہ آئی تھیں گھر پر۔“ وہ ڈھیلے انداز میں بیٹھا تھا‘ عادلہ کا نام سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

”جی...... وہ آپ سے ملنے آئی تھی آپ نہیں ملیں تو وہ چلی گئی۔“ اس نے مسکرا کر بتاتے ہوئے بے پروائی کا

مظاہرہ کیا تھا۔

”آپ سے ملاقات نہیں ہوئی عادلہ کی؟“

”بہت سرسری سی ہوئی تھی دراصل مجھے ایک ضروری میٹنگ کے لیے جانا تھا اس لیے میں رک نہیں سکا تھا چلا گیا تھا۔“ اس نے بے حد اعتماد سے جھوٹ بولتے ہوئے انہیں کسی شک کا شکار نہ ہونے دیا تھا‘ سادہ لوح مسز عابدی اس کی باتوں میں آسانی سے آ گئیں۔

”ڈنر پر آج شمع نے انوائٹ کیا ہے چلیں گے نا آپ؟“

”سوری ممی! مجھے دوستوں کے ساتھ مچھلی کے شکار پر جانا ہے‘ میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔“ اس کے چہرے پر پُراسراریت تھی۔

❁......❁......❁

زینب کے گھر سے واپسی پر عائزہ بے حد خوش ومطمئن تھی۔ اللہ نے اس کی کوتاہیاں معاف کردی تھیں اس کا ٹوٹا گھر مضبوط ہوگیا تھا‘ صباحت بھی بے حد خوش ومطمئن تھیں ایک کے بعد ایک پریشانی ختم ہورہی تھی‘ پہلے عادلہ کا معاملہ سلجھا تھا تو آج عائزہ کو منانے کے لیے فاخر چلا آیا تھا۔ فیاض نے بھی ان کے ساتھ اپنے رویئے میں تبدیلی کرلی تھی‘ محبت سے پیش آنے لگے تھے اور یہ سب پروردگار کی کرم نوازی تھی انہوں نے صدق دل سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی تھی اور ستر ماؤں سے زیادہ چاہنے والے رب نے اپنی رحمت کی بارش برسانی شروع کردی تھی۔

”فاخر اسی ہفتے جانا چاہتا ہے تم اپنی تیاری شروع کرو‘ جو چاہیے وہ کل شاپنگ کرلینا‘ میں نے کل ڈنر پر سب کو انوائٹ کرنے کا سوچا ہے۔ آصفہ عامرہ کے علاوہ شیری کو بھی کل خصوصی طور پر بلائیں گے‘ سب لوگ واقف ہیں اس سے محض سرسری طور پر اب سب سے ملواؤں گی ان کو۔“ انہوں نے خوشی سے سرشار لہجے میں پروگرام بنایا تھا۔

”جو آپ مناسب سمجھیں ممی!“ وہ مسکرا کر بولی۔

گھر آنے تک وہ دعوت کا مینو سیٹ کرچکی تھیں اسی پر بات کرتی وہ اندر داخل ہوئی تھیں جب عائزہ کی نگاہ بے ہوش پڑی عادلہ پر اٹھی تھی وہ دوڑ کر اس کی طرف بڑھی تھی۔

”عادلہ...... عادلہ......“ وہ اس کے چہرے کو تھپتھپاتی ہوئی بولی۔

”ارے کیا ہوا میری بچی کو؟ یہ اس طرح کیوں پڑی ہے؟“ صباحت اسے بے سدھ دیکھ کر چیختے ہوئے قریب بیٹھ گئی تھیں ان کی آواز سن کر پری بھی وہاں آ گئی تھی وہ تینوں مل کر اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگیں مگر وہ ہنوز اسی حالت میں تھی۔

”ڈاکٹر کو کال کرکے بلاتی ہوں۔“ وہ اور عائزہ اٹھا کر اسے کمرے میں لائی تھیں‘ پری نے فون اسٹینڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”شاید سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گر گئی ہے۔“ عائزہ نے اندازاً کہا۔

”کیسے گر گئی...... ہم تو اس کو بالکل ٹھیک چھوڑ کر گئے تھے۔“

”ممی! آپ فکر مند نہ ہوں‘ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے‘ پاؤں سلپ ہونے سے گر گئی ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے ہلکی سی چوٹ بھی اسے برداشت نہیں ہوتی‘ تکلیف سے بے ہوش ہوگئی ہوگی۔“

❁......❁......❁

”اٹس ویری امیزنگ مما! نہ آپ نے مجھے شرمندہ کیا نہ ڈیڈ نے کوئی ایسی بات کی‘ بنا کچھ سوچے سمجھے ہی آپ نے مجھے

معاف کردیا ہے؟“ مسعود سر جھکائے ان کے سامنے بیٹھا تھا۔

”اولاد کو شرمندہ دیکھ کر کبھی والدین خوش نہیں ہوتے بیٹا! ہمارے لیے یہ ہی سب سے خوشی کی بات ہے کہ آپ پلٹ کر واپس آگئے ہیں۔“

”میں اتنے عرصے سے آپ لوگوں سے اسی لیے چھپتا رہا کہ کس طرح فیس کرپاؤں گا؟ میں نے آپ لوگوں کو بے حد ڈس ہارٹ کیا ہے پہلے مجھے ان تمام جذبوں کا ادراک نہیں تھا‘ دکھ کیا ہوتا ہے؟ غم کس طرح زندگی کو بوجھل کردیتا ہے یہ سارے احساسات پوجا کے چھوڑ کر جانے کے بعد ہوئے ہیں اور پھر مجھے معلوم ہوا۔ میں نے آپ لوگوں کو کتنے دکھ دیئے ہیں جب اپنے ہی اپنوں سے محبت نہ کریں تو رشتوں کا بھرم ٹوٹ جاتا ہے۔“

”ہم یہ بھرم کبھی نہیں ٹوٹنے دیں گے بیٹا! جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے آپ واپس آگئے ہیں اس سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔“ صفدر جمال کی بات کی تائید عشرت جہاں اور مثنیٰ نے بھی کی تھی۔

❀......❀......❀

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولی تھیں۔ ممی اور دادی اس کے قریب بیٹھی تھیں عائزہ اور پری کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں اس کی نگاہیں پری کے چہرے پر جم گئیں۔ یک ٹک وہ اسے دیکھے گئی۔

”تمہیں پری کو میرے پاس لانا ہے‘ آج رات کو۔ لاؤ گی نہ بولو؟“ کوئی بھیڑیا نما غراہٹ اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔

”اگر تم نے مجھے دھوکہ دیا یا چھپنے کی کوشش کی تو جانتی ہو نا میں تمہارا کیا حال کروں گا؟ تم اور تمہاری فیملی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔“ وہ سب اس سے کچھ پوچھ رہی تھیں مگر اس کی سماعتوں میں شیری کی دھمکیاں گونج رہی تھیں۔

”عادلہ! کچھ تو بولو بیٹا! کیا ہوا تھا؟ کیا تم سیڑھیوں سے گری ہو؟“ اس نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں‘ کیا بتاتی کہاں سے گری ہے‘ شیری نے ایسے پاتال میں گرادیا ہے کہ وہ کچھ بولنے کے بھی قابل نہیں رہی ہے۔

”گھبراؤ نہیں صباحت! ڈاکٹر نیند اور درد کا انجکشن لگا کر گیا ہے اسی وجہ سے یہ ابھی غنودگی میں ہے‘ غنودگی سے باہر آئے گی تو ٹھیک ہوگی۔ میں نماز پڑھنے جارہی ہوں خاصا وقت ہوگیا ہے۔“ دادی کی آواز اس نے واضح سنی تھی مگر آنکھیں کھولنے کی ہمت پھر بھی نہ ہوسکی شاید پین کلر کی وجہ سے درد کی شدت میں خاصی کمی تھی لیکن جسم میں شدید تھکن تھی جوڑ جوڑ جکڑا ہوا تھا۔

”سوپ پکنے کے لیے رکھ کر آتی ہوں۔“ صباحت اٹھتے ہوئے بولیں۔

”میں چکن چولہے پر رکھ کر آئی تھی ممی‘ تیار کر کے لاتی ہوں۔“ وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

”خوش رہو تمہیں سب کا کتنا خیال رہتا ہے پری!“ انہوں نے کانپتا ہوا ہاتھ اس کے سر پر رکھا تھا پری نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا۔ غصہ‘ طنز‘ نفرت و حقارت ایسا کوئی تاثر ان کے چہرے پر نہیں تھا۔ ان کی آنکھوں میں ہلکی نمی تھی چہرے پر شفقت وہ شاکڈ رہ گئی ان کا یہ روپ اس کے لیے بالکل نیا تھا۔

پری کی حیرانگی ان کے ضمیر پر ایک اور تازیانہ بن کر لگی تھی‘ نمی آنسو بن کر بہنے کو تیار تھی وہ تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی۔

”یہ ممی کو کیا ہوا تھا عائزہ! انہوں نے مجھ سے اتنے پیار سے بات کی‘ اتنی محبت سے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔“ وہ خواب کی سی کیفیت میں چلتی ہوئی اس کے قریب آکر بولی۔

"یہ سب حقیقت ہی ہے نا؟ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟"

"یہ حقیقت ہے پری! دراصل ممی تم سے کئی دنوں سے معافی مانگنا چاہ رہی تھیں مگر تم سے ممی نے اتنی زیادتیاں کی ہیں کہ وہ ہمت نہیں کر پا رہی ہیں تمہارا سامنا کرنے کی آج......"

"معافی کیسی' کوئی ماں اپنی بیٹی سے ایسی بات کرتی اچھی لگیں گی؟"

"ممی نے جو تمہارے ساتھ کیا وہ برتاؤ کسی ماں کو سوٹ نہیں کرتا' پری ماں صرف ماں ہوتی ہے پہلی دوسری کی تفریق فضول ہے۔"

"تم ممی کو بالکل منع کر دو عائزہ! وہ ایسا کچھ نہ کریں میرے دل میں ان کی طرف سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" وہ کہہ کر چلی گئی وہ خاصی خوش و جذباتی ہو رہی تھی عائزہ نے پیار بھری نظروں سے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور پھر عادلہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"عادلہ! آنکھیں کھولو مجھے معلوم ہے تم جاگ رہی ہو' ہوا کیا ہے تمہارے ساتھ' ہم تمہیں صحیح سلامت یہاں چھوڑ کر گئے تھے۔"

"میں سیڑھیوں سے گر گئی ہوں' نا معلوم کیا ہوا تھا مجھے' میں نے خود کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی اور پھر بھی گرتی چلی گئی تھی۔"

"لیکن سیڑھیوں سے گرنے سے اتنی شدید چوٹیں نہیں لگتی۔" وہ کھوجتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور عادلہ کا دل چاہا وہ اس سے لپٹ جائے دل پر گرنے والا ہر آنسو اس کے شانے سے لگ کر بہا دے' ایک ایک زخم اسے دکھائے اور کہے کہ اس وحشی سے اس کو بچالے۔ وہ اس کی خواہش پوری کرنے سے قاصر ہے' وہ اس کی زندگی تو برباد کر چکا تھا اب پری کو تباہ کرنے کے درپے تھا مگر پھر وہی خوف......

"عائزہ! ماربل کی سیڑھیاں ہیں پھر میں بہت بُری طرح گری ہوں' مجھے تو لگ رہا تھا میری ساری ہڈیاں ٹوٹ کر بکھر جائیں گی۔"

"شکر ہے ایسا کچھ نہیں ہوا ہے لیکن تمہارا چہرہ بتا رہا ہے درد بہت زیادہ ہے' سوپ پینے کے بعد میڈیسن اور لے لینا۔"

❁......❁......❁

"ہم جلد پاکستان آئیں گے بیٹا! آپ کی فیکٹری کے لیے میں نے مشینوں کی خریداری کا آرڈر دے دیا ہے ایک ماہ بعد ڈلیوری ہو جائے گی' کنسٹرکشن کتنی باقی ہے؟" فراز اس سے سیل فون پر مخاطب تھے۔

"ڈیڈی! کنسٹرکشن میں دو تین ہفتے لگیں گے صرف فائنل ٹچنگ ہو رہی ہے مشینری آنے تک وہ بھی مکمل ہو جائے گی پھر کچھ عرصہ ہمیں سیٹ اپ میں لگے گا۔"

"گڈ اور ہماری بہو کیسی ہے اب تو آپ پریشان نہیں کرتے پری کو؟" ان کی مسکراتی آواز میں خاصی شوخی تھی۔

"آپ اپنی بہو سے خود پوچھ لیجیے گا وہ سچ بتائے گی آپ کو۔" باپ کی شوخی پر وہ بھی مسکرا کر گویا ہوا۔

"پوچھا ہے میں نے پری سے وہ شاید آپ کو بچا رہی ہے۔"

"ہوں' خاصی سمجھ دار ہے وہ ڈیڈی! آپ نے کس طرح سے مما کو اس رشتے پر راضی کیا حالانکہ وہ تو دادی جان کی خواہش کو بھی خاطر میں نہ لائی تھیں۔ پری کو بہو بنانے سے صاف انکار کر چکی تھیں انہوں نے میری خواہش کو بھی کوئی اہمیت نہ دی تھی۔" اس کے لہجے میں کوئی شکوہ نہیں تجسس و اشتیاق تھا۔

"یہ سب میری لاعلمی میں ہوتا رہا ہے مدثرہ سمجھ رہی تھی یہ بات میرے کانوں تک نہیں پہنچے گی کیونکہ آپ اور اماں جان مجھ تک یہ بات کبھی بھی پہنچاتے نہیں کہ اماں اپنی ناک کو عزیز رکھتی ہیں اور آپ اپنی ماں کی انا کو۔" ان کے لہجے میں خفگی در آئی تھی۔

"ڈیڈی! ان سب سے زیادہ ہمیں آپ کی صحت و زندگی عزیز ہے آپ میجر آپریشن سے گزرے ہیں میں نہیں چاہتا تھا آپ معمولی سا بھی دکھ لیں آپ کے بغیر میں جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"اچھا اور اپنی محبت کے بغیر رہ لیتے؟ کیا میں جانتا نہیں ہوں آپ کو ہاں کس کشش نے روکا ہوا ہے' اماں جان کی محبت میں وہاں ہمیشہ رہنے کی پلاننگ نہیں کی ہے آپ نے۔" وہ ان کے بالکل درست تجزیے پر خاصا حیران تھا وہ ان کی بارعب اور سنجیدہ و کم گو پرسنالٹی کے باعث خاصا دور رہتا تھا آج انہوں نے ثابت کر دیا ہے تھا وہ دور رہ کر بھی اس کو بے حد قریب سے جانتے تھے اور یہ اس کے لیے حیرت کے ساتھ مسرت کی بھی بات تھی۔

"آئی ایم سرپرائز ڈیڈ! یہ سب آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"یہ آپ کو ڈیڈ بننے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ بچوں کی خواہش باپ کس طرح جان لیا کرتے ہیں۔" وہ خلاف عادت قہقہہ لگا کر گویا ہوئے تو لمحے بھر کو وہ بغلیں جھانکنے لگا تھا۔

"لیکن بروقت آگاہ کرنے کے لیے میں صباحت کا ممنون ہوں۔ صباحت نے کال کر کے مجھے آپ کی پسند اور مدثرہ کے انکار سے آگاہ کیا تھا پھر میں نے مدثرہ کے سامنے کال کر کے اماں جان کو فوراً منگنی کرنے کا کہا جس پر انہوں نے اسی دن ردعمل دکھایا تھا۔"

"صباحت آنٹی نے آپ کو فورس کیا تھا پھر ممی کا ری ایکشن کیا تھا؟" صباحت کے نام پر اسے شدید جھٹکا لگا تھا۔

"صباحت نے فورس نہیں کیا تھا بلکہ ریکوئسٹ کی تھی کہ میں پری کو اپنی بہو بنا لوں' مدثرہ نے میرے فیصلے کو دل سے قبول کیا ہے۔"

❁......❁......❁

اعوان نے جو کہا وہ نبھایا بھی تھا' اس نے اس کرپٹ زمیندار کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے اس نے نہ صرف زمینوں پر سے قبضہ ختم کیا بلکہ مقدمہ واپس لے کر گلفام کو بھی بری کرایا تھا اور وہ شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اعوان اپنی مہربانیوں کا کوئی صلہ لینے کے حق میں تھا وہ گلفام کو کورٹ سے مل کر چلا گیا تھا اس نے گلفام سے کہا تھا اس کی فلائٹ ہے وہ کاروبار کے سلسلے میں جاپان جا رہا تھا۔ گلفام کو اس کی بات پر یقین آ گیا تھا اور اسے نہیں وہ جانتی تھی اعوان اس کی وجہ سے کترا رہا ہے' اس پر بیتے گئے وقت کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھتا تھا اور ہر ممکن اسے خوشیاں دینے کی سعی میں مگن رہتا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو گلفام؟" وہ چپل اتارے ریت پر اسی کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی' ہلکی ہلکی لہریں ان کے قدموں میں مچل رہی تھیں اور ایک خوشگوار ٹھنڈک اس کی رگ و پے میں پھیلتی چلی جا رہی تھی وہ اس کا قرب پا کر بے حد خوش تھی۔

"میں نے تمہارے بغیر یہ زندگی کسی جیل میں قیدی کی طرح ہی گزاری تھی رخ! گھٹن میں پہلے جیتا آ رہا تھا تمہارے ملنے کے بعد میں ہواؤں میں اڑ رہا ہوں' تمہیں پانے کے بعد زندگی سے کوئی گلہ نہیں رہا ہے مجھے۔" فرط جذبات سے وہ اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں یہ یقین تھا کہ میں تمہیں مل جاؤں گی؟ میری گزری زندگی کے بارے میں بھی جان کر مجھ سے نفرت نہیں ہوئی؟" وہ ٹہلتے ہوئے خاصے دور نکل آئے تھے۔

آسمان پر چاند ستارے چمک رہے تھے ہوائیں بھیگی بھیگی تھیں دور گہرے پانیوں میں کوئی جہاز جارہا تھا سیاہ سمندر کے سینے پر چمکتی اس کی روشنیاں نگاہوں کو بھلی لگ رہی تھیں۔

"میں نے تم سے محبت کی ہے رخ! تمہاری روح کو چاہا ہے اور جو سچی محبت کرتے ہیں ان کی طلب صرف محبوب ہوتا ہے محبت ہوتی ہے جسم و بدن کی چاہ چاہت نہیں محبت کی توہین ہوتی ہے۔" مچلتی لہروں کی آواز میں گلفام کا گمبھیر لہجہ و عشق میں ڈوبی پرسوز آواز اس کے دل کے تاروں پر پیار کے راگ چھیڑ رہی تھی بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"اپنی محبت اپنے جذبوں سے زیادہ مجھے اپنے رب پر یقین تھا میں جانتا تھا وہ سب کی سنتا ہے سب کو نوازتا ہے۔ کمی ہمارے جذبوں میں ہوتی ہے ہمارے مانگنے میں ہوتی ہے۔"

"جذبے میرے کھوٹے تھے مانگنا میں نہیں چاہتی تھی سزا تم کو مل گئی۔" وہ اس کی بات سن کر کھل کر پہلی بار مسکرایا تھا۔

"بے صبری زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے رخ! اس لیے میں صبر کے ساتھ دعائیں کرتا تھا میں نے یہ سوچا اس وقت تم کو حاصل کرلیتا تو پھر میں اس طرح تمہاری محبت کی بوند بوند نہ چکھتا پالینے کی سرشاری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گھٹتی جاتی ہے اور کھودینے کا ملال وقت بیتنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔"

"اب تمام ملال دل سے نکال دو گلفام! میں مرتے دم تلک تم کو وہ ہر خوشی دینے کی کوشش کروں گی جو میں دے سکتی ہوں۔"

"پہلے تو تم مجھے گلفام کہنا بند کرو۔" وہ گویا ہوا۔

"تم کو میرا گلفام پکارنا اچھا نہیں لگتا ہے؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں۔ اب بھی اس نام سے نہیں پکارنا۔"

"اچھا پھر کس نام سے پکاروں؟"

"وہ ہی جو تمہارے منہ سے سننے کا عادی ہوں سیاہ فام....." اس نے مسکراتے ہوئے خواہش ظاہر کی تھی۔

"میں تب گمراہ تھی باطن کی سچائی اندر کی روشنی سے نابلد ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنے والی زر پرست لڑکی جب ہی تمہارے سونے جیسے دل کو نہ دیکھ سکی تھی اور سیاہ فام کہتی تھی..... کس قدر بے حس وخود غرض تھی۔" چاندنی کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی چہرے پر پھیلا حزن نمایاں تھا گلفام نے اس کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

"ماضی کی تلخ یادوں کو بھول جاؤ ماہ رخ!"

"کاش! ماضی کی یادوں کو بھلانا اتنا ہی آسان ہوتا تو میں کب کی بھلا چکی ہوتی مگر وہ ایک کسک بن کر میرے ساتھ زندہ رہے گا غلطیاں ہم از خود کریں یا انجانے میں سزا ضرور بھگتنی پڑتی ہے۔"

"سزا بھگت لی ہے تم نے رخ! بس اب اللہ سے ایسی ہدایت طلب کرو جس کے بعد گمراہی نہ ہو۔ خیر ہی خیر ہو خوشیاں ہی خوشیاں ہوں۔"

"گلفام! کیا اللہ مجھے معاف کرسکتا ہے؟ کیا اللہ مجھ سے کبھی راضی ہوجائے گا؟ مجھ جیسی گناہ گار بندی کو معافی مل جائے گی؟"

"وہ عظیم ہے

وہ رحیم ہے

وہ کریم ہے

اس کی رحمتوں کی کوئی حد نہیں وہ رب اپنے بندوں کی معافی کا منتظر رہتا ہے' گناہوں سے معافی کا منتظر ہوتا ہے۔ بندہ چل کر اس کی طرف جاتا ہے وہ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے وہ جب نوازنے پہ آتا ہے تو دامن تنگ پڑ جاتے ہیں۔"

"تم مجھے مل گئے ہو جبکہ تمہارے ملنے کی امید ہی نہ رکھی' اس کا مقصد اللہ مجھ سے راضی ہوا ہے اس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔"

"اچھا گمان رکھو' پروردگار ہمارے گمان کے ساتھ ہوتا ہے' تم نے مجھے بتایا تھا کہ کس طرح سے تم نے اس محلے میں رہنے والی لڑکی کی رات دن نگرانی کی' اس لڑکی رجاء کو لٹنے سے بچایا' ایک گھرانے کی عزت و آبرو کو بچایا' تم نے اپنا چین و سکون برباد کر دیا تھا' تم نے رجاء کی مدد کر کے اپنے رب کو راضی کیا۔ وہ خوش ہی ایسی نیکیوں سے ہوتا ہے۔" چند لمحے خاموشی سے گزر گئے تھے ماہ رخ اپنے آنسو صاف کر رہی تھی' وہ اپنی خواہشوں کی آگ میں جل کر خاک ہوئی تھی مگر خاک ہونے کے بعد اس کے اندر ایک نئی روشنی جل اٹھی تھی

ہدایت کی روشنی' ایمان کا نور...... یہ سب اسی کو حاصل ہوتا ہے جو پستی میں گرنے کے بعد بھی خود کو اندر سے پست نہیں ہونے دیتا۔

عزت کے عوض اسے دولت کے انبار ملے تھے محلات کی پرآسائش زندگی ملی تھی' اعلیٰ ملبوسات' بہترین لوازمات' سونا' چاندی' ہیرے ڈھیر تھا' ان چیزوں کا اور وہ سب پا کر اسے احساس ہوا عورت کی اصل دولت اس کی عزت' اس کا وقار و خودداری ہوتی ہے۔ چوری چوری باندھے جانے والے بندھن عورت کو طوائف بنا دیتے ہیں۔

"آج موسم بے حد اچھا ہے رخ! کیوں نہ ہم آج ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں' اب میں زندگی کا ہر لمحہ تمہارے سنگ بھرپور طریقے سے جینا چاہتا ہوں' تم نے بھی جدائی کی طویل خلیج عبور کی ہے' میں بھی ہجر کے اذیت ناک لمحوں سے پل پل گھائل ہوتا رہا ہوں کیوں نہ آج اپنی تشنگی کو ہم چاہتوں کا روپ دے دیں۔" اس نے سینے پر بازو باندھتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"ہوں...... میں بھی تھک گئی ہوں گلفام! ایک عرصے سے زندگی کو کسی بوجھ کی طرح گھسیٹتی ہوئی آئی ہوں۔ اب میں بھی تمہاری سنگت میں زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔" اس نے اس کے شانے پر سر رکھتے ہوئے طمانیت بھرے لہجے میں کہا' دونوں بے پناہ خوش تھے۔

❁......❁......❁

ایک بار دو بار پھر نا معلوم کتنی بار وہ عادلہ کو کالز کرتا رہا تھا' دوسری طرف اس کا موبائل آف مل رہا تھا اور یہی وہ اس سے اسپیکٹ کرتا تھا تب ہی اس کی بھرپور طریقے سے مار لگائی تھی معمولی سا لحاظ ذرا سی مروت بھی اس نے نہیں برتی تھی۔ اس لیے کہ وہ اس کی بات ماننے اور پری کو اس کی بتائی ہوئی جگہ پر لے آئے اور اب وہ آدھی رات تک محو انتظار رہا تھا' ہر آہٹ پر پلٹا تھا۔ ہر آواز پر چونکا تھا مگر غصے کے ساتھ ساتھ اسے شدید ترین حیرت تھی۔ اس نے محسوس کیا تھا وہ پری کو ضرور لائے گی لیکن وہ دھوکا دے گئی تھی۔

"تم نے وارننگ کے باوجود بھی مجھے چیٹ کیا' میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں وہ حال کروں گا کہ نہ زندہ رہو گی' نہ ہی مردہ۔" وہ اسی کمرے میں ٹہل رہا تھا جہاں کچھ دنوں قبل عادلہ اس کی نفسیاتی بربریت کا شکار بنی تھی وہ تب سے اب اس کمرے میں آیا تھا اور وہ تمام مناظر اس کی ذہن کی اسکرین پر روشن تھے' جس میں عادلہ اس کی ٹھوکروں' لاتوں اور دھمکیوں کا نشانہ بنی تھی۔

"بہت اسمارٹ سمجھتی ہے خود کو کمینی لڑکی! تم گھر میں کیا دنیا کے کسی کونے میں مجھ سے نہیں چھپ سکتی ہو۔" وہ ہتھیلی پر

مکا مارتا ہوا بڑبڑایا۔

"سیل فون آف کر کے سمجھتی ہے' مجھ سے پیچھا چھڑا لیا ہے تم نے؟" اس نے قریب رکھی ٹیبل کو ٹھوکر ماری تھی۔ ٹیبل گر گئی تھی اور اس کے نیچے پنک کلر کا موبائل پڑا تھا اس نے جھک کر موبائل اٹھایا چیک کیا وہ چارج نہ تھا' اسے یاد آیا وہ موبائل عادلہ کا تھا جو نا معلوم کب وہاں گر گیا تھا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اس کو زوردار دھکا دیا تھا وہ اچانک دھکا لگنے سے بری طرح دیوار سے ٹکرا کر گری تھی۔ اس کے ہاتھ سے پرس چھوٹ گیا تھا اور پرس میں موجود سارا سامان کارپٹ پر بکھر گیا تھا اور اسی وقت وہ موبائل بھی ٹیبل کے نیچے چلا گیا ہوگا۔

"آئی سی یہ بات تھی' میری کالز ریسیو نہ کرنے کی لیکن فون پر تو مجھ سے رابطہ کر سکتی تھی وہ۔" ایک لمحے کو ٹھنڈا ہو کر پھر بھڑکا تھا۔

"آ رہا ہوں میں تم سے' تمہارے گھر ہی حساب کتاب کرنے کے لیے۔ تم مجھ سے بچ نہیں سکتی ہو ایڈیٹ۔" وہ وہاں سے نکلا تو مسز عابدی باہر ہی مل گئی تھیں بہت فکرمندی۔

"شیری! صباحت بھابی کی کال آئی ہے عادلہ سیڑھیوں سے گر گئی ہے' آپ چل رہے ہیں یا میں شوفر کے ساتھ جاؤں۔"

"میں چل رہا ہوں ممی! اس اسٹوپڈ کو گرنا ہی آتا ہے صرف۔"

❁......❁......❁

"دادی جان! آپ کو وہ واقعہ یاد ہے جب ہم بہت چھوٹے تھے اور پارس بے حد ڈرپوک ہوا کرتی تھی' اسٹور روم میں' میں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ وہاں بھوت ہے اور اس کی بھوت سے تو جان جاتی تھی۔" وہ دادی جان کے دوپٹے میں لیس لگاتی پری کو دیکھتا ہوا چھیڑ رہا تھا۔

"ایک رات کو تم نے میری بچی کو اس اسٹور روم میں بند کر کے لائٹ بند کر دی تھی اور یہ خوف کے مارے چیختی ہوئی بے ہوش ہو گئی تھی۔"

"آدھا گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا یہ محترمہ حواس گم کر بیٹھی تھیں اور ڈیڈ نے اس رات میری خاطر مدارت کس قدر دل کھول کر کی تھی' کئی گھنٹوں تک اسٹور روم میں بند رکھا تھا۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہوا تو میں تمہیں وہاں سے نکال کر لے آئی تھی' بڑی مشکل سے فراز کو سمجھایا تھا ورنہ وہ ساری رات تمہیں وہیں بند رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ پری سے وہ شروع سے ہی بے حد محبت کرتا ہے۔"

"شکریہ دادی جان! اس رات مجھے بچانے کا' خیر پارس! تم تو آج بھی تنہا اسٹور روم میں جاتے ہوئے ڈرتی ہو...... ہے نا؟" وہ دادی کے قریب نیم دراز اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"کیوں پوچھ رہے ہیں پھر دوبارہ مجھے وہاں اندھیرے میں لاکڈ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ؟" اس نے نفاست سے لیس لگاتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہیں لاکڈ کروں گا تم اب بھی رو رو کر بے ہوش ہو جاؤ گی؟"

"اب ایسا کر کے تو دکھاؤ تم ذرا پھر دیکھنا ماضی کی مار یاد نہ کروا دی تم کو۔ اب تو سنجیدہ ہو جاؤ کس بات کی شوخیاں بھر رہی ہیں تم میں اور یہ بات بات پر پری کو تنگ کرنا بند کر دو اچھا نہیں لگتا۔" وہ پان چباتے ہوئے پری کی گھبراہٹ اور اس کی محویت محسوس کر رہی تھیں' ڈانٹتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"یہ ڈرنا چھوڑ دے میں تنگ کرنا چھوڑ دوں گا اس کو۔" وہ پاؤں ہلاتے ہوئے مزے سے کہہ رہا تھا۔

"دادی جان! میں آپ کو چائے لا دیتی ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئی طغرل کی نگاہوں سے بھاگنے کا یہی طریقہ سوجھا تھا۔

اس نے چائے بنا کر ملازمہ کے ہاتھ بھیج دی تھی اور خود عادلہ کے کمرے میں چلی آئی تھی حسب عادت وہ کھوئی کھوئی بیٹھی تھی۔ اس کی رنگت زرد ہوتی جارہی تھی وہ بے حد خوف زدہ رہنے لگی تھی معمولی سی آہٹ پر وہ خوف زدہ ہوکر دروازے کی طرف دیکھنے لگتی تھی تنہائی میں کئی مرتبہ روتے دیکھا تھا اسے اور پوچھنے پر صرف یہی کہتی کہ درد ہورہا ہے۔ عائزہ آج کل فاخر کے ساتھ ہوتی تھی شادی پر فاخر کے دوست دعوت نہ کرسکے تھے اب ہر روز ہی وہ کہیں نہ کہیں لنچ و ڈنر پر انوایٹ ہوتے تھے اس مصروفیت میں وہ عادلہ کو بھی ٹائم نہ دے پارہی تھی۔ ایسے میں اس کی یہی کوشش ہوتی وہ عادلہ کو تنہا نہ رہنے دے۔

"عادلہ! کچھ کھانے پینے کو دل چاہ رہا ہے تمہارا؟" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی جبکہ وہ کنفیوز ہوگئی تھی۔

"نہیں میرا دل نہیں چاہ رہا۔ تم جاؤ میں آرام کروں گی۔" اس نے لیٹتے ہوئے خود پر رضائی کھینچتے ہوئے کہا۔

"تم آرام کرو میں تمہارے پاس بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"میڈیسن کھا کر مجھے فوراً نیند آجاتی ہے پھر تم کیوں بیٹھی ہو؟"

"عادلہ! مجھے ایسا محسوس کیوں ہورہا ہے جیسے تم مجھ سے بھاگ رہی ہو جب بھی میں تمہارے سامنے آتی ہوں تمہارے چہرے پر کچھ عجیب سے ایکسپریشن ہوتے ہیں۔ تمہاری آنکھوں میں بھی ایسا ہی تاثر ہوتا ہے کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟" وہ کچھ دنوں سے نوٹ کرنے والی فیلنگ ظاہر کرنے لگی۔

"نہیں تم سے کیا غلطی ہوگی پری! جو میں ناراض ہوں گی ایسا کچھ نہیں ہے تمہیں غلط فہمی ہورہی ہے۔ میں تم سے بالکل بھی خفا نہیں ہوں۔" اسی لمحے ملازمہ نے مسز عابدی اور شیری کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

"وہ گڈ! اب تم جلدی ٹھیک ہوجاؤ گی آنٹی کے ساتھ شیری بھائی بھی تو آئے ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے شوخی سے کہہ رہی تھی۔

"پری ان سے کہہ دینا میں سو رہی ہوں ابھی جلد بیدار نہیں ہوں گی۔" اس نے رضائی چہرے تک اوڑھ لی تھی پری کو اس کی آواز کانپتی ہوئی محسوس ہوئی مگر دوسرے لمحے ہی اسے وہم لگا وہ چلی گئی۔

دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر اس نے چہرے سے رضائی ہٹائی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے میں شرابور خطرناک حد تک زرد ہوگیا تھا۔ بدن سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا دل کے دھڑکنے کی صدا سماعتوں تک آرہی تھی۔

"کیا کروں کہاں جاؤں کس طرح اس حیوان سے چھپوں؟ وہ کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا ہے اس نے کہا تھا مجھ کو دھوکہ مت دینا لیکن میں ایسا نہیں کرتی تو کیا کرتی؟ میرے پاس کوئی آپشن ہی نہ تھا۔" باہر سے بھاری قدموں کی آوازیں آرہی تھیں وہ ان قدموں کی دھمک کو بخوبی پہچانتی تھی۔ یہ اسی عفریت کے قدموں کی آوازیں تھیں وہ سراسیمہ ہوکر اٹھی تھی تاکہ گیٹ لاک کرسکے تب ہی وہ آن وارد ہوا۔

"کیا ناٹک کیا ہے تم نے؟" اس نے گیٹ لاکڈ کرتے ہوئے بھرپور طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

"کس قدر گری ہوئی لڑکی ہو تم جگہ دیکھتی ہو نہ ماحول اور گر جاتی ہو۔"

"یہ...... یہ گیٹ کیوں لاکڈ کیا ہے تم نے......؟"

"میں نے تمہیں کہا تھا نہ دھوکہ مت دینا سزا تو اب ملے گی تم کو۔"

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

رات کے خواب سنائیں کس کو رات کے خواب سہانے تھے
دھندلے دھندلے چہرے تھے پر سب جانے پہچانے تھے
ہم کو ساری رات جگایا جلتے بجھتے تاروں نے
ہم کیوں ان کے در پر اترے کتنے اور ٹھکانے تھے

شریف ولا رنگ برنگی برقی قمقموں سے آراستہ تھی مخروطی چھت کو ان ننھی منی لائٹس سے اس طرح آراستہ کیا گیا تھا کہ لگ رہا تھا روشنیوں کا کوئی آبشار نیچے تک بہہ رہا ہو۔ ناریل کے بڑے سے درخت پر بھی پتوں کے بیچ رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے بلب جگمگاتے پھول لگ رہے تھے۔ پوری ولا اس قدر جگر جگر کررہی تھی کہ وہ پوری لین جگمگا اٹھی تھی راہ داری میں بھی روشنی کا اچھا خاصا اور خوب صورتی سے انتظام کیا گیا تھا۔

مووی بنانے والے بھی اپنی لائٹس سے رات کو دن کا روپ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے ہلکی ہلکی خنک ہوا میں باربی کیو کی اشتہا انگیز مہک ہر سو پھیل رہی تھی۔ کہیں گرما گرم کچوریوں کی خوشبو اٹھ رہی تھی تو کہیں مٹھائیوں کی سوندھی سوندھی خوشبو مٹھاس بکھیر رہی تھی۔ اس قدر پُر تکلف انتظام آج شریف صاحب کی چھوٹی

بیٹی صنم ملک کی بارات کی خوشی میں کیا گیا تھا۔
بارات آنے میں ابھی تھوڑا ٹائم تھا لیکن ہلچل عروج پر تھی' ایک افراتفری تھی جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مہمان بھی آنا شروع ہوگئے تھے' ماحول میں ہنسی' مذاق اور قہقہوں کا سنگم فضا کو خوشگوار بنا رہا تھا۔
یہ سارا اہتمام تو آج کل ہال اور میرج لان میں کیا جاتا ہے لیکن شریف صاحب کے گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے ان کی خواہش تھی کہ بیٹی گھر سے رخصت ہو۔ گھر کی رونق شادی ہال میں مہمانوں کو جمع کرکے ماند نہ پڑے اور رات گئے تک ان کے دل میں بیٹی کی رخصتی کے بعد تک ویرانی در نہ آئے۔ اس لیے سارا انتظام گھر میں کرلیا گیا تھا تین دن پہلے تو مایوں کی تقریب اپنے انجام کو پہنچی تھی تب سے اب تک گھر میں رونق ہی رونق تھی۔ بیرون شہر سے آئے مہمان گھر میں ہی قیام پذیر تھے۔ رنگ برنگے آنچل سے لان دمک اٹھا تھا۔
باوردی بیرے سب کو ان کے پسندیدہ مشروب سرو کررہے تھے' کسی شے کی کمی نہ تھی' ہر چیز کی فراوانی تھی جہیز جب تین ٹرک میں لد کر گھر سے نکلا تو سب ہی انگشت بدنداں تھے' ایک سے ایک امپورٹڈ اور منفرد سامان پر شریف صاحب نے دل کھول کر پیسہ لٹایا تھا۔ کس قدر خوش نصیب تھی صنم کہ ہر کام خدا کی رضا سے آسانی سے ہوتا چلا گیا تھا۔
بس ایک بے اطمینانی تھی تو ماہا کے دل میں جس نے ذہن و روح کو بے سکونی کے عفریت کا شکار کردیا تھا ہر طریقے سے آراستہ و پیراستہ ہوکر بھی بہت مضمحل و دل گرفتہ بیٹھی تھی۔ بظاہر دنیا والوں کو دکھانے کے لیے ہنس بول بھی رہی تھی اور موقع کی مناسبت سے تیار بھی ہوگئی تھی لیکن دل تھا کہ انجانے خدشے کا شکار تھا۔ بار بار نظریں صنم کے کمرے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ یہ ساری رونقیں اور قہقہے بس ایک خدشے کا شکار نظر آرہے تھے' کچھ یہی حال اس کی ماں منیبہ کا بھی تھا۔
وہ بھی مہمانوں کو بظاہر خوشدلی سے اٹینڈ کررہی تھیں لیکن دل میں جو دھڑکا بیٹھا تھا اسے تو اپنے شریف النفس مگر سخت گیر شوہر سے بھی شیئر نہیں کرسکتی تھیں کہ فوراً ان کی طرف سے سوتیلے پن کا لقب مل جاتا۔
منیبہ شریف صاحب کی پہلی بیوی اور ماہا ان کی بیٹی تھی ایک سکون کے عالم میں شب و روز گزر رہے تھے شوہر کی سخت گیر طبیعت کے باوجود منیبہ کے مزاج کا ٹھہراؤ زندگی کو باآسانی گزارنے کے لیے سہل کرگیا تھا۔ ماہا اکلوتی اولاد تھی اس کے بعد کسی پیچیدگی کے باعث وہ دوبارہ ماں بننے کے قابل نہیں رہی تھیں لیکن بیٹے کی خواہش اور نرگس کے مزاج کی رنگینی نے بالا ہی بالا انہیں اپنا ایسا اسیر کیا کہ فوراً ہی وہ نرگس کو دلہن بنا کر اس ولا میں لے آئے۔ منیبہ بے بسی سے شوخ و چنچل سی لڑکی کو فاتحانہ انداز میں مسکراتا دیکھے گئیں جو ایک اندازِ دلبرانہ سے شریف صاحب کا بازو تھامے اپنے آگے ایک مجبور عورت اور دو سالہ بچی کو دیکھ رہی تھی۔
یہ دیواروں سے سر ٹکرانے کا ٹائم نہیں تھا سو بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ زندگی کے اس فیصلے کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوگئی تھیں' کبھی جو شکوہ کیا تو شوہر کے اٹل لہجے نے بہت کچھ باور کرادیا کہ اب بولنا بے سود ہے۔
"تمہیں برابر کا حق ملے گا' کوئی کوتاہی ہوئی تب واویلا کرنا بس نرگس سے دوبدو کبھی سوال جواب نہ کرنا۔"
اب اس کے آگے وہ کہہ بھی کیا سکتی تھیں جب خوشبوؤں میں بسی نرگس ان کے سامنے شریف صاحب کے ساتھ بلند و بانگ قہقہے لگا رہی ہوتی اس کا انداز و وضع قطع ہی کچھ اور تھا مرد کو مٹھی میں کرلینے کے سارے حربے اسے آتے تھے۔
سو منیبہ بے بس پنچھی کی طرح صرف پَر ہی پھڑپھڑا کر رہ گئیں شریف صاحب کو ہوش تو اس وقت آیا جب چند ماہ کی بچی کو وہ ان کے حوالے کرکے دو ٹوک جواب دے کر رخصتی کا پروانہ طلب کررہی تھیں۔
"دانش میری پہلی محبت تھا کچھ وجوہات کی بناء پر وہ مجھ سے شادی نہ کرسکا اور بیرون ملک چلا گیا اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ اب بھی میرا طلب گار ہے تو میں پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچی کے باپ کے ساتھ شادی کیونکر کرتی۔ وہ واپس آگیا ہے مجھے میری غلطی پر معاف کیجیے گا۔" ننھی بچی کو ان کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے غلطی کا لفظ کس سفاکی سے ادا کیا تھا جس کی شدت کا اندازہ شریف صاحب کی سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں سے ہورہا تھا جہاں شکست تھی' کرب تھا احساسِ ندامت تھی تو ایک شرمسار قصہ اپنے تمام باب کھولے پڑا تھا۔
"یہ بچی جوان ہوگئی تو اسے کس طرح اس کی ماں کی کہانی سناؤں گا کہ کیوں اسے چھوڑ کر گئی اور کہاں گئی؟ بے وفا عورت۔" جاتے وقت بس یہی ایک سوال انہوں نے خوں فشاں ہوتی آنکھوں سے کیا تھا۔
"یہ تمہاری اولاد ہے' تمہارا خون ہے۔ تم اس کی پرورش کے ذمہ دار ہو اگر تم وفادار ہوتے تو منیبہ اور ماہا سے بھی وفا کرتے۔" وہ تمسخر اڑانے لگی۔
"اب دیکھنا یہی ہے کہ اس بچی کے ساتھ کتنی وفا کرتے ہو؟ ذرا سی بھی اس سے محبت ہوگی نا تو احساس ہی نہیں دلاؤ گے کہ اس کی ماں کوئی اور تھی اور نہ ہی ماہا اور اس کے بیچ کوئی فرق رکھو گے۔"
"غدار عورت! اولاد کو کبھی یوں کوئی چھوڑ کر جاتا ہے' ارے اولاد کے لیے تو دنیا ایک طرف ہوجاتی ہے آخر دکھادی نا اپنی گھٹیا اصلیت۔"
"تم کرو نا محبت اس سے' میں جذباتیت میں اپنے ارمانوں کا گلا نہیں گھونٹ سکتی' دانش واپس آگیا ہے میرے تمام خوابوں کی تعبیر بن کر اب عقل مندی یہی ہے کہ میرا پیچھا چھوڑ دو' اللہ حافظ۔" اس نے اپنا بیگ اٹھالیا تھا۔
"میں طلاق کے کاغذات کا انتظار کروں گی۔" کھٹ کھٹ کرتی وہ ان کی زندگی سے ایسے ہی نکل گئی جیسے کبھی آئی تھی۔ اس وقت بھی منیبہ اور ننھی ماہا زندگی کے اس تماشے کو دیکھتے رہ گئے تھے۔ بہت دنوں بعد منیبہ نے شوہر کے چہرے پر ملال دیکھا تھا' جس کا رعب داب ہی اس کی شان تھا۔
انہیں یہ تبدیلی اچھی نہیں لگی تھی' شوہر تو اپنے فخر و غرور میں ہی اچھا لگتا ہے۔ یہ کمزور پڑتا ہوا شکست خوردہ مرد...... بے ساختہ آگے بڑھی تھیں ننھی بچی کے لیے ہاتھ پھیلادیئے۔
"اسے مجھے دیں آج سے میں ایک نہیں دو بچیوں کی ماں ہوں' آپ پریشان مت ہوں۔" انہیں جیسے جھٹکا لگا' بہت خوفناک خواب سے جیسے بیدار ہوئے۔ سیکنڈوں میں ان کا جاہ و جلال واپس آگیا جو نرگس جیسی عورت کے سامنے بھی نہ ابھرا۔
"کبھی محسوس نہ کرنا کہ تمہاری بیٹی کون ہے اور اس بے وفا کی کون سی تاکہ زندگی کے کسی مقام پر اس سے سامنا ہو تو وہ بھی دھوکا کھائے کہ میری بیٹی کون ہے۔"
منیبہ نے اس کی پرورش میں کوئی کسر نہ چھوڑی جو کہا وہ کر دکھایا۔ راتوں کو اس بن ماں کی بچی کے لیے جاگیں' ماہا کی طلب کو نظر انداز کرکے صنم کی حاجت پوری کی پھر بھی شریف صاحب کے دل کو قرار نہ تھا۔ کبھی جو ضد میں آکر وہ روتی تو تیکھے جملے کی نوک ضرور ان کے وجود میں گاڑھ دیتے۔
"دیکھو کیوں رو رہی ہے وہ' کبھی ماہا سے نظر ہٹا کر اس کی طرف بھی دیکھ لیا کرو۔" بیٹے کی طلب کہیں اور جا سوئی تھی اب تو ساری ضدیں منیبہ سے تھیں' ساری محرومی کا حساب کتاب وہ صبر دار عورت دیتی رہتیں۔ ماہا اپنی ماں کی طرح کم گو اور معاملہ فہم لڑکی تھی ماں کی مجبوریوں کو خوب سمجھتی تھی اور سمجھوتہ کرنے کی عادت تو شروع سے اس قدر پڑی کہ فوراً اس چیز سے دستبردار ہوجاتی جس کی خواہش سبز آنکھوں اور بے تحاشا گوری رنگت والی صنم کرتی۔
ہر وقت کی خواہشات کی تکمیل نے اس کے مزاج کو ضدی پن اور تکبر میں ڈھال دیا تھا' اپنے سے کم تر لوگوں کو وہ منہ لگانا تو در کنار نظریں اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ گھر کے ملازموں' ڈرائیور کو اپنی انگلی پر

نچانے کے ساتھ ان کی ہتک بھی خوب کیا کرتی، کبھی اس مسئلے میں ماہا مداخلت کرتی تو وہ انگلی کے اشارے سے چپ کرادیا کرتی۔

"ان لوگوں کو ڈھیل دینے کا مقصد خود کی تذلیل کروانا ہے، بہتر ہے مجھے اپنا کام کرنے دو۔" وہ خاموش کی خاموش رہ جاتی۔ منیبہ تو شروع سے ہی اس کی چال ڈھال دیکھ کر چپ کے گھروندے میں گھر گئی تھیں کہ جب ان کا شوہر اپنی آنکھوں سے سب تماشے دیکھ کر بھی نظر انداز کررہا ہے تو وہ کون ہوتی تھیں کسی مسئلے میں دخل اندازی کرنے والی۔

وقت کا پہیہ چلتا رہا اب دونوں کالج کی طالبہ تھیں، صنم جس قدر خوب صورت تھی اتنا ہی تعلیمی میدان میں پیچھے جیسے تیسے بی ایس سی کے پارٹ ون میں پہنچی تھی اور ماہا ایم ایس سی کے پارٹ ون کی ذہین ترین اسٹوڈنٹ تھی۔ ملیح رنگت، بڑی بڑی آنکھیں، بے تحاشا سیاہ گھنے بالوں والی ماہا اپنے وقار و تمکنت سمیت یونیورسٹی کی ہر دل عزیز لڑکی تھی۔ صنم کالج میں ہی رہ گئی تھی دونوں اکٹھے ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں نکلتیں، صنم کا کالج راستے میں تھا سو وہ پہلے اتر جاتی اور ماہا کو ڈرائیور آگے لے کر بڑھ جاتا، واپسی بھی اسی طرح ہوتی۔ آج کل کے حالات کے پیش نظر دونوں کو پرس میں سیل رکھنے کی ہدایت گھر ہی کی طرف سے تھی جبکہ صنم اسے اپنا حق سمجھ کر مہنگا ترین سیل ہاتھ میں پکڑے رہتی۔

گزرتے وقت کے ساتھ ایک حادثہ یہ ہوا کہ صنم کو شریف صاحب اور منیبہ کی ایک روز ہونے والی گفتگو کے ذریعے یہ پتا چل گیا کہ وہ منیبہ کی بیٹی ہے اور ماہا کی بہن نہیں ہے۔ فق ہوتے چہرے سمیت دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی جہاں شریف صاحب منیبہ کو کھری کھری سنا رہے تھے۔

"میں ان کی بیٹی نہیں تو پھر کس کی ہوں۔ کون تھی میری ماں اور جب یہ میری ماں نہیں تو پھر کون ہیں؟" ہر بات کا برملا اظہار تو اس کی خاصیت تھی تو پھر اتنی بڑی بات سے آگہی اسے مشتعل نہ کرتی؟ وہ تو جیسے موقع کے انتظار میں رہتی تھی آگ بگولا ہونے کے لیے اور ابھی تو افسانے بنانے کے لیے بہت بڑا نکتہ اسے مل گیا تھا۔ کتنے ہی سوالات کی جوابدہی لیے وہ کھڑی ہوگئی تھی، منیبہ سکتے کے عالم میں آگئیں۔ شریف صاحب اپنی جذباتیت میں کہے گئے جملوں کا الزام منیبہ کے سر ڈالنے کے لیے تیار ہوگئے۔

"تم ہماری بیٹی ہو...... غلط فہمی ہوئی ہے تمہیں۔" منیبہ کا جملہ خود لڑکھڑا گیا۔

"اتنی بڑی غلط فہمی کیسے ہوسکتی ہے اپنے کانوں سے سب کچھ سن لینے کے باوجود اور آپ تو چپ ہی رہیں۔ مجھے پپا سے بات کرلینے دیں۔" بدتمیزی سے انہیں چپ کرائی ان کی طرف مڑ گئی۔

"تمہاری ماں ٹھیک کہہ رہی ہے۔" انہوں نے نظریں چرائیں۔

"ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی زیادہ ضرورت نہیں، مجھے سب باتیں صاف صاف بتائیں۔" وہ اتنی بڑی تباہی بن کر سامنے کھڑی تھی کہ شریف صاحب کو اب جھوٹ کا سہارا لینا محال لگ رہا تھا اور جو کچھ انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی بتانا پڑا اس پر وہ قطعی یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بغیر کسی وجہ کے میری ماں نے اپنا بسا بسایا گھر اپنے ہاتھوں اجاڑ دیا، کوئی تو وجہ ہوگی جس کی بنا پر وہ اپنی اولاد کو چھوڑ کر چلی گئیں۔" اس کی آنکھوں میں ناقابل یقین تاثر تھا۔

"ہاں تمہاری سمجھ میں بس یہی کچھ آئے گا لیکن تمہاری ماں کی سوچ تم سے کہیں زیادہ بلند تھی کہ اپنے عاشق کے سامنے گھر، شوہر اور اولاد بھی ہیچ لگے تھے۔" اب کے وہ بھی غصے میں آگئے تھے۔

"مت لیں ایسے ان کا نام......" دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر وہ چلا کے رو پڑی تھی، کبھی جو اس کی آنکھوں کی نمی برداشت نہ کرپائے تھے آج وہ بن ماں کی بیٹی کے ایسے اشک بہا رہی تھی یہ کیسے برداشت کرتے۔ اس کے غم کا ذمہ دار خود کو سمجھنے لگے تھے، شکوہ کناں ہوکر منیبہ کو دیکھا وہ کمرے سے باہر نکل گئیں، پتا تھا انہیں قصور وار ٹھہرانے میں ایک پل کا بھی تامل نہیں کریں گے اور صنم کی نظروں میں تو وہ نامعتبر ہیں ہی۔

اس کے بعد تو صنم اپنے کمرے میں جو محصور ہوئی تو کسی کے بلانے پر بھی اس کا سکتہ نہیں ٹوٹا۔ منیبہ، ماہا سب نے اپنے تئیں کوشش کرلی۔ اس کا ایک ہی جواب تھا اگر زیادہ ضد کی تو وہ کچھ کھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چپ ہوجائے گی۔ دونوں بدنامی کے خوف سے پیچھے ہٹ گئیں، شریف صاحب دوسری صبح جب بے حد ملتجی ہوئے تو اس نے دروازہ کھولا، متورم آنکھیں سپید چہرہ اور ایک روز کا بھوکا پیاسا نحیف وجود لیے ان کے بازوؤں میں جھول گئی۔ ان کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے فوراً اسپتال لے کر گئے ڈاکٹر نے کسی صدمے کا اثر بتایا اور مزید کسی قسم کی ٹینشن لینے سے منع کیا۔

"دیکھ لیا اپنی زبان درازی کا نتیجہ، تم لوگ اس بچی کی جان لے کر رہو گے۔" تنہائی ملتے ہی وہ کمزور حیثیت والی عورت کو الزام داغ گئے۔ منیبہ خالی خالی نظروں سے محض دیکھتی رہ گئیں۔

"جب پپا کو آپ کی بات پر اعتبار ہی نہیں ہے تو امی کچھ بول کر آپ اپنی ہستی کو بے وقعت مت کیا کریں۔" ماہا صرف تماشائی تھی اپنی اور اپنی ماں کی ذات کی تضحیک کی، وہ بہت کم بولا کرتی شاید منیبہ سے زیادہ صبر اس میں تھا۔

"انہیں میری ذات پر اعتماد نہیں تو بات پر کیا ہوگی بیٹا! جس طرح نرگس کے لیے اپنے ہر ہٹیلے جملوں کو مقفل کرلیا تھا اس طرح اس کی بیٹی کی ہر خودسری انہیں بھاتی ہے۔ کاش کے تم بھی صنم کی طرح ہوتی تب دیکھتی دونوں بیٹیوں کی ضد میں فوقیت کسے دیتے؟" ان کی آنکھوں سے بہت دنوں بعد آنسو کا ایک قطرہ ٹپک پڑا تھا۔

"نہیں امی! اچھا ہوا میں اس جیسی نہیں ورنہ اپنی ذات کا کچلا جانا میری برداشت سے باہر ہوجاتا کیونکہ میں آپ کی بیٹی ہوں جس کی حیثیت گھر کے کونے میں پڑے فالتو سامان سے زیادہ نہیں۔" کہہ کر وہ رکی نہیں تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس واقعے کے بعد سے صنم کے اور پر پرزے نکل آئے اب وہ اپنی مرضی سے جیتی، ڈرائیونگ تو اس نے سیکھ ہی لی تھی اب جہاں دل چاہتا جاتی، ڈرائیور ساتھ لینے کا تکلف نہیں کرتی۔ دونوں کھلی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھنے کے باوجود کچھ کہنے کی جسارت نہیں رکھتی تھیں اور شریف صاحب سب کچھ دیکھنے کے باوجود آنکھ بند کرلینے میں ہی اپنی خوشی محسوس کررہے تھے۔ انہی دنوں ماہا نے صنم میں بہت ساری تبدیلیاں نوٹ کیں، وہ ساتھ میں کالج تو جاتی لیکن واپس نہیں آتی، پوچھنے پر پریکٹیکل یا اپنی کسی دوست کے گھر جانے کا بہانہ کرکے ٹال دیا کرتی لیکن جب مغرب کے بعد گھر لوٹنے لگی تو دونوں تشویش میں مبتلا ہوگئیں اور شریف صاحب کے گوش گزار سارا معاملہ کرنے میں ہی اپنی عافیت جانی، کچھ تو وہ اس کے مزاج سے واقف ہی تھے بس سوچ میں پڑ گئے۔

"تم نام نہاد ماں مت بنو تفتیش کرو اس کی کہ کہاں جاتی ہے سرزنش کرو غلط قدم پر۔ اب میں کام چھوڑ کر اس کا پیچھا تو نہیں کرسکتا۔ گھر کے امور سے واقفیت عورت کی ذمہ داری ہے۔" وہ گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

"بہت بار پوچھا ہے لیکن وہ بتانے کی ضرورت گوارا نہیں کرتی بلکہ مشتعل ہوجاتی ہے اور مجھے کسی قابل سمجھے تو بتائے گی نا؟"

"اگر ماہا اس جگہ پر خودسری کرتی تو تم کون سا لائحہ عمل اپناتی اسے سدھارنے کا۔" وہ ہمیشہ دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے تھے وہ تڑپ اٹھیں، بس کہا کچھ نہیں۔

"دیکھا کیسا بُرا لگا اپنی بیٹی کے متعلق یہ سب کچھ سن کے اسے بھی اپنی بیٹی سمجھتیں تو اتنی شکایات تمہیں نہ ہوتیں، خود ہی راہ راست پر لے آتیں۔" انہیں اپنی صفائی دینا بھی اب اپنی توہین نفس محسوس ہوتا کہ میری بیٹی میرے

www.paksociety.com

وجود کا ٹکڑا ہے اسی لیے عادتاً بھی مجھ پر ہے اور صنم کا سر پھرا مزاج چیخ چیخ کر اعلان کرتا ہے کہ وہ کس کی بیٹی ہے۔

اسی شب صنم کو شریف صاحب نے اپنے کمرے میں طلب کرلیا جہاں اس نے پورے اطمینان اور بلا جھجک اپنے عشق کا اعتراف کرلیا' ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ماہا شرمندگی سے اپنے کمرے میں چلی گئی' شریف صاحب نے اپنی عرق آلود پیشانی انگلیوں سے صاف کی۔

"کون ہے وہ؟" جب سامنے طوفان ہو تو سامنا کرنے میں تامل کیا' چاروناچار دل کڑا کرنا ہی پڑتا ہے۔

"ذیشان کھوکھر! میری فرینڈ کا بھائی۔" اور اس کا پورا شجرہ جب اس نے بتایا' شریف صاحب کو پہچاننے میں ذرا دیر بھی نہ لگی۔

"ذیشان کھوکھر...... برہان علی کھوکھر کا بگڑا ہوا تعیش پرست بیٹا! آئے دن جس کی کمپنی میں ایک نئی لڑکی رہتی ہے۔" وہ برہم ہوئے۔

"لیکن اب وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے' پچھلی سرگرمیوں کو چھوڑ بیٹھا ہے۔" اس کا اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

"وہ ہر لڑکی کو یہی کہتا ہوگا' کبھی خصلتیں بھی بدلی ہیں کسی کی۔ میں تمہیں اس کے پیچھے زندگی برباد نہیں کرنے دوں گا' تم کل سے کالج نہیں جاؤ گی۔" اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہوگیا۔

"میں کالج جاؤں یا نہیں لیکن ذیشان سے دستبردار نہیں ہوسکتی' آپ بھی کان کھول کر سن لیں۔"

"اور میں کسی صورت بھی تمہاری شادی اس لڑکے سے نہیں کرسکتا' ویسے بھی وہ شادی کے خواب دکھاتا ہے کرتا نہیں ہے۔"

"آپ تو یہی کہیں گے پر میں اسے بہتر جانتی ہوں' چند ہی دنوں میں وہ اپنے والدین کو بھیجنے والا ہے پھر آپ کو یقین آجائے گا۔"

"صنم تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔" وہ سر جھٹک کر پاؤں پٹختی نکل گئی' اب وہ منیبہ کی طرف مڑے تھے۔

"اس کی شادی کی تیاریاں شروع کرو' ایک مہینے کے اندر اندر اسے اس گھر سے میں رخصت کروں گا۔"

"پر اتنی جلدی رشتہ کہاں سے آئے گا اور پھر...... ماہا بڑی ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے' ذمہ داری تو دونوں ہی کی ہے اب میں پہلی کو نبھاؤں پہلے یا دوسری کو۔"

"کیا صنم اتنی آسانی سے مان جائے گی! ابھی تو آپ کے سامنے اپنے فیصلے کا اعلان کرکے گئی ہے۔"

"یہ اس کا بچپنا ہے' تیاری شروع کرو' خود سیٹ ہوجائے گی' رحمٰن صاحب کا بیٹا ہے شہیر' رحمٰن صاحب ہماری فیملی میں ہی بیٹے کی شادی کے خواہاں ہیں اس کا اظہار وہ کئی بار باتوں باتوں میں کرچکے ہیں۔ میں انہیں اطلاع دے دیتا ہوں کہ باقاعدہ رشتہ لے کر آئیں۔" انہیں اپنے فیصلے کی مضبوطی اور حکم کی حد بندی پر بہت غرور تھا' اس لیے زیادہ گھبراہٹ محسوس نہیں ہوئی۔

شہیر ایک وجیہہ اور تعلیم یافتہ لڑکا تھا اپنے کام سے محبت کرنے والا۔ ماہا اور منیبہ کو بھی بہت پسند آیا' سب سے بڑھ کر اس کا انداز گفتگو دونوں کو اسیر کرگیا۔ دونوں کے دل سے صنم کے لیے ڈھیروں دعائیں نکلی تھیں اور ساتھ صنم کے راہ راست پر آجانے کے لیے بھی دونوں خواہاں تھیں لیکن ان کے جاتے ہی اس نے جو ہنگامہ کھڑا کیا اللہ کی پناہ۔

"پاپا کو صاف اور سیدھے لفظوں میں کہہ دیجیے کہ میں ذیشان کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی اور آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تو آپ کے حق میں بھی اچھا نہیں ہوگا۔"

"صنم! شہیر بہت اچھے اور ذمہ دار انسان ہیں' زندگی گزارنے کے لیے ایسے ہی انسان کا ساتھ چاہیے نا کہ بے پروا مزاج رکھنے والوں کا۔" ماہا نے اسے صوفے پر بٹھا کر سمجھانے کی کوشش کی۔

"اپنی تبلیغ اپنے تک ہی محدود رکھو' ذیشان بے پروا نہیں ہے۔" وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"پاپا کبھی تمہارا بُرا نہیں چاہیں گے اگر اس لڑکے میں ذرہ برابر بھی اچھائی دیکھتے تو ضرور اس کے حق میں فیصلہ کرتے۔ جذباتی ہوکر فیصلے مت کرو' مستقبل کی مضبوطی ایک مضبوط انسان کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔"

"ہنہہ...... بہت خوبیاں نظر آرہی ہیں تمہیں ایک دو ہی ملاقات میں' ایسا کرو تم کرلو اس سے شادی' میری جان چھوڑو۔" سدا کی منہ پھٹ جس نے کبھی ان دونوں کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا آج عزت کیسے دیتی۔

"بکواس بند کرو' بدتمیز لڑکی! اتنی آسانی سے ایک غیر لڑکے کا نام میرے ساتھ منسلک کرنے کی تمہاری جرأت کیسے ہوئی۔" وہ خاموش ضرور رہتی لیکن ایک آتش فشاں اس کے اندر ضرور بھڑکتا رہتا۔

"تم واقعی بدنصیب ہوگی اگر بڑوں کے فیصلے کو رد کروگی۔"

"یہ تو اب وقت بتائے گا کہ میں کیا کرتی ہوں۔" ہٹ دھرمی پر دونوں کا دل لرز اٹھا۔

کس خوشی سے تیاریاں کرتیں ایک ان دیکھی آزمائش میں گرفتار ہوگئی تھیں' ایک بار پھر منیبہ نے شریف صاحب کو باور کرانے کی کوشش کی کہ ان کی زبردستی کہیں کوئی مسئلہ نہ کھڑا کردے' مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔

"اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھو اور خاموشی کے ساتھ انتظامات کرو' تمہارے چہرے پر جو خدشات چھائے ہوئے ہیں کیا دوسروں کو آگاہ نہیں کریں گے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ بہتر ہے سنبھالو خود کو اور یہ رونی صورت بنا کر میرے پاس نہ آنا اب۔"

گھمنڈ' مردانہ تکبر لیے مایوں کا دن بھی آن پہنچا' صنم تو بالکل ہی خاموش اور پُرسکون ہوچکی تھی سدا کے بیوی کی ان دیکھی نفسیات کو سمجھنے والے مرد کو بیٹی کی گم صم طبیعت کے پیچھے چھپے طوفان کی سمجھ نہ آئی تھی۔ مایوں کے زرد کپڑوں میں سر جھکائے جانے کیا سوچ اور سمجھ رہی تھی خبر نہ ہوئی۔ لیکن ماہا اور منیبہ کا ہر قدم اس دھڑکے کے ساتھ پڑ رہا تھا کہ کہیں زمین سرکی ہوئی نہ ملے۔

بارات کا شاندار سرخ جوڑا جگر جگر کررہا تھا' ساتھ میں بیش قیمت جیولری سیٹ' چوڑیاں اور گولڈ کے قیمتی منفرد ڈیزائن والے ٹھوس کڑے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوئی جارہی تھیں۔ جانے کس خدشے کے پیش نظر شریف صاحب نے بیوٹی پارلر سے اپائنٹمنٹ لینے سے منع کردیا تھا اور گھر پر بیوٹیشن کو ہائر کیا تھا جو کہ اپنے ساز و سامان کے ساتھ آن پہنچی تھی۔ صنم کو نہانے کا کہہ کر وہ دونوں باہر نکل آئی تھیں۔

"میں دروازہ لاک کررہی ہوں کمرے کا' باتھ لے کر کھول دوں گی' کوئی اچانک کمرے میں نہ گھس آئے ساری جیولری ایسی ہی پڑی ہے۔"

"تو میں کمرے میں ہی رہتی ہوں تم آرام سے باتھ لو۔" منیبہ نے اس کے سپاٹ لہجے کو دیکھتے ہوئے رسان سے کہا۔

"باہر مہمان ہیں اچانک آپ کو کسی کام سے نکلنا پڑ گیا تو کمرہ کھلا ہی رہے گا نا' آخر آپ سمجھتی کیوں نہیں۔" تیوری چڑھا کر دروازے کے آگے آگے بڑھنے لگی جیسے اب وہ نہیں نکلیں گی تو وہ زور بازو سے نکال دے گی۔

"میں تمہاری چچی کو بھیجتی ہوں وہ یہیں رہیں گی۔"

"بھیجتی رہیں......" ہٹ دھرمی اور ضد تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور تازہ یہ چچی کے آنے تک وہ کمرہ مقفل کرچکی تھی۔

"چھوڑیں آرام سے تیار ہونے دیں۔" بے بسی سے دروازے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے ان کے سامنے بات بنائی۔

گھنٹہ سے بھی اوپر ہوگیا تھا پر اب تک دروازہ نہیں کھلا تھا وہ کبھی ماہا کو دیکھنے بھیج رہی تھیں' کبھی خود دروازے کے گرد پاگلوں کی طرح چکر لگارہی تھیں۔ مہمانوں میں سے کئی نے دلہن دیکھنے کی فرمائش کی' بیوٹیشن الگ ورطۂ

حیرت میں پڑی ہوئی تھی کب کی اس کی اپائنمنٹ تھی اور کیا ٹائم ہورہا تھا' بے بسی حد سے گزر چکی تھی۔

جس ماحول میں ابھی کچھ لمحہ پہلے ہنسی مذاق اور رنگینی کا دور دورہ تھا اب وہاں تحیر تھا۔ کمرے کے اطراف گھر اور خاندان کے ہی لوگ تھے جنہیں خبر ہوئی تھی کہ دلہن کا کمرہ نہیں کھل رہا ہے' لان میں اب بھی چہل پہل تھی منیبہ نے شریف صاحب کو بلوایا' دل تھا کہ اب باہر نکل آئے گا۔ انہوں نے آتے ہی دروازہ پیٹ ڈالا' غم و صدمے سے لگ رہا تھا ان کا وجود پسینے میں بہہ رہا ہو' منیبہ نے انہیں پکڑلیا۔

"آہستہ آہستہ...... گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے اور ایک عالم کی انگلیاں ہم پر اٹھنے کو تیار ہیں۔ اللہ کا واسطہ ہے آپ کو خود پر قابو رکھیں۔" انہوں نے لہو ہوتے وجود کے ساتھ منیبہ کو دیکھا جنہیں گھر کے کسی امور میں شامل کرنا گوارانہ کیا تھا' آج اس گھر کی عزت کے لیے بے آواز آنسوؤں میں گھری کھڑی تھیں' ساری حقیقت کھل کر واضح ہوگئی۔

قدموں تلے زمین سرک گئی تھی عقبی جانب کھلنے والی کھڑکی سے اندر گھر کے پرانے اور قابل بھروسہ ملازم کو بھیجا گیا تو اس نے خالی کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ ٹیبل لیمپ کے نیچے اس کا رقعہ پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ میرے ساتھ زبردستی نہ کریں' میں ذیشان کے سوا کسی سے شادی نہیں کروں گی۔ ڈھونڈنے کی صورت میں ملی بھی تو میرا نکاح ذیشان کے ساتھ ہو چکا ہوگا اور آپ لوگوں کی مجھ پر اجارہ داری ختم ہو چکی ہوگی۔"

"نمک حرام اولاد......" مٹھیاں بھینچے ہوئے پہلی مرتبہ ان کی زبان سے اپنی چہیتی بیٹی کے متعلق کوئی غلط بات نکلی تھی۔ منیبہ تو ڈھے سی گئی تھی' کمرے میں آنے والے خاندان کے افراد نے انگلیاں دانتوں تلے دبالی تھیں۔

ماہا پھٹی پھٹی آنکھوں سمیت سارا ماجرا دیکھ رہی تھی' سارے خدشات سچ ہو کر نگاہوں کے سامنے آ گئے تھے۔ بدنامی کا اژدھا منہ کھولے کھڑا تھا۔ شریف صاحب کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں' کنپٹیوں کی رگیں اس طرح پھڑک رہی تھیں جیسے اب پھٹ جائیں گی۔ نگاہوں کے سامنے زمین آسمان ایک ہو رہے تھے۔

"شریف! سنبھالو خود کو۔" دوسرے شہر سے آئے ہوئے ان کے کزن آگے بڑھے' وہ تو جیسے کچھ بولنے کے قابل نہ رہے تھے۔

"تمہیں بیٹی کی حرکات پر خبر رکھنی چاہیے تھی یہ دن دیکھنے سے پہلے۔ جہاں وہ کہہ رہی تھی کر دیتے وہیں شادی۔ حیرت ہے بیٹی کی خود سری دیکھتے ہوئے بھی تم نے آج دنیا کو اکٹھا کرلیا۔ خود پر کیچڑ اچھلوانے کے بجائے اکیلے میں اس معاملہ کو نمٹا دیتے۔" کسی کی سمجھ میں تو خود نہیں آرہا تھا کہ کرے تو کیا کرے اور کہے تو کیا......؟

"میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اسے بالکل اپنی ماں جیسی حرافہ نکلی اس کی اولاد بھی۔" آج دوسری بار خود کو ایک ہی جگہ سے ڈسوانے کے بعد انہیں حقیقت کا احساس ہوا تھا اس وقت جب عزت اور بے عزتی کے دوراہے پر کھڑے تھے۔

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں ویسے بھی تمہارا پدرانہ تسلط اب ختم ہو چکا اب کی سوچو کیا رحمٰن صاحب کو منع کرنا ہے بارات لانے سے اور کس طرح انہیں منانا ہے۔" زخمی ہوتے دل سمیت انہیں دیکھا' اسی وقت شور اٹھا کہ بارات آ گئی۔ دل تھا کہ اپنے قابو سے باہر......

"اندر بلالو رحمٰن صاحب اور ان کی بیگم کو۔" انہوں نے جیسے خود کو تیار کرلیا پھانسی کے پھندے میں سر ڈالنے کو۔ باہر زور و شور سے لڑکیاں ہار پھول سمیت بارات کا استقبال کر رہی تھیں اندر کے طوفان سے بے خبر۔

بے حد حیرانی کی کیفیت میں وہ دونوں اندر آئے تھے کہ آخر یہ لوگ باہر استقبال کے لیے کیوں نہیں آئے اور جو کچھ انہوں نے سنا کہ ان کی پیشانی بھی عرق آلود

ہوگئی۔ شریف صاحب کے جڑے ہوئے ہاتھ منیبہ اور ماہا کے اشک آلود چہرے بھی ان کے غم و غصے کو کم نہیں کر رہے تھے۔

"آپ کو تو ناخلف اولاد کے کارنامے کا خمیازہ بھگتنا ہے ہمارا سوچیں' ہم کس منہ سے بارات واپس لے کر جائیں گے۔ ہمیں کس جرم کی سزا ملے گی۔" مسز رحمٰن تو طعنہ زنی پر اتر آئیں اس حالت میں کسی کا بھی یہ حال ہونا تھا۔

"میں کسی بھی سزا کے لیے تیار ہوں' بس مجھے معاف کر دیں۔ صنم نے ہم سب کو بدنامی کی گہری کھائی میں دھکیل دیا ہے آپ بھی عزت دار لوگ ہیں سوچیں اس ٹائم ہمارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟"

"آپ کو اپنی پڑی ہوئی ہے ہماری سوچیں' ہماری عزت جو بے قصور ہوتے ہوئے بھی روندی جائے گی۔" وہ کچھ زیادہ ہی مشتعل تھیں۔

"آہستہ بولو فائزہ! شریف میرا دوست بھی ہے یہ اپنا قصور مان تو رہا ہے اب یہ بھی کیا کرے۔ صحیح کہتے ہیں اولاد اور مال آزمائش ہوتے ہیں۔ اب یہ سوچو کرنا کیا ہے۔"

"آپ ایک درخواست مان لیں۔" شریف صاحب ملتجی ہوئے۔ "آپ پورے عزت و احترام سے بارات لے کر جائیں گے یہ وقت ایک دوسرے کی عزتوں کا بھرم رکھنے کا ہے انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اس بھری محفل میں رسوا ہونے سے بچالیں آ...... پ ماہا کو بہو بنا کر لے جائیں۔" وہ جو پہلے ہی اس حالت کو فیس کرنے پر دم بخود تھی' ششدر ہی رہ گئی شریف صاحب ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کے صبر کی بھینٹ اسے چڑھانا چاہ رہے تھے' اتنے وثوق سے انہوں نے ماہا کو دیکھا تھا جیسے اس کی مرضی کی ہمیشہ کی طرح آج بھی کوئی وقعت نہیں تھی۔

جس طرح منیبہ سدا سے کم مایا رہی تھیں اسی طرح آج ماہا کو بھی اپنا آپ ایسا ہی کم حیثیت محسوس ہو رہا تھا۔ دونوں نے اشکوں کے طوفان میں گھری اس صبر کی پیکر سادہ سی لڑکی کو دیکھا جو انجانے خدشوں کی زد میں گھری سوکھے پتوں کی طرح کانپ اٹھی تھی سارا میک اپ غم کا سیلاب بہا کرلے گیا تھا۔

"میں اس کے کردار کی گارنٹی دیتا ہوں رحمٰن! میری یہ بچی بے حد باعصمت' باحیا ہے' باقی فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔" انہوں نے پہلی بار اس کے صبر کی لاج رکھی۔

لیکن قربانی کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے شاید خود غرض ہو کر یا شاید اب اپنے شملے کو اونچا رکھنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

رحمٰن صاحب بہت نکتہ رس اور معاملہ فہم انسان تھے اپنی بیوی کے برعکس بارات واپس لے جاتے تو ان کی بھی بدنامی منہ کھولے کھڑی ہو جاتی اور شریف صاحب تو جیتے جی پستی میں گھر ہی چکے تھے جن سے بچپن کا یارانہ تھا ان کی دوسری شادی پر بہت دنوں تک دونوں میں خفگی چلی تھی پھر شریف صاحب نے انہیں منالیا تھا۔ آج کیسے طوفان میں انہیں اکیلا چھوڑ دیتے؟

پھر جب اس پیاری سی گندمی رنگت والی لڑکی میں کوئی خامی بھی نظر نہ آئی جو ورطۂ حیرت سے صرف باپ کو تکے جا رہی تھی۔

"تمہیں اتنی حیرت کس بات پر ہو رہی ہے؟" فائزہ بیگم چیخ کر اس کی طرف مڑیں۔ "کیا تمہیں بھی کوئی اور پسند ہے یا کسی کو زبان دے چکی ہو؟"

اس وقت تو اس کا بھی دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں جا سمائے' وہی فیصلے کا وقت تھا جب وہ اپنی آبرو بھی بچا سکتی تھی اور اپنے باپ کا بھرم بھی رکھنے میں کامیاب ہوئی اسے اپنے اوپر صنم کا پرتو کھرچنا تھا۔ بمشکل سسکیوں کو روکتی اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

"یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے معاملہ کو ہینڈل کرنے کا ہے' ماہا مجھے قبول ہے بہو کے روپ میں' تم اس کا عندیہ لے لو شریف جا کر۔" بالا ہی بالا سب معاملات طے ہوگئے۔

منیبہ نے تو خواب میں بھی بیٹی کی اتنی جلدی جدائی کا نہیں سوچا تھا جو اس وقت صنم کے لیے لائے گئے سرخ جوڑے میں نکاح نامہ پر سائن کررہی تھی۔ ہچکیوں سے پورا وجود ہل رہا تھا' نجانے آگے کیا ہو؟ کس کی پسند قبولیت کی سند دیتی ہے اور کس کی نہیں۔ وہ تو صنم جیسی بے تحاشا گوری رنگت کی مالکہ بھی نہیں تھی نہ ہی کانچ جیسی سبز آنکھیں تھیں اس کی۔

بیوٹیشن نے سختی سے رونے سے منع کیا تھا لیکن کوئی ایک پل ایسا نہ تھا جب آنسوؤں کا ریلا نہ بہہ نکلا ہو۔ وہ شہیر کی سنگت میں شریف ولا کی دہلیز پار کرچکی تھی' شہیر کو رحمٰن صاحب نے کس طرح سمجھایا تھا اور کتنے واسطے دیئے تھے کہ وہ لب بھینچے خاموش ہوچکا تھا۔ سماعت میں پگھلا ہوا سیسہ تو اس وقت ڈالا گیا جب فائزہ نے اسے پھولوں سے مہکتی سیج پر بٹھایا اور خاردار جملے اسے تحفتاً پیش کیے۔

"بہت مجبوری کا یہ سودا ہے ماہا بی بی! کیونکہ ایک گھر میں رہنے والی دو لڑکیاں مزاجاً مختلف کیسے ہوسکتی ہیں' صنم نے آج باپ کی عزت کی پروانہ کرتے ہوئے بھری محفل میں ذلیل کرنا چاہا کل کو تم بھاگ کر دیدہ دلیری دکھا دو گی۔" اس کی ہتھیلیاں عرق آلود ہوگئیں۔

کس کس مقام پر تم ذلیل کروگی صنم! تمہیں تو خدا پوچھے دکھی دل سے آہ نکلی اور آنسو پھر سے جھکا ہوا چہرہ بھگونے لگے۔

"کسی خوش گمانی میں مت رہنا کہ تم من چاہی بہو کا درجہ پالوگی۔ تمہارے کردار میں ذرا سا بھی جھول نظر آیا نا تو اب کہ پوری دنیا کا سامنے میں کروں گی۔" وہ پھنکارتی ہوئی بیش قیمت ساڑھی کی فال سنبھالتی باہر جاچکی تھیں اور تھوڑی ہی دیر میں جس سے مسیحائی کی امید تھی اس کڑے وقت میں وہ زخم پر نمک چھڑک رہا تھا۔

"مجھے تو کوئی اور ہی چال لگ رہی ہے' سوتیلی بیٹی اور بہن کب بھلی لگتی ہے' ایسا کیا ہوگیا تھا کہ بے چاری کو آج ہی کی رات گھر چھوڑنا پڑ گیا۔ غلط کردار کی حامل پہلے بھی تو یہ قدم اٹھا سکتی تھی' اس دن کی نوبت ہی کیوں آنے دیتی۔" بہت آہستگی سے اس نے جڑاؤ شیروانی اتارتے ہوئے اسے رگیدا اور جانے کیا کچھ سننے کو باقی تھا۔ بے پناہ وجیہہ شہیر اس ٹائم زہر آلو لہجہ لیے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ تقدیر نے اسے اپنا ہونے کا شرف دے دیا ہے۔

چہرے پر سنجیدگی ثبت تھی اور بہت کچھ کھونے کا احساس بھی اس گرین آنکھوں والی کو کھونے کا دکھ تھا شاید...... جو اگر صورت کے ساتھ ساتھ سیرت کی بھی اجلی ہوتی تو آج اس خوب صورت انسان کی زندگی میں اجالا بکھیرتی' بے مائیگی اسے منیبہ سے وراثت میں شاید ملی تھی۔ اب کیا یہ کہانی دوبارہ دہرائی جائے گی؟

ایک اور منیبہ بار بار مصلوب ہوتی رہے گی؟ اور اسے بھی ہر گام پر ہر ہر بات کو التجا بنا کر پیش کرنا ہوگا جیسے کبھی منیبہ' شریف صاحب کے سامنے گڑگڑاتی تھیں یا اسے اپنی عزتِ نفس کی حفاظت خود کرنا ہوگی' کل باپ نے قابلِ اعتنا نہ جانا تھا کسی بھی معاملے میں اور ابھی کچھ گھنٹوں پیشتر بھی وہ باپ کی ہی خود غرضی کی بھینٹ چڑھائی گئی تھی۔ اور آج شوہر قدم قدم پر تضحیک کا نشانہ بنائے گا' ایک جھٹکے میں ہی اس نے سر اٹھایا تھا اور اپنا زیور اطمینان سے اتارنے لگی تھی۔

"حیرت ہے ابھی تک آپ کی امی نے مجھے ناپسندیدگی کی سند دی لیکن پسندیدہ کسی کو بھی قرار نہیں دیا اور آپ نے ایک ان دیکھی لڑکی کو پسندیدہ قرار دے دیا جس کے متعلق آپ کو کچھ بھی نہیں پتا۔" شہیر نے جھٹکے سے سر کو گھما کر اسے دیکھا جو اپنے بڑے سے جوڑے کی پنیں نکالتی بہت مطمئن تھی۔

"پتا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے' اس کا آج ہی کے دن فرار صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس مظلوم کو بھگایا گیا ہے اپنا راستہ کلیئر کرنے کے لیے۔" وہ اب ڈریسنگ چیئر کے پیچھے آکر بے حد قریب کھڑا ہوگیا تھا' اس کے اندر تک انگارے بھر گئے۔ بے ساختہ وہ کھڑی ہوگئی۔

"جایئے اسے ڈھونڈ نکالیے کیونکہ میری ہر صفائی اس وقت آپ کو گندگی میں لتھڑی نظر آئے گی۔ مجھے راستہ کلیئر کرنے کی کیا ضرورت ہے' مجھے تو دو خاندانوں کی آبرو بچانے کی سزا دی گئی ہے۔" بے حد چبا چبا کر وہ بولتی گئی۔

"جایئے اسے ڈھونڈ نکالیے اگر وہ پاکیزہ ہوئی تو اس سے شادی کرکے مجھے چھوڑ دیجیے گا اور اگر میری بات درست ہوئی تو انعام کی صورت میں پھر بھی مجھے طلاق چاہیے ہوگی۔" وہ پہلی رات کی دلہن تھی ذلت کے احساس میں لپٹی ہوئی۔

اسے عزت ملتی یا نہیں اس بات سے اب کوئی غرض نہیں تھی کیونکہ یہ نصیبوں کے کھیل تھے لیکن اسے دوسری منیبہ نہیں بننا تھا اب۔ بہت ہوگئی قربانی اور بہت ہوگیا صبر۔ ساری چوڑیاں ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخ کر وہ واش روم میں بند ہوگئی جہاں اسے آخری آنسو بہانے تھے اور ہمیشہ کے لیے خود کو مضبوط کرنا تھا۔

شہیر لب بھینچتا لامتناہی خیالات میں گم ہوگیا تھا۔ تقدیر نے عجب ہی فیصلہ سنادیا تھا لینے کسی اور کو گیا تھا قدرت نے کسی اور کا ہاتھ تھما دیا تھا۔ آہستہ آہستہ سب لوگوں کو خبر ہوگئی کہ رخصت ماہا ہوئی صنم نہیں بلکہ وہ تو فرار ہوگئی تھی۔

کتنے لوگوں نے چہ مگوئیاں کیں اور کتنوں نے واشگاف کہہ دیا کہ "اس کا کردار ہی گواہی دیتا تھا کہ وہ عزت سے رخصت ہونے والی نہیں ہے۔"

ہمیشہ کے انا پرست اور مردانہ زعم میں مبتلا شریف صاحب ڈھے سے گئے تھے' انہوں نے منیبہ سے بھی معافی مانگ لی کہ ہمیشہ تم لوگوں کے دل دکھانے کی سزا ملی ہے مجھے' جسے اچھا جانا اسی سے چوٹ کھائی۔ انہوں نے بھی کھلے دل سے انہیں معاف کردیا تھا کہ اب انا پرستی کس کام کی جب تقدیر نے خود ان کی آنکھیں کھول دیں۔ لیکن بیچ منجدھار میں ماہا کی ذات پھنس کر رہ گئی تھی جو نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوری کی زندگی گزارنے کو تیار ہوگئی تھی نہ دن اپنے تھے نہ راتیں۔ دریا کے دو کناروں کی طرح دونوں کی زندگیاں گزر رہی تھیں۔

اور فائزہ کو تو اس قدر اس کی ذات سے بداعتمادی تھی کہ کبھی اس سے سیدھے منہ انہوں نے بات ہی نہیں کی تھی۔ وہ ان کے سامنے زیادہ تر چپ ہی رہتی' چاہے ڈائننگ ٹیبل ہو' کچن یا ٹی وی لاؤنج۔ بے کار کا اپنا تماشا بنوانا منظور نہ تھا جب حالات نے خود اس کے ساتھ اتنا بڑا مذاق کرکے دنیا والوں کو تماشائی بنادیا تھا۔ اس گھر میں اسے سمجھنے والے صرف دو افراد تھے ایک رحمٰن صاحب جن کو یہ سادہ سی دھیمے لہجے میں بات کرنے والی اپنی بہو بہت پسند آئی تھی ایک اس کی چھوٹی نند اقراء ہمیشہ اس کے ہر کام کو ستائشی نظروں سے دیکھتی ماہا کی ایک کوالٹی اس کے دل کو بھاگئی تھی کہ فائزہ بیگم کے کڑے سے کڑے جملوں کے وار پر وہ سر جھکا کر خاموش رہتی تھی۔ صرف آنکھوں میں کاجل پھیلتا محسوس ہوتا۔ بارہا ماں کو سمجھانے کی کوشش کرتی۔

"امی ان سب باتوں میں بھابی کا کیا قصور' وہ تو خود گردشِ حالات کا شکار ہوئیں' اچھا نہیں ہے کہ ذرا سی بے اطمینانی تو ہوئی لیکن اس گھر میں اچھی فطرت و کردار کی لڑکی آگئی اب' ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔" جواباً وہ اسے گھور کر رہ جاتیں۔

"تم کیسے گارنٹی دے سکتی ہو اس کے کردار کی مضبوطی کی جب عین ٹائم پر اس کے ساتھ پلنے بڑھنے والی لڑکی منہ پر کالک مل کر بھاگ سکتی ہے تو اس سے اچھائی کی توقع کیسی؟ تم اپنی طرف داریاں اپنے پاس رکھا کرو۔" وہ کوئی جملہ بھی اس کے حق میں سننے کو تیار نہیں تھی۔

"امی! ان کا طرزِ عمل' اٹھنا بیٹھنا آپ کے ہر کردار کش جملے کو سر جھکا کر پینا کیا ظاہر نہیں کرتا کہ یہ کس قسم کی لڑکی ہے اور تو اور بھائی نے بھی انہیں محبت کے قابل نہیں سمجھا۔" اس کا دل بے حد رنجیدہ تھا اس خاموش فطرت والی لڑکی کے لیے جو کبھی بھولے سے مسکرا بھی دیتی تھی تو بے حد محتاط ہوکر کہ کہیں کوئی رنج اس کی تاک میں تو نہیں۔ کوئی غم اس کی ہنسی کی گھات لگائے تو نہیں بیٹھا

ہے۔ جو بے حد خلوص سے اسے اپنی بہن مانتی تھی' کالج جانے کے ٹائم ایک ایک چیز اسے ڈھونڈ کر دیتی۔ واپس آتی تو اس کی فیورٹ ڈش سمیت اس کی منتظر ہوتی تھی اس کی دوستوں کے لیے پلکیں بچھائے رہتی۔

جسے اپنا ہوش نہیں تھا کہ محبت اس کا مقدر ہے کہ نہیں جب شہیر بھائی کو اس سے بالکل بے نیاز دیکھتی اسے بہت دکھ محسوس ہوتا لیکن وہ اپنا غم چھپائے ہر ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھائے چلی جاتی میکے جانے کی بھی کوئی خواہش نہیں جاگتی جہاں اس کی شخصیت دو حصوں میں منقسم ہوگئی تھی۔ کچھ دنوں بعد امی اور پپا دونوں لینے آئے تو وہ محض رسم دنیا نبھانے چلی آئی۔ شریف صاحب بے حد عقیدت و محبت سے اس کے ناز اٹھا رہے تھے جس نے ان کے حصے کی آزمائش اپنی جھولی میں بھر لی تھی لیکن وہ اب انہیں بے گانہ نظروں سے دیکھا کرتی جنہوں نے کبھی اس کی اچھائی کو پرکھنا تو درکنار بیٹی کی نظروں سے دیکھا ہی نہیں جب وہ صنم پر محبتیں لٹاتے تو اس کا دل چاہتا وہ اس سے بھی اس کا حال چال پوچھیں' اس کی تعلیم کا پوچھیں اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر قابل فخر کردیں۔

لیکن کہاں بیٹے کی خواہش میں ایک من چاہی بیٹی کا ساتھ جو نصیب ہوگیا تھا۔ اس کی حیثیت تو کاغذ کے فالتو پرزے کی طرح تھی اس دن بھی جب وہ لان میں بیٹھی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی تو شریف صاحب آ کر بیٹھ گئے۔ منیبہ کچن میں تھیں۔ ماہا اٹھنے لگی انہیں دیکھ کر۔

''بیٹھو نا!'' اس کی بے رخی محسوس کرکے وہ بھی شرمسار تھے۔ ''کچھ باتیں کرو۔'' جواباً جن زخم خوردہ نگاہوں سے اس نے دیکھا وہ انہیں احساس جرم میں مبتلا کرگیا۔

''کبھی میری خواہش تھی کہ آپ میرے دل کی پکار کو سنتے تو آپ نے قابل اعتنا نہیں جانا پپا، اس وقت بھی آپ نے اپنے دل کی سنی اور آج بھی اپنے دل کی سن کر مجھ پر پیار انڈ رہا ہے جبکہ میری خواہش نہیں۔ آپ کتنے خودغرض ہیں پپا کہ ہمیشہ اپنے دل کی پکار پر لبیک کہتے ہیں یہ جاننے کی خواہش بھی نہیں کرتے کہ دوسرے کی آرزو کیا ہے؟ اس کی بھی کوئی تمنا ہے کہ نہیں......؟'' اب تو وہ ہر حساب بے باق کرنے کا اختیار رکھتی تھی۔ جب ہر کسی نے ہر ہر موڑ پر اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا۔

''مجھے بہت دیر بعد احساس ہوا بیٹا کہ اصل کیا ہے اور نقل کیا...... مجھے معاف کردو۔'' وہ پگھل رہے تھے۔ بلند بانگ آواز آج کتنی پست ہوچکی تھی۔

''بہت دیر بعد احساس ہوا پپا! جب خاردار جھاڑیوں میں میری لاش پھینک دی...... اب اس احساس کا فائدہ ہی کیا۔'' لب کچل کر زخمی کرتی وہ تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

دنیاداری نبھانے شہیر اسے میکے سے لینے تو ضرور جاتا پر پورے راستے کوئی حس دونوں کی نہیں جاگتی کہ دونوں میاں بیوی ہیں حادثاتی طور پر ہی سہی لیکن خدا نے ایک کردیا ہے انہیں۔ ایک احساس تکبر اور پچھتاوے میں گھرا ہوا تھا۔ اور ایک احساس تذلیل میں گھرا تھا جس نے پورے وجود کو لپیٹے میں لیا ہوا تھا۔

دونوں اپنے ہی خیالات میں بھٹکتے رہتے۔ ابھی بھی یہی ہو رہا تھا شادی کے تین مہینوں بعد بھی دونوں کے درمیان رسمی جملوں کا تبادلہ بھی نہیں تھا۔ کب کیسے شہیر انہی سوچوں میں گم تھا کہ ایک ٹینکر تیز رفتاری سے سامنے آ گیا۔ خیالات میں گم تو ماہا بھی تھی پر عین ٹائم پر اس نے چوکنا ہو کر شہیر کا بازو پکڑ لیا۔ ایک چیخ منہ سے نکلی تھی۔

''کیا کر رہے ہیں دیکھ کر چلائیں شہیر' ٹینکر نظر نہیں آ رہا آپ کو۔'' اس نے تیزی سے اسٹیئرنگ گھمایا کہ دونوں کو ہی جھٹکا لگا ماہا کا تو دل جیسے قابو سے باہر ہوگیا۔

''مائی گاڈ۔'' بولتے ہوئے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اب کے ساری حسیات کے جاگنے کی باری شہیر کی تھی۔ بڑی بڑی غزالی آنکھیں پھٹی پڑی تھیں۔ جیسے کوئی خوفزدہ ہرنی بھیڑیے سے بچ کر بدحواس ہوچلی تھی۔

لائٹ پنک ہلکے کامدانی سوٹ پر قرینے سے دوپٹہ سجائے بھرے بھرے گداز گلابی لب جسے کچھ دیر پہلے

شریف صاحب کے سامنے کچل کچل کر زخمی کرلیا تھا اب عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سلیقے سے بنی بالوں کی لمبی چمکدار سی چٹیا سامنے سرک آئی تھی۔ خوب صورت پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے اور سب سے بڑھ کر اس کی بے ساختہ گرفت، اس کے لبوں پر پہلی بار نفرت بھرے جملوں کے بجائے اپنا نام اگر وہ نہ خبردار کرتی تو جانے ابھی کیا ہو جاتا۔ جھرجھری لے کر دوبارہ اسے دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں آج ان نظروں میں کیا تھا کہ ماہا کا خوف کہیں اور جا سویا تھا اور ایک عجب سے احساس میں وہ گھر گئی تھی۔

جس میں حقارت، گھبراہٹ سب کچھ تھا اس نے نظریں شیشے سے باہر کرلیں اور شہیر کے احساسات بدل گئے تھے۔ الجھن، سکون میں بدل گیا تھا۔ خود کو بے حد ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ آج کا واقعہ پوری جزئیات سمیت اس کی نگاہوں میں در آیا تھا۔

کیا تھا کہ آج وہ رہتی ہی نہیں اس دنیا میں' نگاہیں کھڑکی کے سرسراتے پردوں پر گاڑھیں۔ ہلکی ہلکی خنک ہوا بہت سکون بخش رہی تھیں۔ دل کی الجھنوں سے بے خبر یہ ہوا تن من سرشار کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ پرسکون ہو جاتی تو اضطراب مسلسل میں کس کا نصیب گرفتار ہوتا؟

شہیر کو چیلنج کردیا تھا اور بے تابی سے اس وقت کا انتظار تھا جب وہ صنم کو ڈھونڈ نکالتا اور اسے اپنے نام کی قید سے آزاد کردیتا اپنی عافیت کی بھی پروا اب نہیں تھی جب تقدیر نے اس کے نصیب کی خوشیاں کسی اور کی جھولی میں ڈال دی تھیں تو سوچ کر فائدہ ہی کیا تھا۔

جوں ہی شہیر کے کمرے میں داخل ہونے کی آواز سنی، حسب معمول آنکھیں موند کر سوتی بن گئی۔ بیڈ کے اس کنارے پر اسی طرح نیند آنے تک پڑی رہتی کہ چہرہ بھی چادر میں آدھا چھپا رہتا اور جب سے موسم چینج ہوا تھا تو شیفون کا دوپٹا وجود پر چھایا رہتا۔ جس سے اس کے ادھ کھلے بے تحاشا لمبے بال نمایاں ہو رہے تھے اور صاف وشفاف پاؤں کے گلابی گداز تلوے۔ اسے خود پر حیرانی ہو رہی تھی کہ اتنے غور سے وہ کیوں دیکھ رہا تھا۔ وہ روز ہی بیڈ کے دوسرے کنارے پر موجود ہوتی تھی پر اس طرح اس کی نظریں نہیں بھٹکی تھیں۔

فائزہ بیگم کی طنز میں ڈوبی باتیں جاری تھیں قدم قدم پہ اس کے نسوانی پندار کو لتاڑتیں ان سے سب کچھ کہنے کو ہی دل نہیں چاہتا۔ اب کوئی شوق دل میں نہیں تھا انتظار تھا تو فقط اپنی رہائی کا۔

اقرا اور رحمٰن صاحب سے محبت اس لیے پیدا ہوگئی تھی کہ انہوں نے اس سے محبت کی تھی اسے گھر کا فرد ہونے کے ناطے عزت دی تھی۔ باقیوں سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ شہیر تو صبح کا گیا شام کو لوٹتا، فائزہ دن بھر اپنے کمرے میں رہتیں یا سوشل سرکل میں بزی، اس دن سو کر اٹھی تو شاور لینے چلی گئی۔ سوچا آج امی کو فون کرے گی دو دن سے ان کا فون بھی نہیں آیا تھا۔

شاور لے کر بیڈ پر بیٹھ کر بال تولیے میں لپیٹنے لگی۔ احساس بھی نہ ہوا کمرے میں کوئی اور بھی ہے جب بال جھٹک کر پشت پر پھینکے تو کسی کی گرفت میں آ گئے۔ دل دھک سے رہ گیا۔ بمشکل سر موڑ کر دیکھا تو شہیر اپنے چہرے پر بکھرے اس کے بال ہٹا رہا تھا۔ وہ کب آ کر دراز ہوا تھا اپنی دھن میں اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔ بے حد آہستگی سے اس کے اتنے قریب آ گیا کہ ماہا کا تنفس تنگ پڑنے لگا تھا۔ گھبراہٹ اتنی تھی کہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اس کے بدلے بدلے سے روش، لبوں کی مبہم مسکراہٹ، آنکھوں کی نرمی اس کے بالوں کو پشت سے ہٹا کر سامنے کردیا۔ اب اس کا غصہ نقطہ عروج پر پہنچ گیا۔ چہرہ دہکنے لگا اتنی مضبوط گرفت۔

''فوراً چھوڑیں' ورنہ......؟'' اس نے دانت کچکچائے۔

''کیا ورنہ......'' بلیک شیفون کے سوٹ میں مارے غصے کے وہ سرخ ہو رہی تھی۔ اہانت رگ و پے میں دوڑنے لگی۔ لمبی لمبی خمیدہ پلکیں خوابیدہ آنکھوں پر لرز

رہی تھیں۔

"آپ کو سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں...... صنم نہیں میں اس سے بہت مختلف ہوں۔"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں اب جب خدا نے تمہارا ساتھ لکھ دیا تو میں نے بھی قبول کیا۔" اس کا پارہ انتہا کو جا پہنچا۔ احسان تکبر میں لپٹی باتیں لیکن میں نے قبول نہیں کیا ہے کیسے آپ کو یقین دلاؤں کہ وہ دو خاندانوں کو رسوا ہونے سے بچانے کا ایک حادثاتی رابطہ تھا ورنہ میری خواہش آپ نہیں تھے نہ میرا آئیڈیل تھے میں اپنے آئیڈیل سے شادی کروں گی جب آپ صنم کو تلاش کر کے مجھے چھوڑیں گے مجھے تعلیم نے ذہنی وسعت دی ہے اور میں کسی پست ذہنیت کے ساتھ اپنی زندگی برباد نہیں کرسکتی۔" پے در پے کے زہر نے اس کی گرفت بالکل ڈھیلی کردی۔ وہ نکل کر ڈریسنگ ٹیبل پر جا بیٹھی۔ بہت دیر تک شہیر نے اس زہر کے ذائقے کو محسوس کیا۔ بہت سی ساعتیں ایسی ہی گزر گئیں۔ کوئی ملال میں ڈوبا رہا اور کوئی اپنے آنسو دل کے اندر اتارتا لب کچلتا رہا۔

"تمہیں کوئی اور پسند ہے......؟" بہت دیر بعد شہیر نے خود کو سنبھالا۔

"امی کی زبان بول رہے ہیں؟"

"نہیں تمہاری باتوں نے یقین دلایا ہے کہ تمہیں کچھ کھونے کا ملال ہے۔ جلدی یا بدیر اگر تمہارے وجود کی اہمیت کو میں محسوس کرنے لگا ہوں تو تمہیں باعزت مقام بھی دینا چاہوں گا۔ اس دن کے حادثے نے میرے اوسان گم کردیے تھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اس لیے صنم کو باعزت مقام دے بیٹھے، غلطی ہی غلطی میں لیکن میں با ہوش و حواس کہہ رہی ہوں شہیر صاحب مجھے آپ نہیں پسند جائیے آپ پہلے صنم کو ڈھونڈیے اس کی مظلومیت کا جب یقین ہوجائے گا تو مجھے رہا کرنے میں دیر نہیں لگائیے گا۔ مجھے کوئی اور بھی نہیں پسند بس میرا آئیڈیل نہیں ہیں آپ۔" حتمی بات کہہ کر وہ رکی نہیں شہیر نگاہوں میں بہت کچھ کھو دینے کا احساس لیے اس کے لمبے بالوں سے ٹپکتے پانی کو نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھتا رہا۔

اس کی خاموشی یقین دلا گئی تھی کہ اس کے ساتھ بھی حادثہ ہی ہوا ہے۔ صنم کے اس دن کے فرار میں ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ جب وہ سر جھکا کر فائزہ بیگم کی باتوں کو سنتی تو لمبی پلکیں گیلی ملتیں۔ جب وہ اقراء کی کسی بات پر بے ساختہ ہنستی تو احساس ہوتا اس رونق کی اس گھر کو ضرورت تھی۔

جب رحمان صاحب کی ہر فرمائش کو ایک ہلکی سی مسکراہٹ سمیت بجالاتی تو ذہن و دل باور کرادیتے وہ کس قدر اچھی اور مظلوم ہے۔

اس سے اسے محبت ہی نہیں تھی۔ ہوتی بھی تو کیسے شادی کی اولین ساعتوں میں محبت، اعتماد اور یقین کا امرت پینے کے بجائے نفرت بداعتمادی اور تذلیل کا زہر جو اس نے پیا تھا اور اس سے کس حد تک نفرت کرتی تھی وہ کہ خود کو چھڑانے کی تگ و دو میں لمبے ناخنوں سے اس کا بازو کھرچ ڈالا تھا خون کی سرخی کھرونچوں میں لائن بنا گئی تھی۔

ان داغوں کو مٹنے نہیں دینا اس نے بے حد ملائمت سے ان پر انگلیاں پھیریں۔ انہیں دنوں ایک شام منیبہ نے فون پر بتایا کہ صنم آئی ہوئی ہے وہ بھونچکا رہ گئی۔

"کیا۔" بالآخر وہ ساعت بھی آ گئی جس کا اسے شدت سے انتظار تھا کہ اس لڑکی کا تکبر اسے عرش تک لے جاتا ہے یا فرش پر لا پٹختا ہے۔

"ہاں، ابھی ابھی آئی ہے لٹی پٹی تمہیں آنا ہے تو آجاؤ پپا بہت غصے میں ہیں بہت الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں ماما ڈرائیور یا شہیر سے کہو تمہیں لے کر آجائے۔"

"میں ضرور آؤں گی امی، میں ابھی نکلتی ہوں۔" لائن ڈس کنکٹ کرتے ہی وہ شہیر کی طرف بھاگی۔

"چلیں، جلدی چلیں امی کے گھر۔"

"کیوں، خیریت تو ہے؟" وہ بے ساختہ کھڑا ہوا

اس طرح کبھی کسی ضرورت کے لیے اس کے پاس آئی جو نہیں تھی۔

"ہاں، بس آپ کو میرے ساتھ اس وقت چلنا ہوگا۔" اس کا حتمی لہجہ دیکھ کر وہ اس کے پیچھے ہولیا۔ وہاں کی صورت حال دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

اشک بہاتی وہ ہستی سامنے تھی جس سے اس کا نام جڑنا تھا پر ایسا ہو نہ سکا۔ اس وقت تو یہی محسوس ہوا تھا کہ کسی بہت بڑی مجبوری کا پیش خیمہ ہے اس روز اس کا فرار، اندھا اعتقاد بھی کرلیا تھا کہ وہ مظلوم ہے پر اس وقت بلیو جینز کی چست پینٹ، وائٹ سلیو لیس ٹی شرٹ، کلائیوں میں عجیب و غریب رنگ برنگے بینڈ دیکھ کر احساس ہوا تھا کہ مظلوم کون ہے؟ لیکن وہ رو کیوں رہی تھی۔ اس کی موجودگی کو نظر انداز کر کے وہ منیبہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی شہیر پیچھے تھا۔ منیبہ بہت پریشان ملیں۔ شریف صاحب غصے میں بپھرے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا امی...... یہ سب کیا ہو رہا ہے اس گھر کی چہیتی بیٹی باہر کیوں بیٹھی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں۔ اسے تو دوسروں کی آنکھوں میں اشک پرو کر اپنی خوشی منانی عزیز تھی تو آج رو کیوں رہی ہے؟"

شریف صاحب نے جھٹکے سے سر اٹھایا چہرے سے ہی لگ رہا تھا کس قدر ذہنی دباؤ کا شکار ہیں وہ منیبہ نے ہاتھ دبا کر اس سے خاموش رہنے کی التجا کی۔

"اسے کہو یہاں سے چلی جائے وہ ورنہ میں اپنا آپ ختم کرلوں گا کس منہ سے آئی ہے میرے پاس وہ اب میں اس کے سکون کا سبب نہیں بن سکتا۔ اب تو جا کر اس گھر کے ماحول میں آسودگی آئی تھی یہ پھر سے کیوں برباد کرنے آ گئی ہے ہمیں۔" وہ دہاڑے۔

"کہاں جائے گی وہ...... ذیشان نے مار مار کر ادھ موا کردیا ہے اس کی اپنی ماں نے اپنے سخت گیر شوہر کے خوف سے اپنے گھر سے نکال باہر کیا ہے اب اس کا ٹھکانہ ہمارا گھر نہیں تو اور کہاں ہوگا۔" منیبہ اپنی محبت میں گندھی فطرت سے مجبور تھیں۔

''کہیں بھی چلی جائے، جس طرح اس رات مجھے زندہ درگور کرکے نکل گئی تھی مجھے کوئی پروا نہیں اور تم بھی یاد رکھو منیبہ بیگم خصلتیں کبھی نہیں بدلتی۔ کل جسے اپنی اور ہماری ناموس کی کوئی فکر نہیں تھی وہ آج بھی کسی کی پروا نہیں کرسکتی۔ وہ دوبارہ ہمیں جیتے جی مارنے آئی ہے بہت دھوکے اٹھائے ہیں میں نے اس کی ماں اور اس کے ہاتھوں، دوبارہ فریب کھانا مجھے منظور نہیں۔ حلیہ دیکھا ہے اس کا اپنی بیٹی کہتے ہوئے شرم آرہی ہے مجھے اسے کہو ذیشان کے پاس واپس چلی جائے بس کہیں چلی جائے ورنہ میرے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی دنیا والوں کے طعنے سننے کی اب ہمت نہیں مجھ میں۔''

''پپا...... پلیز مجھے معاف کردیں۔'' وہ کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر اندر آ گئی شہیر نے بہت عجیب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اب میں کہیں جانے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ سب نے مجھے دھتکار دیا ہے مجھے آپ کے سائے میں عافیت چاہیے۔'' انہوں نے پھر نفرت سے منہ موڑ لیا۔

''اب آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہی میں کروں گی۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے ان جیسے انسان کا ساتھ چھوڑ دیا۔'' اس نے شہیر پر بھرپور نظر ڈالی۔ ''پر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ہے اگر یہ ماہا کو چھوڑ کر میرا ساتھ چاہیں گے تو میں بخوشی آپ کی خوشی کا ساتھ دوں گی اور ذیشان سے چھٹکارا حاصل کرلوں گی۔'' جو جملہ ابھی کچھ دیر قبل شریف صاحب نے کہا تھا کہ خصلتیں کبھی نہیں بدلتیں اس کا پورا پورا ثبوت اس نے دے دیا تھا۔ ہٹ دھرمی اور خود غرضی کی انتہا پر تھی وہ۔ ماہا کا دل چاہ رہا تھا تھپڑوں سے اس کا منہ لال کردے یہ نہیں کہ اسے شہیر سے محبت تھی غصہ تھا تو اس کی بے شرمی پر۔ شہیر بھی حیران تھا جس کے حلیے سے اسے حقارت محسوس ہورہی تھی اس کے جملوں سے کہیں زیادہ اسے گھن آئی۔

''میرے خیال میں آپ اپنے حواسوں میں نہیں محترمہ، ورنہ اتنی غلیظ بات زبان سے ادا کرنے سے پہلے سو بار سوچتیں۔'' وہ اس کے قریب آ گیا۔

''پہلے ہی آپ کی وجہ سے دو خاندانوں کی عزت نیلام ہوچکی آپ اس میں اضافہ کرنے آئی ہیں اور اتنی گھٹیا بات کہنے سے قبل آپ کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ کیا میں ایگری ہوجاؤں گا آپ کا ساتھ چاہنے پر۔'' اسے بے حد غصہ آیا تھا یہ وہی زبان تھی جو پہلی شب اس کی حمایت میں پھول برسا رہی تھی۔ اس کی ان دیکھی مظلومیت کے ترانے سنا رہی تھی۔ کیا وہ سب صرف اسے ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے تھا۔

حادثہ صرف شہیر کے لیے تو نہیں تھا اس اتفاقیہ زد میں تو ماہا کی ذات بھی کچلی گئی تھی۔ کبھی اس کی زبان سے اور کبھی فائزہ بیگم کے تازیانوں سے۔

''ارے یہ دوبارہ ہمارے مردہ وجود کو نوچنے کھسوٹنے آ گئی ہے یہ انسان نہیں گدھ ہے گدھ۔ شہیر نکالو اسے، ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔'' شریف صاحب کا شریانوں میں فشار خون بڑھ گیا تھا۔ منیبہ بھی اب ملامتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''پپا...... کوئی اپنی اولاد کے ساتھ بھی ایسا کرتا ہے اسے اس حد تک ذلیل کرتا ہے مانا مجھ سے غلطی ہوئی ہے لیکن یہ قصور اتنا بڑا بھی نہیں کہ......!''

''چٹاخ۔'' بات مکمل ہونے سے قبل شریف صاحب کا تھپڑ اس کا چہرہ پھیر گیا۔

''اولاد، تم جیسی اولاد سے بے اولاد رہنا بہتر ہے جیسی ماں بے شرم تھی ویسی بیٹی نکلی۔''

آج منیبہ کے صبر کی وصولی ہوگئی تھی کہ شریف صاحب نے جسے بڑی آرزوؤں سے اپنایا تھا اس کی اصلیت کو پہچان گئے تھے اور ان کے صبر و استقامت کو بھی۔

''اس سے پہلے کہ میں دھکے دے کر نکال دوں تم دار الامان چلی جاؤ مزید ہمیں مت آزماؤ۔''

''ہاں صنم! تم ذیشان سے کہو کہ وہ تمہیں باعزت طریقے سے مقام دے ظاہر ہے جس آسانی کے ساتھ تم

اس کی زندگی میں داخل ہوئی ہو تو وہ عزت کیا خاک کرے گا۔ تم نے خود اپنا یہ مقام اپنے ہاتھوں تشکیل دیا ہے لیکن اب تمہاری آزادیوں کے لیے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں۔'' منیبہ نے دوٹوک الفاظ میں اسے باور کرادیا۔

''ہنہہ، آپ تو یہی کہیں گی سوتیلی جو ہوں، جذباتی بلیک میلنگ۔''

''سب تمہارے اپنے تھے اپنے طرز عمل سے تم نے سب رشتوں کو سوتیلا کردیا۔ یہ اگر سوتیلی تھیں جنہوں نے تمہیں جوان کیا تمہاری سگی ماں نے کون سا اپنے پن کا مظاہرہ کیا کہ ابتدا میں ہی تمہیں چھوڑ کر چلی گئیں اب بھی تمہیں اپنا کہنے سے گریزاں ہے۔'' وہ غصے میں بھپری ہوئی چلی گئی ایک اور قصے کا خاتمہ ہوا تھا۔ ایک اور غلط فہمی اپنے انجام کو پہنچی تھی۔

شریف صاحب ایک بار پھر شہیر سے نظریں ملانے کے قابل نہ تھے ان کی اولاد پھر انہیں رسوا جو کرنے آ گئی تھی۔ پھر بھی اس نے بہت سی تسلیاں دیں۔ اپنے الفاظ سے ان کی ڈھارس بندھائی اور گھر آتے ہی ایک اور مطالبے نے اس کے حواس مختل کردیے۔

''ہاں تو اس میں چونکنے والی کیا بات ہے میں نے پہلی رات ہی آپ کو یہ باور کرادیا تھا کہ صنم سے ملاقات ہوجانے کی صورت میں آپ مجھے آزاد کردیں گے تو آج میں اس مطالبے کی تکمیل چاہ رہی ہوں۔'' وہ سیاہ بھنورا سی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گڑائے اٹل تھی۔

اتفاقیہ ہی سہی لیکن قدرت نے اس کی صورت میں تحفہ اسے عنایت کیا تھا۔ اچھا ہی تھا جو اسے صنم جیسی لڑکی کا ساتھ نصیب نہیں ہوا تھا۔ اس کی سادگی، خاموشی، لبوں کا دھیما سا تبسم اسے کتنا بھا گیا تھا یہ اسے خبر ہی نہیں تھی۔

کوئی چپکے چپکے اسے کتنا چاہنے لگا تھا کہ اس کی بے رخی بھی لطف دینے لگی تھی اور اب اس کا یہ مطالبہ اسی کی غلط فہمی اور ضد کا نتیجہ تھا جو پہلی رات ہی اسے صنم کی جگہ بیٹھا دیکھ کر اُمڈ آیا تھا۔ لیکن اب معافی کی گنجائش ہی کہاں تھی جو بیج اس کے دھڑکتے دل پر اولین شب اس نے بویا

حسد کی آگ

یہ دنیا کسی جرم پر تو سزا مقرر کردیتی ہے مگر ایسے لوگوں کو کھلا چھوڑ دیتی ہے جو نفرت اور زہر میں ڈوبے الفاظ بول کر دلوں کو توڑ دیتے ہیں، حسد کی آگ میں پیار بھرے دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ سازشوں کے جال میں معصوم لوگوں کو پھنسا کر گھروں کو اجاڑ دیتے ہیں۔ کتنے ظالم اور بے حس ہوتے ہیں لوگ...... مگر ہمارا قانون ایسے لوگوں کو مجرم نہیں کہتا، یہ ظالم لوگ اپنی سازشوں کی کامیابی پر خوشیاں مناتے ہیں مگر وہ اللہ کی عدالت کو بھول جاتے ہیں، جہاں انصاف کے حصول کے لیے نہ رشوت کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ سفارش۔ جب مظلوم کی آنکھ سے آنسو بہتے ہیں تو اللہ کا عرش بھی کانپ اٹھتا ہے، رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور بہت پیار سے مظلوم کے آنسو پونچھ لیے جاتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے ''اے میرے بندے! میں تو تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں، تو مجھے پکار کے دیکھ لیکن یہ بات تو طے ہے آزمائش میں ہمیشہ وہی لوگ رہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کو پیار ہوتا ہے۔ ظالم کی رسّی تو مولا دراز کردیتا ہے۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

تھا اب اس کی جڑیں تناور ہوگئی تھیں۔

''انکل کا سوچا ہے تم نے ایک بیٹی نے ان کے دل کو اتنا بڑا زخم دیا اب تم بھی......؟''

''زیادہ ہمدرد بننے کی ضرورت نہیں پپا کو میرے حالات کی خبر ہے اچھی طرح کہ کس طرح بے خبری میں انہوں نے مجھے ایک ناپسندیدہ شخص کے ساتھ بیاہ دیا اس لیے میرا یہ مطالبہ انہیں برا نہیں لگے گا۔ ان کے دل میں میرے لیے چھپی محبت جاگ اٹھی ہے کچھ تو احساس کریں گے میرا بھی وہ اور ہمارے معاملات میں پڑنے کی ویسے بھی آپ کو ضرورت نہیں امی کے ساتھ کن نامساعد حالات میں، میں نے گزارا کیا ہے اس کی سب خبر ہے انہیں۔'' اسے فائزہ بیگم کی تیکھی، نوکیلی باتیں یاد

آنے لگیں۔

"اگر میں تم سے معافی مانگوں ماہا تو......!" کسی صورت اب اس سے دور رہنا منظور نہیں تھا کجا کہ اس سے علیحدگی سواب محبتوں میں انا وہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

"معافی...... کس بات کی معافی؟" وہ زہرخند ہوئی۔

"معافی تلافی وہاں ہوتی ہے جہاں رشتے کی مضبوطی ہو، ہمارے درمیان ایسا کچھ نہیں یہ رشتہ ہی بہت اچانک بنا تھا جس میں محبت نام کی مضبوطی نہیں تھی۔ سو اسے ختم ہوجانا چاہیے۔" کتنی سفاکی سے سارے جملے اس کی سماعت میں وہ انڈیل رہی تھی۔ بے بسی سے وہ اسے دیکھ کر رہ گیا جو اس خوب صورت سے کمرے کا سب سے خوب صورت حصہ لگنے لگی تھی۔

"مجھے...... تم سے محبت ہوگئی ہے ماہا، کیسے رہوں گا اب؟" بیڈ کے ایک کارنر پر وہ بھی ٹک گیا اس کی آنکھوں میں کرچیاں سی چبھنے لگیں۔ بہت سارے آنسو آنکھوں میں جمع ہوکر بصارت کو دھندلا رہے تھے۔ یک لخت اٹھی۔

"آپ مردوں کو صرف اپنے دل کا خیال ہوتا ہے۔" حلق میں بھی آنسوؤں کا گولا پھنسنے لگا۔

"کہ اپنی ضرورت کا جب احساس ہوتا ہے تو کشکول لیے بھکاری بھی بن جاتے ہیں۔" چہرہ چھپا کر الماری سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

اب اسے روکنا محال تھا۔ اتنے بڑے اظہار کے بعد بھی اس کے قدموں میں لغزش نہیں پیدا ہوئی تو اب اور کوئی محرک اسے نہیں روک سکتا تھا۔ وہ چلی گئی تھی اتنے بڑے گھر میں اتنے لوگوں کی موجودگی میں اسے تنہا کر کے۔ دل میں بے انتہا سناٹے اتر آئے تھے۔

اس کمرے کی رونق ختم ہوگئی تھی رحمان صاحب اور فائزہ بیگم بھی دم بخود تھے اس کی اس جرأت پر، جس خاموشی کے ساتھ وہ ان کے رویے کو برداشت کرتی تھی اس کا احساس اب فائزہ کو ہوا تھا کہ وہ صنم سے یکسر مختلف تھی۔ اقراء تو انہیں اور شہیر دونوں کو مورد الزام ٹھہرا رہی تھی۔

"آپ لوگوں کو ہیرے کی پہچان نہ ہوسکی ورنہ قدر کرتے ان کے خلوص اور محبت ہزاروں میں ایک وجود ہوتا ہے اتنا بے ریا اور ستھرا، پر اپنے ہاتھوں گنوا دیا آپ لوگوں نے انہیں، اب روئیں بیٹھ کر۔" شریف صاحب بھی ایک لحہ کو سناٹے میں آگئے تھے اس کی بات سن کر منیبہ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔

"میں نے آپ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی پپا، بس اپنی ناقدری اب برداشت نہیں تھی۔ میں نے ہر وقت آپ کے فیصلے کی قدر کی پر وہ فیصلہ میرے حلق کی پھانس بن گیا۔ بتائیں کیا قصور تھا میرا۔" وہ آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکی۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا۔ تمہاری عزت اور قدر مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے فکر مت کرو۔" انہوں نے سر پر ہاتھ پھیرا وہ دوبارہ سے اپنا تعلیمی سلسلہ جوڑنا چاہتی تھی جس کے لیے اس نے اپلائی کردیا تھا اپنی ذہنی اذیتوں کو دوبارہ سے قلم اور کتاب میں بھلانا چاہتی تھی۔

ہوش سنبھالتے ہی اپنی ماں کی جس قدر ناقدری اور ہتک دیکھی تھی اس نے کہ مرد نام سے چڑ پیدا ہوگئی تھی اسی لیے تذلیل کے اس مقام تک پہنچنا اب اسے منظور نہ تھا۔ پھر جو زہر شہیر نے اس کی سماعتوں میں انڈیلا تھا۔ وہ رگ وپے میں پیوست ہوگیا تھا۔ اسی لیے وہ دہلیز چھوڑ گئی تھی پر آنسو تھے کہ اب بھی پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ اپنے نصیب کی تیرہ بختی پر روتی کہ محبت اس کا مقدر کیوں نہیں بن سکی۔ بعد میں احساس ہوجانے پر لگائے گئے زخموں کی چبھن پھر بھی باقی رہتی ہے اور پھر فائزہ بیگم کا رویہ اس کے ساتھ اس قدر تضحیک آمیز تھا کہ خود کو گھر کا حصہ بننے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بہت سارے دن گزر گئے تھے۔ اس کے سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ خود کو خالی خالی کیوں محسوس کررہی تھی۔

پہلے بھی یہی کمرہ تھا وہی چیزیں تھیں سب کچھ پہلے جیسا تھا پھر خود کو اجنبی اس کمرے میں کیوں محسوس کر

رہی تھی۔ پہلے بھی اس کمرے میں اکیلی سوتی تھی۔ پر اب وحشت محسوس ہوتی تھی اکیلے پن سے۔ راتوں کا نصف حصہ آنکھوں میں کٹ جاتا۔ شروع میں تو جگہ کی تبدیلی جان کر نظر انداز کردیا پر یہ تو اب عادت بن گئی تھی نتیجتاً نیند پوری نہ ہوتی۔ ہر آہٹ پر دل دھڑکتا کہ شہیر کی جانب سے آزادی کا پروانہ تو نہیں آیا پھر ایک اطمینان سا ہوجاتا۔

جس چیز کی خود ہی آرزو کی تھی اب اس میں کمی کیوں آتی جارہی تھی اور اب تو کئی دنوں سے ایک جملہ بار بار سماعت میں بازگشت بن کر گونجتا۔

"مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔" جب جب اس جملے کی یاد آتی کوئی خواہش تتلی بن کر اڑان بھرنے لگتی۔ یہی پاگل پن عورت کو ذلالت کے دہانے پر کھڑا کرتی ہے دل کو گھرکتی اور کبھی کوئی مضبوط گرفت شرارتی مسکراہٹ اس کا دل بھینچنے لگتی تو گھبرا کر کھڑی ہوجاتی۔ جس کے نصیب میں محبت ہی نہیں اسے سراب کے پیچھے دوڑنا ہی نہیں چاہیے۔ وہ شرمسار ہوتا تو کوئی رابطہ تو کرتا۔

وقتی جذباتیت ہوتی ہے سب کچھ۔ بعد میں سب ٹھیک ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کا ایڈمیشن لینا فضول گیا۔ اب پڑھائی میں دل نہیں لگتا تھا۔ خیالات کی ایک لمبی ریشمی تھان کھلتی چلی جاتی جو سلجھائے نہ سلجھتی۔ ایسے میں کیا پڑھائی ہوتی۔

بھوری آنکھوں کی چمک سونے نہیں دیتی۔ لیکن انا کی موت منظور نہ تھی۔ اس اتفاقی حادثہ کو اس اٹھارہ جون کو سال ہوجانا تھا جب وہ شہیر کی زندگی میں داخل ہوگئی تھی۔ کل وہی دن طلوع ہونا تھا ایک ایک بات ذہن میں تازہ ہورہی تھی۔ رات کو اچھا ہوگیا اقرأ کا فون آگیا۔ وہ ہک دک کھڑی رہ گئی۔

"قدرت کے فیصلے کو آپ دونوں نے مذاق بنالیا بھابی۔ کم از کم مجھے آپ سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی جب محبت آپ کے دل میں تھی تو آپ کو ہمیں سیراب کرنا چاہیے تھا نہ کہ ترسا کر نکل گئیں۔ بھائی جان

غزل

روئی روئی پرنم آنکھیں
شب ہجر و غم کا قصہ سنا رہی ہیں
وہ جو کل تلک تھی اس کی عنایتیں
آج انہی کی کمی رُلا رہی ہے
پوری روٹی کا جھوٹا خواب دکھلا کر
ماں بچے کو سلا رہی ہے
ملکی ساکھ کو دھیرے دھیرے
سیاست کی دیمک کھا رہی ہے
دوسروں کی خوشی کے لیے اک پاگل لڑکی
اپنی ذات گنوا رہی ہے

سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

شرمسار تھے تو آپ نے انہیں شرمندہ ہی رہنے دیا۔ ارے کچھ تو نیا پن پیدا کرتیں۔ رشتے انا اور خود غرضی سے نہیں پنپتے اپنا آپ بھی کچھ مارنا پڑتا ہے۔"

"میں نے کیا خود غرضی کی......؟" وہ منمنائی۔

"صرف اپنی عزت نفس کی پروا کرتی رہیں۔ کیا فائدہ ہوا بھائی جان کو ویران کردیا بلکہ گھر بھی ویران ہوگیا بس آپ خوش رہیں سدا۔" ابھی وہ اپنی صفائی میں کچھ کہتی کہ لائن کاٹ دی گئی۔

"صرف تمہارا گھر ہی نہیں میرا دل اور میں بھی ویران ہوگئی ہوں اقرأ اپنی ہٹیلی ضد کو آج سختی سے ڈپٹ کر اقرار کی سرحد پر جا بیٹھی تھی۔

اٹھارہ جون پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا تھا دن بھر فضول اور بے مقصد کاموں میں مغز ماری کرنے کے بعد وہ شاور لینے گھسی تھی بہت رونا آرہا تھا اسے آج۔ اس دن کو تو لوگ یادگار کے طور پر مناتے ہیں تجدید محبت کا دن ہوتا ہے یہ۔ سالگرہ منائی جاتی ہے ایک نئے رشتے کی شروعات کی، پر اس کے ساتھ ایسا کچھ نہ تھا۔

آج وہ اکیلی تھی۔ خود اپنی خوشی سے نہیں ہوئی تھی کردی گئی تھی اکیلی۔ بہت سارا رونے کے بعد باہر نکلی تو

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا وہ تو لائٹ آن کر کے گئی تھی۔ پردے بھی تنے ہوئے تھے جبکہ اپنے ہاتھوں اس نے کھڑکیوں کے پردے ہٹائے تھے۔

بمشکل سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مارا کہ موبائل ہی ہاتھ لگ جائے تو روشنی کر کے کہ ہاتھ مضبوط گرفت میں آ گیا اس کا دل سینے کے بجائے حلق میں آ گیا۔ چیخ نکلنے ہی لگی تھی کہ مضبوط ہاتھ سے لب بند کر دیے گئے۔ گھٹی گھٹی چیخ سمیت وہ کسی آہنی شکنجے میں تھی آنکھیں اندھیرے میں اور پھٹی پڑی تھیں کہ اچانک کمرہ روشنیوں میں نہا گیا اور ڈھیر ساری گلاب کی پتیاں ایک ہاتھ سے برسائی گئی تھیں وہ چہرہ موڑنے کے قابل ہوئی تو اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہ گئی۔ شہیر وہ دشمن جاں نگاہوں میں دنیا بھر کے التفات، محبت، عاجزی اور شرارت سمیٹے اس کے بیڈ پر پورے استحقاق کے ساتھ براجمان تھا۔

"آ...... پ......!" اس کا چہرہ دہکنے لگا تھا۔ بے تحاشہ رنگوں میں وہ ڈوب گئی تھی۔

"ہیپی انیورسری۔" دھیمے سروں میں کہا گیا فقرہ کانوں میں بے تحاشہ خوشی انڈیل گیا پر انا بھی تو کوئی چیز تھی۔ جھٹکے سے خود کو چھڑا لیا۔

"کس لیے آئے ہیں۔" رخ موڑ گئی۔

"تمہیں لینے۔" وہ پشت پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں...... صنم نہیں، وہ ایک حادثہ تھا جو ہم دونوں کو ایک کر گیا تھا۔"

"اچھا ہی ہوا جو تم صنم نہیں ورنہ بہت مشکل ہو جاتی اور یہ کیوں کہتی ہو کہ حادثہ ہم دونوں کو ایک کر گیا یہ کیوں نہیں اقرار کرتیں کہ خدا نے جوڑ ہم دونوں کا ہی بنایا تھا صنم حادثاتی طور پر ہمارے بیچ آ گئی تھی۔" پوری ملائمت کے ساتھ اسے اپنے سامنے گھما لیا۔ سیاہ آنکھیں پھٹی پڑی تھیں جن میں نمی اب مکمل طور پر چھا گئی تھی۔

"رو نہیں، اقرار کرو کہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے۔" اور دوسرے ہی لمحے ضبط کی تمام طنابیں ٹوٹ گئی تھیں۔ شہیر کے شانے گیلے ہو رہے تھے۔

"امی...... وہ تو بالکل بھی مجھے پسند نہیں کرتیں کیسے جاؤں گی وہاں میں کب تک سہوں گی ان کا رویہ۔" بچوں کی طرح آنکھیں صاف کرتی وہ پھر سے پھوٹ پڑی۔

"ڈرائنگ روم میں آئس کیک پگھل رہا ہوگا، امی اپنی بہو کے لیے ہار پھول لیے منتظر ہیں۔ اقرا اور ابو روم ڈیکوریٹ کر رہے ہیں۔ کیا اب بھی نہیں جاؤ گی۔"

"کیا؟" وہ بھونچکا رہ گئی۔ "سب آئے ہوئے ہیں۔ کیا سوچ رہے ہوں گے وہ لوگ۔" ایک الگ ٹینشن میں وہ مبتلا ہو گئی۔

"کچھ نہیں سوچ رہے ہوں گے انہیں پتا ہے ہم......!" بے ساختہ وہ مڑی اور شانے پر ایک مکا جما دیا۔

"ماردوں گی جان سے۔" ایک بلند بانگ قہقہہ گونجا تو باہر کی طرف دوڑنے میں ہی عافیت محسوس ہوئی۔

وہاں سب کے سب اس کے استقبال کو موجود تھے سب کے درمیان وہ سمٹی ہوئی بیٹھی تھی۔ دل تھا کہ اپنی قدر منزلت پا کر آپے میں ہی نہ تھا اور کچھ دیر بعد وہ سب کے سنگ شریف صاحب اور منیبہ کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو رہی تھی۔

دھڑکنوں کی تال باجے، سانسوں کا ایک تارا
آنگن میں سجائے بیٹھے سورج، چندا، تارا
چلو بانٹ لیں ہم زندگی
چلو آج یوں کر لیں

"کیوں کیا خیال ہے؟" زیب اور ہانیہ کی آواز گاڑی میں مدھر سر بکھیر رہی تھی۔

شہیر کی طرف جو شرمائی نظریں اٹھائیں تو محبتوں کا ایک جہاں آباد نظر آیا۔ اقرار و خوشی کے سب رنگ دونوں کے چہروں سے ہویدا تھے۔ بے حد اطمینان سے شیشے کی طرف چہرہ کر کے باہر کے تمام منظر دیکھنے لگی۔ اب ہر سو آسودگی اور سکھ کے بادل چھا گئے تھے محبت کا ابر برسنے کو تیار تھا۔

❁

تحلیل کر کے شدت احساس رنگ میں
بن جائے گر تو ایک ہی تصویر ہے بہت
بیٹھا رہا وہ پاس تو میں سوچتی رہی
خاموشیوں کی اپنی بھی تاثیر ہے بہت

"گزرے ہوئے لمحوں کو مضبوطی سے مٹھی میں تھام کر دبائے رکھنا اور نئے آنے والے لمحوں کے لیے ہاتھ میں جگہ نہ رکھنا کہاں کی دانش مندی ہے؟" تانیہ نے اس کے سر پر کھڑے ہو کر کہا تھا' مگر اس نے سنی ان سنی کرتے اپنا وائلن سنبھال لیا تھا۔

"آنیہ مرتضٰی نئے رنگوں کو زندگی میں جگہ نہیں دو گی تو زندگی بہت بے رنگ ہو جائے گی۔ پرانے رنگ اپنی تازگی زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رکھتے۔" وہ جتا رہی تھی' آنیہ مرتضٰی نے اس کی سمت ایک تھکی ہوئی نگاہ ڈالی تھی۔

"تم چاہتی کیا ہو تانیہ؟" اس کے انداز میں تھکن تھی اور لہجہ بجھا ہوا۔

"میں چاہتی ہوں تم نئے لمحوں کو قید کرنے کے لیے اپنی ہتھیلیوں کو ان پرانے لمحوں کی قید سے آزاد کرو۔ تم جب تک ایسا نہیں کرو گی کبھی بھی خوش نہیں رہ پاؤ گی۔" تانیہ بہت وثوق سے بولی اور آنیہ مرتضٰی مسکرا دی تھی۔

"تانیہ تم بڈھی روح ہو' تمہیں تو دادی اماں ہونا چاہیے تھا۔ اتنی بڑی بڑی باتیں میں نہیں کر سکتی۔ میں تو بقول ایاز بھائی کے ٹیوب لائٹ ہوں نا؟ بات بھی دیر سے سمجھتی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے وائلن کے تار چھیڑنے لگی۔

"دراصل میرا مطلب تمہیں ہی جتانا تھا آنیہ مرتضٰی! ایاز بھائی غلط نہیں کہتے' تم یوں تو ذہین ہو مگر کچھ معاملات میں دھیان بالکل نہیں دیتی جو کہ کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ تم خود پر سے دھیان ہٹا لو گی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا تمہیں دیکھ نہیں سکتی یا باقی دنیا کے لیے تم پوشیدہ ہو گئی ہو۔" تانیہ نے جتاتے ہوئے کہا تھا' وہ اطمینان سے دیکھنے لگی تھی مگر آنکھوں میں گہرا سکوت تھا۔

"تانیہ! جس زاویے سے تم زندگی کو دیکھتی ہو وہ الگ...... ہے اور میں جس زندگی کا تجربہ رکھتی ہوں وہ اس سے بہت الگ ہے۔" لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

"تم سمجھتی ہو تمہیں ہم نہیں جانتے اگر اس گھر میں تمہارے ساتھ کچھ غلط ہو رہا ہے تم اس کے لیے احتجاج نہیں کرتی تو کیوں؟" تانیہ نے جتایا تھا۔

"مگر میں اس موضوع پر بات کرنا نہیں چاہتی تانیہ!"

"تمہیں بات کرنا چاہیے آنیہ مرتضٰی! کیونکہ اگر تم اس طرح چپ رہو گی تو زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔" تانیہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"تمہیں کیسا لگے گا آنیہ مرتضٰی! جب تمہیں اپنے سے دس سال بڑے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا پڑے گی جس سے تمہاری کوئی انڈر اسٹینڈنگ نہیں' کوئی جذباتی وابستگی نہیں؟ تم اس پر اب بھی احتجاج نہیں کرو گی یا تمہیں ان تجربات سے گزر کر زندگی کو سمجھنا ہے؟ سوچو آنیہ مرتضٰی! اس زندگی میں تمہیں کتنا کچھ تمہاری توقعات کے برخلاف ملے گا اور اتنا کچھ تم جبراً کرو گی اور سہو گی؟ تمہیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے آنیہ! لیکن تم جانتی ہو ہمیں عمر بھائی سے محبت ہے اور عمر بھائی انہیں تو تم سے کوئی سروکار ہے ہی نہیں۔ تمہیں نہیں لگتا یہ شادی نہیں ایک بہت بڑا سمجھوتہ ہوگا؟" تانیہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"تانیہ میں ایسا نہیں کر سکتی' میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔"

"آنیہ! تمہیں دادا ابا نے بلایا ہے۔" حمزہ نے دروازے میں کھڑے ہو کر کہا تھا۔ آنیہ مرتضٰی نے سر ہلا دیا' حمزہ واپس پلٹ گیا' تانیہ اسے الزام دیتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"دادا ابا جو کر رہے ہیں وہ ان فیئر ہے آنیہ! صرف اس لیے کہ چاچا نے ایک فرانسیسی لڑکی سے شادی کی اور تم اس فرانسیسی خاتون کی اولاد ہو۔ تم سے ایسی نفرت اور رویے میں کھنچا پن رکھنا اور ناانصافی کرنا جائز ہے؟ یہ دقیانوسیت ہے' تم اس گھر کی بیٹی ہو۔ میری طرح جیا آپی کی طرح اور فائزہ کی طرح تم ہم سے مختلف نہیں ہو' نہ تمہارے رائٹس ہم سے کم ہیں۔ مرتضٰی چاچا نہیں رہے' آج تمہارے لیے اسٹینڈ لینے کے لیے تمہاری فرانسیسی ماں بھی نہیں ہے تو کیا تم خود اپنے لیے بھی اسٹینڈ لینا نہیں چاہو گی؟" تانیہ بضد تھی' جبکہ آنیہ مرتضٰی نے اسے بہت پرسکون انداز میں دیکھا تھا۔

"تانیہ! بابا نے ممی سے شادی کی کیونکہ انہیں ان سے محبت تھی' دادا کو لگتا ہے ممی نے بابا کو خاندان سے دور کیا۔ وہ کچھ پرانی سوچ کے ہیں' ان کو یہ سمجھانا آسان نہیں ہے کہ بابا صحیح تھے۔ دادا کی نگاہ میں وہ ہمیشہ غلط ہی رہیں گے۔ بابا نے دادا کی روایات کے خلاف جا کر شادی کی پھر جب ممی کو اس گھر میں کسی نے قبول نہیں کیا تو انہوں نے اس گھر سے ناتہ توڑ لیا۔ یہ بات اس نفرت کو بڑھانے کے لیے بہت زیادہ تھی' میں اس گھر میں تب آئی جب ممی اور بابا ایک حادثے میں نہیں رہے' میں اس وقت دس برس کی تھی' مجھے دادا ابا کی نفرت سمجھ نہیں آئی تھی۔ میں ان کے بیٹے کی اولاد تھی اس خاندان کی بیٹی تھی مگر انہوں نے کبھی اس طرح میرے سر پر ہاتھ نہیں رکھا۔ میری منگنی محض دس برس کی عمر میں تب ہوئی جب میں اس رشتے کے معنی بھی نہیں جانتی تھی۔ میں اس وقت بھی احتجاج نہیں کر پائی تھی جب مجھے بتایا جا رہا تھا کہ اب تم عمر بھائی سے منسوب ہو جو اس وقت اکیس برس کے تھے۔ وہ رشتہ بندھ گیا تھا اور کسی نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی تھی' بڑے تایا بھی نہیں' چھوٹے چاچا بھی نہیں۔ کسی نے دادا ابا کے فیصلے کے سامنے ایک لفظ نہیں کہا تھا تو پھر میں کیسے بات کرتی اپنے حق کی؟ ایک دس برس کی لڑکی اپنے حق کے لیے کیسے لڑ سکتی ہے؟ صحیح غلط کی بات کیسے کر سکتی ہے؟" وہ بہت مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی' تانیہ اسے مایوسی سے دیکھ رہی تھی۔

"آنیہ مرتضٰی! تم خود کو اپنے لیے اسٹینڈ لینے کے لیے کبھی نہیں کھڑا کر سکو گی کیونکہ تم ایسا کرنا چاہتی ہی نہیں۔ اس کے لیے تم بولنا چاہتی ہی نہیں' تم دراصل مصلحت پسندی کو ترجیح دے رہی ہو' تم دادا ابا کی غلطی کو صحیح ثابت کرنا چاہتی ہو کیونکہ تم سمجھتی ہو تمہارے بابا نے ایک غلطی کی تھی' جسے تمہیں بھگتنا چاہیے۔" تانیہ اس کی ہمدرد تھی۔

"میرے ایسا نہ سوچنے سے کچھ بدل نہیں جائے گا تانیہ! دادا کی اس نفرت کو میں ختم نہیں کر پاؤں گی شاید ان کو مجھ میں وہ فرانسیسی لڑکی دکھائی دیتی ہے' جس نے ان سے ان کے بیٹے کو جدا کر دیا تھا۔ پرانی سوچ کو نئی سوچ میں بدلنے میں عمریں لگتی ہیں تانیہ! اگر دادا ابا کی انا کو مجھے یہ سزا دے کر تسکین ہوتی ہے تو میں اس سزا کو جھیلنے میں کوئی حیل وحجت نہیں کروں گی مگر میں ان کے منہ پر کھڑے ہو کر ان سے گستاخی نہیں کر سکتی۔ انہیں نہیں کہہ سکتی کہ وہ کتنے غلط ہیں۔ میں دادا ابو کو ہرٹ کرنا نہیں چاہتی۔" وہ وائلن ایک طرف رکھتے ہوئے بولی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں دادا ابا سے مل کر آتی ہوں۔" کہتے ہی وہ کمرے سے نکل گئی اور تانیہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

دادا ابا نے اسے سر اٹھا کر دیکھا پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"پڑھائی کیسی چل رہی ہے تمہاری؟" دادا ابا نے مخصوص بارعب لہجے میں پوچھا تو آنیہ مرتضٰی نے سر ہلایا۔

"ہم نے تمہیں یہ بتانے کے لیے بلایا تھا کہ عمر کسی کام کے لیے بیرون ملک جا رہا ہے' ہم نے سوچا ہے کہ اس سے قبل نکاح ہو جائے۔" وہ سکون سے بولے تھے۔

"جی......؟" وہ ان کی بات پر چونکی۔

"مرتضٰی کے نقش قدم پر چلنے کا شوق ہو گیا ہے خاندان کے لڑکوں کو باہر جا کر پڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ مرتضٰی نے جو کیا ہم نہیں چاہتے وہ خاندان کے باقی لڑکے بھی کریں' قدموں میں بیڑی ہو گی تو یاد رہے گا کہ اپنی زمین کی طرف

واپس لوٹتا ہے۔ ہم سے غلطی ہوئی تھی جو مرتضیٰ کا نکاح نہیں کیا تبھی وہ فرنگی لڑکی کو بیاہ لایا۔ ایک غیر خون کو رنگ و نسل کو گھر میں خاندان میں جگہ دینا پڑی۔" دادا ابا کی بات اسے اندر تک کاٹ گئی تھی وہ سر اٹھا کر خاموشی سے دادا ابا کی طرف دیکھنے لگی پھر نرمی سے بولی۔

"دادا ابا! میں مرتضیٰ کمال کا خون ہوں، میں اس خاندان کا حصہ ہوں میں آپ سب سے الگ نہیں ہوں۔" دادا ابا نے اس کے کہنے پر خاموشی سے اسے دیکھا تبھی وہ پھر سے بولی۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا دادا ابا!"

"بولو......"

"میں فی الحال یہ نکاح نہیں کر سکتی دادا ابا!"

"کیا......؟" دادا ابا چونکے تھے۔ "تم جانتی ہو لڑکی تم کس سے یہ بات کہہ رہی ہو؟"

"جی دادا ابا! میں یہ بات جتانا ضروری سمجھتی ہوں کہ اپنی پوتی کی زندگی کو اس طرح رسک پر نہیں رکھ سکتے۔ اگر...... اگر عمر بھائی...... میرا مطلب ہے عمر واپس نہیں لوٹتے ہیں تو...... یا اگر وہ وہی غلطی دہراتے ہیں جو بابا نے کی تھی تو اس میں نقصان کس کا ہوگا؟ آپ چاہیں گے ایک اور فاطمہ خان اس خاندان کا حصہ بنے یا پھر کوئی آنیہ مرتضیٰ ایک دہری پہچان لے کر اس خاندان میں پناہ لینے چلی آئے؟"

"لڑکی...... خاموش...... تمہیں علم ہے کس سے گستاخی کر رہی ہو تم؟" دادا ابا آسے غصے سے دیکھ رہے تھے آنیہ نے ہمت کڑی کر کے دادا ابا کی طرف دیکھا۔

"دادا ابا! یہ بات ایک زندگی سے نہیں جڑی، کئی زندگیاں شامل ہوں گی اس میں۔ فاطمہ خان کی سزا میں نہیں بھگت سکتی، کیا گارنٹی ہے کل عمر بھائی کسی اور جانب راغب نہیں ہوں گے؟ کسی اور سے شادی نہیں کریں گے؟ اگر یہ نکاح ہو بھی گیا تب بھی اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو......؟" آنیہ مرتضیٰ نے اپنی بات سہولت سے ان کے سامنے رکھی۔

"دادا ابا سب جانتے ہیں یہ رشتہ بے جوڑ ہے۔"

"گستاخ...... تم ہماری مخالفت کر رہی ہو؟ دکھا دیا نا خون کا رنگ۔ اس خاندان کے فیصلوں کو جھٹلا رہی ہو تم اور خود کو اس خاندان کا حصہ سمجھتی ہو؟"

"دادا ابا میں غلط روایات کی نذر نہیں ہو سکتی، میرے لیے جبر کو سہنا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے جتنا گناہ کرنا۔" وہ بہت سکون سے کہہ رہی تھی۔

"ہم اور نہیں سن سکتے، ہم آج ہی تمہیں اس گھر سے نکل جانے کا حکم دیتے ہیں۔" دادا ابا کا فیصلہ حیران کن نہیں تھا مگر آنیہ مرتضیٰ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دادا ابا کی طرف دیکھا مگر ان نظروں میں رحم نہیں تھا سو وہ کوئی درخواست کیے بنا کمرے سے باہر نکل آئی۔ سامنے عمر بھائی کھڑے تھے کسی قدر مجرم بنے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آئی ایم سوری آنیہ! میری وجہ سے تمہیں......"

"اٹس اوکے عمر بھائی! کسی ایک کو تو کھڑے ہو کر ان روایات کے خلاف آواز اٹھانا تھی نا۔ میں نہیں چاہتی تھی جہاں کل فاطمہ خان کھڑی تھی وہاں آج میں کھڑی ہوں اور کل کوئی اور...... یہ بے جوڑ رشتے یہ بے جوڑ شادیاں، جبر کرتی ہوئی روایات انہیں کہیں تو آخر ہونا تھا۔ میں نے مخالفت اپنے لیے نہیں کی، میں ان روایات کا حصہ بن بھی جاتی مگر پھر یہ سلسلہ رکتا نہیں۔ دادا ابا کو اس بات کا احساس دلانا ضروری تھا کہ وہ غلط تھے۔" وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔

"اگر میں تمہیں نہیں کہتا تو شاید آج صورت حال مختلف ہوتی نا؟ میں بزدل ہوں، میں تمہاری جگہ کھڑا نہیں ہو سکا۔ میں نے تمہیں اپنی ڈھال بنایا مجھے اپنے لیے خود اسٹینڈ لینا چاہیے تھا، مجھ میں دادا کی مخالفت کرنے کی ہمت نہیں تھی؟ یہ بات سچ ہے آنیہ!" عمر بھائی اعتراف کر رہے تھے آنیہ نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"جو بھی ہے اگر آپ دادا ابا سے مخالفت کرتے تو شاید وہ آپ کو شوٹ کر دیتے۔ میرا نقصان آپ سے کم ہے، مجھے صرف اس گھر سے نکل جانے کا حکم ملا ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"لیکن اگر مجھے کسی اور سے محبت تھی، کسی اور سے شادی کرنا تھی تو مجھے تمہیں اپنی ڈھال نہیں بنانا چاہیے تھا آنیہ! سوری میں نے تمہارا ساتھ نہیں دیا۔" وہ شرمندہ دکھائی دے رہے تھے، کچھ فاصلے پر کھڑی تانیہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی آنیہ نے اس کی طرف دیکھا تو وہ قریب آ گئی۔

"عمر بھائی آپ نے اچھا نہیں کیا، آپ نے اسے کہا دادا کی مخالفت مول لینے کو؟ آپ کو نکاح نہیں کرنا تھا تو آپ خود دادا سے کہتے۔ آپ کو کسی اور سے محبت تھی تو اس کے لیے آنیہ کو آگے کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" عمر بھائی کچھ نہیں بولے آنیہ اپنے کمرے میں آ کر سامان سمیٹنے لگی تبھی عمر بھائی کی آواز کان میں پڑی۔

"چلو تمہیں چھوڑ دوں؟" آنیہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"مجھے نہیں پتا عمر بھائی! مجھے کہاں جانا ہے، میرے پاس کوئی جگہ نہیں ہے۔" اسے پہلی بار اندازہ ہوا تھا دادا ابا کی مخالفت مول لے کر اس نے کتنی بڑی غلطی کی مگر عمر بھائی نے اس کا سامان اٹھا لیا اور اس کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی اگلی سیٹ پر بٹھا لیا۔ وہ نہیں جانتی تھی عمر بھائی اسے کہاں لے جا رہے تھے، وہ سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی تھی۔ جانے کتنا سفر طے ہوا تھا اور کتنی دیر سوئی تھی وہ، عمر بھائی نے گاڑی روکی تھی تبھی اس کی آنکھ کھلی تھی۔ بہت بڑا سا گھر تھا، وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اتری، اس کے سامنے ایک نائس سی خاتون کھڑی مسکرائی رہی تھیں۔

"فاطمہ پھوپو! یہ آنیہ ہے یہ اب سے آپ کے پاس رہے گی۔" عمر بھائی کے کہنے پر اس نے چونک کر دیکھا تھا، وہ بمشکل تیس پینتیس کی تھیں اور اتنی خوب صورت...... آنیہ حیران رہ گئی تھی۔ فاطمہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو نرمی سے چھوا تھا اور مسکرائی۔

"کیسی ہو تم؟" فاطمہ خان وہ تھی جس کا اتنا بڑا نقصان اس کے بابا کے باعث ہوا تھا۔ اس نے سنا تھا فاطمہ خان نے شادی نہیں کی تھی، وہ سمجھتی تھی کہ وہ اپنے اندر بہت نفرت رکھتی ہوگی مگر اس چہرے پر کوئی شکن تھی نا کوئی نفرت۔

عمر بھائی اسے چھوڑ کر واپس لوٹ گئے تھے، ایک محفوظ پناہ گاہ اسے سونپ کر وہ شاید کسی قدر ازالہ کرنے کی کوشش کر پائے تھے۔ اپنے طور پر انہیں جو پچھتاوا تھا شاید اس گلٹ سے وہ کسی قدر نکل پائے تھے یا نہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی مگر اسے نہیں لگتا تھا اس نے کچھ غلط کیا تھا وہ کسی پچھتاوے میں مبتلا نہیں تھی، ہاں وہ بہت خاموش ہو گئی تھی۔

فاطمہ خان اس کے لیے کھانا نکال رہی تھی تبھی وہ بولی۔

"آپ جانتی ہیں میں کون ہوں؟" فاطمہ خان کا ہاتھ ایک پل کو رکا اور پھر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ آنیہ مرتضیٰ حیران رہ گئی تبھی بولی۔

"اور آپ کو مجھ سے نفرت نہیں؟" بہت پر ملال لہجے میں پوچھا مگر فاطمہ خان مسکرا دی، پھر ملائمت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے تم سے نفرت کیوں کرنا چاہیے؟"

"کیونکہ میں مرتضیٰ کمال خان کی بیٹی ہوں؟" آنیہ نے جتایا تو فاطمہ خان پرسکون نظروں سے اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"آنیہ مجھے مرتضیٰ کمال خان سے کوئی شکوہ نہیں، تم جانتی ہو میں بھی مرتضیٰ کمال سے نو برس چھوٹی تھی اور اس نے جان بوجھ کر مجھ سے نکاح نہیں کیا تھا، وہ باہر چلے گئے تھے اور وہاں انہوں نے تمہاری امی سے شادی کر لی تھی۔ مرتضیٰ کمال بھی کسی طرح ان روایات کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر شاید یہ اتنا آسان نہیں۔ مجھے اس شادی کے نہ ہونے کا کوئی افسوس نہیں کیونکہ آج جو میں ہوں وہ مرتضیٰ کمال کی وجہ سے ہوں، میں آج ہارٹ اسپیشلسٹ ہوں۔ اپنے قدموں پر کھڑی ہوں کیا یہ تب ممکن ہو پاتا اگر میری شادی اس کم عمری میں ہو جاتی؟" فاطمہ خان بتا رہی تھیں اور وہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"آنیہ فرسودہ روایات کو ختم کرنا بہت ضروری ہے ورنہ یہ آپ کو ختم کر دیتی ہیں۔ روایتیں، رسمیں، ہم انسان بناتے ہیں، زندگی کو صراط مستقیم پر چلانے کے لیے لیکن اگر وہی روایات گلے کا پھندا بننے لگیں تو......؟ خیر تم کھانا کھاؤ مجھے ایک کیس اسٹڈی کرنا ہے، بعد میں ملتی ہوں۔" فاطمہ

خان کہہ کر باہر نکل گئی تو آنیہ مرتضیٰ انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁
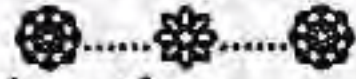
ایک راہ ختم ہو تو دوسری راہ کیسے اس کی جگہ لے لیتی ہے اس کا اندازہ اسے نہیں تھا مگر فاطمہ خان سے مل کر اس کی ہمت کچھ بندھی تھی۔ وہ اعتماد اور یقین لحہ لحہ گزرتی زندگی سے سیکھ رہی تھی۔ فاطمہ خان نے اس کا ایڈمیشن یونیورسٹی میں کرادیا اور وہ پھر سے یونیورسٹی جانے لگی تھی۔ فاطمہ اسے بڑی بہنوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی اور وہ ہمیشہ ہچکچاہٹ کا شکار رہتی وہ اسے کیا کہہ کر مخاطب کرے؟

"تم ابھی تک اس گھر میں کمفرٹیبل نہیں ہوئیں؟" شام کی چائے پر فاطمہ پوچھ رہی تھی اس نے سر انکار میں ہلادیا۔

"ایسا نہیں ہے میں دادا کے بارے میں سوچ رہی تھی' مجھے ان سے معافی مانگنا چاہیے' میں نے ان کے حکم کو نہ مان کر ان کا دل دکھایا۔ کسی حد تک بے عزت کیا' یہ ٹھیک نہیں۔" وہ پچھتاوے میں مبتلا تھی۔

"ایسا نہیں ہے آنیہ! غلطی صرف چھوٹے نہیں کرتے' غلطیاں بڑوں سے بھی ہوتی ہیں۔ مگر کبھی کبھی چھوٹوں کو بڑوں کی غلطیوں پر نشاندہی کرنا پڑتی ہے۔ اس سے بڑوں کی عزت کم نہیں ہوتی' دادا ابا کو اپنی غلطی کا احساس ضرور ہوگا اور وہ ایک دن خود آ کر تمہارے سر پر دست شفقت رکھیں گے تب تم ان سے معافی مانگ سکتی ہو۔ جس طرح چھوٹوں پر بڑوں کا احترام فرض ہے اس طرح بڑوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ چھوٹوں کو سمجھیں اور زبردستی کے فیصلے ان پر مسلط نہ کریں۔" فاطمہ خان نے اسے سمجھایا تھا۔ پتا نہیں یہ کتنا صحیح تھا یا غلط مگر اس گھر کے لوگوں میں سے کسی کی ہمت دادا ابا کے فیصلے کے خلاف جانے کی نہیں تھی تبھی اسے اب تک کسی نے کال بھی نہیں کی تھی۔ اس روز وہ گھر لوٹی تو گھر میں چہل پہل دکھائی دی' وہ وہاں سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ جانا چاہتی تھی مگر فاطمہ نے آواز دے کر بلالیا۔

"آنیہ! ان سے ملو یہ میکال شاہ ہیں' ہماری بوا کے بھانجے۔ بوا نے ان کے لیے کھانے پر خوب اہتمام کیا تھا۔ صبح سے انتظار کر رہی تھیں اس کا یہ جب بھی یہاں آتا ہے تو گھر کی خاموش فضا میں ایک رونق سی آجاتی ہے۔ موصوف کا سنس آف ہیومر کمال کا ہے۔" فاطمہ خان مسکراتے ہوئے بتارہی تھیں' وہ میکال شاہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ میکال شاہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا' اس نے اخلاقاً سی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟ بوا آپ کے بارے میں بتارہی تھیں اس روز فون پر کہ گھر کے ایک فرد میں اضافہ ہوا ہے' مجھے لگا کوئی میرا حریف آ گیا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"بیٹھو نا آنیہ! کھڑی کیوں ہو؟ میکال کو اس گھر کا ایک فرد سمجھو۔" مسکراتے ہوئے فاطمہ نے جتایا مگر وہ زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکی اور اٹھ کر وہاں سے نکل آئی پھر جب وہ ٹیرس پر بیٹھ کر اپنے وائلن کو دھیمے سروں میں بجارہی تھی تبھی میکال شاہ وہاں آ گیا تھا۔ بنا اسے ڈسٹرب کیے وہ خاموش کھڑا اسے وائلن کے تاروں سے کھیلتے دیکھتا رہا' آنکھیں بند کیے مگن سی وائلن کے تاروں سے کھیل رہی تھی۔ اچانک اس کے ہاتھ رکے' آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ اس کے قریب کھڑا تھا' اسے دیکھ کر وہ مسکرادیا۔

"آپ نے ہاتھ کیوں روک لیا' بہت اچھا بجاتی ہیں آپ۔ کہاں سے سیکھا ہے آپ نے؟ آپ کو پتا ہے آپ وائلن Niccolo Pagannli کی طرح مہارت سے بجاتی ہیں' کہیں کہیں آپ کی مہارت Anlonio Vivaoli سے میل کھاتی ہے' آپ کو معلوم ہے اس نے امیجز کو میوزک سے پینٹ کرنے کی راہ دکھائی تھی جیسے فور سیزن یا پھر ٹن پینٹنگ' آپ نے سنا ہے ان کے بارے میں' ضرور سنا ہوگا نا؟" وہ مسکرایا تھا مگر اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا پھر سر نفی میں ہلادیا۔

"میں نے ان کے بارے میں کبھی نہیں سنا' مگر میں ایک بات جانتی ہوں کہ میں اتنی مہارت نہیں رکھتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی' میکال شاہ مسکرادیا۔ وہ وائلن کو اٹھا کر وہاں سے نکل جانے کے لیے پر تول رہی تھی جب میکال بولا اٹھا۔

"کب سے بجارہی ہیں آپ؟"

"بچپن سے میری ممی وائلن بجاتی تھیں میں ان کے پاس بیٹھ کر ان کو سنتی تھی۔ مجھے اچھا لگتا تھا میرے بابا جانتے تھے مجھے وائلن بجانے کا شوق ہے سو انہوں نے مجھے یہ وائلن لادیا تھا یہ تب کا ہے جب میں نو برس کی تھی۔ یہ صرف وائلن نہیں ہے میرے لیے میرے بابا سے جڑی ایک یاد ہے۔" وہ اس کے ہاتھ سے وائلن لے کر دیکھنے لگا تھا اس نے واقعی اسے بہت سنبھال کر رکھا تھا۔

"آپ چیزوں کو بہت سنبھالنے کی عادی معلوم ہوتی ہیں اس وائلن کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ دس بارہ سال پرانا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"بہت سی چیزوں کو ہم صرف اس لیے سنبھال کر رکھتے ہیں کیونکہ ان چیزوں کی اہمیت ہم سے جڑے اہم لوگوں سے جڑی ہوتی ہے۔" وہ مدھم لہجے میں بولی وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"آپ کی آنکھیں بہت خاص ہیں صرف اس لیے نہیں کہ یہ رنگت میں نیلی ہیں بلکہ اس لیے کہ ان میں عجیب سا سکوت اسراریت اور گہرائی ہے۔ آپ کی باتیں آپ کی آنکھوں سے زیادہ گہری ہیں میں آپ کو فارنر سمجھا تھا مگر آپ کی زبان اور لہجہ بہت صاف ہے بالکل مقامی لوگوں کی طرح۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بابا نے مجھے اپنے ملک کلچر مذہب سے بہت قریب رکھا۔ میں بچپن سے ہی اردو بولتی تھی میری ممی نے چیزوں کو کبھی مجھ پر امپوز نہیں کیا۔ میں بابا کے زیادہ قریب تھی شاید اسی لیے میں بابا جیسی ہوں۔ میں فارنر نہیں ہوں مقامی ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی وہ اس کے اعتماد اور پُروقار انداز پر بغور اسے دیکھنے لگا تھا جیسے وہ متاثر ہو رہا تھا اس رات میں کوئی اسرار تھا یا وہ اسرار آنیہ مرتضٰی کی شخصیت میں تھا وہ جیسے بندھ رہا تھا وہ اسے بات کرنے پر اکسا رہا تھا جیسے وہ اس کے ساتھ مزید وقت گزارنا چاہ رہا تھا مگر آنیہ نے اپنا وائلن اٹھایا اور سہولت سے بولی۔

"مجھے صبح یونیورسٹی جانا ہے اب سونا چاہیے شب بخیر۔" وہ کہہ کر فوراً ہی اٹھی اور چلتی وہاں سے نکل گئی۔

❀......❀......❀

اس نے کچن میں جھانکا تو فاطمہ ملازم کے ساتھ مل کر کھانا پکا رہی تھیں اور خاصی بزی دکھائی دے رہی تھیں اس پر نگاہ پڑی تو وہ پلٹنے والی تھی جب فاطمہ نے پوچھا۔

"آنیہ! تمہیں کوئی کام تھا واپس کیوں جارہی ہو؟"

"نہیں وہ...... میں یونہی آئی تھی فاطمہ! مگر آپ بزی تھیں تو......" وہ مروت سے مسکرائی تھی۔

"میں میکال کے لیے چکن کریلے بنارہی تھی اسے یہ سب وہاں انگلینڈ میں تو ملتا نہیں سو جب بھی یہاں آتا ہے اس کی فرمائش ہوتی ہے اسے ایسے سب کھانے ملیں۔" وہ مسکرائی اور سلاد کاٹنے میں فاطمہ کی مدد کرنے لگی۔

"فاطمہ ایک بات پوچھوں؟ آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟ میرا مطلب ہے آپ ملک کی اتنی بڑی ہارٹ سرجن ہیں خوب صورت ہیں قابل ہیں۔ بابا کے بعد آپ کو اس طرح خود کو اپنے تک محدود نہیں رکھنا چاہیے تھا آپ تمام خوشیوں پر اتنا ہی حق رکھتی ہیں جتنا کہ کوئی اور آپ کو تنہا نہیں رہنا چاہیے۔" وہ بولی تو فاطمہ اسے دیکھنے لگی پھر مسکرادی۔

"ہمارا رشتہ عجیب ہے کچھ آنیہ! میں نے کبھی زندگی میں نہیں سوچا تھا۔ میں مرتضٰی کے بچوں کو دیکھوں گی یا پھر مرتضٰی کی اولاد کے ساتھ رہوں گی یہ ناممکن ہی تو تھا جیسے وہ بے جوڑ رشتہ تھا یا پھر جس طرح وہ ختم ہوا اس کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ ایسا کچھ ہوگا۔" آنیہ مسکرادی۔

"زندگی بہت ہی ان سوچی باتوں سے عبارت ہے فاطمہ! ہم جو سوچتے نہیں وہی ہوتا ہے جب میں فرانس میں تھی ممی بابا کے ساتھ تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی کبھی کسی مشکل سے دوچار ہوگی یا پھر کسی مقام پر آ کر ایک سوالیہ نشان بن جائے گی مگر اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈنا اور الجھن کو سلجھانا ہی زندگی ہے نا؟" وہ بولی تو فاطمہ مسکرادی۔

"مجھے شادی کے لیے وقت نہیں ملا آنیہ! پہلے کچھ برس سنبھلنے میں لگے اور اس کے بعد کے برس اتنا بزی رہی کہ اپنے لیے بھی وقت نہیں نکال پائی۔"

"آپ کو بابا سے کچھ انسیت تھی؟ میرا مطلب ہے کہ......" وہ بولتے بولتے رک گئی تو فاطمہ مسکرادی۔

"تمہارے بابا کی پرسنالٹی بہت متاثر کن تھی آنیہ! مگر میں نہیں جانتی کہ وہ محبت تھی یا کچھ اور میں نے کچھ سوچ کر خود کو محبت کے اس تجربے سے بچا کر رکھا میں قصداً محتاط رہی۔"

"یہ دو خوب صورت لڑکیاں کچن میں کھڑی ہو کر کیا راز و نیاز کررہی ہیں؟" میکال شاہ کب وہاں آیا تھا ان دونوں کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ فاطمہ میکال کی طرف دیکھ کر مسکرادی۔

"ہم مل کر ڈنر تیار کررہے ہیں تم تو میٹنگ کے لیے گئے تھے جلدی کیوں لوٹ آئے؟"

"میں نکل گیا تھا مگر پھر راستے میں تھا تو کلائنٹ کی طرف سے کال آگئی میٹنگ کینسل ہوگئی سو میں واپس گھر آگیا۔" وہ پلیٹ سے کھیرے سا اٹھا کر کھانے لگا۔

"تم بوا جی کے ساتھ جا کر بیٹھو میں کھانا لگواتی ہوں۔" فاطمہ خان نے کہا۔

"میری کچھ مدد کی ضرورت ہو تو بتادیں فاطمہ!" وہ مسکرایا۔

"نہیں تم جاؤ یہاں سے۔" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے ڈپٹا۔ آنیہ سر جھکائے کھیرے کاٹ رہی تھی میکال شاہ نے اسے بغور دیکھا آنیہ نے بھی نگاہ اٹھا کر دیکھا مگر دوسرے ہی پل نگاہ ہٹا گئی وہ پلٹ کر باہر نکل گیا تھا۔

ڈنر کے بعد جب وہ کافی بنارہی تھی تبھی وائلن کے سُر اس کے کانوں میں پڑے وہ حیران ہوئی تھی کافی لے کر آئی تو میکال شاہ اس کے وائلن کے تاروں سے عجیب ساز چھیڑ رہا تھا بوا اور فاطمہ اسے بیٹھے محویت سے سن رہے تھے وہ حیران تھی۔ وہ وائلن بجانا جانتا تھا وہ کافی کی ٹرے ٹیبل پر رکھ کر اس کے سامنے بیٹھی تو وہ اسے دیکھ کر مسکرایا اور وائلن کے سُر تبھی دم توڑ گئے۔ بوا اور فاطمہ نے اس کے لیے تالیاں بجائی تھیں۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تم وائلن بجانا جانتے ہو!" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کافی کا سپ لیا وہ آنیہ مرتضٰی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرادیا۔

"میری استادِ محترم آپ کے سامنے بیٹھی ہیں جو بھی سیکھا ان سے سیکھا۔" میکال شاہ نے اس کی طرف اشارہ کردیا وہ حیران رہ ہی گئی۔

"میں...... میں نے آپ کو کب سکھایا؟" وہ حیرت سے بولی۔

"اس روز رات میں جب ہم ٹیرس پر بیٹھے تھے تو آپ بتارہی تھیں نا میں اچھا سیکھنے والا ہوں مجھے چیزیں جلد ازبر ہوجاتی ہیں۔" وہ بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"آنیہ بہت اچھا وائلن بجاتی ہے میکال! یہ بات مذاق نہیں ہے مگر یہ بات طے ہے کہ تم پہلے سے وائلن بجانا جانتے ہو نا؟ آنیہ پریشان مت ہو میکال کی عادت ہے مذاق کرنے کی۔" اسے تذبذب کا شکار ہوتی دیکھ کر فاطمہ نے اسے مشکل سے نکالا۔ میکال اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور ان نظروں میں کچھ تو خاص تھا وہ جیسے سمجھنے سے قاصر تھی یا پھر وہ اس بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ ٹیرس پر تھی جب وہ اس کے پاس آن کھڑا ہوا وہ فوراً وہاں سے چلے جانا چاہتی تھی تبھی میکال شاہ کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آ گیا۔ آنیہ مرتضٰی نے پلٹ کر دیکھا تو وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا اس کی نظریں جیسے اس کے چہرے کا طواف کررہی تھیں اور آنیہ الجھن سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"مجھے خود اندازہ نہیں۔" وہ مدھم لہجے میں بولا اور اس کی نظریں اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔ ان نظروں میں تپش تھی ایک الاؤ تھا وہ زیادہ دیر دیکھ نہیں پائی اور نظریں جھکتی چلی گئیں۔

"میں نہیں جانتا مگر کچھ ہے جو مجھے تم سے باندھ رہا ہے تم مجھے پہلے دن سے ہی اپنے اختیار میں لیتے ہوئے

لگ رہی ہو اور میں جیسے تمہارا معمول بن رہا ہوں۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا ایسا کیوں کر رہی ہو؟ میں اپنے بچاؤ کی سعی کرتے تھکنے کیوں لگا ہوں اور تم مجھے زبانی از بر ہوتی کیوں جا رہی ہو؟" اس مدھم لہجے کی سرگوشی پر وہ حیران رہ گئی تھی۔

"میکال شاہ آپ......" وہ بولنے لگی تب ہی میکال شاہ نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کر دیا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے گمان ہے یہ محبت کی ابتداء ہے اگر یہ ابتداء ہے تو مجھے اس انتہا سے ڈر لگتا ہے۔ اس ابتداء میں یہ حال ہے کہ وجود مشکلوں میں گھرا لگتا ہے' جیسے تم نے جنگل میں آگ لگا کر میرے سامنے سارے راستے بند کر دیئے ہوں۔ اس محبت کے آغاز میں یہ حال ہے تو کیا ہوگا جب اس محبت کا اقرار آپ کے لبوں سے سنوں گا؟" وہ حیران رہ گئی تھی' میکال شاہ کی گرم سانسوں کی تپش اس کی انگلیوں کے الاؤ' وہ کسی پتے کی طرح کانپنے لگی تھی۔ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑایا اور بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل آئی مگر اس کے ہاتھ پر اس کالمس جیسے جل رہا تھا۔

یہ محبت تھی؟ وہ شب بھر سو نہیں پائی سانسوں میں ارتعاش رہا' دل کتنی زور سے دھڑکتا رہا' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ وہ شب بھر کیوں سو نہیں پائی' جان مشکل میں کیوں ہو رہی تھی۔ صبح وہ جاگی تو راہداری میں میکال شاہ سے سامنا ہو گیا' وہ جیسے نظر بچا کر گزر جانا چاہتی تھی مگر وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے آ رکا لمبا چوڑا شخص' وہ چاہتی بھی تو شاید نظر انداز نہ کر پاتی۔

"یہ بے خبر بننا' انجان دکھائی دینا' نظر چرانا کہیں آپ کو پیار تو نہیں ہو گیا؟ یہ گریز یہ بے نیازی کے سلیقے سیکھنے میں کچھ وقت لگے گا شاید آپ کو۔ موسم نئے ہوں تو عادی ہونے میں وقت لگتا ہے نا؟" وہ جیسے اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟" وہ اطمینان اور مکمل اعتماد سے بولی۔

"کیا......آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" وہ بے نیاز لگ رہا تھا۔

"آپ کچھ نہیں جانتے میرے بارے میں' نہ میں آپ کے بارے میں۔ مجھے آپ کی باتیں عجیب لگ رہی ہیں' کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں آپ یا پھر خوش فہمی کا؟"

"یہ غلط فہمی نہیں ہے اور خوش فہمیوں کے لیے کہیں گنجائش نہیں ہے' رہی بات آپ کے بارے میں جاننے کی تو میں تم سے پیار کرتا ہوں یہ میں جانتا ہوں۔ میں نے جتنا جانا ہے مجھے وہ اچھا لگتا ہے' اس تھوڑے جاننے سے مجھے شدید پیار ہوا ہے۔ اس کم جاننے کی محبت کا عالم یہ ہے کہ میں شب بھر سو نہیں پایا۔ آپ شناسائیوں کو سمیٹ کر ایک طرف رکھنے کے درپے ہیں' مجھے ڈر ہے یہ محبت خواب نہ بن جائے۔" وہ خدشے بیان کر رہا تھا۔

"محبت ایسے نہیں ہوتی میکال شاہ!" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"پھر کیسے ہوتی ہے' آپ کو اس کا تجربہ ہے؟" وہ پوچھنے لگا آنیہ نے فوراً سرنفی میں ہلا دیا۔

"محبت ہونے کے کلیے ہوتے ہیں یا اعداد و شمار' محبت واقع ہونے کے اسباب تلاشنا چاہتی ہیں یا آپ واقعات کے تسلسل کو جوڑ کر خدشوں کی کوئی بات کرنا چاہتی ہیں؟ جب آپ نے محبت کی نہیں تو آپ کو اس کا علم کیسے ہو گیا کہ محبت کیوں ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے؟ تجربات سے خود کو گزرنے دیں گی تو ان حدتوں کی خبر ہوگی نا اور کلیوں اور مفروضوں کو محبت کا جواز بتانا چاہتی ہیں تو بخوشی ایسا کر سکتی ہیں مگر محبت کے ہونے اور نہ ہونے کی وجوہات تلاشنا بے وقوفی ہو سکتی ہے کیونکہ محبت کے شواہد بڑے واضح اور گہرے ہوتے ہیں آنیہ مرتضیٰ! وہ شواہد اس گھڑی میری نظر آپ کی نظروں میں دیکھ رہی ہے' کیا آپ دیکھ کر بھی انجان بننا چاہتی ہیں؟" وہ بہت مدلل لہجے میں بولا۔

آنیہ الٹے قدموں پلٹی اور وہاں سے نکل آئی گئی اس شخص نے کیا کر دیا تھا' وہ لمحوں اپنی دھڑکن کو معمول پر نہیں

لا پا رہی تھی۔ شام میں جب وہ اپنے وائلن کے تاروں سے کھیل رہی تھی تو وہ آ گیا' ٹیرس کے دوسرے کنارے پر کھڑا اسے دیر تک تکتا رہا۔ آنیہ مرتضیٰ کے وائلن کے تاروں سے کھیلتے ہاتھ رک گئے تھے' اس نے مقابل بیٹھ کر اس کے ہاتھ سے وائلن لے کر ایک طرف رکھا اور اس کے ہاتھ کو ہاتھوں میں لے لیا۔

"محبت کھیل نہیں ہے کہ آغاز کرو اور انجام کی فکر کیے بنا اسے ختم کر دو۔ محبت ان خدشات سے بہت دور کی چیز ہے۔ میں تمہیں اپنے سارے یقین سونپنا چاہتا ہوں مگر اس سے قبل مجھے اتنا یقین چاہیے کہ تم یقین رکھتی ہو۔ محبت یقین کے بنا ادھوری ہے اور میں مفروضوں کی بنیاد رکھنے نہیں آیا' تمہیں وہ یقین سونپنے آیا ہوں جو محبت کو کم ہونے نہیں دے گا' کیا تم میرا اعتبار کرنا چاہتی ہو آنیہ مرتضیٰ خان! کیا تم مجھے وہ اجازت دیتی ہو کہ میں تمہیں کامحبت یقین سونپ دوں اور تمہیں اپنے ساتھ باندھ لوں؟" وہ بہت یقین سے کہہ رہا تھا اور آنیہ مرتضیٰ حیرت سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی وہ گنگ تھی' کوئی لفظ آج اس کی دسترس میں نہ تھا اور تبھی بارش ہونے لگی تھی وہ دونوں بھیگنے لگے تھے مگر دونوں کو اس کی پروا نہیں تھی۔

"اگر میں کہہ دوں کہ تم تمام دروازوں پر قفل لگا کر ساری چابیاں اپنے پاس رکھ لو تو کیا یہ یقین کرنے کو کافی ہوگا؟ کیا یہ یقین کافی نہیں کہ میں تمہیں اختتام تک اختیار کل دے رہا ہوں' کیا یہ یقین کافی نہیں؟" میکال شاہ اس تاریکی میں اس کے سامنے بیٹھا کہہ رہا تھا اور اسے لگا اس یقین کے آگے جیسے کل کائنات ہیچ ہے۔ اس لہجے سے آگے اسے کوئی لہجہ سنائی نہیں دے رہا تھا اور حیران تھی کہ وہ کچھ اور سن کیوں نہیں پا رہی۔ اس لہجے میں ایسا کیا تھا یا پھر کیسا فسوں تھا اس بارش میں؟ یہ موسم اپنے ساتھ کوئی نیا بھید لایا تھا' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی مگر وہ اس شخص کے سامنے سے اٹھ نہیں سکی تھی' جیسے محبت نے اس کے پاؤں باندھ لیے ہوں اور وہ اسباب تلاش کرنے کی خواہش میں بے بس ہو گئی تھی۔

"کیوں کر رہے ہو یہ سب' کس لیے؟" اس نے پوچھا تو اس کی آواز و لہجہ بہت بے ہمت لگ رہا تھا۔

"تمہیں ڈر کیوں لگتا ہے اور کس بات سے؟"

"مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔" وہ اٹھنے لگی تھی مگر اس نے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے دوبارہ بٹھا دیا۔

"بارش تیز ہو رہی ہے میکال شاہ!" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"ہونے دو۔" وہ عجیب دیوانگی میں بولا۔

"کیا چاہتے ہو' یہ بچپنا کس لیے؟" اسے نے تھک کر پوچھا۔

"شادی کرو گی مجھ سے؟" اس نے پُراعتماد لہجے میں پوچھا۔

"شادی......اس طرح......کتنا جانتے ہیں ہم ایک دوسرے کو؟ کیا یہ بے وقوفی نہیں ہوگی؟" وہ بضد تھی جیسے وہ حفاظتی بند باندھ کر طوفان کو ٹالنا چاہ رہی تھی۔

"اگر یہ بے وقوفی ہے تو مجھے خرد کو خیر باد کہہ دینے پر کوئی ملال نہیں ہوگا۔"

"یہ پاگل پن ہے میکال شاہ! میری منگنی دس برس کی عمر میں ہو گئی تھی' تم جانتے ہو فاطمہ میری کون ہے؟ میں اس کی کزن نہیں ہوں' وہ میرے بابا کی منگیتر تھی' ہمارے خاندان میں بچپن کی شادیاں اور منگنیاں کرنے کا رواج عام ہے' میرے بابا نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی انہوں نے فاطمہ سے شادی نہیں کی اور فرانس چلے گئے تھے' وہاں انہوں نے میری ممی سے شادی کی مگر جلد ہی یہ حسین خواب ٹوٹ گیا' وہ دونوں ایک حادثے میں نہیں رہے اور مجھے اسی گھر میں واپس آنا پڑا اور تب میری منگنی ایک اکیس سال کے نوجوان سے کر دی گئی تھی' عمر بھائی بھی پڑھے لکھے تھے وہ مجھے اس سے بچانا چاہتے تھے۔ انہیں مجھ سے محبت نہیں تھی اور محبت ہونے کا کوئی جواز بھی نہیں تھا تم جانتے ہو مجھے گھر سے نکال دیا گیا' میں یہاں رہ رہی ہوں تو صرف اس لیے کہ میرے پاس کوئی اور ٹھکانہ نہیں۔ عمر بھائی میرے منگیتر نے مجھے یہاں چھوڑا تھا ان کی نظر

www.paksociety.com

میں میرے لیے یہ سب سے مضبوط پناہ گاہ تھی مگر......"
اس نے تھک کر گہری سانس لی۔

"میکال شاہ! مجھے محبت' شادی' ان سے بہت ڈر لگتا ہے' پلیز مجھے اس خوف میں مبتلا مت کرو' شاید مجھے اس خوف سے باہر آنے میں کچھ وقت لگے مگر...... میں نہیں جانتی۔" وہ سرنفی میں ہلاتی ہوئی بولی اور اس کی طرف سے نظریں پھیر لیں۔

"میری طرف دیکھو آنیہ! کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں اس ڈر کو تمہارے اندر سے نکال پانے میں ناکام رہوں گا۔ کیا تم اپنے یہ بے کار کے خدشے ایک طرف رکھ کر ہم دونوں کے بارے میں سوچ نہیں سکتیں!" وہ بارش میں بھیگتا مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ آنیہ مرتضٰی خان کی آنکھیں اسے تک رہی تھیں۔

"ان آنکھوں کو شناسائی کے موسم دو آنیہ خان! یہ شناسائیوں کے بنا بہت بے رنگ لگتی ہیں' ان آنکھوں کو اس طرح بے رنگ مت کرو۔"

"میکال شاہ! میں نہیں جانتی دادابا کا فیصلہ کیا ہوگا' میں تمہیں اپنے ساتھ خطرات کی نذر نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمہیں مشکلات میں نہیں گھیر سکتی۔"

"کیا تم مجھ سے محبت بھی نہیں کرسکتیں؟ بنا کسی نفع نقصان یا سودوزیاں کے خوف کے؟ کیا محبت اتنی کمزور ہے کہ سارے خوف اس پر حاوی ہورہے ہیں' تم اپنے اندر کے وہ خوف ختم کرنا کیوں نہیں چاہتیں آنیہ خان!"

"اگر میں کہوں آنیہ خان کہ میں جانتا ہوں ان آنکھوں میں محبت ہے تو' تم میری طرف دیکھنا بند کردو گی یا پھر خوف سے اپنی آنکھوں کو بند کرلو گی اور تمہیں یقین ہے کہ آنکھوں کو بند کرلینے سے وہ روشنی پھوٹ کر باہر نہیں آئے گی' تم ان روشنی کی لکیروں کو بند کمروں میں قید کرپاؤ گی آنیہ مرتضٰی خان! اور ان آنکھوں کا کیا کرو گی تمہاری ہر نظر ایک روشنی ہے۔ تم بات کرو نہ کرو وہ روشنی بات کرتی ہے' تم یہ سارے وصف کیسے بھول پاؤ گی اور بھول جانے کی ٹھان بھی لو تو کیا یہ ممکنات میں سے ہوگا؟" اس کے لہجے کا یقین حد سے سوا تھا۔

آنیہ مرتضٰی اس شخص کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ عجیب تھا' بہت عجیب مگر اس کا دل اس کے لیے دھڑک رہا تھا۔ وہ بارش میں بھیگتی اس شخص کو چپ چاپ دیکھ رہی تھی اور صبح جب وہ اٹھی تھی تو بوا اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"تم رات ٹیرس پر بارش میں بھیگتی رہی ہو' تمہاری ناک سرخ ہورہی ہے اور آنکھیں بھی۔" اور وہ نظریں نہیں ملارہی تھی۔ یقیناً بوا نے اسے میکال شاہ کے ساتھ بیٹھا دیکھ لیا تھا۔

"وہ میں بیٹھی تھی تو میکال شاہ وہاں آگئے تھے اور......"

"کوئی بات نہیں' تمہیں اس طرح وضاحتیں دینے کی ضرورت نہیں مگر مجھے ایک بات پریشان کررہی تھی۔" بوا نے اس کے سامنے کافی رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟" وہ چونکی۔

"تم جانتی ہو فاطمہ کو کسی سے محبت ہوئی ہے اب سے نہیں پچھلے پانچ سالوں سے۔"

"اچھا' کس سے؟" وہ ڈاکٹر طحہ!...... جو اس روز گھر آئے تھے؟ وہ تو بہت نائس ہیں' فاطمہ ان کے ساتھ کھڑی اچھی بھی بہت لگ رہی تھیں' دونوں کی جوڑی اچھی رہے گی اور......" وہ بول رہی تھی جب بوا نے اسے چپ کرایا۔

"نہیں طحہ وہ نہیں ہے۔" وہ حیران سی بوا کو دیکھنے لگی تھی۔

"تو پھر کس سے؟" وہ چونکی تھی۔

"میکال شاہ!" بوا نے بتایا تھا اور وہ ساکت رہ گئی تھی۔

"کیا......؟" اس کے سر پر جیسے آسمان آن گرا تھا۔

"ہاں وہ میکال شاہ ہے مگر میکال شاہ پانچ برس چھوٹا ہے فاطمہ سے' سو فاطمہ نے کبھی کوئی پیش رفت نہیں کی۔" بوا نے آگاہ کیا۔

"تو کیا میکال شاہ بھی؟" اسے اپنی آواز بہت اجنبی لگی۔

"میکال نے کبھی کچھ کہا نہیں مگر جس طرح وہ یہاں آتا ہے' اپنا وقت فاطمہ کے ساتھ گزارتا ہے اس سے لگتا

ہے وہ فاطمہ کو پسند کرتا ہے مگر شاید وہ فاطمہ کو پرپوز کرتے ہوئے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ انکار نہ کردے۔" بوا نے وضاحت دی۔ آنیہ کو سارے خواب ایک لمحے میں کرچیوں میں بٹتے دکھائی دیئے' اپنا لہجہ اسے بہت اجنبی لگا اور ساکت سی بوا کو دیکھتی رہی۔

"فاطمہ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"فاطمہ بہت سی باتیں اپنے اندر دبا کر رکھتی ہے' اس کی عادتوں کو جانتی ہوں میں۔ تبھی مجھے ڈر تھا اسے کوئی نقصان نہ ہو' میں نے تمہیں بتانا ضروری سمجھا کہیں تم اس تکلیف کی وجہ نہ بنو۔" بوا بہت سہولت سے کہہ رہی تھیں۔

"مجھے غلط مت سمجھو بیٹا! میرے لیے تم بھی میری بیٹی جیسی ہو مگر فاطمہ کی محبت نے پانچ برس انتظار کیا ہے' وہ جن حالات اور تجربات سے گزری ہے اسے حق ہے کہ وہ بھی خوشیوں کو چنے' خوشیوں کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ فاطمہ تمہیں اپنی چھوٹی بہن کی طرح محبت کرتی ہے' فاطمہ کا دل بہت بڑا ہے اگر اسے خبر ہوئی تو وہ سب کچھ تمہاری جھولی میں ڈال کر خود بے فکر ہوجائے گی مگر میں نہیں چاہتی فاطمہ مزید کوئی قربانی دے' تم عمر کے اس حصے میں ہو جہاں بہت سے راستے مل سکتے ہیں مگر فاطمہ اس جگہ کھڑی ہے جہاں راستوں کا اختتام قریب ہے' میں چاہتی ہوں وہ اپنی منزل جلد پالے۔ بیٹا! تم سمجھ رہی ہو نا میری بات؟" بوا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

❀......❀......❀
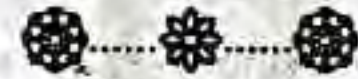
اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا تھا اس روز جب سب شام کی چائے پی رہے تھے تبھی وہ بولی۔

"فاطمہ! میں نے سوچا ہے میں فرانس واپس چلی جاؤں اور اپنی اسٹڈی وہاں کمپلیٹ کروں ان فیکٹ میں نے کچھ یونیورسٹیز کو بھی چیک کیا ہے' بابا کا بھی خواب تھا۔" میکال شاہ نے اسے حیرت سے دیکھا اور فاطمہ بھی چونکی۔

"تم اچانک یہاں سے جانے کی بات کیوں کررہی ہو؟"

"نہیں اچانک نہیں' میں کافی دنوں سے سوچ رہی تھی۔" آنیہ نے اپنے طور پر جواز دیا۔

"وہاں بابا کا بزنس بھی ہے جسے انکل ہاشم دیکھ رہے ہیں' میں وہاں جاؤں گی تو اس بزنس کو بہتر انداز میں آگے بڑھا سکوں گی۔"

"تم کہیں نہیں جاؤ گی آنیہ!" فاطمہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"تو پھر جلدی شادی کرلیں تاکہ میری ذمہ داری ختم ہو اور میں دنیا کی سیر کو نکل سکوں۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی' فاطمہ مسکرادی اور میکال کو دیکھنے لگی۔

"تم دیکھ رہے ہو اس لڑکی کو' دادی اماں والی باتیں کررہی ہے۔ جیسے میری ساری ذمہ داری اس کے کاندھوں پر تو ہے۔" وہ مسکرارہی تھی۔

"آئی امپریس فاطمہ! آپ کو شادی کرلینا چاہیے۔" میکال نے محسوس کیا تھا وہ کچھ عجیب برتاؤ کررہی تھی' وہ جیسے اس کی باڈی لینگویج سے اس کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کررہا تھا۔

"تم نے کوئی لڑکا دیکھا ہے؟" وہ بولے بنا نہیں رہا تھا۔

"ہماری فاطمہ اتنی سمجھ دار ہیں خود اپنا ہم سفر چنیں گی' کیوں فاطمہ؟" وہ مسکرائی تو فاطمہ بھی مسکرادی۔

"پہلے تم شادی کرلو اس کے بعد میں کروں گی' تم اب میری ذمہ داری ہو اور تمہارے ہوتے ہوئے میں کوئی اور ذمہ داری لینا نہیں چاہتی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"آنیہ ٹھیک کہہ رہی ہے فاطمہ! تم پہلے اپنے بارے میں سوچو۔" وہ آنیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تبھی بوا بھی مسکرائی تھیں۔

"فاطمہ! آنیہ ٹھیک کہہ رہی ہے تمہیں اب کوئی فیصلہ لے لینا چاہیے۔"

"یہ آج آپ سب نے مل کر میرے خلاف محاذ کیوں بنالیا ہے؟" وہ مسکرائی۔ "تم اچانک سے سب کو میری شادی کی فکر کیوں ہونے لگی۔"

''اچانک نہیں میں تو تمہیں ہمیشہ ہی کہتی ہوں تمہاری شادی ہو تو میری بھی کچھ فکر کم ہو۔'' بوا بولیں' وہ بوا کو پیار سے گلے لگاتی ہوئی مسکرادی۔ آنیہ وہاں خود کو بہت مس فٹ محسوس کررہی تھی وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں آ گئی آج جانے کیوں آنکھیں بھیگ رہی تھیں جیسے اسے خود پر کنٹرول نہیں رہا تھا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی تو اس نے فوراً آنکھوں کو رگڑا' میکال شاہ نے دروازے پر کھڑے ہوکر اسے دیکھا تھا۔ وہ اس کی طرف پشت کرکے بیٹھی تھی وہ اس کا چہرہ دیکھ نہیں پایا تھا آنیہ مرتضٰی کو یہ غنیمت لگا تھا وہ اس کیفیت میں میکال شاہ کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی اچھا ہوا تھا جو اس نے اقرار اسے نہیں سونپا تھا ورنہ آج اسے شرمندہ ہونا پڑتا۔ وہ سوچ رہی تھی تبھی میکال شاہ آگے بڑھ آیا تھا اور آنیہ مرتضٰی کے سامنے آن رکا۔ آنیہ مرتضٰی کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا محال ہوگیا تھا وہ اس گھڑی اس کا سامنا نہیں کرسکتی تھی اور وہ اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے جیسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

''آپ روئی ہیں؟'' وہ مکمل یقین سے اس کی جھکی پلکوں کو دیکھ رہا تھا۔

''نہیں' وہ......'' آنیہ مرتضٰی سے کوئی بہانہ نہیں بن پارہا تھا۔

''کیا نہیں؟'' وہ وضاحت چاہ رہا تھا۔

''یونہی بابا اور ممی کی یاد آ گئی تھی' آج وہ زندہ ہوتے تو صورت حال مختلف ہوتی۔'' وہ بات بناتے ہوئے بولی تھی مگر وہ اس کا چہرہ بغور تک رہا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''بتایا تو ہے آپ کو۔''

''آپ کا چہرہ یہ نہیں کہہ رہا' یہ آنکھیں کچھ اور کہہ رہی ہیں۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا۔ آنیہ مرتضٰی خان چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنا ہے۔''

''کریں' آئی ایم ہیئر۔'' وہ مکمل توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''نہیں' ابھی نہیں' پھر کبھی سہی۔'' وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''ابھی کیوں نہیں؟'' وہ بضد دکھائی دیا' آنیہ الجھن سے چہرہ پھیر گئی۔ میکال شاہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی جانب کیا اور اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے بولا۔

''اس چہرے پر جو لکھا ہے وہ الجھاوے لیے ہوئے ہے' میں آدھا پڑھ سکتا ہوں باقی آدھے کو سمجھنے کے لیے مجھے آپ کی معاونت کی ضرورت ہے۔'' وہ مدھم لہجے میں بولا اور ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھاما مگر آنیہ نے اس کا ہاتھ فوراً جھٹک دیا اور دو قدم دور ہٹ گئی۔

''میکال شاہ کھیل کھیلنا بند کرو' تم ایک ساتھ دو جگہ نہیں کھیل سکتے۔ تم میری نظروں سے گرتے جارہے ہو میکال شاہ!'' وہ بہت پرسکون لہجے میں بولی' میکال شاہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

''کیا...... کیا کہہ رہی ہو تم' میں نے کیا کیا ہے' کس کھیل کی بات کررہی ہو تم؟'' وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا وہ نفرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''تم جانتے ہو فاطمہ تم سے محبت کرتی ہیں؟ تم ایک ساتھ ہم دونوں سے کیسے کھیل سکتے ہو؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولی۔

''کیا...... کیا بات کررہی ہو تم؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''میکال شاہ! تم یقیناً جانتے ہوگے نا کہ فاطمہ پچھلے پانچ سال سے تمہیں چاہتی ہیں' تم فاطمہ کو بے وقوف بنا رہے ہو اور مجھے؟ تمہیں لگتا ہے تم اتنے گرے ہوئے کھیل کھیل سکتے ہو اور اس کی خبر کسی کو نہیں ہوگی' کیوں کررہے ہو تم ایسا؟ وہ کانپتے وجود کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی۔ میکال شاہ نے اسے دیکھتے ہوئے شانوں سے تھاما تھا اس کے اندر کس قدر قیامت تھی اس کا اندازہ اسے اس کی گرفت سے ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اسے اپنے گوشت میں گھستے ہوئے محسوس ہوئے تھے' وہ جلتی شعلے برساتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں نے کوئی کھیل نہیں کھیلا آنیہ مرتضٰی! میں نے

فاطمہ سے کبھی محبت نہیں کی' مجھے فاطمہ خان سے محبت کبھی نہیں ہوئی۔ میں فاطمہ خان کی عزت کرتا ہوں مگر میں نے کبھی انہیں اس زاویئے سے نہیں دیکھا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں مگر میرے لیے ان کی عزت' ان کا وقار بہت اہم ہے۔ میں ایسا کچھ نہیں سوچ سکتا ان کے بارے میں' کس کھیل کی بات کررہی ہو تم...... تم سے محبت کی ہے میں نے' جو کھیل کھیلتے ہیں وہ ساتھ زندگی گزارنے کے وعدے نہیں دیتے۔ میں نے ان پانچ سالوں میں فاطمہ خان کو کبھی کوئی وعدہ نہیں دیا نا کوئی اشارہ دیا۔ میری نگاہ ان کی طرف جب بھی اٹھی اس میں احترام تھا۔ مجھے رشتوں کو مان دینا آتا ہے' تم فاطمہ خان سے پوچھ سکتی ہو' میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔'' وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا' آنیہ خان نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا تھا' وہ پلٹنے لگا تھا۔ آنیہ مرتضٰی نے اس کا ہاتھ تھام لیا وہ پلٹا نہیں تھا۔ آنیہ نے اس لمبے چوڑے شخص کی طرف دیکھا تھا۔

''آئی ایم سوری' مگر......'' وہ مدھم لہجے میں بولی' آنکھیں ڈبڈبائی تھیں' اس شخص کا عکس دھندلانے لگا تھا' وہ ضبط ہارنے لگی تھی تبھی اچانک ایک قدم کا فاصلہ طے کرکے اس نے اس شخص کے شانے پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔ آنسو چپ چاپ بہنے لگے تھے' میکال شاہ بنا حرکت کیے کھڑا اس کا سر اپنے شانے پر دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے گرد نہ اپنا حصار باندھا تھا نہ کوئی سرگوشی اس کی سماعتوں کو سونپی تھی۔

''میکال شاہ! فاطمہ خان تم سے محبت کرتی ہیں' ایک دن نہیں دو دن نہیں پانچ سال انہوں نے تمہیں دیئے ہیں۔ تمہیں اس محبت کی خبر نہیں ہوئی مگر اس محبت کی وقعت ہے۔ فاطمہ خان نے زندگی کو بہت جھیلا ہے انہیں اور دکھ مت پہنچانا۔'' اس کے شانے پر سر رکھے وہ بھیگتی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔

''میں چاہتی ہوں تم فاطمہ خان کو پروپوز کرو' اس محبت کا جواب محبت سے دو' فاطمہ بہت اچھی ہیں۔ وہ تمہاری زندگی کو خوشیوں سے بھردیں گی' تمہیں فاطمہ خان سے شادی کرنا چاہیے۔'' وہ اپنے طور پر فیصلہ صادر کرتی ہوئی بولی' میکال شاہ نے بہت آہستگی سے اسے خود سے الگ کیا اور اس کے چہرے اور آنکھوں کو بغور دیکھا۔

''آنیہ خان! میں یہ شادی نہیں کرسکتا' میرے لیے ایسا ناممکنات میں سے ہے۔ میرے پاس ایک زندگی ہے اور میں اسے تجربات کی نذر نہیں کرسکتا۔ میں فاطمہ کے لیے کوئی فیلنگ نہیں رکھتا' تمہیں اپنے طور پر فیصلے کرنے کی عادت ہوگی مگر تم ان فیصلوں کو مجھ پر مسلط نہیں کرسکتی ہو میں بے سمت منزلوں کا سفر نہیں کرسکتا۔ یہ فاطمہ کے ساتھ بھی ناانصافی ہوگی' وہ بہت اچھی ہیں' میں فاطمہ خان کے لائق خود کو نہیں سمجھتا۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا اور آنیہ مرتضٰی خان اس سے دور ہوگئی تھی۔

''تو پھر میری زندگی میں بھی تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی' میکال شاہ نے اسے جلتی نظروں سے دیکھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔

''میں تم سے پیار کرتا ہوں ڈیم اٹ! کیا چاہتی ہو تم؟ کیوں کھیلنا چاہتی ہو تین زندگیوں سے' تمہیں خبر ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں تمہارا کھلونا نہیں ہوں جو تم مجھ سے کھیلنا چاہتی ہو۔'' وہ جارحانہ انداز میں کہہ رہا تھا وہ اس کے قریب تھا اس کی شعلے برساتی نظریں اس کے چہرے کو جھلسا رہی تھیں۔ وہ اسے خاکستر کردینا چاہتا تھا ان آنکھوں میں گہرائی تھی اور وہ گہرائی آنیہ مرتضٰی کے لیے محبتوں سے بھری تھی۔ اس کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے کو جھلسا رہی تھیں' یہ محبت اس کے آس پاس تھی' ان دھڑکنوں کا شور وہ سن رہی تھی' وہ دل اس کے لیے دھڑک رہا تھا' وہ چاہتی تو ہاتھ بڑھا کر سب اپنے نام کرلیتی مگر وہ بہت آہستگی سے اس کی گرفت سے نکل گئی۔

''مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔'' وہ پرسکون انداز میں سر نفی میں ہلاتی ہوئی بولی مگر میکال شاہ کے اعتماد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ وہ مکمل سکون سے اسے دیکھتا رہا۔

''اگر تمہیں محبت نہ ہوتی تو تم تھوڑی دیر قبل میرے

شانے پر اپنا سر رکھ کر یوں آنسو نہ بہاتیں آنیہ مرتضیٰ خان! تمہیں خبر نہیں ہے مگر تم نے اپنی روح وہ محبت وہیں میرے شانے پر چھوڑ دی ہے۔ تم نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو یہیں میرے سینے پر منتقل کردیا ہے تم اس احساس سے کیسے بچ پاؤ گی؟ اگر دل اور روح تم نے میرے وجود میں چھوڑ دی ہے تو پھر تمہاری زندگی کی حقیقت کیا ہوگی کیسے جی پاؤ گی آنیہ مرتضیٰ خان! کیا سانسیں لے سکو گی اور اس سانس لینے میں زندگی کی کوئی رمق زندہ ہوگی؟" میکال شاہ نے اسے تھام کر جیسے جھنجوڑا تھا مگر وہ ساکت ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس گھڑی میکال شاہ کو جیسے بہت افسوس ہوا تھا۔

"تم غلط کررہی ہو آنیہ مرتضیٰ! بہت غلط کررہی ہو دلوں کو خانوں میں بانٹ رہی ہو۔ تمہیں اپنے دل کی فکر نہیں ہے اور تمہیں میرے دل کی بھی خبر نہیں ہے۔" میکال شاہ نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑا اور باہر نکل گیا وہ کھڑی دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

❁......❁......❁

فاطمہ خان نے اس کے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے میکال شاہ کو بغور دیکھا وہ نیوز پیپر پر اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے تھا اور آنیہ خاموشی سے سلائس پر مارجرین لگارہی تھی۔

"کیا ہوا...... یہ اتنی خاموشی کیوں؟" فاطمہ خان نے پوچھا تو آنیہ خان نے خاموشی سے فاطمہ کی طرف دیکھا تبھی وہ بولا۔

"فاطمہ! یہ خاموشی معمولی نہیں ہے آنیہ سے پوچھیں۔" وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ میکال شاہ اس کی طرف دیکھتا ہوا مسکرادیا۔ فاطمہ نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں...... کیا......" وہ گنگ تھی جس تیزی سے میکال شاہ نے سب اس پر ڈالا تھا وہ حیران رہ گئی تھی فاطمہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم ایسے ری ایکٹ کررہی ہو جیسے تم چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو؟" فاطمہ مسکرائی وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ آنیہ کو اپنا اعتماد بحال کرنا پڑا۔

نہیں وہ...... میں رات بھر اسائنمنٹ پر کام کرتی رہی تو کسی قدر تھکن تھی میں سمجھ نہیں پائی کہ میکال شاہ کس بارے میں بات کررہے ہیں آپ میکال شاہ سے پوچھ لیں۔" آنیہ نے اس کی طرف رخ موڑ دیا تھا وہ مطمئن سا مسکرایا تھا۔

"آپ کے دل کی خبر مجھے کیسے ہوسکتی ہے آنیہ مرتضیٰ! میرا مطلب ہے آپ کیا سوچتی ہیں کیا پلان کرتی ہیں اس کی خبر تو صرف آپ کو ہی ہوسکتی ہے نا؟ آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کا دماغ پڑھ سکتا ہوں یا دل پر کوئی اختیار رکھتا ہوں۔" وہ پرسکون تھا فاطمہ خان مسکرادی۔

"آنیہ تم باتوں میں میکال سے نہیں جیت سکتیں خیر مجھے دیر ہورہی ہے شام میں ملتے ہیں۔" وہ اٹھنے لگی تھی جب وہ بولا۔

"فاطمہ! آنیہ بتارہی تھی اس نے آپ کے لیے ایک لڑکا دیکھا ہے۔"

"لڑکا......؟" فاطمہ چونکی اور آنیہ کی طرف دیکھا آنیہ نے حد درجہ حیرت سے اس بندے کو دیکھا مگر اس کا اطمینان ہنوز برقرار دکھائی دیا تھا۔

"فاطمہ وہ......" وہ تذبذب کا شکار دکھائی دی۔

"آنیہ مرتضیٰ! تمہیں بتانا چاہیے نا فاطمہ کو کہ تم ڈاکٹر طحہ کے بارے میں بات کررہی تھیں اور تمہیں ڈاکٹر طحہ اور فاطمہ کی جوڑی بھی بہت اچھی لگتی ہے؟" فاطمہ نے حیرت سے آنیہ کو دیکھا تھا تبھی آنیہ بولی تھی۔

"وہ دراصل اس روز باتوں باتوں میں مجھے...... دراصل میکال شاہ ہی نے ذکر چھیڑا تھا میکال آپ نے ہی تو کہا تھا کہ طحہ کے ساتھ فاطمہ کی جوڑی اچھی لگے گی؟" وہ اس کا کھیل اس کے سر ڈال رہی تھی وہ مسکرادیا۔

"تو کیا غلط کہا دونوں ساتھ اچھے تو لگتے ہیں۔ فاطمہ آپ مانیں یا نہ مانیں اس لڑکی کو آپ کی شادی کی فکر بہت

زیادہ ہورہی ہے شاید اسے اپنی شادی کی جلدی ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ آپ راستے سے ہٹیں گی تو اس کی باری آئے گی۔" وہ مسکرایا تو آنیہ نے اسے گھورا۔ فاطمہ خان نے ان دونوں کی طرف دیکھا پھر بیگ شولڈر پر ڈالتی ہوئی بولی۔

"میں چلتی ہوں شام میں ملتے ہیں۔" کہتے ہی فاطمہ وہاں سے نکل گئی تھی آنیہ فوراً کرسی کھینچ کر اٹھی تبھی اس نے کلائی تھام لی تھی۔ آنیہ پلٹ کر اس شخص کو دیکھنے لگی تھی میکال شاہ اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔

"تم راستوں کو بانٹنے کی ٹھان لو تو بھی دلوں کو نہیں بانٹ پاؤ گی آنیہ مرتضیٰ! تم تھک جاؤ گی ہار جاؤ گی کیونکہ تمام راستے وہیں پلٹ آئیں گے جہاں سے شروع ہوئے تھے اور تمہیں ماننا پڑے گا کہ منزلوں کو چن لینا یا چھوڑ دینا تمہارے اختیار میں نہیں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا اس کی کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی آنیہ مرتضیٰ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی اس شخص کے لہجے کا یقین اسے ڈرانے لگا تھا۔

"تم اپنے طور پر راستوں کا تعین تو کرسکتی ہو آنیہ مرتضیٰ! مگر منزلوں تک رسائی پانا تمہارے لیے ناممکن ہوگا۔" وہ بہت نکھرا دکھائی دیا تھا۔

"مجھے ان باتوں کی فکر نہیں ہے میکال شاہ!" وہ ہٹ دھرم لہجے میں بولی۔ "ان باتوں کی فکر وہ کرتے ہیں جو......" اس سے قبل کہ اس کی بات مکمل ہوتی میکال نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی اور اسے بغور تکتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کچھ خبر نہیں ہے آنیہ! تمہیں سب بہت آرام سے مل رہا تھا تمہیں قدر نہیں ہوئی تمہیں خبر نہیں بے قراری کیا ہوتی ہے اور اضطرابی کسے کہتے ہیں؟ ان باتوں کا ہنر تمہیں نہیں آتا کیونکہ تمہیں تو اپنے دل کے دھڑکنے کی بھی خبر نہیں۔ تمہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ تمہاری آنکھیں مجھ سے وہ سب کہہ جاتی ہیں جو تم خود کہنے سے گریز کرتی ہو تم ان بے قراریوں کے معنی سمجھ پاؤ گی تو جان پاؤ گی کہ محبت کی موجودگی کیا ہوتی ہے اور محبت کا نہ ہونا کیا ہوتا ہے۔" بہت سی گرم سانسیں اس کے چہرے پر چھوڑتا ہوا وہ وہاں سے نکل گیا اور آنیہ ساکت سی کھڑی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

"آنیہ کیا تھا وہ سب؟" شام میں جب وہ فاطمہ کی ہیلپ کچن میں کھڑی کررہی تھی تو فاطمہ نے پوچھا اور وہ چونک کر رہ گئی۔

"کیا فاطمہ...... کس بارے میں پوچھ رہی ہیں آپ؟"

"صبح میکال شاہ کیا کہہ رہا تھا؟" فاطمہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"فاطمہ! آپ جانتی ہیں اسے آپ اس کی باتوں کو سیریس لے سکتی ہیں لیکن مجھے آپ سے بات کرنا تھی۔" وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا بات؟" فاطمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ اپنے اندر ہمتوں کو جمع کرنے لگی تھی۔

"میں نے اس روز آپ سے پوچھا تھا کہ اگر آپ کو کسی سے محبت ہوئی ہو؟ آپ نے اس کا کوئی واضح جواب نہیں دیا تھا اور......" آنیہ نے بات ادھوری چھوڑ کر فاطمہ کے چہرے کو بغور دیکھا تھا تبھی آنیہ بولی تھی۔

"آپ کو کسی سے محبت ہوئی...... محبت ہے؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو آنیہ! محبت کا ذکر یہاں کیوں وہ بھی اچانک؟" وہ مسکراتے ہوئے آنیہ کو دیکھتے ہوئے بولی آنیہ کی الجھنیں بڑھنے لگی تھیں۔

"اچانک نہیں میں سوچ رہی تھی آپ اتنی خوب صورت ہیں آپ کا دل کسی کے لیے تو دھڑکتا ہوگا نا؟ کیا محبت سے بچ پانا ممکن ہے؟ سنا ہے فطری جذبہ ہے یہ اور کبھی نہ کبھی عود کر آتا ہے اور تب ہم نہ تو کوئی بند باندھ سکتے ہیں نا ہی اس سے انکار کرسکتے ہیں۔" آنیہ نے فاطمہ کی طرف دیکھا تو وہ مسکرادی۔

"تمہیں محبت کے بارے میں بڑا پتا ہے کس نے بتایا؟" وہ چھیڑنے لگی تھی مگر آنیہ مسکرائی نہیں تھی۔

"آپ کو محبت ہوئی کبھی؟" وہ اپنے سوال پر رکی ہوئی

تھی؛ فاطمہ نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تو پھر پلٹ کر دیکچی میں چمچ چلانے لگی تھی۔

"فاطمہ آپ محبت کو راز بنا کر رکھنے کی قائل ہیں؟"

"نہیں مگر محبت کی بات فضول لگتی ہے۔"

"محبت یک طرفہ ہو تب یا پھر دو طرفہ ہو تو؟" آنیہ نے سوال داغا۔

"محبت کا یک طرفہ یا دو طرفہ ہونا میٹر نہیں کرتا آنیہ! محبت چاہے یک طرفہ ہو یا دو طرفہ محبت کی موجودگی بہت سکون دیتی ہے۔" فاطمہ کا جواب مدلل تھا۔

"محبت پر سکون کیفیت کا نام ہے؟" وہ حیران ہوئی تو پھر اس کے انداز میں بے چینی کیوں تھی؟ وہ خود اپنی کیفیت پر حیران تھی۔

"محبت میں بے چینی اس صورت میں ہوتی ہے آنیہ جب آپ غیر محفوظ ہوں اس صورت میں آپ کے قدموں سے بے چینی لپٹنے لگتی ہے محبت کا یقین اور اللہ پر بھروسہ اس محبت کی کیفیت کو ایک ٹھہراؤ کا مقام دیتا ہے تب آپ کو کوئی خوف نہیں رہتا اور تب آپ کے اندر وہ سکون والی کیفیت جنم لینے لگتی ہے۔" فاطمہ سکون سے کہہ رہی تھی وہ حیران ہوئی تھی تو کیا وہ غیر محفوظ تھی؟ لیکن وہ میکال کو کھونے سے نہیں ڈرتی تھی وہ خود میکال کو پرے دھکیل رہی تھی تو پھر وہ بے چینی والی کیفیت اس کے اندر کیسے آئی تھی؟

اسے اپنا آپ سمندر لگا تھا گہرا...... مگر شوریدہ یا طوفانوں میں گھرا اضطرابیوں میں لپٹا اور اپنے سامنے کھڑی فاطمہ خان اسے کوئی پر سکون جھیل سی لگی تھی۔ میکال اس کے ساتھ تھا اسے چاہتا تھا مگر اسے کھونے کا ڈر نہیں اس کے اندر تھا اگرچہ وہ اسے خود پرے دھکیل رہی تھی مگر ایک بے چینی اس کے اندر سرائیت کر رہی تھی اسے بے کل کر رہی تھی اور فاطمہ جیسے اس کیفیت سے ناآشنا تھی۔ کیا فاطمہ اس سے زیادہ بہتر محبت کے معنی جانتی تھی یا پھر وہ اس سے زیادہ ٹھہراؤ رکھتی تھی اور اسے حالات اور صورت حال کو اپنے بس میں کرنا آتا تھا؟

"آنیہ محبت میں ڈر نہیں آنا چاہیے یہاں آپ کے اندر وہ ڈر جگہ کرتا ہے تب آپ کا سکون رخصت ہو جاتا ہے۔"

"مگر وہ یقین کیسے آتا ہے فاطمہ! محبت اپنا یقین کیسے سونپتی ہے؟ کیا وہ چند خاص لوگ ہوتے ہیں جن پر محبت اپنے وصف ظاہر کرتی ہے اور سلیقے سکھاتی ہے؟" وہ الجھنوں میں گھری بولی تھی فاطمہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔

"نہیں مگر...... شاید ہم میں وہ ٹھہراؤ آتے دیر لگتی ہے۔" فاطمہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں تمہیں محبت تو نہیں ہو گئی؟" اور وہ ساکت رہ گئی۔

"مجھے محبت نہیں ہے۔" اس نے کہا اور اسے اپنا لہجہ خود اجنبی لگا تھا۔

"سچ کہہ رہی ہو؟" فاطمہ نے اسے جانچا۔

"مجھے محبت کبھی نہیں ہوئی۔" اس نے واضح انکار کیا۔

"پتا نہیں۔" اس نے شانے اچکائے تھے دل پر ایک بوجھ سا آ رہا تھا ایک بے چینی رگ و پے میں دوڑ رہی تھی۔ وہ پر سکون کیوں نہیں تھی فاطمہ جیسی کیوں نہیں تھی کیسا ڈر تھا اس کے اندر تو کیا وہ میکال شاہ کو کھونا نہیں چاہتی تھی وہ الجھنوں میں گھرنے لگتی تھی۔

"کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟" فاطمہ نے پوچھا تھا اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر فوراً ہی باہر نکل آئی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی راہداری کے کنارے پر آن رکی تھی وہ اپنے اندر اپنے ہی سوالوں کے جواب تلاش رہی تھی۔

وہ گہری سانس لیتے ہوئے پلٹی تھی جب اس سے ٹکرا گئی میکال شاہ نے اس کے گرد اپنا حصار باندھ دیا تھا یہ حفاظتی باڑھ اسے گرنے سے بچانے کے لیے تھی مگر اسے جیسے شعلوں نے چھو لیا تھا اس کی دھڑکنوں کے شور نے اس کے اندر ایک ہل چل مچا دی تھی وہ ساکت سی میکال شاہ کو دیکھ رہی تھی۔

"اتنی الجھنوں میں کیوں گھری ہو؟ کیا تم خود اپنے سوالوں سے ڈر گئی ہو یا سوالوں کے جواب نہ پاتے ہوئے خود سے فرار کی راہیں تلاش کر رہی ہو؟" وہ سکون سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا وہ خاموشی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی اور جانے کیوں اس کی آنکھوں میں پانی آن رکا تھا۔ اس نے بے بس ہو کر اپنا سر میکال شاہ کے سینے پر ٹکا دیا تھا اور اس کے آنسو میکال شاہ کا سینہ بھگونے لگے تھے میکال شاہ چپ چاپ اس کا جھکا ہوا سر دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے میکال شاہ! میں نے تم سے محبت کبھی نہیں کی۔ تم کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ کیوں اتنی ساری الجھنوں میں مبتلا کر رہے ہو مجھے؟ میں کیوں اتنی بے چینیوں میں گھر رہی ہوں؟ جب میرا تم سے واسطہ ہی نہیں تو۔" وہ شکستہ زدہ بول رہی تھی پھر میکال شاہ کی دھڑکنوں کا شور سنائی دیا تو اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیل دیا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے میکال شاہ! تم اپنے راستوں میں مجھے ڈھونڈنا بند کر دو۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولی وہ اطمینان سے اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"میں تمہیں اپنے راستوں میں نہیں تم مجھے اپنے راستوں میں ڈھونڈ رہی ہو آنیہ مرتضیٰ! یہ مسائل تمہاری طرف سے ہیں ان کا سدباب بھی تمہی کو کرنا ضروری ہے مجھ پر الزام عائد کرنا ان بے چینیوں کو ختم نہیں کرے گا۔" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میکال شاہ! فضول کی باتیں بند کرو فاطمہ تم جیسے فضول سے بندے سے عشق میں مبتلا کیسے ہو سکتی ہے؟ مجھے حیرت ہے۔" وہ مسکرا دیا۔

"تم اپنا ذکر نہ کر کے بہت سے راز دل میں چھپانے کی کوشش کر رہی ہو مگر قفل لگا دینے سے حقائق چھپ نہیں سکتے آنیہ مرتضیٰ!" وہ پر یقین تھا۔

"خیر تمہیں ایک بات بتانا تھی۔"

"کیا؟" وہ اجنبی لہجے میں بولی تھی وہ مسکرایا۔

"شادی کرو گی مجھ سے؟" میکال شاہ کے سوال پر وہ ساکت رہ گئی تھی وہ جتنا اس سے بھاگنے کی سعی کرتی۔ وہ اتنا اس کی بے چینیوں کو سوا کرنے چلا آتا تھا۔

"کیا بکواس ہے میں نے کہا نا مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔" وہ اسی ضدی پن سے بولی جبکہ وہ مسکرا دیا۔

"میں فاطمہ سے پوچھنے جا رہا ہوں۔ میں فاطمہ خان کو پرپوز کرنے جا رہا ہوں تم خوش ہو نا؟" وہ اس کی بے قراری سے محظوظ ہوا اور اس کے اندر اچانک ہی سکوت چھا گیا۔

"کیا ہوا اب یہ منہ کیوں بن گیا؟ تم چاہتی تھی نا میں فاطمہ کو پرپوز کروں اس کی محبت کا جواب محبت سے دوں تو اب کیا ہوا؟ اب چہرے کے تاثرات ایسے کیوں بدل گئے کیا تمہیں اس سے فرق پڑے گا آنیہ مرتضیٰ!" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اور آنیہ مرتضیٰ نے سر ہولے سے نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں مجھے اس سب کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"خود کو یقین دلا رہی ہو یا دھوکہ دے رہی ہو؟" وہ اسے طوفانوں کے سپرد کرنا چاہ رہا تھا یا پھر اسے انوکھے وصف سکھانے کے درپے تھا۔

"میں Insecure نہیں ہوں میکال شاہ! یہ غیر محفوظ وہاں ہوتی ہے جہاں محبت ہو یا کچھ کھونے کا خوف ہو اور میں اس خوف میں مبتلا نہیں ہوں کہ مجھ سے کچھ کھو جائے گا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"ایک سمندر جیسی لڑکی جھیل جیسی باتیں کرتی عجیب لگتی ہے۔ سمندری ہو تو وسعتوں کی بات کرو خود اپنے لیے بھی مشکل کھڑی کرتی ہو اور میرے لیے بھی سنو کنارے پر آ جاؤ اگر راہ نہیں مل رہی تو مجھے راہ دو میں تمہیں کنارے پر لانے میں مدد کر سکتا ہوں۔" وہ مہربان دکھائی دیا مگر وہ اچانک ہی پلٹ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

اس نے ان تمام صورت حال سے نمٹنے کے لیے خود کو مصروف کر لیا تھا وہ زیادہ تر وقت یونیورسٹی اور لائبریری میں گزارتی اور جب گھر آتی تو اپنے کمرے میں گھس جاتی اسے یہاں وہاں کی خبر نہیں تھی اور تبھی اس نے خبر سنی تھی

کہ میکال شاہ نے فاطمہ کو پرپوز کردیا ہے اس کے اندر کچھ ٹوٹنے لگا تھا وہ انتشار بہت غیر متوقع تھا' جب کہ وہ تو یہی چاہتی تھی کہ میکال فاطمہ خان کو پرپوز کرے۔ وہ اسے خود اس کی طرف دھکیلتی رہی تھی تو پھر آج اسے اپنے اندر ایک درد کا احساس کیوں ہوا تھا؟ وہ یہ خبر سن کر طوفانوں میں گھر گئی تھی۔ بوا اسے بتا رہی تھیں اور اس سے آگے اسے کچھ سنائی نہیں دیا تھا' اس شب وہ اپنے کمرے میں دبی دبی سسکیوں کے ساتھ روتی رہی تھی مگر وہ کسی اور کو اس کا اندازہ ہونے دینا نہیں چاہتی تھی کہ اسے کوئی تکلیف ہے یا پھر وہ کمزور ہے۔ ایک شام یونیورسٹی سے لوٹی تھی تو باہر میکال شاہ سے سامنا ہوگیا تھا۔ وہ اجنبی نظروں سے اسے دیکھنے لگی پھر یکدم دھیان پھیرا اور وہاں سے نکل جانا چاہا تھا مگر کلائی اس کی مضبوط گرفت میں آ گئی تھی وہ پلٹ کر خالی خالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ بنا کچھ کہے جیسے وہ اسے ازبر کرنا چاہتی تھی۔ جیسے وہ بے خود تھی' میکال شاہ کو وہ چپ چاپ بہت عجیب لگی تھی۔ وہ ایسے تکلیف دینا یا کسی درد سے آشنا کرنا نہیں چاہتی تھی مگر شاید وہ اس گھڑی کسی طوفان کی زد پر تھی۔ میکال شاہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا مگر اس کا احساس جیسے اسے نہیں ہوا تھا وہ جیسے کوئی سرد سا وجود تھی۔

تُو ساتھ ہے اگر
تنہا کیوں ہے سفر؟
اتنا تُو بتا مجھے
کیوں ہے مجھ سے بے خبر
تیرے بنا کبھی راتیں نہ ہوں میری
تیرے قریب ہوں میرے دن بھی

"آنیہ!" میکال شاہ نے اسے پکارا' وہ تبھی لڑکھڑائی اور اس کی بازوؤں میں جھول گئی وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر اس کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"کیا ہوا آنیہ کو؟" فاطمہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

"پتا نہیں آپ چیک کریں۔"

"تم اسے کمرے میں لے جاؤ میں آتی ہوں۔" فاطمہ عجلت سے بولی اور کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

"سنو آنیہ! تمہیں کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔" فاطمہ نے اس کا ہاتھ پیار سے تھام کر اپنے لبوں سے لگایا۔ "تم مجھے بہت عزیز ہوگئی ہو آنیہ! مجھے نہیں لگتا کہ تم کبھی غیر رہی ہو ایک عجیب سا رشتہ ہے ہم میں مگر یہ رشتہ ہمیں بہت مضبوطی سے باندھ رہا ہے' تم میری بہن جیسی ہو اور میری بیٹی بھی ہو' مرتضیٰ کے حوالے سے تم میری بیٹی ہو۔ کیا تم اپنے سکھ دکھ مجھ سے بانٹ نہیں سکتیں؟" فاطمہ نے اسے پیار سے اپنے ساتھ لگایا تو اس کی آنکھوں میں نمی آن رکی تھی۔

"فاطمہ! آپ بہت اچھی ہیں مگر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے' آپ کے ساتھ رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے' ان فیکٹ بہت پرسکون ہوں یہاں آپ کے پاس رہتے ہوئے۔"

"تو پھر کیا ہوا' کس بات کی ٹینشن تھی کہ تم اس طرح بے ہوش ہوگئیں؟"

"شاید بہت زیادہ اسٹڈی کا برڈن تھا' سمسٹرز بھی ہونے والے ہیں' ڈونٹ وری! آئی ایم اوکے۔" وہ مسکرائی تو فاطمہ کو مطمئن کرنے کو تبھی میکال شاہ دروازہ کھول کر اندر آیا تھا' آنیہ کی نظر اس سے لمحہ بھر کو ٹکرائی اور پھر وہ اجنبی بن گئی تھی۔ میکال شاہ دروازے کے ساتھ وہیں رک گیا تھا' فاطمہ نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"میکال! آؤ اِدھر' آنیہ سے باتیں کرو۔ اس کا موڈ درست کرو' کس کام کے ہو تم اگر تم میری آنیہ کا موڈ بھی ٹھیک نہ کر پاؤ؟" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے میکال شاہ کو دیکھا تھا۔ وہ آگے بڑھ آیا تھا۔

آنیہ اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کررہی تھی' فاطمہ وہاں سے چلی گئی تھی' میکال شاہ اس کی طرف بغور دیکھنے لگا تھا۔

"کیسی ہو اب تم؟" اس نے پوچھا تھا' آنیہ شاہ نے بنا اس کی طرف دیکھے سر ہلادیا۔

"تمہیں کس بات کا ملال ہے آنیہ! کیا پریشانی ہے؟ تم چیزوں کو اپنے طور پر چلانا چاہتی ہو اور جب سب تمہارے مرضی کے مطابق ہو رہا ہے تو پھر تمہیں الجھن کس بات کی ہو رہی ہے؟"

"ایسا کچھ نہیں ہے' آپ غلط سوچ رہے ہیں۔" وہ اسے جھٹلاتے ہوئے بولی۔

"تو پھر آنیہ مرتضیٰ! کیا چاہتی ہو تم؟" وہ کچھ نہیں بولی تو تبھی وہ بولا۔

"میں واپس جارہا ہوں۔" وہ چونکی تھی۔

"کیوں؟"

"کیا مطلب کیوں' بزنس ہے وہاں' چھٹیاں ختم۔" وہ بولا۔

"آپ فاطمہ سے شادی نہیں کررہے' آپ نے تو فاطمہ کو پرپوز بھی کیا تھا؟" وہ حیران ہوتے ہوئے بولی تھی' میکال شاہ نے اسے خاموشی سے دیکھا پھر سکون سے بولا۔

"میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے آنیہ مرتضیٰ!" آنیہ نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا جسے اس نے تھام لیا تھا۔

"دلوں سے کھیلنا اچھا لگتا ہے آپ کو' بس یہی کرسکتے ہیں آپ' میں غلط نہیں تھی آپ دونوں سے کھیل رہے تھے۔ فاطمہ سے بھی اور مجھ سے بھی۔" وہ شاید مزید بھی کچھ بولتی مگر وہ اٹھا تھا اور وہاں سے نکل گیا۔ دروازے سے گزرتے ہوئے فاطمہ نے اسے حیرت سے دیکھا تھا پھر آنیہ کی طرف دیکھا تھا' آنیہ ٹوٹی پھوٹی اور بکھری دکھائی دی تھی' فاطمہ وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

میکال شاہ کچھ کہے بنا' کچھ سنے بنا' چلا گیا تھا اور اسے لگا تھا سب تھم جائے گا تو ایسا نہیں ہوا تھا' وہ طوفان تھما نہیں تھا۔ وہ شخص اس سے دور نہیں گیا تھا اس کے سامنے ہجر کی ایک طویل رات بچھا گیا تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں وہاں ٹیرس پر بیٹھ کر دیر تک اپنا دھڑکن بجاتی رہتی تھی' دھڑکن کے سُروں میں عجیب بے قراری تھی' اس کے اندر کی کیفیات اس کے سُروں سے باہر آرہی تھیں' اسے پوری دنیا تاریکی میں گھری لگتی تھی۔ ہر طرف طویل چپ اور سناٹا تھا' اس کی خالی خالی نظریں آسمان پر تاروں کو دیکھتی تھیں۔ چاند دکھائی دیتا تھا مگر اس کی ضیا اندھیروں میں ڈوبی لگتی تھی۔

"میکال شاہ کے جانے سے کتنا سناٹا ہوگیا ہے نا۔" فاطمہ نے ڈنر کرتے ہوئے کہا تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"آنیہ! تم ٹھیک ہو؟" فاطمہ کو فکر ہوئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں فاطمہ! آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ تسلی دیتی ہوئی بولی۔

"تمہیں معلوم ہے میکال! اچانک سے کیوں چلا گیا؟"

"نہیں' میں نہیں جانتی مگر اس نے تو آپ کو پرپوز کیا تھا نا؟ پھر کیا ہوا؟" فاطمہ چونکی۔

"اس نے مجھے پرپوز کیا تھا' تم سے کس نے کہا؟"

"میکال نے خود۔"

"میکال نے...... اس نے ایسا کیوں کیا؟" فاطمہ حیران دکھائی دی تھی۔ "اس نے مجھے کبھی پرپوز نہیں کیا۔"

"اوہ......" آنیہ حیران رہ گئی تھی' رات جب وہ اسے دودھ کا گلاس دینے آئی تھی تو آنیہ نے پوچھا تھا۔

"مجھے لگا آپ دونوں شادی کررہے ہیں' آپ میکال سے محبت کرتی ہیں نا؟" فاطمہ نے اسے بغور دیکھا تھا پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"محبت اختیار میں نہیں ہوتی آنیہ! بہت بے اختیاریوں میں گھری رہتی ہے اور بہت سی بے اختیاریوں میں گھیر دیتی ہے۔ محبت لامحدود اور اختیار سے باہر کی شے ہے۔ محبت کیسی ہوتی ہے میں نہیں جانتی تم نے محبت کو کتنا سمجھا ہے مگر میرے لیے محبت میرے اندر کا سکون ہے۔" وہ لہجہ بہت پرسکون تھا اور انداز مدلل' آنیہ حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"مجھے میکال شاہ سے محبت کیوں ہوئی' کیسے ہوئی' اس

کا جواز نہیں ہے۔ محبت اپنے جواز خود تلاش کرتی ہے اور خود ان جواز کو اپنے معنی دیتی ہے۔ میکال نے اس محبت کو سمجھا جانا یا نہیں اس سے مجھے فرق نہیں پڑتا مگر میں نے اس سے محبت بنا کسی سود و زیاں، نفع اور نقصان کے کی۔ میں نے اس سے کسی بات کی امید کبھی نہیں رکھی، محبت بڑھا ہوا ہاتھ نہیں ہے آنیہ! محبت دینے والا ہاتھ ہے میرے لیے محبت فزیکل اٹریکشن نہیں ہے میں عمر کے اس حصے پر کھڑی ہوں جہاں محبت کے معنی مجھے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے میکال شاہ سے محبت اسے پانے کے لیے نہیں کی، میں جانتی ہوں اس کی نظروں میں میرے لیے احترام ہے، عزت دیتا ہے وہ مجھے، میں عمر میں اس سے پانچ سال بڑی ہوں، شاید وہ کبھی میرے لیے اس طور سوچنے کی ہمت بھی نہیں کر پائے مگر محبت عمروں سے اور کسی طرح کے خسارے سے ہٹ کر ہے، مجھے معلوم ہے ہم میں کوئی رشتہ نہیں بندھ سکتا۔ تو کیا، ہم میں ایک رشتے کے نہ بندھنے سے سارے احساس ختم ہو جاتے ہیں؟" فاطمہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا، مگر وہ کوئی جواب نہیں دے سکی، فاطمہ پلٹی اور باہر نکل گئی۔

ستارے جو ملتے ہیں
کسی کی چشم میداں میں
ملاقاتیں جو ہوتی ہیں
جمال ابر و باراں میں
یہ نا آباد وقتوں میں
دل ناشاد میں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی!
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی
گزر جائیں گے جب یہ دن
یہ ان کی یاد میں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی!

اسے نہیں معلوم تھا کتنے دن گزر گئے تھے یا کتنے اور باقی تھے، وقت کے گزرنے کا احساس ہونے نہ ہونے کا فرق اب اسے نہیں پڑتا تھا۔ سب کچھ جیسے بے معنی ہو گیا تھا دن سب بے سمت اور بے سہارے تھے اور تبھی انہی دنوں میں فاطمہ نے اسے بتایا تھا کہ اس نے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔

"کس سے؟" وہ جیسے ایک پل کو بے چین ہوئی تھی۔

"ڈاکٹر طحہ یزدانی سے۔" فاطمہ بہت سکون سے بولی تو وہ حیران رہ گئی تھی۔

"مگر آپ ڈاکٹر طحہ سے محبت نہیں کرتیں فاطمہ پھر...... آپ کو میکال شاہ کو بتانا چاہیے، آپ کو میکال شاہ سے شادی کرنا چاہیے۔" عجیب خوشی وہ بچوں کی طرح چیزوں کو اپنے زاویے سے موڑنا چاہتی تھی۔

"میکال شاہ مجھ سے محبت نہیں کرتا آنیہ!" وہ سکون سے بولی۔

"کس نے کہا آپ سے؟" وہ چونکی۔

"کسی نے نہیں مگر میں جانتی ہوں میکال مجھ سے محبت نہیں کرتا۔"

"تو پھر کس سے اس نے بتایا آپ کو؟" وہ کیا سننے کی خواہاں تھی، فاطمہ اس کو بغور دیکھنے لگی پھر جانے کیوں مسکرا دی۔

"تم میکال سے خود پوچھ لینا، اسے کس سے محبت ہے۔" فاطمہ نے اسے چپ کرا دیا۔

"وہ فلرٹ ہے، کھیل کھیلتا ہے اس نے جانتے ہوئے بھی کہ آپ اس سے محبت کرتی ہیں آپ کو کبھی کوئی مثبت جواب نہیں دیا۔" وہ اپنے طور پر چیزوں کو دیکھ اور سمجھ رہی تھی۔

"تم غلط سوچ رہی ہو آنیہ! وہ ایسا لڑکا نہیں ہے اسے جب محبت ہے ہی نہیں تو وہ کیوں کوئی خواب دکھائے گا؟ وہ کوئی کھیل نہیں کھیل رہا، کیا تم یہ سمجھنے سے قاصر ہو؟"

"ہم محبت کو اپنے مطلب اور پسند کا بہاؤ نہیں دے سکتے۔ محبت اپنا بہاؤ خود طے کرتی ہے، کیا تم اب بھی یہ سننا چاہتی ہو کہ اسے مجھ سے محبت کیوں نہیں ہوئی کیونکہ میں اس کے لیے نہیں تھی آنیہ! اس کے لیے تم تھیں، اسے تم سے محبت ہوئی، وہ تم سے محبت کرتا ہے اور یہ بات بہت واضح ہے۔" فاطمہ کا لہجہ اسے ساکت کر گیا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"کیا یہ تم بتا سکتی ہو آنیہ! کہ محبت کبھی راز رہ پائی ہے، اس کی آنکھوں سے یہ بات صاف پڑھی جاسکتی تھی کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے اور اس کی دیوانگی تمہارے لیے ہے۔"

"اور تو تبھی آپ نے ڈاکٹر طحہ یزدانی سے شادی کرنے کی ٹھانی؟" وہ چونکی۔

"نہیں، میں ڈاکٹر طحہ سے اس لیے شادی نہیں کر رہی کہ میکال کو مجھ سے محبت نہیں ہے بلکہ میں ڈاکٹر طحہ سے اس لیے شادی کر رہی ہوں کہ مجھے لگتا ہے وہ اور میں اچھے ہمسفر بن سکتے ہیں۔ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میرے لیے یہ بات زندگی گزارنے کے لیے کافی ہے۔" فاطمہ کے چہرے پر سکون تھا اور وہ خوش دکھائی دے رہی تھی۔

"آپ خوش ہیں؟"

"ہاں، میں خوش ہوں۔ مگر تم نے اچھا نہیں کیا آنیہ! تم نے اس بندے کو ہرٹ کیا جو تم سے محبت کرتا تھا، تم نے اپنے طور پر فیصلے کرنا چاہے اور اس پر دباؤ دیا، یہ ٹھیک نہیں ہے۔" فاطمہ نے اسے جتایا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا میں نے اسے دباؤ کے تحت کچھ کرنے کو کہا؟" وہ چونکی۔

"آنیہ مجھے معلوم ہے تم نے میکال شاہ کو کس بات کے لیے اکسایا اور کیوں اس نے یہاں سے جانے کی ٹھان لی۔" فاطمہ بہت سمجھ دار تھی اور آنیہ کو بہت شرمندگی ہو رہی تھی۔

"فاطمہ! میں چاہتی تھی وہ آپ کے ساتھ زندگی گزارے، مجھے بوا نے بتایا تھا آپ پچھلے پانچ برس سے اس سے محبت کرتی ہیں، بوا کو لگا تھا میں آپ کے حق پر قبضہ کر رہی ہوں اور بوا غلط نہیں تھیں، میں آپ کا حق نہیں چھین سکتی تھی، میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتی تھی۔" اس نے سر جھکا کر اقرار کیا۔

"مگر تمہارے اس طرح کرنے سے کون خوش رہ سکتا تھا آنیہ! ہم تینوں میں سے کوئی ایک بھی خوش نہیں رہ سکتا تھا، تم تین زندگیوں سے کھیلنے جا رہی تھیں شاید اسی لیے جب تم نے میکال شاہ پر دباؤ بڑھایا تو اس نے تم سے کہہ دیا کہ اس نے مجھے پروپوز کر دیا ہے تاکہ تم اپنی جگہ مطمئن ہو جاؤ، مگر آنیہ! محبت خیرات نہیں ہے۔"

"میں نے آپ کو خیرات دینا نہیں چاہی تھی فاطمہ! میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتی تھی، گزرنے والے دنوں میں آپ نے جو بھی دکھ اٹھایا مجھے اس کا اندازہ تھا کیوں ہم نے ایک جیسی زندگی گزاری، ہم میں قدر مشترک تھی، میں چاہتی تھی ان گزرے وقتوں کا ازالہ ہو جائے۔"

"مگر اس طرح ازالہ نہیں ہوتا آنیہ! بہر حال تمہیں چیزوں کو واپس ان کی ترتیب میں لانا چاہیے اگر میکال تم سے رابطہ کرے تو اسے منا لینا۔" فاطمہ نے پیار سے سمجھایا وہ کچھ نہیں بولی۔

میکال شاہ نے پلٹ کر خبر نہیں لی تھی وہ اس کے رویے سے مایوس ہو گیا تھا یا پھر بہت خفا تھا اسے امید نہیں تھی کہ وہ لوٹے گا یا وہ اس سے معافی مانگ سکے گی یا پھر وہ اسے معاف کر سکے گا۔ اس روز وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو فون بج رہا تھا کوئی آس پاس نہیں تھا سو اس نے فون اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو......" دوسری طرف بھاری آواز تھی اس آواز و لہجے کو وہ لاکھوں نہیں کروڑوں میں پہچان سکتی تھی، لائن پر میکال شاہ تھا۔

"کیا ہوا فاطمہ! آپ کا سیل فون سوئچڈ آف آ رہا ہے، کب سے ملا رہا ہوں۔ بوا نے بتایا آپ شادی کرنے جا رہی ہیں، اچھی خبر ہے آخر کو ڈاکٹر طحہ یزدانی کی دال گل گئی، بے چارا کب سے آپ کے پیچھے تھا، آپ ہی اسے گھاس نہیں ڈال رہی تھیں، آپ کا فیصلہ صحیح اور بروقت ہے، مجھے امید ہے آپ خوش رہیں گی۔" وہ بول رہا تھا، تبھی آنیہ بولی تھی۔

"فاطمہ بزی ہیں وہ شاپنگ کے لیے گئی ہیں شاید فون کی بیٹری ڈیڈ ہو، آپ بعد میں فون کر لیں۔" مگر اس کی بات مکمل ہوئے بنا میکال شاہ نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا

تھا وہ فون کو ہاتھ میں لیے تکتی رہ گئی تھی۔

❀......❀......❀

فاطمہ کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں وہ بھی یونیورسٹی سے وقت نکال کر فاطمہ کو ہیلپ کررہی تھی۔ فاطمہ واقعی خوش دکھائی دے رہی تھی اور اسے خوش دیکھ کر وہ بھی خوش تھی' اس احساس سے دل کٹ رہا تھا کہ اب وہ اس کی آواز سننا بھی نہیں چاہتا۔

اس کی دیوانگی......اس کی محبت

سب جیسے گئے دنوں کی بات تھی......اور وہ خود خاموشی میں بیٹھ کر اکثر وائلن کے تاروں کو چھیڑتے ہوئے وہی دھن بجاتی تھی جو ایک بار اس نے بجائی تھی۔ اس نے کیا غلط کیا تھا؟ کسی کو خوشی ہی تو دینا چاہی تھی پھر اس کے لیے زندگی اتنی مشکل کیوں ہوگئی تھی۔

کوئی ایک لمحہ نہیں تھا جو اس کی یاد کے بنا یا اس کے خیال سے خالی ہو وہ اسے ایک لمحے کو بھی فراموش نہیں کر پائی تھی تو کیا وہ اسے کبھی یاد نہیں کرتا ہوگا؟ ایک لمحے کو اس نے سوچا تھا۔ اس کی انگلیاں وائلن کے تاروں سے الجھنے لگی تھیں۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔" اس کا اپنا ہٹ دھرم لہجہ۔

"مجھے تم سے محبت ہے میکال شاہ! بہت' بے حد' بے انتہا' مجھے تم سے بہت زیادہ محبت ہے۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔" وہ آنکھیں بند کرکے جیسے خود کلامی کرتے ہوئے بولی تھی۔

"آئی لو یو میکال شاہ! پلیز ایسے مت ستاؤ۔" وہ عجیب دیوانگی کے عالم میں تھک کر بولی تھی تبھی آہٹ ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا' کچھ فاصلے پر میکال شاہ کھڑا تھا وہ حیران رہ گئی تھی۔

کیا یہ اس کا وہم تھا' کوئی خواب تھا یا پھر خیال؟ کیا وہ واقعی کھڑا تھا یا پھر آنیہ کی دیوانگی عروج پر تھی؟ آنیہ کو یقین نہیں ہوا تو وائلن ایک طرف رکھ کر وہ اٹھی اور میکال شاہ کے سامنے آن رکی۔ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو کر دیکھا' وہ خواب نہیں تھا' خیال بھی نہیں تھا۔ وہ اس کے سامنے تھا' میکال شاہ دھندلانے لگا تھا' میکال شاہ پلٹ کر واپس جانے کو تھا تبھی آنیہ مرتضیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اس کے سامنے آن رکی۔

"آئی ایم سوری......میکال شاہ!" وہ مدھم لہجے میں بولی تو وہ بے ہمت لگ رہی تھی۔ بہت تھکا ہوا لہجہ تھا اس کا' جیسے وہ طویل مسافتوں کا سفر کرکے آئی ہو۔ میکال شاہ نے کچھ نہیں کہا تھا' تبھی وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"مجھے روشنی کی لکیر دکھا کر تاریکیوں میں کیوں ڈال دیا میکال شاہ! تم تو مجھے یقین سونپنے آئے تھے پھر مجھ سے دوری کیوں؟ تم نے مجھ سے دور نکلنے کے لیے اتنے جواز کیوں ڈھونڈے؟ اتنے طویل انتظار کیوں سونپ دیئے مجھے' کیا میرا گناہ اتنا بڑا تھا کہ اس کی معافی نہیں تھی؟" وہ بے خودی میں کہہ رہی تھی۔

میکال شاہ نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھا اور اس کے سر کو سہلانے لگا وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"تم نے جو غلط کیا تمہیں اس کا احساس دلانا ضروری تھا آنیہ! ورنہ تمہیں کبھی اندازہ نہیں ہوتا کہ تم کچھ غلط کررہی ہو۔ آئی ایم سوری تمہیں دکھ پہنچایا لیکن اگر میں یہاں سے نہیں جاتا تو تم اپنے طور پر حالات کو قابو کرنے کے منصوبے بناتی رہتیں اور میں تمہیں کبھی جتانے میں کامیاب نہ ہو پاتا کہ وہ نہیں ہوسکتا جو تم چاہتی ہو۔ دیکھو وقت نے سب سے مناسب حل دیا ہے' آج فاطمہ کی شادی ہونے جارہی ہے' وہ خوش ہیں۔ میں نہیں جانتا مجھے ان سے محبت کیوں نہیں ہوئی مگر مجھے تم سے محبت کیوں ہوئی میں اس کے اسباب بھی کبھی تلاش نہیں کرپایا۔" وہ صاف گوئی سے بولا آنیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ میکال شاہ نے اس کی پلکوں پر سے آنسو چن لیے۔

"تم نے غلط کچھ نہیں چاہا تھا آنیہ! مگر کبھی کبھی ہم جس طرح چاہتے ہیں وہ ویسے نہیں ہوسکتا' تم فاطمہ کو خوش دیکھنا چاہتی تھیں مگر وہ حل نہیں تھا۔ فاطمہ بہت اچھی لڑکی ہے' گر

ان کو مجھ سے محبت ہوئی تو میں اس پر واقعی حیران ہوں۔ پتا نہیں محبت کی نگاہ کیا دیکھتی اور تلاشتی ہے مگر میرے لیے فاطمہ کے لیے عزت اور احترام دوگنا ہوگیا۔ تم نے غلط بات کہی کہ میں فلرٹ کررہا تھا' مجھے اس بات پر غصہ آیا میں جس لڑکی کی اتنی عزت کرتا ہوں اس سے فلرٹ کا سوچ بھی نہیں سکتا اور تم سے' تم نے تو مجھے دیوانہ بنادیا تھا۔ تم سے فلرٹ کا کیسے سوچ سکتا تھا' تم غصے میں جان بوجھ کر ایسا کہہ رہی تھیں تاکہ مجھے غصہ آئے اور میں وہ کروں جو تم چاہتی ہو۔ سو میں نے یہاں سے جانے کی ٹھان لی اور سوچنے کی بات یہ تھی جب تم جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو تم ہمیشہ جھوٹ کیوں کہتی آئیں کہ محبت نہیں ہے۔ تمہیں معلوم تھا کہ تم دور نہیں رہ پاؤ گی تو تب کیا کرتیں اگر میں تمہارے دھکیلنے سے فاطمہ سے شادی کرلیتا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"اور آپ نے بھی تو جھوٹ بولا تھا کہ آپ نے فاطمہ کو پروپوز کردیا؟"

"وہ جھوٹ تمہارے جگانے کے لیے تھا تاکہ تم جان سکو کہ تم غلط کررہی ہو' مگر آپ کہاں جاگنے والی تھیں۔" اس نے آنیہ کی چھوٹی سی ناک دبائی تھی۔

"کیا اتنی غلط تھی میں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں مگر طریقہ غلط تھا' مجھے اس سے الجھن ہورہی تھی تمہیں فاطمہ سے بات کرنا چاہیے تھی وہ کیا چاہتی ہیں۔ تم میرے بارے میں جانتی تھیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔" میکال شاہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"میں جانتی تھی مگر......" میکال شاہ نے اس کے لبوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھ دی۔

"اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟ مام ڈیڈ آئے ہیں ان کے سامنے کوئی ڈرامہ نہیں ہونا چاہیے۔ شادی کرنا ہے تو بتادو' میں مام ڈیڈ سے بات کرلیتا ہوں۔ یہ نہ ہو شادی کی بات کرلوں اور تم کوئی نیا ڈرامہ شروع کردو۔ تم سمجھ میں نہ آنے والی لڑکی ہو' تمہارے چہرے کو دیکھ کر یا ان آنکھوں کو دیکھ کر میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا' کیونکہ تم اپنے چہرے کی نفی کرتی ہو۔ ان آنکھوں کو جھٹلاتی ہو' وہ کہتی ہو جو یہ چہرہ نہیں کہتا۔ تمہیں الٹے بہاؤ کے ساتھ بہنا اچھا لگتا ہے' اپنے طور پر انوکھے تجربات کرنا چاہتی ہو۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا' وہ گھورنے لگی۔

"اتنی خامیاں گنوا رہے ہو اور شادی کرنا چاہتے ہو' میری اتنی خامیوں کے ساتھ گزارا کیسے کرلو گے؟" وہ مسکرادیا۔

"کوشش کرلوں گا' اگر ہوسکا تو ٹھیک ورنہ تم اپنی راہ میں اپنی راہ۔" وہ سنجیدہ نہیں تھا۔

"شادی اس لیے کی جاتی ہے کہ آپ اپنی راہ اور میں اپنی راہ؟" اس نے گھورا۔

"نہیں' مجھے تمہارے ساتھ ایک راہ پر چلنا ہے' لیکن یقین نہیں کہ تم چاہتی ہو۔ تمہیں عادت ہے مجھے یہاں وہاں کھپانے کی' کل کو کسی اور کو مجھ سے محبت ہوگئی تو کیا پتا اسے دان کردو۔" وہ مسکرایا تو آنیہ بھی مسکرادی۔

"ایسا نہیں ہوگا اب اتنی سخی بھی نہیں ہوں میں کہ آپ کو دان کردوں۔ فاطمہ کی بات اور تھی میں اس کی تکلیفوں کا ازالہ کرنا چاہتی تھی اور......"

"جانتا ہوں مگر ایسے نہیں ہوتا' وہ تو اچھا ہوا فاطمہ نے خود سمجھ لیا ورنہ آپ کا کھیل تو جان لیوا تھا۔"

"جان لیوا؟ آپ نے پلٹ کر خبر کب لی تھی' کبھی یاد بھی کیا ہوگا؟ وہ میں ہی بے وقوف تھی۔" وہ خفگی سے بولی۔

"بے وقوف تو آپ تھیں تبھی تو چلا گیا تھا چھوڑ کر۔" وہ مسکرایا۔

"اور میں اب بھی وہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں گزارہ کرلوں گا۔" وہ مسکرایا۔

"فاطمہ سے اکثر فون پر بات ہوتی تھی اور تمہارے بارے میں پوچھتا تھا مگر میں براہ راست بات کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے نہیں کہ محبت نہیں رہی تھی یا وہ دیوانگی ختم ہوگئی تھی اس لیے کہ تمہیں احساس ہوسکے آنیہ شادی ایک بڑا فیصلہ ہے اسے بچوں کی طرح نہیں لیا جاسکتا۔ میں آج بھی وہی یقین تمہیں سونپنے کو تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم
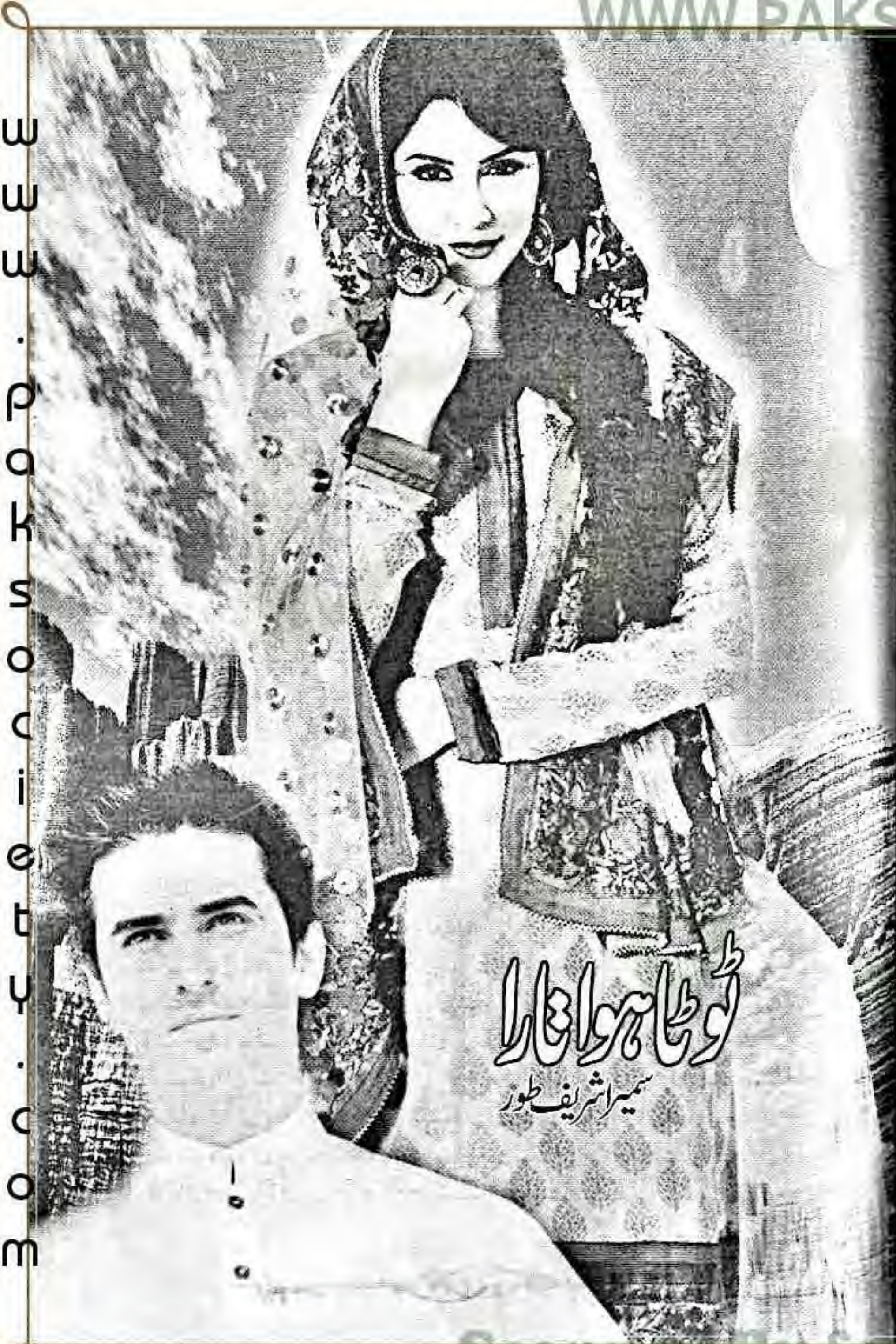
اس کا یقین کرو زندگی میں بہت سی چیزوں کے لیے تھوڑا بہت سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے مگر محبت سمجھوتہ نہیں ہے دو دلوں کے درمیان ہم آہنگی ہے۔ آپ خوش تب ہی رہ سکتے ہیں جب آپ نے کوئی فیصلہ پورے دل اور پورے دماغ سے لیا ہو اگر کہیں آپ کی پوری عقل یا پورا دل کسی فیصلے میں شامل نہیں تو پھر وہ فیصلہ کسی ایک نقطے پر آ کر آپ کے لیے کوئی پرابلم کری ایٹ کرسکتا ہے تمہارے معاملے میں آئی ایم شیور میرا دل، دماغ سب ایک نقطے پر ہیں، میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں مگر میں چاہوں بھی تو تم پر اپنے فیصلے کے لیے دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ کوئی زبردستی نہیں کرسکتا جب تک کہ تم بھی اسی سمت میں چلنا نہ چاہو جس سمت میں چلنا چاہتا ہوں۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"جانتی ہوں مگر آپ جانتے ہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں پھر اس طرح کیوں بات کررہے ہیں؟"

"جانتا ہوں مگر یقین کرنا چاہتا ہوں کہیں میرا وہم نہ ہو، آنیہ خواب اچھی چیز ہیں مگر جب آپ پریکٹیکل لائف کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تو چیزوں کا رنگ اور ڈھنگ بدلنے لگتا ہے۔"

"آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہوں گی؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔ میکال شاہ نے شانے اچکاتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا تو آنیہ نے ایک مکا اسے دے مارا تو وہ مسکرادیا پھر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بولا۔

"آنیہ! میں جانتا ہوں تم مجھ سے پیار کرتی ہو، میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو مگر تم انکار کرتی آئی ہو کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔" وہ چھیڑتے ہوئے بولا تو وہ مسکرادی۔

"اوہ تو آپ وہ سننا چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے کتنی پاگل ہوں؟"

"کیا حرج ہے کیا اپنی ہونے والی وائف سے اتنا بھی نہیں سن سکتا کہ وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہے اگر وہ یہ جانتی ہے کہ میں اس کے لیے کتنا پاگل ہوں تو مجھے بھی یہ حق بنتا ہے۔" وہ مسکرایا اور آنیہ مسکرادی۔

"آپ نے سنا تھا نا۔" وہ مسکرائی۔

"کب......؟" اس نے چھیڑا۔

"جب میں وائلن بجاتے ہوئے اچانک تھک کر آنکھیں بند کرکے کہہ رہی تھی، آپ نے سنا تھا نا؟" وہ مسکرائی۔

"نہیں، میں نے کچھ نہیں سنا، تم نے کچھ کہا تھا۔" آنیہ نے مکا اس کے سینے پر مارا اور پھر اس کے شانے پر سر رکھ دیا۔

"مجھے آپ سے محبت ہے میکال شاہ! اور میں آپ سے ہمیشہ محبت کرتے رہنا چاہتی ہوں، ہمیشہ آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہتی ہوں، راستے کے اختتام تک۔" وہ بہت سکون سے کہہ گئی۔

"فاطمہ نے کہا تھا محبت یقین ہے اور جب یقین ہوگا تو خدشات باقی نہیں رہیں گے، آج میرے دل میں خدشے باقی نہیں ہیں میکال! کیونکہ آج میں محبت کی حقیقت کو جان اور سمجھ گئی ہوں آج سے میرے لیے میری عقل سے دیکھنے اور سننے کے معنی بدل گئے ہیں۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"میرا یقین تمہارے لیے ہے آنیہ! اور یہ کبھی نہیں بدلے گا۔" وہ اس کی سماعتوں میں سرگوشی کررہا تھا۔

"تمہارے لیے میری محبت کبھی کم نہیں ہوگی، ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ چاہے کیسے بھی حالات ہوں، یہ یقین ختم نہیں ہوگا۔" وہ یقین دلا رہا تھا اور آنیہ مرتضٰی خان سکون سے آنکھ بند کرگئی تھی۔

"آئی لو یو آنیہ!" اس کے لب آنیہ کو اپنے بالوں کے قریب ملتے محسوس ہوئے تھے وہ مسکرادی۔

"آئی لو یو ٹو۔"

❀

قسط نمبر 18

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے
عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شاہزیب صاحب کے حکم پر مصطفیٰ کو مجبوراً شہوار کو کالج ڈراپ کرنا پڑتا ہے۔ راستے میں دونوں کے درمیان پھر سے تلخ کلامی ہوجاتی ہے۔ شہوار کے موبائل واپس رکھنے اور ہر بار اپنی ذات کی توہین برداشت نہ کرتے مصطفیٰ سخت الفاظ میں اسے وارننگ دیتا ہے کہ وہ آئندہ اس کا لحاظ نہیں کرے گا جس پر شہوار اس کے رویے سے خائف آنسو بہاتی رہتی ہے۔ روشی قدسیہ آنٹی کے بیٹے جنید کے پرپوزل کے بارے میں انا کو بتاتی ہے اور ساتھ ہی ولید کے بارے میں اس کی پسندیدگی دریافت کرتی ہے جس پر وہ روشی کو ٹال دیتی ہے۔ انا کی ماما کا ارادہ ولید اور انا کی منگنی کا ہوتا ہے اسی لیے وہ دونوں پرپوزل انا کے سامنے رکھتے اس کا جواب چاہتی ہیں ان کا اپنا ارادہ ولید کے لیے ہوتا ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق انا بھی ولید میں دلچسپی لیتی ہے جبکہ انا یہ سن کر نہایت شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ اپنی انا کو کچلتے وہ ولید کے لیے ہاں کردیتی ہے اگرچہ کیتھی والے معاملے کو لے کر اس کے دل میں ہزاروں خدشات موجود ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ولید بھی ان کی تمام باتیں سن لیتا ہے۔ عادلہ عباس سے بات کرنا چاہتی ہے لیکن عباس کے انکار پر وہ آفس پہنچ کر طوفان کھڑا کردیتی ہے۔ وہ رابعہ کو بھی بات نہ کرانے پر سخت سناتی ہے اور اس پر مختلف الزامات عائد کرتی ہے شاہزیب صاحب کی موجودگی کو بھی یکسر نظرانداز کیے ایاز والے معاملے پر ان سے الجھتی ہے جس پر عباس اور شاہزیب صاحب اب ان کے درمیان موجود رشتے کو کسی حتمی صورت تک پہنچانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ عباس عادلہ کے رویے پر رابعہ سے معذرت کرتے ہیں جس پر رابعہ شرمندہ ہوجاتی ہے۔ شہوار گھر پہنچتی ہے تو لائبہ بھابی اسے دریہ کی آمد کے بارے میں بتاتی ہیں اور مصطفیٰ کو جگانے کا کہتی ہیں جس پر ناچار اسے مصطفیٰ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مصطفیٰ کے رویے سے خائف ہوتے وہ موبائل واپس رکھ لیتی ہے۔ مصطفیٰ اسے ولید کے ہاں مہندی کے فنکشن میں جانے کا کہتا ہے لیکن وہ صاف انکار کردیتی ہے۔ روشی منگنی کے بارے میں ولید سے سوال کرتی ہے اور اس رشتے کے بارے میں اس کے احساسات جاننا چاہتی ہے ساتھ ہی انا کی پسندیدگی اور کیتھی والے معاملے کو بھی ولید سے شیئر کرتی ہے جس پر ولید انا کے پل پل بدلتے رویوں کی وجہ بخوبی سمجھ جاتا ہے۔ روشی کے اس سوال پر کہ وہ انا کے لیے کچھ خاص جذبات رکھتا ہے یا صرف باباجان کے حکم پر سر جھکا رہا ہے ولید اسے کوئی جواب نہیں دیتا۔ بہرحال وہ اسے انا کی دلی کیفیات کا تفصیلاً بتاتے انا سے بات کرنے کا کہتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀....❀....❀

بیوٹیشن نے دونوں کو تیار کردیا تھا، روشی تو بس ہلکا پھلکا میک اپ ہی کیا گیا تھا۔ ماما نے بوتیک سے جو سوٹ منگوایا تھا وہ کافی ہیوی تھا، اس نے میک اپ بہت لائٹ کروایا تھا۔ جیولری سے اس نے گریز کیا تھا، بس کانوں میں ٹاپس اور ہاتھوں میں چوڑیوں پر ہی اکتفا کرلیا گیا تھا اس سے بھی اس کا حسن نکھر گیا تھا۔

"ماشاء اللہ، بہت ہی پیاری لگ رہی ہو، مجھے ڈر ہے کہ کہیں ولید بھائی ڈائریکٹ شادی کا ہی نہ کہہ دیں۔" بیوٹیشن نے جیسے ہی دوپٹہ سیٹ کرکے روشی کے سامنے کیا تو اس نے فوراً کہا۔

"بکومت۔" ولید کے نام پر اس کا چہرہ ایک دم بلش ہوا تھا۔

"اوہو..... لڑکی شرما رہی ہے۔" اس نے مزید چھیڑا۔

"تم ولی بھائی کی دلہن بنتی یہ بابا کی ہی نہیں میری بھی شدید خواہش تھی۔" روشی نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔

"اور تمہارے بھائی کی خواہش کیا تھی؟" انا کا جی چاہا کہ اس سے پوچھے مگر بس مسکرا کر رہ گئی۔

"تم نے شہوار کو نہیں بلایا؟ اسے بتایا کہ یہ فنکشن ہے۔" بیوٹیشن اپنا سامان سمیٹنے میں لگ گئی تھی، روشی کو یاد آیا تو پوچھا۔

"کل تب تو مجھے خود کب علم تھا اور آج سہ پہر خود بھی ڈسٹرب تھی اس کے بعد شہوار کو اتنی کالز کیں، کل تک تو اس کا سیل ہی بند تھا اب آج صبح اس نے آن کیا تو اب کال ہی پک نہیں کرتی۔"

"ہوں..... مصطفیٰ بھائی تو ضرور آئیں گے نا، ہوسکتا ہے وہ ان کے ساتھ ہی آجائے۔"

"اس نے صبح مجھے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آج نہیں آئے گی ہاں برات اور ولیمے پر آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"چلو میں ولید بھائی سے پوچھتی ہوں۔" وہ کہہ کر اٹھی۔

"تم اس حلیے میں اب باہر جاؤ گی، باہر احسن بھائی اور باقی لوگ بھی ہوں گے، نجانے وہ خود کہاں ہوں، تم خود کال کرکے پوچھ لو۔" انا نے کہا تو وہ رک گئی۔

"او کے..... یہ ٹھیک ہے، میں کال کرلیتی ہوں۔" وہ فوراً متفق ہوئی اور کال ملائی۔

"ہاں ولید بھائی مجھے کنفرم کرنا تھا کہ آج کے فنکشن میں مصطفیٰ بھائی آرہے ہیں نا؟" روشنی نے کال ملتے ہی پوچھا۔

"کال تو میں اسے بار بار کررہا ہوں، وہ اصل میں کسی کام سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ وعدہ تو اس نے کیا ہے کہ اگر وقت پر پہنچ گیا تو ضرور آئے گا۔" ولید نے بتایا۔

"کہا تو تھا کہ ساری فیملی کو لے کر آئے اسپیشلی شہوار بھابی کو۔" ولید نے بتایا۔

"کیوں خیریت؟" وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

"نہیں بس یہ انا شہوار کی وجہ سے پریشان ہورہی تھی اور شہوار اس کی کال بھی پک نہیں کررہی تھی تو میں نے سوچا کہ آپ سے ہی پوچھ لوں۔"

"کیوں انا کیوں پریشان ہورہی تھی؟" ولید نے پوچھا۔

"شہوار آج آنے کے لیے معذرت کرچکی ہے نا تو اس لیے۔"

"اوہ خیر میں نے مصطفیٰ کو خاصے اصرار سے کہا تھا کہ شہوار کو ساتھ ضرور لے کر آئے۔ اب دیکھو کیا کرتے ہیں وہ دونوں۔" ولید نے کہا۔

"آپ نے مصطفیٰ بھائی کو یہ بھی بتایا کہ آج آپ کی منگنی کی رسم بھی ہوگی۔" انا روشی کو دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر سرخی پھیلی۔

"ابھی نہیں بس موقع ہی نہیں ملا مجھے یہ تھا کہ وہ جب آئے گا تو اسے یہاں آ کر خود ہی پتا چل جائے گا۔"

"اُف......" روشی کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"پتا نہیں کیا بنے گا آپ دونوں کا؟ اُدھر ان محترمہ نے شہوار سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا ورنہ شہوار تو ضرور آتی۔ مصطفیٰ بھائی تو ضرور ناراض ہوں گے اب ان کو خود ہی بھگتیے گا۔" اس نے کہا اور ساتھ ہی کال بند کردی۔ بیوٹیشن سامان سمیٹ چکی تھی' باہر ابھی مہمان آنا شروع ہوئے تھے وہ دونوں انا والے کمرے میں تھیں۔

"تم ایک بار پھر شہوار کو کال کر کے دیکھو۔" روشی نے کال بند کرکے مشورہ دیا تو وہ سر ہلا کر اپنے موبائل سے شہوار کا نمبر ملانے لگی۔ کال جا رہی تھی مگر شہوار پک نہیں کر رہی تھی۔

"پتا نہیں کدھر ہے یہ لڑکی۔" انا کا کوفت سے بُرا حال ہوا۔

"ولی بھائی کہہ تو رہے تھے کہ مصطفیٰ بھائی کو تاکید کی تھی کہ وہ شہوار کو ساتھ لائیں' اب دیکھو کیا کرتے ہیں؟" روشی نے کہا۔

"اب ایک دفعہ یہ لڑکی میرے ہاتھ لگ جائے پھر اسے اچھی طرح دیکھتی ہوں۔"

❁......❁......❁

وہ نماز پڑھ کر اٹھی تو بھابی تیار ہو کر اس کے کمرے میں ہی چلی آئیں۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" بھابی اسے اسی حلیے میں دیکھ کر چونکیں۔

"بھابی پلیز! آپ مصطفیٰ کو کسی طرح قائل کرلیں آج میرا جانے کا قطعی موڈ نہیں ہو رہا' بارات والے دن ضرور چلوں گی۔" جائے نماز تہ کر کے رکھتے اس نے کہا تو بھابی نے گھورا۔

"تمہیں اندازہ ہے مصطفیٰ آؤٹ آف سٹی تھا' محض اس فنکشن کے لیے وہ سارے کام ادھورے چھوڑ کر پہنچا ہے اور تم ہو کہ انکار کر رہی ہو پھر اسے غصہ آئے گا اور بات بڑھے گی۔"

"وہ جان بوجھ کر بات بڑھانا چاہ رہے ہیں' ورنہ میں نے تو صاف انکار کردیا ہے اور انا سے بھی ایکسکیوز کرچکی ہوں۔" اس نے بے چارگی سے کہا تھا۔

"نہیں' میں تمہارے کپڑے نکالتی ہوں' تم فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔" بھابی اسے گھور کر الماری کی طرف بڑھی تھیں۔ شہوار نے بے چارگی سے انہیں دیکھا۔

"یہ لباس کیسا رہے گا؟" انہوں نے بلیک لباس جس پر نفیس سا کالر کی صورت نگینوں کا کام ہوا تھا نکالا یہ نکاح کے جوڑوں میں سے ایک تھا۔ اس کے سامنے کیا تو اس نے نروٹھے پن سے انہیں دیکھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ کہہ کر باتھ روم میں گھس گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی تو بھابی کمرے میں نہ تھیں۔ وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی' بالوں کی چٹیا کھول کر ان کو آگے ڈال کر وہ ان میں برش پھیرنے لگی' اتنے لمبے گھنے بال' اسے کوفت ہونے لگی۔

"اُف یہ بال' بھابی! میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں ان کو کٹوا دوں۔" دروازہ کھلا تھا اس کا خیال تھا کہ بھابی ہوں گی اس نے پلٹے بغیر ہی کہا تھا۔

"آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" مصطفیٰ کی آواز پر وہ فوراً پلٹی تھی۔ وہ سفید کلف لگی شلوار قمیص میں بے حد نمایاں

لگ رہا تھا' وہ بہت کم شلوار قمیص استعمال کرتا تھا' اس وقت بہت جچ رہا تھا' دروازے کے پاس کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"میرا جانا اب اتنا بھی ضروری نہ تھا؟" مصطفیٰ کو دیکھ کر اسے پھر غصہ آنے لگا' ایک کندھے پر دوپٹہ جھول رہا تھا اور دوسرے پر بال بکھرے ہوئے تھے جن سے وہ نبرد آزما تھی' اوپر سے مصطفیٰ کی آمد۔

"بحث کا وقت نکل چکا ہے۔" اس کے تیکھے انداز پر مصطفیٰ نے ٹوکا تو اس نے سر جھٹک کر برش ٹیبل پر پٹخا اور دوپٹہ سر پر ڈالتے آئینے کے سامنے سے ہٹی۔

"نجانے بھابی کہاں چلی گئیں اور کپڑے بھی کدھر تھے۔" اس نے بستر پر دیکھا اور پھر مصطفیٰ کو نظر انداز کرتے وہ الماری کھول کر دیکھنے لگی' وہاں بھی وہ بلیک سوٹ نہیں تھا اور ہینگ شدہ لباس بھی سادہ تھے جو وہ کالج پہن کر جاتی تھی جبکہ تقریب کے حوالے سے کوئی بھی لباس استری شدہ نہ تھا۔

"اب کتنا وقت لینا ہے محترمہ آپ نے؟" اس نے پلٹ کر مصطفیٰ کو دیکھا وہ سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو جلدی ہے تو آپ بھابی کو لے کر چلے جائیں۔" الماری کا پٹ بند کرتے اس نے غصے سے کہا تو مصطفیٰ نے اسے گھورا۔

"اگر ولید کا اصرار نہ ہوتا تو یقیناً میں ایسا ہی کرتا۔"

"آپ......" اس نے کچھ کہنا چاہا کہ ٹیبل پر رکھے موبائل کی وائبریشن نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا' وہ مصطفیٰ پر غصیلی نگاہ ڈالتے موبائل کی طرف بڑھی تھی' انا کی کال تھی۔

"السلام علیکم!" اس نے کال ریسیو کرلی تھی۔

"وعلیکم السلام' کہاں ہو؟" انا نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"میں گھر پر ہی ہوں' کیوں خیریت؟" اس نے بات کرتے مصطفیٰ کو بھی دیکھا وہ اسی طرف دیکھ رہا تھا وہ نظر پھیر گئی۔

"میں تین بجے سے لے کر اب تک اتنی کالز کرچکی ہوں' کم از کم انسان کال ہی ریسیو کرتا ہے۔" دوسری طرف انا بھی کافی گرم تھی' وہ مسکرائی۔

"ایم سوری! میں موبائل وائبریشن پر لگا کر سو گئی تھی' کچھ دیر قبل اٹھی تھی' تم بتاؤ کالز کیوں کر رہی تھیں؟"

"تم کب آ رہی ہو؟ مجھے تمہیں بہت ضروری بات بتانی ہے۔" دوسری طرف انا نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا بات کہنی ہے؟"

"فون پر نہیں ہو سکتی' بس تم آ جاؤ نا۔" انا نے اصرار کیا۔

"مگر میرا موڈ نہیں بن رہا آنے کو۔" اس نے کہا۔

"دیکھو اگر تم نہ آئیں تو میں سنجیدگی کے ساتھ تم سے ناراض ہو جاؤں گی۔" انا نے دھمکی دی۔

"انا پلیز میں بارات والے دن آ جاؤں گی نا؟" اس نے پھر کہا۔ "اور تم نے جو بات بھی کہنی ہے تم فون پر کرلو۔" اس نے مزید کہا تبھی مصطفیٰ نے قریب آ کر اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔

"اُف' کیا بدتمیزی ہے؟" وہ مصطفیٰ کی اس حرکت پر ایک دم غصے سے بولی تھی جبکہ مصطفیٰ اسے نظر انداز کرتے موبائل کان سے لگا چکا تھا۔

"السلام علیکم!" مصطفیٰ نے کہا تھا' شہوار اسے گھورنے لگی۔

"وعلیکم السلام' آپ......؟" انا سمجھ نہ پائی تھی کہ کون مخاطب ہے۔

"مصطفیٰ بات کررہا ہوں' آپ فکر نہ کریں میں آرہا ہوں اور شہوار میرے ساتھ ہی ہوں گی۔" مصطفیٰ نے تسلی دی تو انا ریلیکس ہوگئی۔

"مگر وہ تو صاف انکار کرچکی ہے نا۔"

"اسے ساتھ لانا میرا مسئلہ ہے آپ پریشان نہ ہوں۔" مصطفیٰ نے کہا تو انا ایک دم مطمئن ہوگئی اور شہوار مصطفیٰ کو گھورتی رہی۔ مصطفیٰ نے اس سے ایک دو اور بات کرکے کال بند کی ہی تھی کہ وہ پھٹ پڑی۔

"یہ کیا طریقہ تھا؟" وہ خونخوار تیور لیے متوجہ تھی۔

"اگر آپ احمق ہیں تو آپ کی طرح میری عقل گھاس چرنے نہیں گئی ہوئی' بحث سے کچھ حاصل وصول نہیں ہوگا۔ آپ ہمارے ساتھ چل رہی ہیں' یہ فائنل بات ہے۔ اب بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ تیار ہونے کی زحمت گوارا کرلیں؟" مصطفیٰ نے ازحد سرد لہجے میں کہا۔

"آپ......؟" شہوار نے کچھ کہنے کو لب وا ہی کیے تھے کہ بھابی کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر چپ ہوگئی' ان کے ہاتھ میں سیاہ لباس تھا۔

"یہ لو شہوار! کپڑے میں پریس کرلائی ہوں اور تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" اسے دیکھ کر انہوں نے کہا۔

"پلیز بھابی! میرے پاس زیادہ وقت نہیں کہ میں انتظار کروں' آپ دونوں ذرا جلدی تیار ہوکر باہر آئیں' میں لاؤنج میں بیٹھا ہوں۔" مصطفیٰ بھابی کو کہہ کر نکل گیا اور شہوار کو نہ چاہتے ہوئے بھی تیار ہونا پڑ رہا تھا' اس نے بھابی کو دیکھا وہ ہنس دیں۔

"اس طرح ظالم نظروں سے دیکھنے کا کوئی فائدہ نہیں' جانا تو تمہیں ہر حال میں ہے کہ یہ مصطفیٰ کا حکم ہے' اگر خوشی سے نہیں تو زبردستی ہی' وہ لے کر ہی جائے گا۔"

"بس اب مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ غصے سے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گئی تھی' بھابی ایک دم ہنس دیں۔

"پاگل لڑکی......"

❀......❀......❀

عشاء کا وقت ہورہا تھا' کافی مہمان آچکے تھے' ہر طرف شور ہنگامہ' روشنی اور وہ دونوں انا والے روم میں تھیں۔ اردگرد لڑکیاں موجود تھیں' انا شدت سے شہوار کی منتظر تھی کہ مصطفیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے لے کر آئے گا' مگر ابھی تک کوئی بھی نہیں پہنچا تھا۔

"روشی پتا تو کرو کہ باہر کون کون آیا ہے۔" وہ جو ولید کے ساتھ متوقع رشتے کو لے کر خاصی کنفیوز تھی اب شہوار کو نہ پاکر روشی سے کہا جو بڑے اعتماد سے ایک لڑکی سے محو گفتگو تھی۔

"بھئی مجھے کیا پتا کہ کون کون تم لوگوں کا جاننے والا ہے' ایسا کرو کہ کھڑکی کے پاس جاکر خود دیکھ لو وہاں سے تو لان کا سارا منظر واضح دکھائی دیتا ہے۔" روشی نے کہا تو وہ سر ہلا کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

لان میں اسٹیج بنا ہوا تھا اردگرد ٹیبلز لگائی ہوئی تھیں اور جو مہمان آچکے تھے وہ ٹیبلز کے گرد موجود کرسیوں پر براجمان تھے۔ ماما' پاپا' ماموں اور احسن بھائی سبھی کسی نہ کسی کے پاس بیٹھے دکھائی دیئے تو اس کی نگاہ بے چین ہوکر ولید کو ڈھونڈنے لگی۔ وہ اسے آج سارا دن ایک بار بھی نظر نہ آیا تھا اور کل بھی نہ دیکھا تھا' نجانے کہاں تھا۔ اس نے اردگرد دیکھا اور پھر اس کی نگاہ مایوس ہوکر پلٹ آئی تھی' وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹنے والی تھی کہ کھلے گیٹ سے مصطفیٰ کو داخل ہوتے دیکھ کر چونکی تھی' مصطفیٰ کے ساتھ دو خواتین تھیں' دونوں کے چہرے چادروں میں چھپے ہوئے تھے یقیناً ان میں سے ایک شہوار تھی' انا کا دل ایک دم خوشی سے بے قابو ہونے لگا۔ شہوار ان کے ہاں پہلی بار آئی تھی۔

"روشی شہوار آگئی ہے اور مصطفیٰ بھائی بھی۔" وہ جلدی سے کہہ کر باہر نکلی تھی۔ اپنے فراک کو سنبھالتے وہ تیزی سے راہداری عبور کرتے باہر کی طرف بھاگی تھی' پاؤں میں سینڈل تھی اس کا توازن ایک دو بار ان بیلنس ہوا تھا مگر شہوار کی آمد کی ایسی خوشی تھی کہ وہ بغیر سوچے سمجھے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی' لان کی طرف جاتی یہ چار پانچ سیڑھیاں عبور کرنا تھیں۔ دوسری طرف ولید کو بھی کسی نے مصطفیٰ کی آمد کی اطلاع دے دی تھی وہ بھی اسی طرف آرہا تھا دونوں کا تصادم سیڑھیوں پر ہوا تھا' انا بُری طرح لان کے فرش پر گری تھی۔

"اُف......" ہاتھ اور پاؤں بُری طرح رگڑے گئے تو اس نے ایک دم سنبھل کر مقابل کو دیکھا۔

"ٹھیک ہو؟" ولید بڑے سکون سے پوچھا' انا کی جان جل کر راکھ ہوگئی۔

"کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔" وہ سیڑھیاں پھلانگتے اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا' انا اپنے ہاتھوں پر وزن ڈالتے فراک سنبھالتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں ٹھیک ہوں۔" ہاتھوں پر لگی مٹی جھاڑتے اس نے کہا' ولید نے اسے دیکھا۔ پنک فراک میں وہ حد سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی' ہاتھوں کو جھاڑ کر وہ لباس پر لگی مٹی جھاڑنے لگی تھی۔

"کہاں غائب تھیں تم کل سے نظر ہی نہیں آرہی تھی۔" ولید نے پوچھا تو اس نے ولید کو دیکھا وہ بغور اسی کو دیکھ رہا تھا وہ ایک دم کنفیوز ہوئی۔

"گھر میں ہی تھی؟"

"مگر لگ تو نہیں رہا تھا۔" ولید نے قدرے فاصلے پر بیٹھے لوگوں پر ایک نظر ڈال کر اسے پھر دیکھا' خوب صورت لباس اور ہلکے پھلکے میک اپ نے اس کا روپ ہی بدل ڈالا تھا۔

"آپ بھی تو کل سے غائب تھے۔" انا نے تیزی سے کہا اور پھر زبان دانت تلے دبالی۔

"شہوار اور مصطفیٰ بھائی آگئے ہیں۔" وہ تیزی سے کہہ کر وہاں سے بھاگی تھی۔ مصطفیٰ بھائی' احسن بھائی' پاپا اور ماما سے مل چکے تھے' ضیاء ماموں بھی ان کے پاس تھے دونوں خواتین ابھی تک چادر کے پلو میں چہرہ چھپائے ہوئے تھیں۔

"السلام علیکم!" وہ فوراً شہوار کی طرف بڑھی تھی' شہوار کی ہائٹ اور قد سے ہی اس نے اسے پہچان لیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" وہ فوراً شہوار کے گلے لگ گئی تھی۔

"بڑی بے وفا اور بے مروت لڑکی ہو تم' اگر تم آج نہ آتیں تو میں سچی تم سے ناراض ہوجاتی اور پھر کبھی کلام نہ کرتی۔" اس کے گلے لگ کر اس نے کہا تھا۔

"اب آتو گئی ہوں۔" شہوار جس کا موڈ اس طرح زبردستی لائے جانے پر بُری طرح خفا تھا اس نے کہا تو انا نے اسے گھورا۔

"بڑا احسان کیا تم نے۔" وہ اس سے علیحدہ ہوکر لائبہ بھابی سے گلے ملی تھی۔

"اور آپ سنائیں آپ کیسے ہیں مصطفیٰ بھائی!" ولید بھی وہاں آچکا تھا' وہ بھی مصطفیٰ سے بغلگیر ہوا تھا۔ لائبہ اور شہوار سے ملنے کے بعد انا نے مصطفیٰ کو مخاطب کیا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے آپ سنائیں؟" مصطفیٰ نے بھی پوچھا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"انا تم مہمانوں کو اندر لے جاؤ' بچیاں یہاں ایزی فیل نہیں کریں گی۔" ماما نے دونوں کو اسی طرح چادر کے پلو میں

چہرہ چھپائے دیکھ کر کہا تھا۔

"جی ماما......" وہ ان دونوں کو لے کر اپنے کمرے میں آئی تو روشی بھی دونوں سے گلے ملی' اندر آ کر دونوں نے چادریں اتار دی تھیں۔ شہوار بلیک لباس میں بہت ہی پیاری لگ رہی تھی اس کے لمبے گھنے بال اس کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے' ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری میں وہ کمرے میں موجود تمام خواتین میں نمایاں لگ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔" انا نے کہا تو وہ جھینپی۔

"تم خود بھی تو بہت پیاری لگ رہی ہو آج پہچانی ہی نہیں جا رہی کہ یہ تم......" شہوار نے اس کی توجہ خود سے ہٹانا چاہی' روشنی ہنس دی۔

"یہ اس لیے پیاری لگ رہی ہے کہ آج محترمہ کے لیے بہت ہی اسپیشل دن ہے۔" روشی نے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"اس کے بھائی کی شادی کا فنکشن ہے' چھوٹی موٹی بات تھوڑی ہے۔" لائبہ بھابی نے بھی کہا تو وہ مسکرا دی۔

"آپ لوگ بیٹھیں ذرا میں کسی کو کھانے پینے کا کہتی ہوں۔" وہ روشی کی شرارت سے بچنے کے لیے فوراً کمرے سے نکل گئی تھی۔ کچن میں آئی تو وہاں ملازمہ کو کولڈ ڈرنک نکالنے کا کہا' خود ریفریشمنٹ کے لیے کینٹ سے بسکٹ' نمکو' چپس وغیرہ نکال کر ٹرے تیار کرنے لگی۔

"یہ باہر لے جاؤ وہاں ولی بھائی کے دوست ہوں گے ماما کو دینا وہ ان کو سرو کر دیں گی۔" ایک ٹرے تیار کر کے کولڈ ڈرنک کے لوازمات کے ساتھ ملازمہ کو دے کر باہر بھیجا۔ باقی ٹرے تیار کر کے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ شہوار روشی اور دیگر لڑکیوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی' اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"روشی بتا رہی تھی کہ آج کے فنکشن میں ولید بھائی کی بھی منگنی ہو رہی ہے۔" اس نے ٹرے جیسے ہی ان لوگوں کے سامنے رکھی تو اس نے پوچھا پر وہ کنفیوز ہو گئی۔

"مگر کس کے ساتھ ہو رہی ہے ابھی یہ نہیں بتایا۔" لائبہ بھابی نے بھی کہا تو اس نے روشی کو دیکھا وہ شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

"روشی کہہ رہی تھی کہ انا آ کر بتاتی ہے' لڑکی تمہاری جاننے والی ہے کوئی؟" شہوار نے بھی کہا تو اس نے روشی کو گھورا وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"مجھے نہیں پتا کس سے ہو رہی ہے؟ یہ ان لوگوں کی ہی کوئی جاننے والی ہے' مجھے تو خاک علم نہیں۔" اس نے بھی کہا تو روشی کی ہنسی پھر بے اختیار ہوئی۔

"مہندی کی دلہن ہو' اس طرح منہ پھاڑ کر ہنستے ہوئے شرم تو نہیں آ رہی۔"

"میں جس ماحول سے آئی ہوں وہاں شرم گھول کر پی لی جاتی ہے۔" روشی نے بھی چڑایا۔

"اچھا بتایا نہیں کون لڑکی ہے وہ؟" شہوار نے کولڈ ڈرنک کے سپ لیتے پھر پوچھا تھا۔

"مجھے نہیں پتا' تھوڑی دیر بعد فنکشن ہوگا تو خود ہی تم لوگوں کو علم ہو جائے گا۔"

"کمبائن فنکشن ہوگا؟" لائبہ بھابی نے بھی پوچھا۔

"پتا نہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی' لڑکی کا ہی علم نہیں تمہیں۔ روشی کہہ رہی تھی کہ تمہاری کوئی جاننے والی ہے جسے میں بھی جانتی ہوں' کون ہے وہ لڑکی یار! بتاؤ تو سہی۔" روشی پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔

"چلو شہوار! کچھ دیر کے لیے انتظار کر لو جب فنکشن ہوگا تو خود ہی علم ہو جائے گا' انا بے چاری کو تو خود نہیں پتا۔" روشی نے بات پلٹ دی تھی' انا اپنی انگلیاں مسلنے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ شہوار کو کس طرح بتائے۔

نو بجے کے قریب ماما انا کے کمرے میں آئی تو کمرے میں وہ چاروں ہی تھیں جبکہ باقی سبھی باہر لان میں جا چکی تھیں۔

"ماما یہ شہوار ہے اور یہ مصطفیٰ بھائی کی بھابی...... لائبہ بھابی......" ماما ان لوگوں کو دیکھ کر رک گئی تھیں تو انا نے مسکرا کر بتایا۔

"کیسی ہیں آنٹی آپ' آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔" شہوار نے کھڑے ہو کر کہا تو وہ مسکرا دیں' باہر دونوں چہروں پر نقاب تھے اصل تعارف تو اب ہو رہا تھا۔

"انا گھر میں ہر وقت تمہارا ہی ذکر کرتی ہے۔" ماما نے اسے بے اختیار ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔

"مصطفیٰ تو امریکہ میں زیادہ تر ہمارے گھر ہی رہتا تھا' بالکل ولید اور احسن کی طرح ہمیں پیارا تھا' جب انا اور روشی نے آ کر بتایا کہ مصطفیٰ کی دلہن انا کی دوست ہے تو یقین مانو بہت خوشی ہوئی' بہت خواہش تھی تم سے ملنے کی' ماشاء اللہ بہت ہی پیاری ہو تم تو۔" صبوحی بیگم تو فوراً اس پر فدا ہوئی تھیں۔

"یہ محترمہ آج آنے پر راضی کب تھیں' وہ تو مصطفیٰ اور میں زبردستی لائے ہیں۔" لائبہ بھابی نے کہا تو شہوار شرمندہ ہوئی۔

"کیوں بیٹا! ہمارے گھر آنا اچھا نہیں لگ رہا تھا آپ کو؟" صبوحی بیگم نے پوچھا' لہجے میں مسکراہٹ تھی۔

"نہیں' بس ویسے ہی......" وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو گئی تھی اب ان لوگوں کو کیا بتاتی کہ وہ محض مصطفیٰ کی ضد میں آنے سے انکار کر رہی تھی۔

"باہر سبھی مہمان آ چکے ہیں' میرا خیال ہے کہ پہلے منگنی کی رسم کر لیں پھر کھانا وغیرہ کھلا کر مہندی کی رسم ہو جائے گی۔" ماما نے پروگرام بتایا تو انا کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

وہ اب تک بڑے اعتماد کے ساتھ سب کچھ فیس کر رہی تھی مگر اب ایک دم ولید کے حوالے سے اتنے لوگوں کو فیس کرنا' وہ کنفیوز ہونے لگی۔

"نجانے ولید کا کیا ری ایکشن ہوگا۔" اس کی سوچ بھٹکی۔ اب تو وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ وہ اس کے جذبات و احساسات سے بے خبر ہوگا۔

"بیٹا! آپ لوگ ہمارے ساتھ چلو گی باہر لان میں۔" ماما نے لائبہ اور شہوار سے پوچھا' وہ جس طرح چہرہ چھپائے ہوئے یہاں آئی تھیں تو ماما نے یہی سمجھا تھا کہ یہ کمبائن فنکشن اٹینڈ نہیں کریں گی۔

"ہم آپ کے ساتھ ہی چلتے ہیں۔" بھابی نے کہا۔ دونوں نے اپنی چادریں پھر سے اوڑھ لیں۔

"انا تم تیار ہو نا؟" ماما نے اب کے انا کو دیکھا' وہ پنک فراک میں بالکل تیار تھی اور بہت پیاری بھی لگ رہی تھی' وہ کنفیوز ہو گئی تو ماما نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی۔ شہوار نے چونک کر انا کا ری ایکشن دیکھا۔ ولید کی منگنی ہو رہی ہے' روشنی نے بتایا تھا کس کے ساتھ یہ نہیں بتایا تھا' روشی نے کہا تھا انا اس لڑکی کو جانتی ہے اور وہ بھی۔

"تو کیا ولید کی منگنی انا کے ساتھ ہو رہی تھی۔" اس کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا۔

"روشی اس کا دوپٹہ درست کر دو' میں لڑکیوں کو بھیجتی ہوں' ان کے ساتھ اسے باہر لے آؤ۔" ماما کہہ کر باہر نکل گئی تھیں۔

"انا مجھے صاف صاف بتاؤ کہ کیا بات ہے ولید بھائی کی منگنی تم سے ہورہی ہے کیا؟" شہوار نے فوراً پوچھا تو روشی ہنس دی انا کا چہرہ مزید سرخ ہوگیا۔

"یہ سب کیسے ہوا اور کب..... تم نے مجھے بتایا بھی نہیں؟" وہ اس پر گرم ہوئی۔

"اس پر ناراض ہونے کا کوئی فائدہ نہیں اس بے چاری کو تو خود علم نہیں تھا بلکہ کل ہی بڑوں کے اس اچانک فیصلے کا علم ہوا اور آج سہ پہر میں یہ خبر ملی کہ اس کی منگنی بھی ساتھ ہی ہورہی ہے۔" روشی نے مزے سے بتایا۔

"میں مان ہی نہیں سکتی کہ تمہیں پہلے سے علم ہی نہ ہو۔" شہوار بے یقین تھی۔

"ماما نے مجھے کل بتایا تھا آج کے فنکشن کا۔ میں آج سارا دن تمہیں کالز کرتی رہی مگر تم سے بات ہی نہ ہوسکی۔" انا نے بھی وضاحت دینا چاہی۔

"اور میں ادھر آچکی ہوں تب بھی تم نے نہیں بتایا۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"پتا تو تمہیں چل ہی جانا تھا اسی لیے تو ولی نے مصطفیٰ بھائی کو بار بار کالز کرکے تمہیں بھی ساتھ لانے کی تاکید کی تھی۔" روشی نے بھی کہا تو شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔ تبھی باہر سے لڑکیاں آگئی تھیں روشی نے انا کا دوپٹہ درست کرتے ہلکا سا گھونگھٹ بھی نکال دیا تھا۔

"آپ دونوں ہمارے ساتھ ہی آئیں۔" روشی نے انا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ دونوں ان کے ساتھ ہی باہر آئی تھیں لان روشنیوں میں نہایا بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ روشی انا کو اسٹیج پر بٹھا کر پلٹنے لگی تو انا نے اس کا ہاتھ تھام لیا ساتھ ہی ولید بیٹھا ہوا تھا۔

"تم میرے پاس ہی بیٹھو یا شہوار کو بھیجو میں نے اکیلے نہیں بیٹھنا۔" ہلکے سے گھونگھٹ میں بھی وہ اتنے لوگوں کی نظریں خود پر محسوس کررہی تھی۔

"بس اب چپ کرکے بیٹھو کچھ نہیں ہوتا۔" لیکن انا نے پھر بھی اس کا ہاتھ نہ چھوڑا مجبوراً روشی اس کے پاس ہی ٹک گئی تھی۔

ولید بڑے اعتماد سے بیٹھا ہوا تھا جبکہ ساتھ والے صوفے پر مصطفیٰ تھا دونوں گاہے بگاہے کوئی نہ کوئی بات بھی کررہے تھے۔ ولید مصطفیٰ کو سب بتاچکا تھا حیران تو وہ بھی ہوا تھا مگر اس نے نہ بتانے پر کوئی سوال نہ کیا تھا بلکہ اس ہونے والے فنکشن پر بہت خوش ہوکر مبارک باد دی تھی۔

"میں ذرا اپنے گھر والوں کو دیکھ لوں تم فنکشن انجوائے کرو۔" مصطفیٰ ولید کے کندھے کو تھپکتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

اب صوفوں پر صبوحی بیگم وقار احمد اور ضیاء صاحب آبیٹھے تھے جبکہ احسن ولید کی پشت پر کھڑا تھا۔

"چلیں بھائی پہلے آپ بسم اللہ کریں۔" صبوحی بیگم نے کہا تو انہوں نے مسکرا کر ہلکا سا جھک کر گھونگھٹ میں سے انا کا چہرہ دیکھا۔

"انگوٹھی ولید خود پہنائے گا چلو پکڑو ولید یہ انگوٹھی۔" بابا نے مسکرا کر اپنی جیب سے انگوٹھی نکال کر ولید کی طرف بڑھائی۔ ولید نے مسکرا کر انگوٹھی تھام لی اس کا چہرہ بڑا مطمئن اور پرسکون تھا۔

"چلو پہناؤ اب۔" ضیاء صاحب نے خود ہی انا کا ہاتھ پکڑ کر ولید کی طرف کیا تھا ولید نے ایک ہاتھ سے انا کا ہاتھ تھام کر دوسرے سے انگوٹھی پہنادی تھی۔ انا کے ہاتھ میں ایک واضح کپکپاہٹ تھی انگوٹھی پہنائے جاتے ہی اس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ ولید کو انگوٹھی وقار صاحب نے خود پہنائی تھی انگوٹھی پہنانے کے بعد منہ میٹھا کروانے کی رسم ہوئی تھی روشی بھی اسٹیج پر آگئی تھی۔ بڑے منہ میٹھا کرواکر اتر گئے تھے اب باقی لوگوں کی باری تھی۔

"مجھے اب یہاں سے جانا ہے۔" اس نے پاس آ کر بیٹھنے والی روشی سے کہا۔
"مگر ابھی تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا' ابھی تو ولی بھائی کو بھی تنگ کرنا ہے ان سے نیگ لینا ہے میں نے منگنی کا۔" روشی نے کہا۔
"شہوار کدھر ہے اسے کہو مجھے یہاں سے لے جائے' تم جو مرضی لیتی رہنا پھر اپنے بھائی سے۔" اس نے پھر آہستگی سے کہا۔
"تم کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو اسے۔" ولید نے فوراً دونوں کا بولنا نوٹ کیا تھا' بڑے تو تھے نہیں جو چپ رہتا فوراً متوجہ ہوا تھا۔
"کاش میں پڑھا سکتی۔" اس نے ولید کو گھورا۔
"شہوار کو میں نے کہا تھا اوپر آنے کو مگر وہ دونوں معذرت کر گئی ہیں' ادھر ہی ایک ٹیبل پر بٹھا کر آئی ہوں میں۔" روشی نے بتایا تو اسے قدرے اطمینان ہوا۔ وہ ان لوگوں کے ہاں ایک فنکشن اٹینڈ کر کے آ چکی تھی' جانتی تھی کہ کس قدر فرق ہے ان دونوں کے گھریلو ماحول میں شاید شہوار اسی لیے آنے سے انکار کر رہی تھی۔
"آپ میرا نیگ نکالیں جلدی سے پھر کھانا وغیرہ شروع ہو جائے گا۔" روشی نے دونوں کا منہ میٹھا کروا کر ولید سے کہا۔
"نیگ تو لوگ شادی وغیرہ پر لیتے ہیں تم منگنی پر ہی مانگ رہی ہو۔" ولید نے مسکرا کر کہا۔
"آپ کی اکلوتی بہن ہوں' نیگ لیے بغیر تو میں یہاں سے ہلوں گی ہی نہیں۔" روشی نے کہا تو ولید کے دوسری طرف احسن آ بیٹھا۔
"دے دو یار! تم نے کون سا روز روز منگنی کروانی ہے۔" احسن نے کہا۔
"دلہا صاحب تو ابھی سے ہی دلہن کی طرف داریوں میں لگ گئے ہیں۔" اسٹیج سے قدرے فاصلے پر موجود ایک لڑکی نے کہا تو احسن جھینپ گیا۔
"اچھا جلدی کریں نا۔" روشی نے پھر کہا تو ولید نے جیب سے والٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔
"ہائے یہ پورا والٹ؟" اس نے حیرت سے والٹ کو دیکھا۔
"بالکل۔" ولید نے مسکرا کر کہا۔
"پہلے تسلی کر لو کہ اندر سے کہیں خالی تو نہیں۔" احسن نے شرارت سے کہا تو روشی نے اسے گھور کر والٹ کے اندر جھانکا جو اچھا خاصا بھرا ہوا تھا۔
"خیر تو ہے نا۔" روشی نے ولید کو دیکھا اس نے والٹ نے مٹھی میں دباتے کہا تو ولید مسکرا دیا۔
"تمہیں کیا لگتا تھا؟" ولید نے ایک نظر قدرے فاصلے پر بیٹھی انا کو دیکھا جس کا گھونگھٹ برقرار تھا۔
"بہت خوش اور مطمئن لگ رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر کہتی کھڑی ہو گئی تھی۔
"چلیں انا اب ہم چلتے ہیں۔" انا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔
"لے جاؤں نا؟ چہرہ تو دیکھنے کی کوئی فرمائش نہیں نا۔" روشی نے شرارت سے پوچھا۔
"ہزار بار دیکھا ہوا ہے یہ چہرہ' اب دیکھ کر کیا کرنا ہے میں نے؟" ولید نے کہا تو انا ایک دم ساکت ہوئی۔ (کیا ولید مذاق کر رہا تھا یا سنجیدہ تھا' وہ الجھ گئی)
"ہاں جانتی ہوں میں اچھی طرح اس حوالے سے تو بعد میں بات کروں گی آپ سے۔" وہ انا کا ہاتھ تھامے اسٹیج

سے اتر آئی۔ شہوار اور رلائبہ بیٹھی ہوئی تھیں' ان کے ساتھ ایک دو اور خواتین بھی تھیں' روشی انا کو لے کر ادھر آ گئی تھی۔
انا شہوار کے ساتھ والی کرسی پر ٹک گئی تھی۔
"توبہ......" گھونگھٹ پیچھے کرتے اس نے کہا تو شہوار مسکرا دی۔
"کتنا مشکل کام تھا یہ سب فیس کرنا۔" اس نے اپنے چہرے کو تھپتھپاتے کہا۔
"تم اوپر نہیں آئیں' عین موقع پر روشی بھی چلی گئی میں اتنی کنفیوز ہو رہی تھی۔" وہ اب بھی کنفیوز تھی۔
"تم لوگوں کا فیملی فنکشن تھا مجھے ادھر آنا کچھ اچھا نہیں لگا۔ روشی نے تو کہا بھی تھا مگر میں نے خود ہی انکار کر دیا تھا۔ اپنی رنگ تو دکھاؤ کیسی ہے؟" شہوار نے کہا تو انا نے اس کے سامنے ہاتھ کر دیا تھا' بھابی اور شہوار دونوں نے رنگ دیکھی تھی۔
"ولید بھائی بہت ہی زیادہ ہینڈسم لگ رہے ہیں آج تو۔" شہوار نے اسٹیج پر پورے اعتماد کے ساتھ بیٹھے ولید کو دیکھتے ہوئے کہا تو انا نے بھی اسی طرف دیکھا۔ ولید احسن اور جنید اور دیگر لڑکوں کے ہمراہ کافی مطمئن خوش باش اور پُراعتماد لگ رہا تھا۔
"تو کیا ولید اس رشتے سے خوش ہے۔" اس کے دل کے اندر سوال اٹھنے لگے۔
"مصطفیٰ بھائی نظر نہیں آ رہے؟" روشی نے پوچھا تو انا چونکی اس نے ولید سے نظر ہٹا کر شہوار کو دیکھا۔
"وہ ابھی ادھر ہی تھے پھر ان خواتین کے آ کر بیٹھنے پر اٹھ کر چلے گئے۔" بھابی نے ہی بتایا۔
"تم خوش ہو' انا؟" انا اپنے ہاتھ کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو دیکھ رہی تھی جب شہوار نے آہستگی سے اس کی طرف جھکتے پوچھا۔
"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے شہوار کو دیکھا۔
"مجھے تم کچھ پریشان' الجھی الجھی اور کنفیوز لگ رہی ہو۔"
"شاید اس لیے کہ یہ فیصلہ بہت اچانک ہوا ہے اور میں ابھی تک اس سلسلے میں بے یقینی کا شکار ہوں' ماما نے کل مجھے بتایا اور آج فیصلہ مانگا اور میں کل تک اتنی بے خبر تھی کہ اب یقین کرنا مشکل ہو رہا ہے۔"
"مجھے تو تم دونوں کا کپل بہت پسند آیا' ان شاء اللہ آئندہ بھی سب بہتر ہی ہوگا۔ میری دعا ہے کہ ولید بھائی تمہارے لیے لکی ثابت ہوں۔" شہوار نے پورے دل سے دعا دی تھی۔
"آمین۔" انا نے کہتے پھر اسٹیج کی طرف دیکھا تھا جہاں مصطفیٰ بھی اب موجود تھا اور اب تینوں نجانے کس بات پر کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔

❁......❁......❁

مہندی کا فنکشن علیحدہ علیحدہ ہوا تھا پہلے احسن کو مہندی لگائی گئی اس کو نپٹایا تو اس کے دوست احباب اس کو لے کر مردانے والے حصے کی طرف چلے گئے تھے اس کے بعد روشی کی مہندی کا سلسلہ چلا اور ابھی یہ سلسلہ چل رہا تھا کہ مصطفیٰ ان دونوں کو لینے آ گیا۔
"کیا پروگرام ہے واپسی کا کوئی موڈ نہیں؟" وہ اسی ٹیبل پر موجود تھیں دونوں' ابھی روشی کو مہندی لگا کر لوٹی تھیں۔ مصطفیٰ نے پاس آ کر پوچھا تو شہوار نے اسے دیکھا۔
"ہم تو تیار ہیں' تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" بھابی نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلایا۔
"ٹھیک ہے پھر اجازت لیں ان لوگوں سے ساڑھے بارہ ہو رہے ہیں پھر رستے میں بھی وقت لگے گا۔" مصطفیٰ

نے کہا تو وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ صبوحی آنٹی انا اور روشی سے ملنے اسٹیج پر چلی آئی تھیں۔

"اوکے آنٹی جی اب چلتے ہیں' کافی رات ہوگئی ہے فنکشن بہت اچھا تھا بہت انجوائے کیا ہم نے مگر اب اجازت دیں۔" بھابی نے صبوحی آنٹی کے پاس آ کر کہا تو انہوں نے رکنے پر اصرار کیا۔

"آپ لوگ ہمارے ہاں ہی رات رک جاتیں تو اچھا لگتا۔"

"کوئی بات نہیں زندگی رہی تو انا کی شادی پر بھی آئیں گے نا؟"

"بارات اور ولیمے والے دن تو آئیں گی نا۔" ماما نے مزید پوچھا تو بھابی نے سر ہلا دیا۔ وہ سب سے مل کر نیچے اتر آئی تھیں انا ان لوگوں کو گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی۔

"مصطفیٰ بھائی بہت بہت شکریہ آپ شہوار کو لے کر آئے۔" گیٹ کے پاس آ کر انا نے کہا تو مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ منہ پھیر گئی۔

"ولید کو منگنی کی مبارک باد دے چکا ہوں آپ کو بھی بہت بہت مبارک ہو آپ نے اپنی دوست صاحبہ کو بتایا تھا کہ نہیں مگر ولید سے میں اس بات کو چھپانے پر بہت ناراض ہوں اس کی زندگی کا اتنا اہم فنکشن تھا اور مجھے یہاں آ کر پتا چل رہا تھا کہ محترم کی منگنی ہو رہی ہے تاہم آپ دونوں کا گفٹ مجھ پر ادھار ہے اب بارات والے دن آؤں گا تو ضرور لاؤں گا۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ ہنس دی۔

"گفٹ کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں' آپ لوگوں آئے میرے لیے تو یہی بہت بڑی بات ہے۔" مصطفیٰ مسکرا دیا تھا تبھی مردانے کی طرف سے ولید بھی ان کے پاس آ رکا تھا۔

"تم آج رات رکتے' کچھ انجوائے کرتے' احسن کی درگت ہی بناتے ہم۔" ولید نے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"میں آ گیا ہوں یہ بھی بڑی بات ہے' اب بارات والے دن ہی ملاقات ہوگی اور ہاں اس طرح اچانک منگنی کا بتانے والی بات پر بخشوں گا نہیں' یہ تو روشی کی مہندی کا فنکشن تھا تو معاف کر رہا ہوں مگر اس سلسلے میں سارا حساب کتاب تیار رکھنا۔ بُری طرح خبر لوں گا اب تمہاری میں۔" ولید کے گلے لگتے مصطفیٰ نے کہا تو ولید مسکرا دیا۔

"محترمہ تمہارے سامنے کھڑی ہیں' پوچھ لو ان سے جتنی یہ بے خبر تھیں اتنا ہی میں بھی باخبر تھا۔" انا کی طرف دیکھ کر ولید نے کہا تو انا جھینپ سی گئی۔

"انا کو درمیان میں مت لاؤ' اور تمہاری اس بات پر اعتبار تو تب کروں گا جب تمہیں سرے سے جانتا ہی نہ ہوں' خواتین ساتھ ہیں ورنہ تمہیں جواب بہت اچھی طرح دیتا۔" مصطفیٰ نے گھور کر کہا تو ولید قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔ مصطفیٰ نے دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو بھابی پچھلی سیٹ پر بیٹھیں تو شہوار بھی ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ آتے ہوئے بھی وہ پچھلی سیٹ پر ہی تھی بھابی کے ساتھ۔ مصطفیٰ بھی انا اور ولید کو اللہ حافظ کہتے بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی گیٹ سے نکلی تو انا پلٹی۔

"انا......" ولید نے پکارا تھا۔ انا ایک دم رک گئی۔

"روشی کی مہندی کا فنکشن ہو گیا؟" وہ اس کے سامنے آ کر پوچھ رہا تھا' انا سر سے پھسلتا دوپٹہ ہاتھ سے جماتے سر ہلا گئی۔ کچھ دیر پہلے اس کے نام کی انگوٹھی پہنی تھی اب اسے سامنے دیکھ کر حیا سی تھی۔

"نہیں ابھی ہو رہا ہے۔"

"مجھے چائے چاہیے بہت اسٹرونگ سی۔" ولید نے مزید کہا۔

"میں کسی کو کہتی ہوں۔" وہ دیکھے بغیر کہہ کر آگے بڑھی تھی۔

"نہیں' تم خود چائے بنانا' دو دن سے بہت بزی رہا ہوں اور اب فنکشن کی تھکن' تم چائے بہت اسٹرونگ بناتی ہو

اگر زحمت نہ ہو تو پلیز۔" ولید نے مزید کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ واقعی کافی تھکا تھکا سا لگ رہا تھا مگر اس حلیے میں بھی شاندار لگ رہا تھا۔

"آپ نے کھانا کھایا؟" اسے تشویش سی ہوئی' دل فوراً نرم ہوا تھا۔

"نہیں' مہمانوں کو اٹینڈ کرتے وقت ہی نہ ملا۔ بس تم چائے پلا دو تو مہربانی ہوگی۔"

"چائے تو میں بنا دیتی ہوں مگر آپ کچھ کھا لیں تو زیادہ اچھی بات ہے۔" ولید مسکرا دیا۔ اس نے بغور انا کو دیکھا اس حلیے میں اس کے وجود سے روشنیاں سی پھوٹ رہی تھیں۔

"میں اپنے روم میں جا رہا ہوں' چائے بن جائے تو کسی کے ہاتھ ادھر ہی بھجوا دینا۔" وہ کہہ کر چلا گیا اور انا چند ثانیے تک اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

"کیا ولید اس رشتے سے مطمئن ہے؟" اگلے ہی پل اس سوال نے ایک دم اُدھم مچایا تھا۔

"اور وہ جو روشی کہتی تھی کے بارے میں بتا رہی تھی اگر ایسا کوئی سلسلہ ہوا تو؟" کچن کی طرف جاتے اس کے دل میں پھر ایک دم سناٹا چھایا تھا۔

"نہیں ولید' میں ایسا کوئی صدمہ نہیں سہہ سکتی' میں اپنی ساری کشتیاں جلا کر اس دریا میں کودی ہوں' اپنی نسوانیت' اپنی انا سب مار کر صرف دل کی بات مان کر اس رشتے پر سر جھکایا ہے' اگر تمہاری طرف سے میری ذات کو رد کر دیا گیا تو میں جیتے جی مر جاؤں گی۔" اس کے اندر جذباتیت کے ایک شدید طوفان نے سر ابھارا تھا۔

نجانے کیوں ولید کا رویہ دیکھ کر' محسوس کرتے اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ دل سے راضی نہیں۔ نجانے وہ اس رشتے پر کیونکر راضی ہوا تھا مگر اسے ولید کے وجود میں اس کی آنکھوں میں وہ خوشی دکھائی نہیں دے رہی تھی جو وہ اس کی ذات میں اپنے حوالے سے' اپنے نام سے دیکھنا چاہتی تھی' اس کا دل پھر ایک دم غم کا پھوڑا بننے لگا تو اس نے سختی سے لب دانت تلے دبا لیے۔

❁......❁......❁

وہ لوگ ابھی گھر لوٹے تھے' ان کا خیال تھا کہ سبھی لوگ سونے جا چکے ہوں گے مگر یہاں شاہزیب کے علاوہ سجاد بھائی' عباس بھائی' ماں جی اور دریہ سمیت سبھی جاگ رہے تھے۔

"السلام علیکم!" مصطفیٰ کار پارک کرنے رک گیا تھا جبکہ وہ دونوں اندر آ گئی تھیں' دونوں نے مشترکہ سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" سبھی نے جواب دیا تھا لائبہ بھابی دریہ کی طرف بڑھی تھیں۔

"کیسی ہو دریہ تم؟" دریہ اٹھ کر ان کے گلے لگی۔

"فائن' تم سناؤ تم کیسی ہو؟" لائبہ اور دریہ ہم عمر تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے۔" دریہ نے شہوار کو دیکھا' شہوار بھی مسکرائی۔

"السلام علیکم!" وہ بھی بھابی کی طرح اس سے ملنے آگے بڑھی تھی مگر دریہ نے ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

"ہیلو۔" شہوار اپنی جگہ ٹھٹک کر جم سی گئی۔

"ہیلو......" پتا نہیں کسی اور نے غور کیا تھا کہ نہیں مگر وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکی تھی اس نے بھی ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

"کیسی ہیں دریہ آپ؟" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا تو وہ کندھے جھٹکتے پلٹی اور شہوار کو اس کا رویہ بڑا دل کو لگا۔

"می فائن۔" تبھی مصطفیٰ بھی آ گیا۔

"ہیلو مصطفیٰ! کیسے ہو؟" وہ مصطفیٰ کو دیکھ کر مسکرائی تو شہوار ایک طرف ہو گئی۔

"اللہ کا شکر ہے تم سناؤ' سفر خیریت سے گزرا۔" وہ اسٹائلش سے لباس میں کافی پیاری لگ رہی تھی' شہوار اس کو دیکھتے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"اوہ نو...... سفر کا مت پوچھو دو گھنٹے فلائٹ لیٹ تھی۔" اس نے بے تکلفی سے کہا تو شہوار نے بغور اس کا جائزہ لیا۔ اس کے لمبے گھنے بال پشت پر تھے' جنہیں ہیئر بینڈ میں جکڑا ہوا تھا تاہم نیچے سے وہ کھلے ہوئے تھے' نفاست سے کیا گیا میک اپ' اونچی ہیل اور جدید تراش خراش کا مغربی طرز کا لباس اور دوپٹہ ضرور لیا ہوا تھا مگر سر ڈھانپنے کا تکلف نہیں کیا گیا تھا۔

"ہاں یار' جب میں اور ماں دریہ کو لینے پہنچے تو وہاں فلائٹ دو گھنٹے لیٹ تھی' اللہ اللہ کر کے فلائٹ آئی۔" سجاد بھائی نے بھی مصطفیٰ کو بتایا۔

"اور سناؤ وہاں سب ٹھیک ٹھاک تھے نا' تایا جان' تائی اماں اور باقی لوگ۔" مصطفیٰ سجاد کے ساتھ ہی ٹک گیا تھا۔

"یس سب ٹھیک ہیں۔" وہ مصطفیٰ اور لائبہ کے پوچھنے پر ایک ایک کر کے سب گھر والوں کی خیریت کی اطلاع دینے لگی تو شہوار وہاں سے اٹھی وہ ابھی تک خاموش تھی۔

"شہوار۔" وہ پلٹی تو عباس بھائی نے پکارا۔

"جی بھائی۔" وہ رکی۔

"اگر زحمت نہ ہو تو چائے مل جائے گی؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی میں لاتی ہوں' بھی چائے پئیں گے نا؟" اس نے حاضرین پر نگاہ ڈالی۔

"میں تو اپنے کمرے میں جا رہی ہوں بس تم لوگوں کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔" ماں جی اٹھ کر چلی گئیں تو اس نے باقی سب کو دیکھا۔

"ہم نے کھانے کے بعد چائے پی تھی اب طلب نہیں۔ عباس بھائی کو ہی ہر گھنٹے بعد چائے کی طلب ہوتی ہے۔ ویسے بھی اب نیند آ رہی ہے چائے پی لی تو پھر سویا نہیں جائے گا۔" سجاد بھائی بھی اٹھ گئے تھے۔

"آفاق کدھر ہے...... سو گیا کیا؟" لائبہ بھابی بھی ان کے ساتھ اٹھ گئی تھیں۔

"ماں جی نے سلا دیا تھا۔" وہ دونوں میاں بیوی بھی اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تو اس نے دریہ کو دیکھا۔

"دریہ آپ چائے پئیں گی؟" اس نے دریہ سے بھی پوچھ لینا مناسب سمجھا۔

"ہاں بالکل' ضرور پیوں گی۔" اس نے کہا تو وہ پلٹی۔

"مصطفیٰ سے بھی پوچھ لیتیں؟" عباس بھائی نے شرارت سے کہا تو وہ رکی۔ مصطفیٰ نے بھی اسے دیکھا تھا اس کی نگاہوں میں گرم سا تاثر تھا وہ بے اختیار پلٹ کر کچن کی طرف چلی آئی۔

انا کے ہاں جاتے اور آتے ہوئے تمام وقت اسے مصطفیٰ کی گرم نگاہوں کا احساس اپنے گرد محسوس ہوتا رہا تھا' پچھلی سیٹ پر بیٹھے وہ تمام وقت بے چین رہی تھی اب پھر وہی بے چینی طاری ہونے لگی تھی۔ اس نے تمام خیالات کو جھٹک کر مکمل دھیان سے چائے بنائی بلیک سوٹ میں اور میک اپ اور جیولری کی بدولت وہ آج خود کو بھی کچھ مختلف محسوس کر رہی تھی۔ وہ چائے لے کر آئی تو عباس بھائی مصطفیٰ اور دریہ خوش گپیوں میں مصروف تھے' ٹی وی بھی چل رہا تھا۔ اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اس میں چار کپ تھے۔ ایک کپ عباس کو تھمایا دوسرا دریہ کو تیسرا لے کر وہ شش و پنج میں پڑ گئی کہ کیا کرے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کپ مصطفیٰ کے سامنے کیا تو وہ بغیر متوجہ ہوئے دریہ کے ساتھ بات کرتا رہا۔

"یہ چائے لے لیں۔" مجبوراً شہوار کو کہنا پڑا تو وہ مسکرا دیا۔

"اچھا' مجھے تو یہ لگا کہ شاید آپ مجھے چائے نہیں پلا رہیں۔" طنزیہ انداز تھا' شہوار نے لب بھینچ لیے۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر کپ تھام لیا' شہوار کا دل جل کر راکھ ہو گیا۔

"تو پھر کیسا فیل کر رہی ہو تم دریہ! یہاں پاکستان آ کر؟" مصطفیٰ نے دریہ سے پوچھا' شہوار اپنا کپ لے کر ایک طرف آ بیٹھی اس کا ارادہ صرف چائے ختم کرنے تک یہاں رکنے کا تھا۔

"لاسٹ ٹائم میں عباس بھائی کی شادی پر آئی تھی اور اب آئی ہوں' ابھی یہاں کچھ وقت گزار لوں پھر ہی کوئی حتمی رائے دے سکوں گی۔"

"اوکے گڈ لک۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ مسکرا دی' شہوار تو غیر محسوس انداز لیے دریہ کو ہی دیکھ رہی تھی اس کی مسکراہٹ دیکھ کر چونکی۔

دریہ کی مسکراہٹ بہت خوب صورت تھی' اس کی خوب صورتی اس کے وجود سے پھوٹی پڑ رہی تھی اس کے بال' بات کرنے کا اسٹائل' خوب صورت سراپا اور لباس ہر چیز اسے بہت نمایاں کر رہی تھی' وہ چائے کے گھونٹ بھرتی مسلسل اسے دیکھے جا رہی تھی۔ مصطفیٰ اور وہ دونوں بات کر رہے تھے' دریہ کو گفتگو میں کمال حاصل تھا اس کی نالج کمال کی تھی' وہ مصطفیٰ اور عباس بھائی سے بڑے پرسکون انداز میں بات کر رہی تھی۔

"اوکے جی اب ہم بھی چلتے ہیں۔" عباس بھائی چائے ختم کرتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

وہ چلے گئے تو شہوار کو بھی اب بیٹھنا مناسب نہ لگا ویسے بھی تھکن محسوس ہو رہی تھی اور ابھی عشا کی نماز بھی ادا کرنا تھی' مصطفیٰ اور دریہ بھی چائے ختم کر چکے تھے اس نے خاموشی سے ان دونوں کے آگے سے خالی کپ اٹھائے' چاروں کپ ٹرے میں رکھ کر وہ وہاں سے نکلی تو دریہ کی آواز پر رک گئی۔

"شہوار کو دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہو رہی ہے اور سب سے بڑی حیرت مجھے تب ہوئی جب میں نے تمہارے اور اس کے نکاح کے بارے میں سنا۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"کیوں تمہیں کیوں حیرت ہوئی؟" مصطفیٰ پوچھا۔

"کتنی دقیانوسی ہے یہ لڑکی! نہ ہی بات کرنے کا فن آتا ہے اسے اور نہ ہی پہننے کا سلیقہ اور تم خود اتنے ماڈ ہو۔ تم نے اس سے نکاح کیسے قبول کر لیا؟" وہ دریہ تھی جو جی چاہتا بول دینا اس کی عادت تھی۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"کہاں تم اور کہاں وہ ملازمہ کی بیٹی؟ اب بھی اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہو رہی ہے' نجانے چچا اور چچی نے اس میں ایسا کیا دیکھ کر اتنا بڑا فیصلہ کر لیا؟ خاندان تک کا تو پتا نہیں۔" دریہ بہت سنگدلی سے کہہ رہی تھی' شہوار کو لگا کہ وہ ابھی یہاں گر جائے گی۔ وہ کسی ایسی ہی صورت حال سے ڈرتی تھی اور زندگی اسے اسی موڑ پر لے آئی تھی جس سے وہ خوفزدہ تھی' وہ مزید ایک بھی لفظ سنے بغیر وہاں سے نکلی تھی۔ ٹرے سنک میں رکھ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی آنکھوں سے بے اختیار کم مائیگی کے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ نجانے مصطفیٰ نے دریہ کے جواب میں کیا کہا تھا' کیا نہیں مگر اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا' وہ بغیر کپڑے بدلے بستر پر گر کر منہ میں چھپا کر شدت سے رو دی' اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ دنیا کی ہر چیز کو تہس نہس کر دے یا پھر اپنے وجود کو ہی ختم کر ڈالے۔

"اتنی بڑی ذلت۔" اسے لگا کہ جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔ وہ رو رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے دروازے کو دیکھا' وہ کھلا ہوا تھا اور پھر مصطفیٰ کو دیکھ کر اس کے اندر اشتعال کا ایک گہرا طوفان اٹھا تھا' اس نے بے دردی سے اپنے آنسو صاف کیے اور نفرت سے چہرہ موڑ گئی تھی' مصطفیٰ اندر آ گیا تھا۔

"دریہ کی باتوں پر میں معذرت کرنے آیا ہوں' مجھے اندازہ ہے کہ اس کی گفتگو آپ نے سن لی تھی۔ اسے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" مصطفیٰ نے پاس آ کر کہا تو وہ غصے سے ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے آپ کی کوئی معذرت نہیں چاہیے آپ یہاں سے چلے جائیں۔" دروازے کی طرف اشارہ کرتے اس نے کہا تو مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"شہوار! ہم لوگوں کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا' آپ اپنے ذہن میں اس بات کو کیوں جگہ نہیں دے رہیں مجھے ماں جی' بابا جان کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی ہم لوگوں نے آپ لوگوں کو اس حویلی کے ملازم سمجھا ہے اگر ایسا ہوتا تو بابا یا باقی لوگ کبھی آپ لوگوں کو برابری کے حقوق نہ دیتے۔" اس کے غصے کو صاف نظر انداز کرتے مصطفیٰ نے تحمل سے کہا۔

"آپ نے شاید سنا نہیں میں کہہ رہی ہوں کہ آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔" وہ اب کے بار غصے سے پھٹی تھی۔

"شہوار تمیز کے ساتھ' آپ جانتی ہیں کہ میں ایسے رویوں اور لہجوں کا عادی نہیں ہوں اور نہ ہی پسند کرتا ہوں۔" مصطفیٰ نے اب کے کچھ برہمی سے کہا۔

"تو...... کیا کروں میں؟ میں اسی بات سے ڈرتی تھی کتنی بار آپ سے کہا امی سے کہا مگر سب کے نزدیک میں احساس کمتری کا شکار ہوں' کم فہم اور نا سمجھ ہوں۔ مجھ پر کیچڑ اچھالنے کی ابتدا تو آپ کے خاندان سے ہی شروع ہوگئی ہے آپ باہر والوں کا منہ کیسے بند کریں گے؟" مصطفیٰ کی خفگی نے اس پر الٹا ہی اثر کیا تھا' ایک دم سامنے کھڑے ہوکر پوچھ رہی تھی۔

"شہوار لوگوں کو ہینڈل کرنا ہمارا ہیڈک ہے' دریہ پر ہمارا کوئی زور نہیں وہ صرف یہاں چند دنوں کی مہمان ہے مگر پھر بھی میں اسے سمجھا آیا ہوں آئندہ اب ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔" مصطفیٰ نے پھر تحمل سے کہا تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر رو پڑی۔

"آپ وہ اذیت نہیں جانتے جو میں محسوس کر رہی ہوں آپ کس کس کو سمجھائیں گے' کس کس کو میرے خاندان کی اصل کے بارے میں وضاحتیں دیتے پھریں گے۔" اب کے اس کے رونے میں غصہ نہیں بلکہ خود اذیتی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک دم اس کا بازو تھام لیا۔

"شہوار پلیز مجھے اندازہ ہے کہ آپ ہرٹ ہوئی ہیں مگر اس طرح رونے سے تو مسائل حل نہیں ہوں گے نا۔" شہوار کے رونے نے مصطفیٰ پر خاطر خواہ اثر کیا تھا بہت دھیمے لہجے میں کہتے اسے چپ کرانے کی کوشش کرنا چاہی تھی۔

"آپ...... آپ...... میرے دکھ کا اندازہ نہیں لگا سکتے' کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔" دریہ کے چند الفاظ نے اسے اس بُری طرح ہرٹ کیا کہ اس کا سارا اعتماد بکھر کر رہ گیا تھا۔

مصطفیٰ پر اس کے الفاظ نے بُری طرح اثر کیا تھا کچھ وہ جس طرح رو رہی تھی سارے گلے شکوے پچھلی تمام باتوں کا سارا غصہ ہوا ہوا تھا۔ اس نے دونوں بازوؤں سے تھام کر خود کے قریب کرلیا تھا۔

"رونے سے اگر یہ سب ٹھیک ہوسکتا ہے تو میں رونے سے نہیں روکوں گا مگر اتنا ضرور کہوں گا تمہارے رونے سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے......" ایک بازو کے حصار میں لے کر دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ صاف کرتے جھک کر مصطفیٰ نے کہا تو شہوار ایک دم رونا دھونا بھول کر مصطفیٰ کو دیکھنے لگی۔

"شہوار آپ کے لیے سب سے اہم بات تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ مجھے آپ کی پروا ہے' میں نے بہت فیئر ہو کر اپنے دل کی تمام تر آمادگی کے ساتھ اس رشتے کو قبول کیا' یہ نکاح کوئی مذاق نہیں تھا۔ بابا جان' بابا صاحب کی خواہش تھی یہ......"

مصطفیٰ نے کہا تو وہ لب بھینچ گئی اور مصطفیٰ کے بازو کو ہٹا کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

وہ مصطفیٰ کی طرف سے پشت کیے کھڑی تھی مصطفیٰ نے اس کے پلٹتے وجود کو دیکھا' دوپٹہ کندھے پر تھا۔ بالوں کی آبشار پشت پر تھی۔

بلیک لباس میں وہ آج سارا وقت نگاہ کو اتنی اچھی لگتی رہی تھی کہ وہ اس سے لاکھ خفا ہونے کے باوجود اسے گاہے بگاہے دیکھتا رہا تھا اور اب...... مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اس کا رخ اپنی طرف پلٹ لیا تھا۔

"آپ جائیں یہاں سے۔" وہ مصطفیٰ کی موجودگی سے ایک دم ہراساں ہوگئی تھی' آنکھوں میں ایک دم خوف سمٹ آیا تھا اوپر سے مصطفیٰ کی آنکھوں کے تاثرات...... اور رات کے اس پہر کی خاموشی و پُراسراریت...... وہ ڈری گئی تھی اس نے پیچھے ہٹنا چاہا کہ مصطفیٰ کی گرفت سخت ہوگئی۔

"آپ جائیں پلیز۔" خوف اس کی آنکھوں میں پھیل گیا تھا۔ زبان لڑکھڑا سی گئی تھی

"اگر نہ جاؤں تو۔" اس کی طرف دیکھتے مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اور ڈر گئی۔

"مصطفیٰ پلیز مجھے چھوڑیں۔" وہ روہانسی ہوئی۔ مصطفیٰ نے اسے ایک پل دیکھا اور پھر اس کے کندھے سے اپنے بازوؤں کا حصار ہٹا لیا۔

"اس رشتے کو قبول کرنا سیکھو شہوار، لوگوں کی پروا کرنا چھوڑ دو۔" مصطفیٰ نے نرمی سے کہا تو شہوار نے اسے دیکھا۔

"کہنا بہت آسان ہے اور عمل کرنا بہت مشکل، لوگ جب قدم قدم پر روک کر مجھے میری کم مائیگی، کم نسبتی اور لاوارثی کا احساس دلائیں گے تو پھر احساس کمتری ہی پیدا ہوگا آپ میرے جذبات و احساسات کبھی نہیں سمجھ پائیں گے کہ آپ نے لوگوں کے وہ طنز نہیں سہے جو میں نے سہے ہیں وہ اذیت نہیں دیکھی جو میں نے جھیلی ہے۔ آپ تو ایک خاندان اعلیٰ حسب و نسب کا نشان لے کر دنیا میں آئے تھے اور میں مجھے ایسی نصیحتیں مت کیا کریں میں اس وقت ادھر ہوں تو میری مجبوری ہے اور میری مجبوری کو میری زندگی کا طوق مت بنائیں۔" وہ زہر سے بھی زیادہ کڑوی تھی یا پھر دریہ کی باتوں نے بننے پر مجبور کردیا تھا۔ جو بھی تھا اس وقت مصطفیٰ کی یہ پیش رفت بھی اسے نہ پگھلا سکی تھی۔

"شہوار اپنے رویے میں لچک پیدا کرو ورنہ زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔" اس کے الفاظ پر مصطفیٰ نے سختی سے کہا تھا۔

"جو جھیل رہی ہوں یہ بھی کوئی آسان زندگی نہیں ہے۔" مصطفیٰ نے سختی سے لب بھینچ لیے۔

"میں نے شاید اس وقت کمرے میں آ کر بہت بڑی غلطی کی۔" مصطفیٰ نے کہا تو زہر خند ہوئی۔

"بڑی دیر بعد احساس ہوا آپ کو؟" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"شہوار اس رشتے کو اپنے لیے اتنا مشکل مت بناؤ کہ جب واپس پلٹنا پڑے تو کوئی راستے دکھائی نہ دے۔ میں آج سب کچھ بھلا کر یہاں آیا تھا یہ سوچ کر کہ دریہ کی باتوں نے تمہارے دل کو ہرٹ کیا ہے تم پریشان ہوگی مگر......!" مصطفیٰ نے سختی سے لب بھینچ لیے۔

ایک دو پل شہوار کو دیکھا وہ بے تاثر چہرہ لیے کھڑی رہی تو مصطفیٰ اس پر ایک نگاہ ڈالتا تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

❀......❀......❀

رات گئے پروگرام ہونے کی وجہ سے سبھی جاگتے رہے تھے۔ کچھ لوگ رسم کے بعد ہی واپس روانہ ہوگئے تھے اور کچھ لوگ ڈھولک کی محفل میں بھی شامل رہے تھے۔ جبکہ مرد حضرات کی علیحدہ گیدرنگ رہی تھی۔ فجر کے وقت یہ شور

ہنگامہ سر پڑا تو جس کو جہاں جگہ ملی جا پڑا اور رات لیٹ سونے کی وجہ سے صبح دس بجے سے پہلے کوئی بھی نہیں اٹھا تھا۔ صبوحی بیگم البتہ جلدی اٹھ گئی تھیں۔ گیارہ بجے کے قریب باقی لوگوں نے بھی اٹھنا شروع کر دیا تو صبوحی بیگم کچن میں چلی آئیں۔ کافی مہمان تھے اور ناشتے کا بندوبست گھر پر ہی کرنا تھا آج کے دن کوئی فنکشن نہیں تھا لیکن اگلے دن بارات تھی انہوں نے ملازمہ کو بھیج کر انا کو بھی کچن میں بلوا لیا تھا۔ شادی کے سلسلے میں رکھی جانے والی دو تین کام والیوں کی مدد سے گھنٹے ڈیڑھ میں حلوہ پوری کا ناشتہ تیار ہو گیا تھا البتہ پوریاں ساتھ ساتھ تل کر بھیجی جا رہی تھیں۔ صبوحی بیگم انا کو کچن میں بھیج کر خود باہر مہمانوں کو دیکھنے چلی گئی تھیں۔

ولید کچن میں داخل ہوا تو انا مصروف دکھائی دی تھی۔

''اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بازار سے ریڈی میڈ منگوا لیتے۔'' فریج سے جوس نکالتے ولید نے کہا تو انا نے چونک کر اسے دیکھا وہ چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا رہی تھی جبکہ باقی سب بیلنے اور تلنے میں لگی ہوئی تھیں۔

''بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ حلوہ پوری کا ناشتہ گھر میں ہی تیار کریں۔'' صغراں نے جواب دیا جبکہ انا ولید کی طرف سے رخ پھیر کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جبکہ ولید کا انداز نارمل ہی تھا۔

''آپ بھی ناشتہ کریں گے صاحب۔'' دوسری کام والی نے پوریاں تل کر ٹرے میں نکالتے پوچھا۔

''ہاں ناشتہ تو کروں گا مگر اپنے کمرے میں۔ جوس گلاس میں انڈیل کر گھونٹ گھونٹ پیتے ولید نے انا کو بھی دیکھا وہ رخ موڑے کھڑی تھی وہ اس کے سامنے آ رکا۔

''روشی کدھر ہے؟'' اٹھنے کے بعد اسے ابھی تک روشی دکھائی نہیں دی تھی سو پوچھنے لگا۔

''میرے کمرے میں سو رہی تھی۔'' انا نے جواب دیا۔

''وہ اٹھے تو کہنا میرے کمرے میں آئے مجھے اس سے کوئی بات کرنی ہے۔''

''کہہ دوں گی۔'' اس نے کہہ کر صغراں کو دیکھا۔

''جاؤ باہر پتا کرو کہ اور کون کون ناشتہ کرنے سے رہ گیا ہے۔ یہ کام مکمل ہو تو کچھ اور بھی کرنا ہوگا پھر......''

''جی اچھا...... میں ابھی پتا کرتی ہوں۔'' وہ فوراً باہر نکل گئی۔

''میں روشی کو اٹھا کر بھیجتی ہوں۔'' ولید کو ادھر ہی جمے دیکھ کر اس نے وہاں سے ہٹنا چاہا۔

''روشی نے بھی ابھی ناشتہ کرنا ہوگا؟ ایسا کرو تم ناشتہ لے کر آؤ میں خود اسے اٹھا لیتا ہوں۔'' جوس ختم کرتے خالی گلاس اسے تھماتے وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ انا نے لاشعوری طور پر اسے باہر نکلتے دیکھا تھا۔

''ماشاء اللہ آپ دونوں کی جوڑی تو بہت شاندار ہے۔'' ایک کام والی نے کہا تو وہ ٹھٹک گئی اور گلاس سلیب پر رکھ دیا۔

''میرا خیال ہے بہت ہو گئی ہیں پوریاں، باقی رہنے دو اور پھر جو بھی ناشتہ مانگے تو ساتھ ساتھ تیار کر کے بھیج دینا۔'' کام والی کو کہہ کر وہ ٹرے میں ناشتہ لگانے لگی تھی۔ چائے بھی تیار تھی اس نے وہ بھی رکھ لی۔ ٹرے لے کر وہ اپنے کمرے کی طرف آ گئی کمرے میں داخل ہوئی تو ولید اور روشی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ روشی کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ دیکھ کر ٹھٹکی۔

''کیا ہوا رو کیوں رہی ہو؟'' ٹرے بستر پر رکھتے وہ ایک دم پریشان ہوئی۔

''کچھ نہیں۔'' وہ کہہ کر باتھ روم میں چلی گئی انا نے پریشانی سے ولید کو دیکھا جو بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

''کیا ہوا روشی کو؟'' ولید نے اسے دیکھا اور پھر سر جھٹکتے مسکرا دیا۔

''کچھ نہیں ہوا؟ بس ویسے ہی شادی کے حوالے سے جذباتی ہو رہی تھی۔''

"اوہ......" ولید کے جواب پر اس نے گہرا سانس لیا۔
"آپ ناشتہ شروع کریں روشی بھی آجاتی ہے۔" ٹرے ولید کے سامنے کرتے اس نے کہا۔
"تم ناشتہ کرچکی ہو؟" ولید نے پوچھا تو وہ ٹھٹکی۔
"نہیں ابھی کرتی ہوں۔"
"تو پھر آجاؤ، اچھا خاصا ناشتہ ہے، ہم تینوں کے لیے کافی ہے۔" ولید نے کہا تو وہ ولید کو دیکھنے لگی۔ ولید کا انداز بہت نارمل تھا جبکہ وہ اس کے نام کی انگوٹھی پہننے کے بعد مسلسل اس کے سامنے سے بچ رہی تھی۔ شرم و جھجک علیحدہ۔ اور ولید اتنا پرسکون تھا جیسے کل ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ طے نہ پایا ہو۔ جبکہ وہ اس کے چہرے پر کچھ اور دیکھنا چاہتی تھی۔
اپنے نام سے متعلقہ جذبات...... اور شاید اس رشتے سے متعلقہ احساسات جبکہ......
"کیا بات ہے موڈ نہیں ناشتا کرنے کا۔" اسے اسی طرح سوچ و بچار میں دیکھ کر ولید نے ٹوکا تو وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر سر نفی میں ہلاگئی۔ ولید کے رویے پر اس کا دل بجھ گیا تھا۔
"ولید اس رشتے کے بعد بھی اتنا نارمل کیوں ہے؟" یہ سوال اس کے اندر سر پٹخنے لگا تھا۔
"نہیں ابھی موڈ نہیں میں بعد میں کرلوں گی۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر پلٹی۔
"بعد میں کب؟ بارہ تو بج رہے ہیں پھر تو لنچ ٹائم ہوگا۔" ولید نے کہا تو روشی بھی منہ ہاتھ دھو کر باہر آ گئی تھی۔
"آجاؤ ابھی تو ہمارے ساتھ کرلو گی بعد میں ادھر ادھر کے کاموں میں لگ گئی تو سب گول ہوجائے گا۔" روشی نے بھی کہا تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ بستر پر آ بیٹھی تھی۔ ناشتہ کرتے ہوئے وہ خاموش ہی تھی جبکہ ولید اور روشی رات والے فنکشن کو ہی ڈسکس کررہے تھے۔
"کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" اسے بالکل خاموش دیکھ کر روشی نے پوچھا۔ تو ولید نے بغور دیکھا۔
"کیوں کیا ہوا ہے مجھے؟" اس نے چونک کر سنجیدگی سے روشی کو دیکھا۔
"بہت خاموش ہونا؟"
"تو پھر؟" اپنے لیے کپ میں چائے ڈالتے اس نے کہا تو روشی نے الجھ کر ولید کو دیکھا۔ وہ کندھے اچکا گیا۔
"ویسے ہی پوچھ رہی ہوں، صبح صبح مزاج برہم کیوں ہے۔"
"کوئی برہم نہیں ہے مزاج میرا۔" سنجیدگی سے کہہ کر نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"کسی اور چیز کی ضرورت ہے کیا؟" دونوں سے پوچھا تو روشی نے نفی میں سر ہلادیا۔
"نہیں۔"
"میں چلتی ہوں ماما کوئی کام بھی کہہ رہی تھیں۔ ناشتا کرلو تو صغراں آکر برتن لے جائے گی۔ تم خود کچن میں نہیں آنا، اوکے۔" وہ روشی کو کہہ کر کمرے سے نکل آئی تھی۔
ماما کے کمرے کی طرف جانے کی بجائے وہ باہر لان کی طرف نکل آئی رات کی تقریب کا پھیلاوا ابھی بھی برقرار تھا۔ وہ ایک طرف کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے اندر ایک دم بہت حبس سا ہونے لگا تو وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔
"ولید کیا مجھے ناپسند کرتا ہے۔" اس کے اندر سوالات کی ایک یلغار تھی۔
"ولید کا رویہ ایسا کیوں ہے؟" اس کی آنکھوں میں ایک دم پانی سمٹ آیا تھا۔ "وہ اس رشتے کو ویسے کیوں نہیں لے رہا جیسے میں لے رہی ہوں۔ کیا ماموں نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اگر ایسی بات ہوتی تو روشی مجھے بتاتی تو سہی۔"

غزل

ڈوبے چاند کا منظر نہیں دیکھا جاتا
ہم سے آنکھوں کا سمندر نہیں دیکھا جاتا
چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی ویرانی ہے
اجڑا اجڑا سایۂ اب گھر نہیں دیکھا جاتا
ہم نے ہر موڑ پر مانگی ہے محبت تم سے
تیرے ہاتھوں میں پتھر نہیں دیکھا جاتا
کسی معصوم کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو
کسی مفلس کا مقدر نہیں دیکھا جاتا
حاکم وقت سے سمجھوتہ میں کیسے کروں
دل میں اُترا ہوا خنجر نہیں دیکھا جاتا
کہیں امید کی شمع ہی نہ بجھ جائے حکیم
اب تو آنکھوں سے کھلا در نہیں دیکھا جاتا

حکیم خان حکیم...... کامل پور موسیٰ

سوچوں واوہام کا ایک طوفان تھا جو امڈتا چلا آرہا تھا اس نے سر تھام لیا۔
"کیا یہ خوشی، یہ لمحے صرف وقتی تھے کیا مجھے خوش ہونے کا کوئی حق نہیں۔" ہاتھ میں پہنی ہوئی رنگ کو دیکھتے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔
"ولید کا رویہ ایسا کیوں ہے میں روشی سے ضرور پوچھوں گی۔ ورنہ یہ زبردستی کا تعلق مجھے قبول نہیں۔" رخساروں پر پھیل آنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے اس نے دل میں ارادہ باندھا تھا۔

❁......❁......❁

وہ ابھی آفس سے لوٹی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ وہ کپڑے چینج کررہی تھی جب ثریا بیگم کی آواز آئی۔
"رابعہ تمہاری مہمان آئی ہے۔" وہ حیران ہوئی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو برآمدے میں پلاسٹک کی رکھی کرسیوں پر امی اور بھابی کے ساتھ وہ عادلہ کو دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔
"آپ؟" وہ حیرت سے گنگ ہوئی۔
"ہیلو کیسی ہو؟" عادلہ بھی اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایک دم کشیدہ ہوگئے تھے۔
"جی فرمایئے۔" اس کے لہجے میں بھی تلخی تھی۔ جبکہ امی اور بھابی عادلہ کی ظاہری شخصیت اور ماڈ اسٹائل دیکھ کر متاثر ہوچکی تھیں۔
"رابعہ ان کو اندر بیٹھک میں لے جاؤ میں کچھ پینے کو بھیجتی ہوں۔" بھابی نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ قصداً مسکرائی۔
"ہاں کیوں نہیں ہم ادھر ہی چل کر بیٹھتے ہیں۔" عادلہ نے بھی اٹھتے ہوئے کہا تو مجبوراً اسے عادلہ کی بیٹھک تک رہنمائی کرنا پڑی۔
"جی فرمایئے کیسے آنے کی زحمت کی؟" عادلہ ایک طرف پڑے صوفے پر بیٹھ چکی تھی جبکہ رابعہ کے تاثرات ناخوشگوار تھے۔

''تم بیٹھوگی تو ہم بات بھی کریں گے اور فرمائیں گے بھی کیا خیال ہے۔'' عادلہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔

''میرے اور آپ کے درمیان ایسے کوئی خاص تعلقات نہیں کہ آپ میرے گھر تک آنے کی زحمت گوارا کریں اور نہ ہی دوستی جیسا تعلق ہے کہ میں دوست سمجھ کر گفت وشنید شروع کروں آپ اپنے آنے کا مقصد واضح کریں پلیز۔'' رابعہ کے انداز میں فرق نہیں آیا تھا۔ عادلہ نے اسے گھورا۔

''سوچ لو مجھ سے بات کروگی تو تمہارا ہی فائدہ ہوگا؟'' اس نے کہا تو رابعہ نے چونک کر اسے دیکھا اسے عادلہ کے تاثرات نا قابل فہم لگے۔

''بیٹھو آرام وسکون سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ عباس اور اس کی فیملی کے ساتھ ہمارے تعلقات کی خرابی کا سبب تم نہیں جانتی۔ تم اس کے آفس میں ایک اہم پوسٹ پر ہو اس سے پہلے ہماری جو بھی ملاقات ہوئی میں اپنے ان تمام رویوں پر شرمندہ ہوں اس لیے تم سے معافی مانگنے آئی ہوں ان کے آفس آتی تو اچھا نہ لگتا سو کسی نہ کسی طرح تمہارے گھر تک تمہارا پیچھا کرتے مجھے یہاں تک آنا پڑا۔'' عادلہ کا انداز ایسا تھا کہ وہ از حد حیران ہوئی۔

''آپ بھلا مجھ سے کیوں معافی مانگ رہی ہیں؟'' وہ مشکوک ہوئی۔

''میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں بس اتفاقیہ طور پر عباس کا غصہ تم پر نکالتی رہی اصل میں تم نہیں جانتی کہ عباس لوگوں کی فیملی کیسی ہے۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ کیسا برا سلوک کیا ہے اور اب مجبوراً مجھے وہ گھر چھوڑنا پڑا اپنا بیٹا چھوڑنا پڑا' بھلا کون عورت اپنا بسا بسایا گھر چھوڑتی ہے اور وہ لوگ اتنے ظالم ہیں کہ مجھ سے میرے چند سال کے چھوٹے سے بیٹے کو بھی نہیں ملنے دیتے۔ ترس گئی ہوں میں اس کی شکل دیکھنے کو۔'' عادلہ اب رونا شروع ہوگئی تھی۔ رابعہ جو مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایک دم گھبرا کر آگے بڑھی۔

''پلیز آپ روئیں نہیں۔'' اس کا دل ایک دم پگھلا تھا۔

''مگر لگتا تو نہیں کہ وہ لوگ ایسے ہیں ورکرز تک کو بہت عزت دیتے ہیں اور ہادیہ جو میری دوست ہے وہ تو کچھ اور ہی بتاتی ہے۔'' وہ عادلہ کی باتوں اور رونے سے الجھ گئی تھی۔

''دکھاوا ہے ان لوگوں کا دنیا کے سامنے اپنی واہ واہ بنا رکھی ہے مگر اندر کی کہانی تو صرف میں جانتی ہوں اور وہ عباس وہ مجھے طلاق تک دینے کو تیار نہیں۔ اتنا ظالم اور دقیانوس ہے ان کا گھرانہ کہ حد نہیں۔ مگر مجھے تو صرف اپنے بیٹے کی پروا ہے تم کو شاید علم نہیں مگر ان لوگوں نے میرے بھائی کو بھی جیل میں بند کروادیا ہے۔ ان کا ایک بھائی پولیس آفیسر ہے تو اس لیے ضمانت بھی نہیں ہونے دے رہے یہ لوگ۔'' عادلہ روتے ہوئے مزید بتا رہی تھی رابعہ حیرت سے سن رہی تھی۔

''مگر ہادیہ تو کچھ اور کہتی ہے؟''

''ہادیہ کو کیا پتا' اصل میں ہادیہ کے والدین کی ان لوگوں سے اچھی خاصی سلام دعا ہے تو اس لیے یہ لوگ ان کے خلاف بولتے نہیں۔ ویسے بھی باہر کی دنیا میں ان لوگوں نے میرے بارے میں نجانے کیا کیا کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔'' عادلہ نے مزید بتایا۔

''آپ کے بھائی کو ان لوگوں نے کیوں جیل میں بند کروایا ہے۔'' رابعہ نے پوچھا۔

''یہ لوگ مجھے میرے بیٹے سے ملنے نہیں دیتے میرا رونا اور میری بربادی میرے بھائی سے برداشت نہ ہوئی تو وہ ان لوگوں کے ہاں چلا گیا وہاں ان لوگوں سے تلخ کلامی ہوگئی اور میرا بھائی ٹھہرا جذباتی ان کی خواتین سے کچھ بدتمیزی کر ڈالی بس اسی بات کو بنیاد بنا کر جھوٹی واردات کا کیس بنا کر جیل میں بند کروڈالا۔'' عادلہ ایک بار پھر رونا شروع ہوگئی تھی۔

''آپ لوگوں کی اتنی اپروچ ہے ایک وسیع بزنس ہے کوئی چھوٹی موٹی فیملی تو آپ لوگوں بھی نہیں پھر ان لوگوں کے

رانی خان

آنچل کی تمام ریڈرز اور اسٹاف کو مجھ اُوں بھرا اسلام قبول ہو مابدولت کو رانی خان کہتے ہیں۔ 13 فروری 1996ء کو پیارے سے گاؤں چھترو دہ میں اپنے ماں باپ کے آنگن میں مسکراہٹیں بکھیرنے کے لیے پیدا ہوئی۔ اس لحاظ سے میرا اسٹار دلو ہے اسٹار پر کچھ خاص یقین نہیں ہے۔ میں 10th کی اسٹوڈنٹ ہوں آنچل سے دوستی کو تقریباً دو سال ہوگئے ہیں' ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میں سیکنڈ لاسٹ ہوں۔ سوفی خان اور ارتقی غزل میری بیسٹ فرینڈز ہیں میں اپنی ہر بات ان دونوں سے شیئر کرتی ہوں۔ میری دو سسٹرز کی شادی ہوچکی ہے۔ ایک سویٹ اور کیوٹ سی بھانجی زہرہ خرم بھی ہے۔ میرا پسندیدہ کلر پنک' گرین' بلیو ہے' کھانے میں بریانی اور آئس کریم شوق سے کھاتی ہوں۔ لباس میں ساڑھی بہت پسند ہے (جو کہ ابھی تک نہیں پہنی' ہاہاہا)۔ لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ بھی موسٹ فیورٹ ہیں۔ پرفیوم میں سے ہیوک فا آ وے اور بلیو لیڈی پسند ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے۔ میرے فیورٹ ٹیچر سر فیصل ہیں' شاعری جنون کی حد تک پسند ہے۔ اوہو اپنی خوبیاں اور خامیاں بھی آپ کی نظروں سے گزارتی چلوں تو جناب خامی تو یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے' پاک پروردگار کا شکر ہے کہ غصے پر کنٹرول کرلیتی ہوں۔ میری بہترین خوبی یہ ہے کہ میں ہر وقت مسکراتی رہتی ہوں' کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ دوسروں پر بہت جلدی یقین کرلیتی ہوں (اس کو آپ خوبی یا خامی کہہ سکتے ہیں) جس کا کئی بار نقصان بھی اٹھانا پڑا' میں اللہ پاک سے ہمیشہ دعا کرتی ہوں کہ میری فرینڈز اور سسٹرز کو زندگی کی ہر خوشی عطا کرے' ان کی دلی خواہشات کو پورا فرمائے۔ اس کے علاوہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آنچل کو مزید ترقی کی راہوں پر گامزن کرے۔ اس کے ساتھ ہی آنچل کے اسٹاف اور تمام ریڈرز کو بھی خوشیاں عطا کرے' اللہ نگہبان۔

خلاف کیس کیوں نہیں کرتے؟'' رابعہ اس کی باتوں پر یقین کرتے فوراً ایمان لے آئی تھی۔

''بس میرے بابا بہت شریف انسان ہیں ان لوگوں کی خاندانی پوزیشن دیکھتے ان لوگوں سے الجھنے سے ڈرتے ہیں بلکہ اب میں عدالت میں خلع کا کیس دائر کروانے کا سوچ رہی ہوں ساتھ میں اپنے بیٹے کو اپنی تحویل میں لینے کا بھی۔''

''اوہ......'' عادلہ کے بتانے پر رابعہ نے سر ہلایا۔

''اچھا میں امید رکھوں نا کہ تم مجھے معاف کرچکی ہو۔'' عادلہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے پوچھ رہی تھی رابعہ مسکرادی۔

''جو بھی ہوا غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا آپ نے بھی کون سا جان بوجھ کر ایسا کیا کوئی بات نہیں؟'' وہ فوراً دل صاف کرگئی تھی عادلہ مسکرادی۔

''شکریہ بہت بہت۔ ورنہ مجھے اپنی یہ زیادتی بہت شرمندہ کرتی رہی ہے۔''

''کوئی بات نہیں ہوجاتا ہے ایسا اکثر۔'' رابعہ نے کہا۔

''اچھا آپ بیٹھیں میں ذرا آپ کے لیے کچھ کھانے پینے کو لے آتی ہوں۔'' وہ کہہ کر اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ عادلہ نے بہت پرسوچ نظروں سے اسے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔

''شکر ہے یہ مسئلہ تو حل ہوا دیکھنا عباس اب کیسے تمہیں میں مزہ چکھاتی ہوں۔'' چہرے پر ایک دم مکروہ مسکراہٹ سمٹ آئی تھی۔

❀......❀......❀
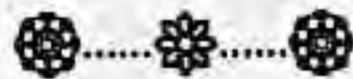
کل سے باباصاحب کی طبیعت پھر خراب تھی۔ وہی خوابوں کا سلسلہ۔ تابندہ بوا ان کے کمرے میں آئیں تو وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے پشت دروازے کی طرف تھی۔ تابندہ بوا نے دستک دی تو ان کے ہاتھ میں پکڑی تصویر نیچے گر گئی تھی انہوں نے سر گھما کر تابندہ بوا کو دیکھا اور پھر تصویر گود میں رکھی کتاب میں رکھ دی۔

"اب کیسی طبیعت ہے باباصاحب۔" تابندہ اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے بیٹے۔" وہ ہلکا سا مسکرائے۔

"شاہزیب بھائی کا فون آیا تھا ابھی وہ آپ کی طبیعت کے بارے میں بہت پریشان ہو رہے تھے۔" تابندہ نے بتایا۔

"ہاں مجھے بھی کال کی تھی کچھ دیر پہلے۔"

"تو پھر آپ ان کی بات مان کیوں نہیں لیتے؟" تابندہ نے کہا۔

"اس عمر میں اس حویلی کو چھوڑ کر وہاں شہر میں جا کر مرنا نہیں چاہتا۔" انہوں نے ہمیشہ والی بات کہی تھی۔

"اچھی امید رکھنا چاہیے۔ آپ کو وہاں وہ علاج کے لیے بلا رہے ہیں اور آپ کے باقی بیٹے بھی تو آپ کو کئی بار بلا چکے ہیں۔ آپ سبھی کو انکار کر دیتے ہیں۔"

"میرا مرض اب لاعلاج ہو چکا ہے۔ اس کا کسی کے پاس اب کوئی بھی علاج نہیں۔ وہ سب چاہتے ہیں کہ میں ان کے پاس جاؤں علاج کراؤں مگر اب دل نہیں مانتا۔" تابندہ بوا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ کے خوابوں کا یہ سلسلہ اب کچھ زیادہ ہی بڑھتا جا رہا ہے اب۔ کسی اچھے سے سائیکاٹرسٹ سے ملنے کی اشد ضرورت ہے۔ ضروری نہیں کہ سائیکاٹرسٹ کے پاس صرف پاگل لوگ ہی جاتے ہیں اندر سے ہم سب کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے ایک مرض موجود ہے اور یہ لوگ تو بس ذہن میں الجھی ہوئی گرہیں کھولتے ہیں ہماری ذات کے بند دروازوں میں موجود گرد صاف کرتے ہیں۔ کچھ دوا دیتے ہیں اور کچھ دعا کام آتی ہے کہ اندر کی بند کھڑکیوں سے گرد صاف ہونے لگتی ہے۔" تابندہ بوا نے بڑے آرام و سکون سے کہا تو وہ مسکرائے۔

"سب اپنی جگہ درست ہے مگر میں خود ہی کسی ایسے ماہر کی مدد لینا نہیں چاہتا۔ میرے ذہن کی گرہوں کا تعلق کسی بھی ذہنی مرض سے نہیں بلکہ اپنے گناہوں کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے پروردگار نے جس دن مجھے معاف کر دیا اسی دن یہ خوابوں کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا شاید۔ میں تو صرف معافی کی امید پر جی رہا ہوں۔" ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

تابندہ بوا نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔ ان کا جی چاہا کہ ان سے صاف کہہ دیں کہ وہ ایک بار ان پر اعتبار کریں وہ ان کے ہر خواب کا سبب بتائیں گی پھر...... مگر انہوں نے لب سختی سے دانتوں تلے دبائے رکھے کہ مبادا جذبات میں آ کر کچھ کہہ دیں اور پھر ساری عمر کی محنت اکارت جائے گی۔

"شہوار بیٹی کیسی ہے بات ہوئی اس سے؟" انہوں نے پوچھا تو تابندہ بوا نے گہرا سانس لیا۔

"جی اس سے بھی آج بات ہوئی تھی۔ ہمیشہ کی طرح خفا اور ناراض، مگر اللہ کا شکر ہے کہ کالج جا رہی ہے اور ہاں یاد آیا نواز بھائی کی بیٹی دریہ پاکستان آئی ہوئی ہے شاہزیب بھائی کے ہاں ٹھہری ہوئی ہے۔"

"ہاں شاہزیب نے آج مجھے بتایا تھا کہہ رہا تھا کہ چند دن میں کچھ وقت نکال کر وہ دریہ اور شہوار کو لے کر آئے گا شہوار بھی تم سے مل لے گی اور دریہ بھی ہم سے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔"

موسم بہار بہار کا موسم تھا ہواؤں کا شور تھا اک شرارتی جھونکے نے میرے کان میں سرگوشی کی سنو......! آج تو ہے آنچل کی سالگرہ رات اپنے جوبن پر تھی چاند ستارے اور کہکشاں کا اک قافلہ	روشنیوں کے شہر میں اترا اور میرا ہاتھ تھام کر بولا آؤ چلیں وِش کرنے پھولوں کے ہمراہ کہ آج تو ہے آنچل کی سالگرہ میں نے نم آنکھوں سے مسکرا کر کہا آئی لو یو میرے آنچل میرے ساتھیا! مبارک ہو تجھے نئے سال کی سالگرہ حافظ فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی

"شہوار اور مصطفیٰ کے نکاح میں شہر سے مصطفیٰ کے کچھ مہمان آئے تھے ان میں ایک لڑکا تھا ولید...... اسے دیکھ کر بڑی اپنائیت کا احساس ہوا تم ان لوگوں سے ملی تھیں کیا؟" باباصاحب کے ذہن میں ابھی بھی ایک تشبیہ تھی جو روز انہیں سونے سے جگا دیتی تھی انہوں نے تابندہ سے پوچھا۔

"نہیں، میرا ان مہمانوں سے ملنا نہیں ہوا۔ ہاں لڑکیوں کو دیکھا تھا۔ وہ بھی سرسری بس آتے جاتے نظر پڑ گئی تھی۔ شہوار کی دوست انا بھی ان میں سے ایک اور دوسری اس کی کوئی کزن تھی۔ بس انا کو نکاح کے وقت دیکھا تھا دوسری بچی کو کم ہی دیکھا۔ صرف ایک بار وہ بھی میں کافی مصروف تھی کہ باقاعدہ ان لوگوں سے تعارف نہ ہو سکا اور لڑکے دونوں باہر کی طرف ہی رہے نکاح کے وقت اندر آئے تھے مگر میں شہوار کے پاس تھی تب۔" تابندہ بوا نے تفصیل سے بتایا۔

"ہوں میری ان دونوں لڑکوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ اچھے خاندان کے تھے۔ دونوں لڑکے اپنا کاروبار کر رہے ہیں۔"

"مصطفیٰ کے دوست بھی تھے اور لڑکی انا کی دوست تھی۔ اتفاقاً دونوں کو یہیں آ کر پتا چلا تھا لائبہ نے مجھے بتایا تھا کہ شہوار نے تو نکاح پر انا کو نہیں بلایا تھا وہ لوگ مصطفیٰ کی طرف سے ہی آئے تھے۔"

"ہوں، بڑا دل چاہتا ہے کہ میں ان دونوں بچوں سے دوبارہ ملوں؟" باباصاحب نے کہا تو تابندہ بوا نے حیران ہو کر دیکھا۔ ان کے لہجے میں حسرت بھی تھی۔

"یہ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ شہوار بتا رہی تھی کہ ان میں سے ایک کی شادی ہو رہی ہے۔ کل وہ لائبہ اور مصطفیٰ کے ساتھ ان کے ہاں گئی ہوئی تھی صبح بارات ہے ان کی۔"

"اچھا، مصطفیٰ سے بھی کافی دن ہو گئے ہیں کوئی بات نہیں ہوئی۔ اچھا تابندہ بیٹا ایک کام کرنا تم صبح شہر فون کر کے شاہزیب کو کہنا کہ وہ مجھے کال کرے۔"

"جی کہہ دوں گی۔" باباصاحب کے کہنے پر انہوں نے ہامی بھر لی تھی۔

"اور شاہزیب مصطفیٰ اور شہوار کی شادی کا بھی کہہ رہا تھا۔" باباصاحب نے کہا تو تابندہ بوا نے ایک گہرا سانس لیا۔ یہ بات تو ان سے بھی کی تھی انہوں نے مگر وہ شہوار کے مزاج کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ کیا کریں۔

"میری اپنی خواہش ہے کہ جلد از جلد اس ذمہ داری سے فارغ ہو جاؤں مگر شہوار کی تعلیم کو بھی دیکھنا ہے مجھے۔" انہوں نے کہا تو باباصاحب نے سر ہلا دیا۔

"تعلیم تو ساتھ ساتھ بھی چلتی رہے گی۔ شاہزیب کی خواہش ہے کہ نکاح ہو چکا ہے اب معاملے کو لٹکانا نہیں چاہیے بس رخصتی کردیں۔ پڑھائی تو ساتھ ساتھ ہوتی رہے گی۔ مصطفیٰ سمجھدار بچہ ہے وہ تعلیم کی اہمیت جانتا ہے انکار نہیں کرے گا۔"

"چلیں میں شہوار سے بات کروں گی دیکھتے ہیں وہ کیا کہتی ہے؟"

"ہاں بات کرلیں پھر میں شاہزیب کو ہاں کہہ دوں گا۔"

"جی ٹھیک ہے۔"

"میں اب نماز پڑھ لوں۔" بابا صاحب اپنے دھیان سے اٹھے تو گود میں رکھی کتاب نیچے قالین پر گر گئی اور کتاب میں رکھی تصویر تابندہ بوا کے قدموں میں گری تھی۔ تصویر الٹی گری تھی۔ بابا صاحب ساکت سے ہوگئے تھے انہوں نے ابھی تصویر اٹھانے کے لیے جھکنا ہی چاہا تھا کہ تابندہ بوا نے تصویر اٹھالی تھی۔ ابھی وہ تصویر کا رخ اپنی طرف کررہی تھیں کہ بابا صاحب نے ہاتھ بڑھادیا تھا۔

"یہ مجھے دے دیں آپ کے کام کی نہیں ہے۔" ان کا انداز تیزی لیے ہوئے تھا۔ تابندہ بوا نے تصویر کو دیکھا اور پھر بابا صاحب کو۔

انہوں نے تصویر بابا صاحب کو تھمادی تھی اور پھر کتاب بھی انہوں نے تصویر کتاب میں رکھ دی تھی۔ تابندہ بوا نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر سوچ کر چپ ہوگئیں۔

"میں بھی نماز پڑھ لوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"تابندہ آپ ایسا کرنا کہ شاہزیب کو فون پر اطلاع دے دیں کہ میں صبح ڈرائیور کے ساتھ شہر آرہا ہوں۔ مجھے وہاں کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا سو مجھے مجبور نہ کرے ہاں بس ملنے جاؤں گا۔" تابندہ بوا نے حیران ہوکر ان کے فوری فیصلے کو سنا۔

"اس قدر اچانک فیصلے کی کوئی خاص وجہ؟" وہ حیران تھیں کہ کہاں وہ جانے پر ہی راضی نہ تھے اور اب وہ فوری طور پر جانے کے لیے تیار تھے۔

"نہیں بس میں موسم کی تبدیلی دیکھنے جارہا ہوں۔ پھر زمین وغیرہ کے سلسلے میں شاہزیب سے کچھ بات چیت بھی کرنا ہے آپ بھی چلوگی ہمارے ساتھ؟" انہوں نے بتا کر پوچھا۔

"اگر ہم دونوں ہی چلے گئے تو پھر حویلی کی خیر خبر کون رکھے گا آپ چلیں جائیں میں پھر کبھی چلی جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔" بابا صاحب سر ہلا کر آگے بڑھ گئے تھے۔

❁......❁......❁
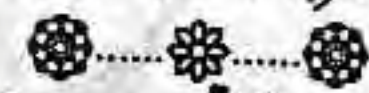
وہ آج کالج نہیں گئی تھی اس نے سجاد بھائی سے بات کی تھی وہ اسے انا کے ہاں لے آئے تھے۔ وہ صبح نو بجے کی آئی تھی وہ سارا وقت روشی اور انا کے ساتھ رہی تھی۔ انا کے مہندی والے دن اس کے نہ آنے کے سارے گلے شکوے ختم ہوگئے تھے۔

اس کے علاوہ اسے انا کے ساتھ باتیں کرنے کا کافی موقع ملا تھا۔ تین بجے کے قریب انا اور روشی نے پارلر جانا تھا وہیں سے ان دونوں نے میرج ہال جانا تھا پارلر جاتے ہوئے انا نے اسے بھی ساتھ گھسیٹ لیا وہ منع کرتی رہی تھی مگر اس نے اس کی نہ چلنے دی اور اس وقت وہ انا کی فرمائش پر پارٹی میک اپ کروارہی تھی۔ جبکہ انا سر پر موجود بیوٹیشن کو مسلسل ہدایات دے رہی تھی۔ آف وائٹ فراک اور پاجامہ فراک کے گلے پر بہت خوب صورت کام بنا ہوا تھا اسی مناسبت

خوب صورت باتیں

● جب آدم کی اولاد سے حیا، مروت وخلوص اور پاکی اٹھ جائے تو وہ انسان کی بجائے صرف مٹی ہی رہ جاتے ہیں اور بھلا مٹی سے امیدیں کیسی؟

● رشتے اور سودے میں بہت فرق ہے رشتے قائم کیے جاتے ہیں اور سودے طے کیے جاتے ہیں۔

رمنا رانا، ثمرہ فرید، احتل الحفیظ......فیصل آباد

قیمتی موتی

● اگر آنکھیں راستوں کے مناظر میں نہ الجھیں تو منزل پر پہنچ کر تھکی ہوئی نہیں ہوتیں۔

● کسی انسان کو دکھ دینا اتنا آسان ہے جتنا سمندر میں پتھر پھینکنا مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ پتھر کتنی گہرائی میں گیا ہوگا۔

● کسی بھی چیز کو باہر ڈھونڈنے سے بہتر ہوتا ہے کہ بندہ پہلے اپنے اندر کی تلاشی لے جو باہر نہیں مل رہا وہ اپنے اندر ضرور مل جاتا ہے۔

● ہمارے دلوں میں اتنی تھوڑی جگہ کیوں ہے کہ ہم تمام رشتوں سے ایک جیسی محبت نہیں کرتے۔

ذشے شاہ زشی......مری

سے جیولری اور میک اپ تھا بیوٹیشن نے اسے تیار کردیا بالوں کو ہیئر بینڈ سے جکڑ کر پیچھے سے کھلا چھوڑ دیا تھا۔

"ماشاء اللہ، بہت پیاری لگ رہی ہو؟" انا نے کہا تو وہ جھینپ گئی۔ وہ تیار ہوکر ایک طرف بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ اب انا میک اپ کروارہی تھی۔ دوسری طرف بیوٹیشن روشی کو تیار کررہی تھی۔ انا کا بلیک لباس تھا۔

"مصطفیٰ بھائی آرہے ہیں کیا؟" میک اپ کرواتے انا نے پوچھا۔

"پتا نہیں، جب میں گھر سے نکلی تھی مصطفیٰ آفس جاچکا تھا۔ میں نے آنٹی سے ادھر آنے کی بات کی تھی تو انہوں نے سجاد بھائی کے ساتھ بھجوادیا تھا۔"

"ہوں......" باقی کا کام دونوں نے خاموشی سے کروایا تھا۔ وہ تقریباً سات بجے تک فارغ تھیں۔

انا نے گھر فون کر کے ڈرائیور کو بھیجنے کو کہا تھا ان لوگوں نے اب سیدھا میرج ہال ہی پہنچنا تھا۔ آٹھ بجے بارات آجانی تھی۔ ان کی گاڑی آگئی تھی۔ وہ دونوں روشی کو سہارا دے کر باہر لائیں تو وہاں ڈرائیور کی جگہ ولید کو دیکھ کر انا رکی تھی۔

نجانے کیوں ولید کے رویے کو لے کر وہ اس قدر جذباتی ہورہی تھی کہ نجانے کیسے اس سارے فنکشن میں خود کو سنبھال پارہی تھی۔ اس وقت بھی وہ لب بھینچ کر خود کو سنبھال گئی تھی۔ شہوار اور روشی سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں۔

"تم آگے چلی جاؤ۔" روشی نے کہا تو انا خاموشی سے دروازہ بند کرتے فرنٹ سیٹ کا ڈور کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ ولید نے گاڑی اسٹارٹ کرلی تھی۔

"ڈرائیور کہاں تھا؟" کچھ توقف کے بعد انا نے ولید سے پوچھا۔

"کیوں خیریت؟" ولید نے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بہت سنجیدہ تھے۔

"میں نے ماما کو ڈرائیور کو بھیجنے کا کہا تھا۔"

"تمہیں میرا آنا ناگوار گزر رہا ہے یا پھر ڈرائیور کے نہ آنے کا غصہ ہے۔" ولید نے مدھم لہجے میں پوچھا تو وہ چونکی

اور پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"مجھے کسی بھی بات کا غصہ نہیں۔" وہ کھڑکی کی طرف چہرہ موڑ گئی تھی۔

"مگر لگ تو نہیں رہا تمہارے چہرے کے تیور دیکھ کر تو لگتا ہے جیسے تم میرا سر پھاڑنے کو تیار بیٹھی ہو بالکل۔" ولید کے الفاظ پر انا نے گھور کر اسے دیکھا۔

"اتنی غیر مہذب نہیں ہوں۔"

"یعنی مان رہی ہو کہ دل چاہ رہا ہے سر پھاڑنے کو۔" ولید نے کہا تو وہ گھور کر شہوار کو دیکھنے لگی جو روشی کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھی۔ دونوں کا اس کی طرف کوئی دھیان نہ تھا یا پھر شاید جان بوجھ کر نظر انداز کر رہی تھی۔

"مصطفیٰ بھائی آ گئے ہیں کیا؟" شہوار کسی بات پر مسکرائی تھی چادر کے پلو سے چھلکتا اس کا روشن چہرہ دیکھتے انا نے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک تو میرج ہال میں نہیں دیکھا اس کو۔"

"فون کر کے پتا کر لیتے۔"

"کر رہا تھا فون۔ وہ ڈیوٹی پر تھا اس کے بعد اس نے گھر جانا تھا اور پھر ہال میں پہنچنا تھا۔"

"مگر شہوار تو صبح ہی سے آ گئی تھی۔"

"آ جاتا ہے وہ بھی۔"

"وہ اکیلے ہوں گے یا ان کی فیملی میں سے کوئی اور بھی ہوگا۔"

"یہ تو اس کی آمد کے بعد ہی علم ہوگا۔" ولید نے کندھے اچکا دیے تو وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"موڈ کیوں خراب ہے تمہارا؟" کچھ توقف کے بعد ولید نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"میرا موڈ خراب نہیں ہے۔" اس نے فوراً تردید کی۔

"تو پھر خفا ہو کسی بات کو لے کر۔" ولید کی ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف تھی انا نے اس کو دیکھا اس نے بھی چہرہ موڑ کر دیکھا اور پھر مسکرا دیا انا کے اندر ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اس سارے عرصے میں یہ پہلی مسکراہٹ تھی جو اسے صرف اور صرف اپنے لیے محسوس ہوئی تھی۔

"اگر میں کہوں ہاں تو؟" اس کی آواز دھیمی ہو گئی تھی۔

"تو پھر وجہ بھی بتا دو کہ کس بات سے خفا ہو اور کس لیے؟" ولید کی بات پر اس کے دل میں موجود خوشگوار تاثرات پھر راکھ کا ڈھیر بننے لگے۔

"میں خفا نہیں ہوں کسی سے بھی۔" وہ خفگی سے کہہ کر پھر چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ گئی تھی۔

"کبھی کبھی تمہارا رویہ بڑا بچکانہ سا لگتا ہے۔" ولید نے کہا تو اس نے پلٹ کر ولید کو دیکھا۔ بلیک تھری پیس سوٹ میں وہ کافی ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ اپنی تمام تر وجاہت سمیت۔

انا کا دل ایک بار پھر اس کی طرف جھکنے لگا۔ دل میں موجود سارے گلے شکوؤں کے باوجود وہ اس سے منہ نہیں موڑ سکتی تھی۔ اسے اپنی یہ کمزوری اس وقت شدت سے محسوس ہوئی۔

"آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔" شکوہ اس کے لبوں پر آ ٹھہرا۔ ولید نے پلٹ کر اسے دیکھا وہ دونوں ہاتھوں کو مسلتے باہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کبھی کبھی ہماری ججمنٹ غلط بھی ہو جاتی ہے اور جو نظر آ رہا ہوتا ہے ویسا ہوتا نہیں ہے۔ انسان کے ظاہری حلیے پر

ثوبیہ مرزا

آنچل کے تمام رائٹرز ریڈرز کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ مجھے ثوبیہ مرزا کہتے ہیں پیار سے سونی بھی کہتے ہیں وزیر آباد سے تعلق ہے۔ تعلیم ایف اے ڈیٹ آف برتھ 4 اپریل ہے۔ ہم تین سسٹرز ہیں میں چھوٹی ہوں اور لاڈلی بھی۔ آپیاں میرڈ ہیں ماشاءاللہ میرے پیارے پیارے بھانجے بھانجیاں مجھے بے حد پیارے ہیں۔ حرا عبداللہ، علی حیدر، مہوش، سحرش، فضہ ہیں۔ میں اپنے بابا جان سے بے حد کلوز ہوں ہر بات شیئر کر لیتی ہوں ان سے امی سے بھی بہت پیار ہے۔ جذباتی اور حساس ہوں آنچل رائٹرز بھی اچھا لکھتی ہیں میرا فیورٹ کلر اسکائی بلیو اور پنک ڈریس میں فراک پسند ہے۔ پھول سارے پسند ہیں کھانے میں بریانی، کریلے گوشت پسند ہیں۔ اسلام آباد میرا پسندیدہ شہر ہے۔ شاعری کی شوقین ہوں بیسٹ فرینڈز بشریٰ باجوہ آپی، کرن وفا آپی ہیں۔ اس کے علاوہ آنچل فرینڈز سار یہ چوہدری، غزالہ راؤ، نوشین اقبال، شگفتہ خان آپی، ام فروا، بشریٰ ملک اور شہزادی سعادت ہیں۔ سنگرز میں راحت فتح علی خان، ریشماں، ہمیش ہیں۔ پرخلوص سادہ لوگ پسند ہیں۔ مشغلہ مطالعہ کرنا، ایف ایم سننا، شاعری کرنا ہے۔ گھر کے سارے کاموں میں طاق ہوں (آہم) میرے ابو بھی پڑھنے کے بے حد شوقین ہیں۔ شاہ بھائی میرے بھیا ہیں اور مجھے بے حد عزیز ہیں۔ میری ڈھیروں دعائیں آنچل کے لیے مختصر سا تعارف کیسا لگا ضرور بتائیے گا اللہ حافظ۔

مت جاؤ۔ کبھی اندر کو بھی پڑھنے کی کوشش کرنا بہت سی گتھیاں سلجھنے لگیں گی۔"

"مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔" وہ الجھ گئی تھی۔

"اچھا چھوڑو، تم یہ بتاؤ کہ تم میرج ہال سے گھر جاؤ گی بارات کے ساتھ آؤ گی یا پھر ادھر ہی رکو گی۔"

"آپ گھر جائیں گے۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں بابا کے ساتھ ریسپشن پر بارات کا انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے میں روشی کو وہاں چھوڑ کر گھر چلی جاؤں گی ویسے بھی اب روشی کے پاس شہوار تو ہے نا۔"

"جاؤ گی کس کے ساتھ؟"

"کیوں ڈرائیور مہمانوں کو چھوڑنے نہیں آ رہا کیا؟"

"وہ دو چکر تو لگا چکا ہے اب وہ آتا ہے کہ نہیں کنفرم نہیں اب باقی کے لوگ بارات کے ساتھ ہی آئیں گے۔"

"اوہ! پھر میں ادھر ہی رک جاتی ہوں بارات کا استقبال کے لیے خواتین کا بھی تو ہونا لازمی ہے۔" وہاں ماما کے ساتھ کافی لوگ ہوں گے ماما ارینج کر لیں گی۔" اس نے کہا تو ولید مسکرا دیا۔

"اوکے جیسے تمہاری مرضی، ویسے اگر گھر جانے کا موڈ ہے تو میں چھوڑ آتا ہوں۔" ولید نے آفر کی۔

"نہیں پھر آپ کو آنے جانے میں پریشانی ہو گی بس اب ادھر ہی رکوں گی۔"

"اوکے...... ایز یو وش۔" میرج ہال آ چکا تھا ولید نے ان کو مین گیٹ پر اتار کر گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر دی۔

❁......❁......❁

بارات اپنے وقت پر آئی تھی مصطفیٰ بارات کے ساتھ ہی آیا تھا۔ مصطفیٰ کے ساتھ سجاد بھائی، مہر النساء بیگم، لائبہ بھابی اور دریہ بھی تھی۔

"یہ دریہ کیا چیز ہے۔" نکاح اور کھانے کے بعد انا برائیڈل روم میں آئی تو روشی بھابی اور ماں جی کے ساتھ دریہ کو دیکھ کر اس کے کان میں بولی تھی۔ "تم خود ہی پوچھ لو اچھی طرح بتا دے گی کہ وہ کیا چیز ہے۔" شہوار نے

کہا تو انا ہنس دی۔

"ویسے ماں جی اور بھابی بہت نائس ہیں۔" ماں جی روشی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور اس سے باتیں کر رہی تھیں۔ ماں جی نے روشی کو ایک بہت ہی خوب صورت بریسلٹ گفٹ کیا تھا۔ بھابی نے رقم دی تھی۔

"یہ کافی تیز لڑکی ہے نا؟" وہ دوبارہ دریہ کو دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"توبہ کرو ابھی دوسرا دن ہوا ہے اسے ادھر آئے اور تم سے تو پہلی بار مل رہی ہے اور تم اس کے بارے میں ایک رائے بھی قائم کر چکی ہو۔"

"پہلی نظر میں ہی علم ہو رہا ہے کہ کس مزاج کی لڑکی ہے۔"

"چھوڑو کوئی اور بات کرو۔" اس نے ٹالا تو انا ہنس دی۔

"دھیان رکھو اس کا جب بارات آئی تھی تو یہ محترمہ مصطفیٰ بھائی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر موجود تھیں۔"

"تو......!" اس نے سنجیدگی سے انا کو دیکھا۔

"ایسی باتیں وہاں اٹریکٹ کرتی ہیں جہاں دل میں کوئی احساس، کوئی جذبہ باقی ہے مصطفیٰ کے ساتھ اس کی فرنٹ سیٹ پر کوئی بھی بیٹھے میری بلا سے۔"

"ہیں...... یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ ولید کے ساتھ اگر میں کسی کو دیکھ لوں تو سمجھ لو وہ سارا دن میرا کڑھ کڑھ کر گزرنے والا ہوگا۔" انا نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں اندازہ ہو رہا ہے مجھے ویسے ایک بات تو بتاؤ۔ ولید بھائی سے صرف پسندیدگی ہے یا پھر سنجیدگی کے ساتھ انوالو ہو چکی ہو۔" انا نے اس کے معاملے کو کریدنا چاہا تو انا کے چہرے پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ آ ٹھہری تھی۔

"شہوار پتا نہیں کیوں جب سے ولید کو پاکستان آنے کے بعد سے دیکھا ہے تو میں اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ ہونے سے روک ہی نہیں پائی۔ بڑی کوشش کی میں نے خود سمجھانے کی اور جب بھی ولید پر نگاہ پڑی ہر بار دل دغا دے گیا اور ولید مجھے نہیں علم کہ اس کے دل میں میرے لیے کیا ہے مگر اس کی ذرا سی بھی بے اعتنائی مجھے مار دینے کو کافی ہے۔ میں سب برداشت کر سکتی ہوں مگر وہ مجھے نظر انداز کرے یہ قطعی برداشت نہیں ہوتا مجھ سے۔"

"مائی گاڈ، اتنی سیریس ہو تم، میں اب تک سمجھ رہی تھی کہ ولید سے یہ رشتہ محض تمہارے بڑوں کی مرضی سے تھا۔" شہوار حیران ہو رہی تھی۔ انا کی زبان سے یہ اقرار اس کے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔

"اور ولید بھائی جانتے ہیں کہ تم ان کو پسند کرتی ہو۔"

"پتا نہیں مگر اندازہ ہے کہ وہ بے خبر نہیں۔ پتا نہیں وہ اس منگنی پر کیسے راضی ہوئے مگر دو دن سے لے کر ان کے کسی بھی رویے سے نہیں لگ رہا کہ وہ اس رشتے میں میرے ساتھ موجود ہیں۔" انا کی آنکھوں میں اک نمی سی آ ٹھہری تھی۔ شہوار نے بے اختیار اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی۔

"ڈونٹ وری، تم اتنی پیاری ہو وہ تمہیں کبھی نظر انداز کر ہی نہیں سکتے۔" انا مسکرا دی تھی۔

"تم لوگ بیٹھو میں باہر کا ایک چکر لگا لوں۔" وہ باہر نکل آئی تھی۔

خواتین اور مرد حضرات کے لیے بیٹھنے کا علیحدہ علیحدہ انتظام تھا۔ مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ ہال تھے۔ وہ برائیڈل روم سے نکل کر خواتین والے ہال کی طرف آ رہی تھی کہ درمیانی رستے پر وہ ولید کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ لڑکی کی اس کی طرف پشت تھی دونوں آپس میں بات کر رہے تھے تبھی ولید کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ مسکرا دیا۔

"انا ادھر آؤ۔" ولید نے ہاتھ کے اشارے سے پاس بلوایا تو وہ چونک کر اس کی طرف چلی آئی تھی۔

نورین قمر

جناب مابدولت کو نورین کہتے ہیں 8 جون کو اس دنیا میں تشریف لائی (اتنی گرمی میں) ہم چھ بہنیں دو بھائی ہیں اور میرا نمبر آخری ہے (لیکن لاڈلی نہیں ہوں کسی کی) میٹرک کیا ہے اور اب ایک سال ضائع کر لیا ان شاء اللہ اگلے سال دوبارہ پڑھائی شروع کروں گی۔ کھانے میں بریانی اچھی لگتی ہے سبزی اور دال کے علاوہ سب کچھ کھا لیتی ہوں (ہے نا مزے کی بات) ریڈ کلر بہت پسند ہے۔ موسم گرمیوں کا پسند ہے ڈریس میں لانگ قمیص، چوڑی دار پاجامہ بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ جیولری میں چوڑیاں بہت اچھی لگتی ہیں، دھوکے باز اور جھوٹے لوگوں سے بہت نفرت ہے۔ ہمیشہ سچ بولتی ہوں اور سچے لوگ پسند ہیں، خوبیاں اور خامیاں (جی کیا بات کہہ دی) خامیاں تو بہت ہیں اور خوبیوں کے لیے چراغ لانا پڑے گا (ڈھونڈنے کے لیے) تو جی خامیاں بہت ہیں غصہ بہت آتا ہے پھر جلدی جاتا بھی نہیں۔ انا پرست بہت ہوں، ضدی بہت ہوں (بس کافی ہے یار) بہت حساس ہوں کسی کو غمگین نہیں دیکھ سکتی، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں دیتی۔ ایف ایم بہت شوق سے سنتی ہوں صرف ایف ایم 95 میں مجھے سب آر جے اچھے لگتے ہیں۔ آر جے وقار، عمیر رانا، رباب اور نعیم بھائی بہت اچھے لگتے ہیں یار فرینڈز کی تو میں نے بات ہی نہیں کی، میں زیادہ فرینڈز نہیں بناتی، اللہ کا شکر ہے جو ایک آدھ ہیں وہ بہت مخلص ہیں۔ بس بس جا رہی ہوں کیسا لگا میرا تعارف ضرور بتایئے گا، اللہ نگہبان۔

"انا یہ کاشفہ ہیں تم ایک بار پہلے بھی ان سے مل چکی ہو نا۔" ولید اس لڑکی سے اس کا تعارف کروا رہا تھا اور انا حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ چٹیوں میں جکڑا وجود وہ بھلا کیونکر بھول سکتی تھی۔

تب وہ لڑکی بے ہوش تھی اور اب ہوش و حواس میں تھی۔ وہ تب بھی ہوشربا حسن کی مالک، بجلیاں گرا رہی تھی اور اب بھی۔

"ہیلو۔" لڑکی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے بھی ہاتھ ملایا۔

"اور کاشفہ یہ میری پھوپھو زاد ہیں انا وقار احمد نام ہے ان کا۔" ولید مسکرا کر بتا رہا تھا انا نے چونک کر ولید کو دیکھا ولید نے دوسرا تعلق کیوں نہیں بتایا وہ الجھ گئی۔

"نائس ٹو میٹ یو۔" کاشفہ کہہ رہی تھی مجبوراً انا کو مسکرانا پڑا۔

"روشی کی شادی میں، میں نے ان کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ یہ کچھ لیٹ ہو گئی تھیں ابھی آئی ہیں تم ان کو اندر لے جاؤ اور کھانے پینے کو منگوا دینا۔" ولید اسے ہدایات دے رہا تھا تو انا نے سر ہلا دیا۔

"کیا آپ میرے ساتھ اندر نہیں آئیں گے؟" وہ ولید سے پوچھ رہی تھی۔

"سوری کاشفہ مرد حضرات کی طرف میری زیادہ ضرورت ہے، انا آپ کو بہت اچھی کمپنی دیں گی۔ بالکل بھی بور نہیں ہونے دیں گی۔ کیوں انا ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔" انا نے سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے میں چکر لگاتا رہوں گا آپ بے فکر ہو کر اندر جائیں۔" ولید کہہ کر پلٹ گیا تھا کاشفہ نے ستائشی آنکھوں سے اسے جاتے دیکھا تھا اور انا کاشفہ کو دیکھ رہی تھی۔

"آیئے میں آپ کو اپنی ماما اور باقی لوگوں سے بھی ملواتی ہوں۔" انا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اس کے ساتھ چل دی۔

"کب سے آپ کی ولید سے دوستی ہے؟" اس نے چلتے چلتے پوچھا۔

"میرا ایک بار ایکسیڈنٹ ہو گیا تو ولید نے کافی ہیلپ کی تھی بس تب سے ہی دوستی ہو گئی ہماری۔"

"ہوں۔" انا کے اندر ایک دم جیسے سناٹے سے اترے تھے۔

وہ اس کو لے جا کر باقی لوگوں سے ملوانے لگی تھی اور پھر کچھ لڑکیوں کے پاس بٹھا کر ان کو کاشفہ کو کمپنی دینے کا کہہ کر وہ واپس ہال سے نکل آئی تھی۔ اس کے اندر ایک دم شدید حبس پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے دھیان میں ہی برائیڈل روم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب برائیڈل روم سے نکلتے ولید سے بری طرح ٹکرائی تھی۔

''اف......'' اس نے اپنا سر تھاما تھا۔

''اوہ...... چوٹ تو نہیں لگی۔'' ولید نے پوچھا تو وہ ولید کی آواز سن کر چونکی نفی میں سر ہلا دیا۔

''کاشفہ ٹھیک ہے۔'' وہ کچھ اور پوچھ رہا تھا انا کے اندر ایک شدید طوفان برپا ہوا اس نے سختی سے لب دانتوں تلے دبا لیے۔

''کیا بات ہے پریشان ہو؟'' وہ اس کا چہرہ دیکھتے پوچھ رہا تھا۔ انا نفی میں سر ہلاتے تیزی سے اس کی سائیڈ سے ہوتے برائیڈل روم میں گھس گئی تھی۔

''حیرت ہے اسے کیا ہوا؟'' ولید پرسوچ نظروں سے اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔

❁......❁......❁
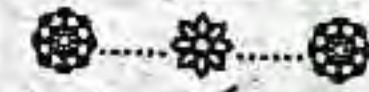
رخصتی ایک بجے کے قریب ہوئی تھی۔ ماں جی سجاد بھائی کے ساتھ جلدی چلی گئی تھیں۔ جبکہ بھابی اور دریہ رک گئی تھیں۔ انا نے مہرالنساء بیگم سے شہوار کو رات اپنے ہاں ٹھہرانے کی اجازت لے لی تھی۔

کاشفہ جلدی چلی گئی تھی وہ جب تک وہاں موجود رہی تھی انا کو اپنے اندر ہول سے اٹھتے محسوس ہوتے رہے تھے۔ کاشفہ کے جاتے ہی اس نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ دودھ پلائی کی رسم میں انا نے اپنے ساتھ شہوار کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔ شہوار منع کرتی رہ گئی تھی مگر صبوحی بیگم کے اصرار پر پھر اسے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ احسن نے دونوں کو بیس ہزار دیے تھے جو صبوحی بیگم کے اصرار پر دونوں نے بانٹ لیے تھے۔ شہوار ان لوگوں کے خلوص پر بہت حیران ہوئی تھی۔ مجموعی طور پر یہ شادی بڑی خوشگوار سی گزری تھی۔ رخصتی کے بعد یہ لوگ گھر آ گئے تھے جبکہ مصطفیٰ ہال سے ہی دریہ اور بھابی کو لے کر گھر چلا گیا تھا۔

گھر آ کر دونوں چینج کر کے روشی کے پاس لاؤنج میں آ گئی تھیں۔ زیادہ تر مہمان ہال سے ہی رخصت ہو گئے تھے جو چند ایک تھے گھر آتے ہی وہ سونے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔ روشی کنفیوژ تھی شہوار اس کے پاس کافی دیر تک بیٹھی اس کا دل بہلاتی رہی تھی جبکہ انا مہمانوں کے سونے کے انتظامات میں لگ گئی تھی۔ اڑھائی بجے جا کر روشی کو کمرے میں پہنچانے کا مرحلہ آیا تھا۔

''تم میرے ساتھ ساتھ رہنا دیکھنا احسن بھائی سے کیسے نیگ نکلواتی ہوں۔'' روشی کو کمرے میں بٹھا کر وہ دروازے کے پاس جم گئی تھی۔ شہوار بے اختیار ہنس دی تھی۔

''تم پہلے ہی ان سے اتنے نکلوا چکی ہو کچھ اللہ کا خوف کرلو انہوں نے گھر سے ہی نکال دینا ہے۔'' اس نے ڈرانا چاہا۔ تبھی احسن اپنے کمرے کی طرف آ گیا تھا۔

''تم ادھر کیا کر رہی ہو۔'' انا کو کمرے کے دروازے پر جمے دیکھ کر اس نے گھور کر کہا۔

''پہلے کمرے میں داخل ہونے کا نیگ نکالیں پھر اندر جانے دوں گی۔'' انا نے تقاضا کیا تھا احسن نے گھورا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

دل کے رشتے

سویرا فلک

پھول خوشبو کو ہوا میں ذرا گہرا لکھنا
سات رنگوں میں کبھی اس کا سراپا لکھنا
تتلیاں رنگ لیے پھرتی ہیں چاروں جانب
کتنا مشکل ہے بہاروں کا قصیدہ لکھنا

''آخر کیوں؟''

''کچھ پتا بھی تو چلے؟''

''کوئی تو وجہ ہوگی بھئی......'' جس نے بھی سنا تھا وہ انگشت بدنداں تھا۔ ہر جانب سے سوالوں کی بوچھاڑ ہو چلی تھی مگر جواب ندارد۔

''عادل نے ہانیہ سے شادی سے انکار کر دیا تھا۔'' یہ خبر بریکنگ نیوز کی طرح ہر جانب ہلچل مچا گئی تھی۔

''تم نے پوچھا نہیں آخر کیا وجہ ہے؟'' ہانیہ کے والد شاکر صاحب نے بے چینی سے ہتھیلیاں ملتے ہوئے اپنی بیگم سے پوچھا۔

''پوچھا تھا مگر انہوں نے کہا کہ انہیں خود نہیں معلوم۔'' آمنہ بیگم نے اپنے مسلسل گرتے آنسوؤں کو پلو سے پونچھتے ہوئے کہا۔

''کیا بکواس ہے یہ...... تم ملاؤ فون میں خود بات کرتا ہوں صاحبزادے سے۔ یہ کیا ڈرامہ رچایا ہوا ہے؟'' شاکر صاحب کا غصہ سوا ہونے لگا تھا۔

''عادل نہیں ہے یہاں وہ کل رات ہی کی فلائٹ سے ارجنٹ میٹنگ کے لیے اسلام آباد چلا گیا تھا۔'' آمنہ بیگم نے ہچکیوں میں جواب دیا۔

''چلا گیا یا بھاگ گیا...... ڈرامہ باز فراڈیا کہیں کا۔ ہماری عزت کا تماشہ بنا کر خود روپوش ہو گیا۔ تم فون ملاؤ میں پوچھوں تو سہی یہ کیا حرکت ہے؟ یہ شریفوں کے اوصاف تو نہیں ہیں۔'' شاکر صاحب اب غصے سے ہانپنے لگے تھے آمنہ بیگم ان کی حالت دیکھ کر گھبرا گئیں۔

''آپ خود کو سنبھالیے بی پی ہائی ہو رہا ہے طبیعت بگڑ جائے گی۔ میں حمید بھائی اور رفعت بھابی سے بات کر چکی ہوں مگر انہیں حقیقتاً کچھ علم نہیں وہ خود اس اچانک پیدا ہونے والی صورت حال سے پریشان ہیں۔ رفعت بھابی بتا رہی تھیں کہ عادل کی آفس سے واپسی کے فوراً بعد ہی آفس سے کال آ گئی تھی کہ اسے کسی ارجنٹ میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہوگا آپ کو تو پتا ہی ہے وہ اکثر جاتا رہتا ہے اس کی جاب کی نوعیت ہی ایسی ہے۔ وہ لوگ شام میں آئیں گے اور تفصیل سے بات کریں گے۔'' آمنہ بیگم نے گولی اور پانی کا گلاس شاکر صاحب کو تھمایا تو انہوں پانی

کے ہمراہ گولی کھا کر بیڈ کے سرہانے سے سر ٹکا دیا۔

"میں نے آپا بیگم اور فریدہ کو بھی بلا لیا ہے۔" آمنہ بیگم ان کے برابر میں آ بیٹھی تھیں۔

"اللہ کی پناہ بیگم! آپ بھی حد کرتی ہیں' لوگ ایسی باتوں پر پردہ ڈالتے ہیں کہ بدنامی نہ ہو اور آپ سارے شہر میں ڈھول بجوا کر بلاوا دے رہی ہیں کہ آؤ تماشہ دیکھو۔" وہ ایک بار پھر اٹھ بیٹھے تھے۔ غصے سے ان کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔

"آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں' اول تو ایسی باتیں چھپتی ہی نہیں ہیں اور اگر خدانخواستہ بات بننے کے بجائے بگڑ گئی تب بھی تو آج نہیں کل انہیں پتا چلنا ہی ہے آج ہم نہیں بتائیں گے تو کل دوسروں کے منہ سے سن کر ان کا منہ بن جائے گا ہمیں بھنک بھی نہیں لگنے دی' آپ لوگ ہمیں اپنا نہیں سمجھتے اور درحقیقت وہ تو ہمارے اپنے ہی ہیں۔ چار لوگ جمع ہوتے ہیں تو اچھی بُری باتیں تو کہتے ہی ہیں۔ برداشت کرنا پڑتا ہے اور اچھا ہے ذرا سمدھیانے پر بھی رعب رہتا ہے کہ بھئی ان کے آگے پیچھے کوئی ہے۔" آمنہ بیگم نے بڑی رسانیت سے انہیں سمجھایا۔

"ہاں اور کوئی الٹی سیدھی بات ان کے منہ سے نکل گئی تو آپ اپنا فلسفہ لے کر بیٹھی رہیے گا۔" شاکر صاحب' بیگم سے بالکل بھی متفق نہ تھے۔

"شاکر صاحب جو نصیب میں ہوتا ہے وہ تو ہو کر رہتا ہے پھر چاہے ہم تقدیر اور قسمت کو کوسیں یا اپنے دل و دماغ کے فیصلوں کو۔ ہمارا کام اور اختیار بس دعا تک ہے۔ خدارا آپ شانت ہو جائیے اور دعا کیجیے۔ میں شام کی تیاری کرنے جا رہی ہوں۔" آمنہ بیگم نے انہیں شانوں سے پکڑ کر تکیہ پر لٹایا اور خود کھڑکیوں پر پردے ڈال کر باہر چلی گئیں۔ شاکر صاحب آنکھیں موند کر اگلی حکمت عملی پر غور کرنے لگے۔

❀......❀......❀

ہانیہ اور عادل کی منگنی دو سال پہلے ایک چھوٹی مگر بھرپور تقریب میں ہوئی تھی۔ دونوں خاندان اپر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ ہانیہ کو عادل کی بہن نرمین نے ایک سسرالی تقریب میں دیکھ کر اکلوتے بھائی کے لیے پسند کیا تھا۔ عادل نے ایم بی اے کر رکھا تھا اور ایک پرائیوٹ فرم میں منیجر کے عہدے پر فائز تھا جبکہ ہانیہ ایم اے اکنامکس کر رہی تھی۔ شکل و صورت کے لحاظ سے دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے۔ مناسب خدوخال کے گندمی رنگت والے عادل کو ہانیہ کی فیملی نے فوراً ہی پسند کر لیا تھا جبکہ تیکھے نین نقوش اور صبیح رنگت والی' نازک سی ہانیہ' عادل اور اس کے گھر والوں کو بہت ہی بھائی تھی۔ اس لیے دونوں فیملیز نے ضروری اور ابتدائی معلومات اور چھان بین کے بعد باہمی رضامندی سے یہ رشتہ طے کر دیا اور شادی ہانیہ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد یعنی دو سال بعد طے پائی تھی۔ منگنی کے تھوڑے عرصے بعد نرمین کی مدد سے آہستہ آہستہ عادل اور ہانیہ میں بات چیت ہونے لگی۔ گھر کے مرد تو نہیں البتہ آمنہ بیگم اور رفعت دونوں اس رابطے سے باخبر تھیں اور نرمین کے کہنے پر یہ سوچ کر خاموش تھیں کہ آج کل انڈر اسٹینڈنگ کے لیے تھوڑا بہت رابطہ ضروری ہے کیونکہ ویسے بھی شادی میں کافی عرصہ باقی ہے۔ آہستہ آہستہ یہ ٹیلی فونک رابطہ کچھ عادل کی خواہش کے باعث اور کچھ ہانیہ کی چاہت کے سبب چھوٹی موٹی خفیہ ملاقاتوں میں ڈھلنے لگا۔ عادل ہفتے میں ایک بار یونیورسٹی ٹائمنگ میں ہانیہ کو پک کر لیتا تو دونوں کسی ریسٹورنٹ میں چائے کافی اور سینڈوچز کے ساتھ اپنے جذبات و احساسات ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے اور پھر عادل اسے گھر سے کچھ دور ڈراپ کر دیتا اور گھر والے یہی سمجھتے کہ ہانیہ یونیورسٹی سے واپس آ رہی ہے۔ بڑھتی ہوئی ملاقاتوں اور رابطوں نے دونوں کے درمیان فاصلے کسی قدر کم کر دیئے تھے مگر دونوں ہی میچور تھے اور شریف پڑھی لکھی' مہذب فیملیز سے تعلق رکھتے تھے تو کبھی بھی حد سے آگے نہ بڑھنے کے عزم پر قائم تھے۔

رابطے بڑھے تو دونوں نے ایک دوسرے کی سوچ اور مزاج سے بھی کافی حد تک آگاہی حاصل کر لی اور دونوں

اپنے اس اقدام سے مطمئن تھے کہ یہ شناسائی ان کی آگے آنے والی زندگی میں ان کی معاون ثابت ہوگی۔ گزرتے وقت کے ساتھ ٹیلی فونک گفتگو ہی روزانہ کی بنیادوں پر ہونے لگی۔ اب دونوں روز مرہ روٹین ایک دوسرے سے شیئر کرتے۔ پرسنل اور خاندانی معاملات ڈسکس کرتے ملاقاتوں میں گیپ بھی بتدریج کم ہونے لگے۔ تحائف کا تبادلہ بھی ہونے لگا۔ اسی اثناء میں ڈیڑھ سال گزر گیا اور شادی کی تاریخ ٹھہرا دی گئی۔ دونوں بہت خوش تھے کہ اب ملن کی گھڑیاں دور نہیں' پھر جانے کیا ہوا کہ ہانیہ کو محسوس ہوا عادل اس سے کترانے لگا ہے۔ وہ میسج کرتی تو وہ دس میسجز پر ایک جواب کرتا وہ کال کرتی تو وہ پانچ بار کی کالز کو ریجیکٹ کر کے چھٹی کال پر "آئی ایم بزی ہانیہ' بعد میں بات کرتا ہوں" کہہ کر فون بند کر دیتا اور ملاقاتوں کا سلسلہ تو تقریباً ختم ہی ہو گیا تھا۔ ہانیہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر ایسا کیا ہوا ہے کہ عادل اس طرح اسے نظر انداز کرنے لگا ہے۔ اس نے عادل سے بارہا پوچھا تو وہ ٹال گیا۔

"تم بلاوجہ محسوس کر رہی ہو' ایسی کوئی بات نہیں۔" اور پھر جب ہانیہ نے اس کے مسلسل گریز سے تنگ آ کر وجہ بتانے کے لیے اصرار کیا تو اس نے نہایت درشتی سے اسے جھڑک دیا۔

"جب تمہیں کہہ دیا ہے کہ کوئی بات نہیں تو کیوں میرے پیچھے پڑی ہو۔ میری زندگی میں تمہارے علاوہ بھی دیگر بہت سے کام ہیں' مصروف رہتا ہوں۔ تمہارے لیے فارغ نہیں پھرتا ہوں کہ سارے کام دھندے چھوڑ کر تمہاری سنتا رہوں۔" اس قدر توہین آمیز لہجے اور جواب پر ہانیہ سُن ہو کر رہ گئی۔ جو ایک سبب وہ خود اخذ کر پائی وہ یہی تھا کہ عادل کی زندگی میں ہانیہ کی جگہ اور کسی نے لے لی ہے۔ وہ گڈ لکنگ تھا' اچھی پوسٹ پر تھا' ایک سے ایک طرح دار لڑکی اس کے آفس میں موجود تھی۔ مبادا کسی آفس کولیگ سے اس کے راہ و رسم ہو گئے ہوں۔ ایسے میں وہ کیا کرے کیا نہ کرے ابھی وہ اسی مخمصے میں تھی کہ اچانک یہ روح فرسا خبر ملی کہ عادل نے شادی سے ہی انکار کر دیا ہے۔ سب ہی اس سے وجہ جاننا چاہ رہے تھے مگر وہ تو خود لاعلم تھی کسی کو کیا بتاتی۔ اب تو سب کی طرح وہ بھی دل تھامے عادل کی فیملی کی آمد کی منتظر تھی کہ اب وہ اپنے ساتھ کیا مدعا لے کر آتے ہیں۔

❀......❀......❀

آمنہ بیگم پوری تندہی سے شام کی تیاریوں میں مگن تھیں' لوگ زیادہ تھے اس لیے کھانے پینے سے لے کر اٹھنے بیٹھنے تک کے انتظامات خود اپنی نگرانی میں کروا کر وہ ہانیہ کو تیار ہونے کا کہنے اس کے کمرے میں چلی آئیں۔ گم صم سی ہانیہ کو دیکھ کر ان کا کلیجہ جیسے منہ کو آنے لگا۔ ماں کی ممتا تڑپ اٹھی انہوں نے اپنی اکلوتی لختِ جگر کو آغوش میں بھر لیا تو ہانیہ سسک اٹھی۔ ہانیہ کے ساتھ ساتھ آمنہ بیگم کی آنکھوں سے بھی اشک رواں ہو گئے۔ کتنی ہی دیر کمرہ دونوں ماں بیٹی کی سسکیوں سے گونجتا رہا۔ دل کا غبار کچھ کم ہوا تو آمنہ بیگم نے ہانیہ کا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں تھام لیا۔

"میری گڑیا یہ وقت صبر کا ہے' آزمائش کی اس گھڑی میں ہمیں ثابت قدم رہنا ہے اور میری بیٹی تو بہت ہمت والی اور بہادر ہے۔ جو کچھ بھی ہو وقت جو بھی فیصلہ کرے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جان کر راضی رہنا ہے بیٹا! اب اٹھو ہاتھ منہ دھو کر تیار ہو جاؤ۔ مہمان آنے ہی والے ہیں اور تمہیں اپنے آپ کو کمزور اور بکھرا ہوا نہیں دکھانا ہے۔ ٹھیک ہے نا...... چلو شاباش فریش ہو جاؤ۔" خود بے پناہ واہموں اور خدشات میں گھری آمنہ بیگم نے اپنی لاڈلی کو تسلی دی۔ وہ جانتی تھیں کہ اب وہ طوفان میں گھر چکی ہیں' انہیں بیک وقت کئی محاذوں پر لڑنا تھا اور اس کے لیے انہیں خود بھی مضبوط ہونا تھا اور ہانیہ کو بھی مضبوط کرنا تھا۔ انہیں خبر تھی کہ اس ناگہانی افتاد پر کڑے صبر کی ضرورت ہے۔

"یا اللہ ہماری مدد کرنا کیونکہ بس تُو ہی ہمارا پہلا و آخری سہارا ہے۔" انہوں نے آنکھیں میچ کر دل کی گہرائیوں سے اپنے رب کو پکارا کہ اسی اثناء میں دروازے پر دستک ہوئی تو انہوں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

❀......❀......❀

"یہ کیا ہوگیا ہے باجی؟" آمنہ بیگم کی چھوٹی بہن فریدہ ان کی نم آنکھیں دیکھ کر ان کے گلے لگ گئیں۔

"مجھے خود نہیں معلوم فریدہ کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہوگیا' بس تم دعا کرو سب ٹھیک ہوجائے۔ مجھ سے ہانیہ کی حالت دیکھی نہیں جارہی۔" آمنہ بیگم بہن کے شانے سے لگی سسک رہی تھیں۔

"آپ ہمت رکھیں باجی! اللہ سب خیر کرے گا' ورنہ آپ کی ایسی حالت دیکھ کر تو ہانیہ اور گھبرا جائے گی۔ ویسے ہانیہ ہے کہاں؟" فریدہ نے بہن کے ہاتھ تھام لیے تھے۔

"تیار ہورہی ہے' مہمان آنے والے ہیں نا' اچھا تم یہاں بیٹھو۔ ہانیہ اکیلی تھی تو میں آ گئی اب ذرا کچن میں جاکر دیکھوں کہ صغراں نے تیاری کرلی ہے یا نہیں؟" آمنہ بیگم کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ محض پانچ منٹ بعد ہانیہ تیار ہوکر باہر آ گئی۔

"آنی......" اپنی سہیلی جیسی خالہ کو دیکھ کر ہانیہ ایک دم فریدہ کے گلے سے لگ گئی۔

"آنی کی جان۔" فریدہ نے من موہنی صورت والی معصوم بھانجی کا ماتھا چوما اور اسے بانہوں میں بھرلیا پھر نرمی سے اس کے بال سہلانے لگیں۔ ہانیہ کا دل پھر سے بھرآیا تھا۔ فریدہ نے ہی اسے من کا غبار کم کرنے کا موقع دیا۔

"ہانیہ...... میری بچی!" لرزتی کانپتی آواز پر ہانیہ نے پلٹ کر دیکھا اور یکدم کھڑی ہوگئی۔

"پھپھو......" ہانیہ آپا بیگم کے گلے جا لگی اور آپا بیگم نے اپنی عزیز بھتیجی کو بھینچ لیا اور اس کے ساتھ خود بھی تڑپنے لگیں۔ عجیب منظر تھا' کمرے میں داخل ہوتی آمنہ بیگم لمحہ بھر کو ساکت ہوگئیں۔ اپنوں کا دکھ درد کیسا سانجھا ہوتا ہے۔ چوٹ ایک کو لگے تو دوسرے کو درد ضرور ہوتا ہے۔ آمنہ بیگم نے دروازہ لاک کردیا کہ مبادا کوئی اندر نا آجائے اور ایک نئی کہانی شروع ہوجائے۔

"میں نے تمہیں سمجھایا تھا نا ہانیہ یوں رودھو کر خود کو ہارا ہوا اور ٹوٹا ہوا نہیں دکھانا ہے۔ خود کو سمیٹو گڑیا! جاؤ اپنا حلیہ درست کرکے واپس آؤ۔" آمنہ بیگم نے ہانیہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر واش روم چلی گئی۔ وہ ماں کو اور پریشان نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"آپ لوگ آرام کریں' صغراں ڈرائنگ روم کی صفائی کرلے تو پھر وہیں چل کر بیٹھتے ہیں۔" آمنہ بیگم نے فریدہ اور آپا بیگم کو ٹرے میں رکھ کر پانی کے گلاس پیش کیے۔

"میں کہتی تھی نا آمنہ! یہ رشتے بڑے نازک ہوتے ہیں' بہت سوچ سمجھ کر چلنا پڑتا ہے۔ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے لیکن آج کل جانے یہ کیا نیا چلن چل نکلا ہے انڈرسٹینڈنگ کا ارے کیا ہمارے زمانے میں شادیاں نہیں ہوتی تھیں۔ تصویر تک نہ دیکھتے تھے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کی مگر ماشاء اللہ ساری عمر نبھا کرتے تھے اور آج میل ملاپ اور گفت وشنید کے باوجود چند ماہ میں طلاقوں کی نوبت آجاتی ہے۔ بے حیائی کو آزاد خیالی کا نام دے کر لڑکے لڑکیاں خود اپنی عزتیں داؤ پر لگائے ہوئے ہیں۔" آپا بیگم جانے کب سے بھری بیٹھی تھیں۔

"میں کیا کرتی آپا! اگر رابطہ نہ کرنے دیتی' پابندیاں عائد کرتی تو لوگ کہتے کہ جانے کیا چھپانا چاہ رہے ہیں جو آج کل کے زمانے میں ایسی سختیاں کررہے ہیں۔" آمنہ بیگم نے بے بسی سے ہونٹ بھینچے۔

"یہی حقیقت ہے باجی! آج کل اگر بچوں پر زیادہ پابندیاں عائد کی جائیں تو وہ باغی ہوجاتے ہیں۔ منگنی کے بعد تھوڑا بہت رابطہ ضروری ہے تاکہ بعد میں لڑکے یا لڑکی کو یہ شکایت نہ ہو کہ ہم ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے یا ہمارے مزاج نہیں ملتے اس لیے ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق نہ چلا جائے تو دنیا کو کھوج لگ جاتی ہے کہ جانے کون سا راز چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے۔" فریدہ نے بہن کا ساتھ دیا تو آپا بیگم نے منہ پھیر لیا اور آمنہ بیگم بے بسی کی مورت بنی یہ سوچتی رہیں کہ بات پھیلتی ہے تو کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں' کس کس کا منہ بند کریں گی وہ' کس کس کو جواب دیں گی۔ ان کی بیٹی کی عزت اور زندگی داؤ پر لگی ہوئی تھی ان کی جان سولی پر اٹکی ہوئی تھی۔ بے قصور سزا بھگتنے کا درد حلق کے راستے سینے تک اتر گیا۔ آمنہ بیگم اپنی کراہیں چھپانے کے لیے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی تھیں۔

❁......❁......❁

"بھائی صاحب آپ یقین کریں' جو کچھ بھی ہوا وہ میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔ ہانیہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہے۔ ہم بھی بیٹیوں والے ہیں' جانتے ہیں کہ ایسی صورتحال میں بیٹی کے ماں باپ پر کیا گزرتی ہے۔ آمنہ بھابی ہم خود عادل کی اس حرکت پر بے حد شرمندہ ہیں۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ میں خود شاک ہوگئی اور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں۔ یقین مانیں جب سے وہ گیا ہے تین چار بار اس کا فون آیا ہے مگر میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔" رفعت واقعی خود بھی رنجیدہ تھیں۔

"باجی اور بھائی صاحب کی تو نیندیں اڑی ہوئی ہیں اور معاملہ کچھ ایسے الجھا ہوا ہے گویا کوئی معمہ ہو۔" فریدہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"بھابی! رفعت تو آپ لوگوں کو ابھی کچھ بتانا نہیں چاہ رہی تھیں کہ ظاہر ہے آپ لوگ وجہ پوچھیں گے اور ہمیں تو اس نالائق نے خود ہی مخمصے میں ڈال رکھا ہے اور ایک ہی رٹ لگائی ہوئی ہے کہ آ کر بتاؤں گا۔ نابنجار کہیں کا' ہمیں اس عمر میں رسوا کروا رہا ہے۔ ہم خود آپ کی دل آزاری نہیں کرنا چاہ رہے تھے لیکن آپ کو آگاہ کرنا اس لیے ضروری تھا کہ آپ اچانک کسی غیر معمولی صورت حال کا سامنا کرکے گھبرا نہ جائیں' جوان اولاد ہے شاکر بھائی! ہم سمجھا سکتے ہیں' ناراض ہوسکتے ہیں' ڈانٹ ڈپٹ بھی کرسکتے ہیں مگر اس کے ساتھ گتھم گتھا نہیں ہوسکتے۔ ہماری طرف سے آپ بالکل بے فکر رہیے' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اب وہ آجائے تو بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ امید ہے مسئلہ سامنے آئے گا تو اس کا حل بھی مل جل کر نکال ہی لیں گے۔" حمید صاحب نے تسلی دی تو شاکر صاحب کو ان کا مثبت رویہ اور ہمدردی دیکھ کر کچھ ڈھارس ہوئی۔ ان کا از حد خراب موڈ بھی بحال ہونے لگا۔

"چلو بھئی بیگم کچھ کھلانے پلانے کا موڈ ہے یا ایسے ہی بھوکا مارنا ہے۔" شوہر کی طبیعت بحال ہوتے دیکھی تو آمنہ بیگم کے دل کو بھی اطمینان ہوا اور ان کا موڈ بھی خوشگوار ہوگیا۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں کہ خدانخواستہ میں نے آپ کے کھانے پینے پر پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ مہمانوں کا تو بہانہ ہے مینو تو آپ نے اپنی پسند کا ہی بنوا رکھا ہے۔"

"بھئی بہانے تو تلاش کرنا پڑتے ہیں جب بیگم صاحبہ ڈاکٹر سے بھی زیادہ پرہیز کروانے پر تل جائیں' کیوں بھائی صاحب!" شاکر صاحب نے حمید صاحب کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ارے بھابی ہماری بیٹی کو تو بلوائیے کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہی۔" رفعت نے ارد گرد نگاہیں دوڑائیں۔

"وہ ذرا کچن میں ہے میں جاکر ٹیبل لگواتی ہوں اور اس کو آپ کے پاس بھیجتی ہوں۔" آمنہ بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آپ لوگ ٹھنڈا لیں نا۔" آپا بیگم نے فریدہ کو مشروبات پیش کرنے کا اشارہ کیا اور خود بھاوج کی مدد کے لیے کچن کی جانب چل دیں۔

❁......❁......❁

پندرہ دن' پندرہ سال کے برابر لگ رہے تھے' لمحہ لمحہ سرکتی گھڑیاں ہانیہ کی بے چینی کو اور بڑھا رہی تھیں گو کہ عادل کی فیملی کے مثبت رویہ کے باعث اسے بھی کچھ ڈھارس ہوگئی تھی مگر دل کسی انجانے ڈر اور خوف کے باعث جیسے بیٹھا جارہا تھا۔ اوپر سے عادل کی بے اعتنائی اور حد درجہ گریز اس کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی عادل ہے جو صبح اٹھتے اس کی آواز سنتا تھا اور ہانیہ کی آواز سنے بغیر اس کی صبح نہیں ہوتی تھی اور جب تک رات میں ہانیہ اسے گڈ نائٹ کا میسج نہ کرتی بقول عادل کے اسے نیند ہی نہیں آتی تھی اور آج عادل پچھلے پانچ دن سے اس کا فون ریسیو کرنا تو درکنار اس کے کسی میسج کا

جواب بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کتنی بار فیس بک پر عادل کو آن لائن دیکھا مگر وہ جیسے ہی اسے میسج بھیجتی عادل کا اسٹیٹس آف لائن شو ہونے لگتا۔ توہین اور ذلت کے شدید احساس کے باوجود ہانیہ نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اسے ای میل کی کہ "آخر کیا وجہ ہے آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کررہے ہیں۔ ایسی کیا غلطی، کیا گناہ ہوگیا ہے مجھ سے۔" مگر عادل ہنوز مکمل خاموش تھا۔ عادل کا توہین آمیز رویہ اس کی برداشت سے باہر ہوتا جارہا تھا۔ اس نے نرمین سے بات کی کیونکہ عادل اس سے ہر بات شیئر کرتا تھا' دونوں بہن بھائیوں میں بہت دوستی تھی۔

"اس نے ہم میں سے کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا ہانیہ! وہ مسلسل یہی کہہ رہا ہے کہ آ کر بتاؤں گا' زیادہ اصرار کرو تو وہ لائن کاٹ دیتا ہے۔ اب ہمارے پاس انتظار کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ تم بس دعا کرو جو بھی ہو اچھا ہو' اس کے لیے بھی تمہارے لیے بھی۔ میں بھی یہی دعا کررہی ہوں اور اتنا ٹینشن مت لو تمہارے والدین تمہاری ایسی حالت دیکھ کر مزید پریشان ہوجائیں گے۔ ڈونٹ وری ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ جو ہوگا اسے ہمیں اللہ کی رضا جان کر قبول کرنا ہے کیونکہ اسی میں ہماری بہتری چھپی ہے۔" نرمین نے اسے تسلی دی تو اس نے خاموشی سے موبائل آف کردیا۔

❁......❁......❁

وقت کا کام گزرنا ہے سو وہ گزر ہی گیا' پندرہ دن بعد عادل واپس آ گیا اور واپسی کے دوسرے دن ہی وہ اپنی فیملی کے ہمراہ ہانیہ کے گھر چلا آیا۔ ہر کوئی دھڑکتے دل کے ساتھ منتظر تھا کہ ایسی کیا بات ہے جس کے باعث اس نے اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا۔ عادل' ہانیہ کے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا' سب کی نظریں اس پر مرکوز تھیں۔ سب مکمل طور پر ہمہ تن گوش تھے' کمرے میں مکمل سکوت طاری تھا' بالآخر عادل نے ایک گہری سانس لے کر جمود توڑ ڈالا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس وقت ہانیہ بھی ہمارے درمیان موجود ہو۔"

"صاحبزادے تم ہمارے ضبط کو مت آزماؤ۔" شاکر صاحب بھڑ اٹھے تھے' ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس شخص کو قتل کروا لیں جس نے ان کی لاڈلی کی زندگی کو کھیل بنا دیا تھا۔

"عادل یہ کیا ڈرامہ ہے' ختم کرو یہ تماشہ اور حد ہوتی ہے کسی بات کی۔ کیوں تم نے ہم سب کو اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔" اب کی بار نرمین نے اسے بری طرح ڈپٹ دیا۔ اس نے واپس آ کر بھی اپنی رٹ قائم رکھی ہوئی تھی کہ بیٹھ کر بات کروں گا۔

"آپ لوگ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں' ہانیہ کو یہاں بلوانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ کل وہ مجھ پر یہ الزام عائد نہ کرے کہ میں نے کچھ غلط بیانی کی ہے جو بات ہے آج ہی سب کے سامنے ہوجائے۔ مجھے بھی شوق نہیں ہے کہ میں روز روز عدالت لگاؤں اور آپ لوگ میرا موقف سنے اور جانے بغیر مجھے اس طرح ٹریٹ کیوں کررہے ہیں' میں غلط نہیں ہوں حق پر ہوں۔ اس لیے یہاں بیٹھا ہوں اور یقین کریں آپ سب کو اپنی جانب سے کلیئر کرکے ہی اٹھوں گا۔" عادل نے اپنی بات مکمل کرکے آمنہ بیگم کی طرف دیکھا تو وہ اس کی نگاہوں میں چھپے پیغام کو سمجھ گئیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا! میں ہانیہ کو بلوا لیتی ہوں۔ میری بیٹی بہت باہمت اور بہادر ہے وہ ہر طرح کے حالات کا سامنا کرے گی۔"

پندرہ منٹ کی تاخیر کے بعد ہانیہ کمرے میں داخل ہوئی' آپا بیگم اور فریدہ آنی نے اسے اپنے درمیان بٹھا لیا۔ عادل سامنے کے ہی صوفوں پر نرمین کے ساتھ براجمان تھا۔ ہانیہ نے کن انکھیوں سے بھیگی ہوئی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا' بلیک پینٹ اور لائٹ بلو شرٹ میں وہ ہمیشہ ہی ہانیہ کو بہت اچھا لگتا تھا مگر آج اس کی بڑھی ہوئی شیو اور سرخ آنکھیں اسے تھکا ہوا دکھا رہے تھے۔ نیند کی کمی سے سرخ ہوئی آنکھوں سے وہ ہانیہ کو ہی دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ اس کے لیمن کلر کرتے کی طرح زردی مائل ہو رہا تھا مگر آج

عادل کی نظروں میں ہانیہ کے لیے محبت کی وہ الوہی چمک نہیں تھی جو کبھی ہانیہ کو دیکھ کر پیدا ہوتی تھی' ہانیہ نے آنکھیں جھکا لیں۔

"برخوردار! اگر آپ کی تمام شرائط پوری ہوگئی ہوں تو آپ ہم لوگوں پر رحم فرما کر اپنا فضول مدعا بیان کرنے کی زحمت گوارا کریں گے۔" حمید صاحب کو بھی بیٹے کی احمقانہ حرکتوں پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ باپ کی تنبیہ پر عادل نے ایک گہرا سانس لیا' پھر سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے گلاس میں موجود پانی کو ایک ہی سانس میں خالی کرکے سب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔

"میں جانتا ہوں آپ سب میرے ہانیہ سے شادی نہ کرنے کے فیصلے کو لے کر نہ صرف پریشان ہیں بلکہ میری طرف سے ازحد بدگمان بھی ہیں مگر آپ سب سے زیادہ پریشان اور بدگمان میں ہوں۔" ہانیہ نے بے چین ہوکر پہلو بدلا تو اس نے اپنا رخ ہانیہ کی جانب ہی کرلیا۔

"ہانیہ میں جانتا ہوں کہ سب کی طرح میری مسلسل اگنورنس پر تمہیں بھی پہلا خیال یہی آیا ہوگا کہ اب میں کسی اور کو پسند کرنے لگا ہوں' لیکن تم جانتی ہو......تم غلط ہو۔" ہانیہ کے ساتھ نرمین بھی چونک گئی کیونکہ حقیقتاً انہیں عادل کے اچانک انکار کی وجہ یہی لگ رہی تھی کہ وہ کہیں اور انٹرسٹڈ ہوگیا ہے۔

"آپی مجھے ہانیہ آج بھی ویسے ہی پسند ہے جیسے اس روز آئی تھی جب آپ نے اسے میرے لیے پسند کیا تھا اور مجھے اس کی تصویر دکھائی تھی مگر اب میں اس کے سنگ زندگی گزارنے کی تمنا نہیں رکھتا اور اس کی وجہ میری ذات میں کوئی بدلاؤ نہیں بلکہ ہانیہ کا وہ چھپا ہوا باطن ہے جو میرے سامنے اب آیا ہے۔ ہانیہ کی شکل وصورت ضرور دل موہ لینے والی ہے لیکن اس کا دل سیاہ ہے' اس کا سراپا جتنا دلکش ہے اس کی سیرت اسی قدر مسخ ہے۔ میں کیا دنیا کا کوئی بھی مرد جو ایک خوشگوار زندگی گزارنا چاہتا ہو جانتے بوجھتے کبھی بھی ہانیہ جیسی لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہے گا کیونکہ سب لوگ جنت کی تمنا کرتے ہیں دوزخ کی آرزو نہیں۔ میرا مقصد قطعاً ہانیہ کی تذلیل یا توہین کرنا نہیں بلکہ آپ لوگوں کو اس کی وہ اصلیت دکھانا ہے جو اب میرے سامنے ظاہر ہوئی ہے۔ آنٹی' انکل ہانیہ کے خیالات اور سوچ جان کر مجھے بھی ایسا ہی دھچکا لگا جیسا آپ لوگوں کو میرے انکار پر لگا۔"

"عادل تمہاری تمہید کافی لمبی ہوگئی ہے اب تم انکار کی وجہ بتاؤ بس......" رفعت نے نمناک نظروں سے آمنہ بیگم اور فریدہ آنی کے ستے ہوئے چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی امی بہتر' میں نے یہ تمہید اپنے بیان اور موقف کو واضح کرنے کے لیے باندھی تھی۔ فریدہ آنی' ہانیہ شکی فطرت کی مالک ہے' ہم جب بھی بات کرتے وہ ہمیشہ میرا حال احوال دریافت کرنے سے پہلے یہ پوچھتی کہ آپ کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟ ہانیہ مجھے سب سے کاٹ کر صرف اپنی ذات تک محدود کرنا چاہتی تھی جیسا کہ ایک پروانہ شمع کے گرد گھومتا ہے۔ وہ میری ذات پر بھی اپنا مکمل تسلط قائم کرنا چاہتی ہے' اس کی ہر بات میں سے شروع ہوکر میں پر ختم ہوجاتی ہے۔ مجھے یہ پسند ہے یہ ناپسند' میری یہ خواہش

حُسن

❁ حسن سیاہ بالوں میں نہیں بلکہ اس پاکیزہ ہالہ میں ہے جو اُن بالوں کے گرد محیط ہے۔

❁ بڑی بڑی آنکھوں میں نہیں بلکہ اس نور میں ہے جو اُن آنکھوں سے پھوٹتا ہے۔

❁ خمدار گردن میں نہیں بلکہ اس کیفیت میں ہے جو ذرا آگے کی طرف گردن جھکانے سے پیدا ہوتی ہے۔

❁ حُسن جسم کی خوب صورتی میں نہیں بلکہ روح کی عظمت میں پوشیدہ ہے۔

❁ حُسن سفید رنگت میں نہیں بلکہ دل کے آئینے کے اُجلے پن میں پنہاں ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

ہے وہ تمنا' میرے خواب ایسے ہیں میری آرزوئیں ویسی' اس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ میں کیا چاہتا ہوں میرے کیا جذبات ہیں' اسے میری ممی پپا کی فکر بھی صرف اس حد تک رہتی ہے کہ وہ شادی کے بعد ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ کوئی روک ٹوک نہ کریں بقول ہانیہ کے ساسوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی حکمرانی کسی طور اپنی بہو کو منتقل نہیں کرنا چاہتیں۔ ڈیٹ فکس ہوجانے کے بعد تو ہانیہ نے میری زندگی اور بھی اجیرن کردی' وہ بڑوں کے درمیان طے ہونے والے ہر معاملے پر ڈسکس کر کے بس یہی اعتراض اٹھاتی رہی کہ آپ کے گھر والے ایسا کیوں کررہے ہیں' وہ یہ رسم کیوں کررہے ہیں؟ ہال فلاں جگہ کیوں بک کرارہے ہیں؟ مجھے فلاں پارلر پسند ہے تو میری بکنگ وہاں کرائیں' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہانیہ ہماری کسی پسند کو اپنانے کے لیے تیار ہی نہیں تو وہ ہم میں ایڈجسٹ کیسے کرے گی۔" عادل کے انکشافات پر شاکر صاحب اور آمنہ بیگم کا سر شرمندگی سے جھکا جارہا تھا' عادل اپنی پھولی ہوئی سانسیں بحال کر کے پھر گویا ہوا۔

"اس کے علاوہ ایک اہم ترین وجہ جس پر قطعی کمپرومائز نہیں ہوسکتا وہ یہ ہے کہ ہانیہ اچھی رازداں نہیں ہے' اس نے اپنی فیملی کے کتنے ہی پرسنل ایشوز مجھ سے ڈسکس کیے ہیں یہ سوچے بغیر کہ بہر حال میں ابھی غیر ہوں تو جب ہانیہ اپنی ہی فیملی کے راز راز نہیں رکھ سکتی تو کل جب ہم اپنی زندگی شروع کریں گے تو یہ ہمارے پرسنل میٹرز کو ہر جگہ ڈسکس کر کے انہیں اچھالتی پھرے گی' آئی ایم سوری انتہائی معذرت کے ساتھ...... ہانیہ نہ تمہیں اپنی عزت کروانا آتی ہے اور نہ دوسروں کی عزت کرنا اور شادی جیسے رشتے کے لیے ایک دوسرے کی ذات کے لیے دل میں احترام اور عزت ہو تو ہی محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت کے پودے کو پروان چڑھانے کے لیے سمجھوتے' اعتبار اور خلوص سے ہی سیراب کرنا پڑتا ہے مگر افسوس تم جیسی لڑکیاں شادی کو بطور فینٹسی لیتی ہیں جبکہ پریکٹیکل زندگی میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو کے مقولے پر نہیں چلتی۔" عادل اٹھ کھڑا ہوا۔

"امید ہے اب آپ لوگوں کو میرے اس انتہائی قدم کی وجہ پتا چل گئی ہوگی آنٹی انکل میں جانتا ہوں میرے اس فیصلے نے آپ کو دکھی کیا ہوگا مگر یہ میری زندگی کا سوال ہے۔" آمنہ بیگم نے حمید اور رفعت کی طرف دیکھا اب ان کی آنکھوں میں ہانیہ کے لیے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ ہانیہ کا جھکا ہوا سر عادل کے سچ کی گواہی دے رہا تھا۔ نرمین بھی گھر والوں کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی' جاتے ہوئے اس نے ملامتی نگاہوں سے ہانیہ کو دیکھا۔

"ہانیہ بی بی! رشتے دل سے بنتے ہیں اور تم انہیں کسوٹی سمجھ کر اپنا دماغ چلانے لگی تھیں۔" آپا بیگم اور فریدہ آنی نے خشمگیں نگاہوں سے ہانیہ کو دیکھا اور ہانیہ کو یوں لگا کہ وہ پل صراط کے عین وسط میں کھڑی ہے اور اس کے پاؤں شل ہوچکے ہیں نہ وہ آگے جاسکتی ہے نہ پیچھے۔ تب شاکر صاحب لڑکھڑاتے قدموں سے ہانیہ کی جانب آئے۔

"جو لڑکیاں اپنے گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتیں اور اپنوں کی عزتوں کو نیلام کرتی ہیں تو ان کے مقدر میں زمانے بھر کی ذلت لکھ دی جاتی ہے۔" ہانیہ کا چہرہ تیزی سے بھیگنے لگا مگر شاکر صاحب کو آج لاڈلی بیٹی سے پیار کے بجائے نفرت محسوس ہورہی تھی پھر انہوں نے آمنہ بیگم کو مخاطب کیا جن کا دم حلق میں اٹکا ہوا تھا۔

"آمنہ بیگم جو مائیں اپنی اولادوں کی پرورش و تربیت میں صبر اور سمجھوتے بھلائی اور برائی کی تمیز کا درس شامل نہیں کرتیں اور انہیں آزادی دیتے وقت ان کی حدود بتانا بھول جاتی ہیں ان کے اور ان کی اولادوں کے نصیب میں رسوائی ہی آتی ہے۔"

حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے آمنہ بیگم اور ہانیہ کی آنکھیں چندھیانے لگیں تو ان کے جھکے سر مزید جھکتے چلے گئے۔

❁

روایتوں کا زہر

سلمیٰ غزل

کچھ اس طرح سے وفا کی مثال دیتا ہوں
سوال کرتا ہے کوئی تو ٹال دیتا ہوں
اسی سے کھاتا ہوں اکثر فریب منزل کا
میں جس کے پاؤں کا کانٹا نکال دیتا ہوں

عیان کی سالگرہ کے دن قریب تھے' عیان میرا اکلوتا بھتیجا جو بڑی منتوں مرادوں سے شادی کے دس سال بعد پیدا ہوا تھا ہر روز کالج سے واپسی پر کائنات بھابی دھنک کے کپڑوں کے لیے یاد دلاتی تھیں مگر کالج سے واپسی پر عموماً وہ تھکن کی وجہ سے سو جاتی تھی آج پھر کھانا کھاتے ہوئے بھائی نے مجھے ٹوکا تو مجھے یاد آیا کہ آج تو مجھے اپنی دوست نازش کے ساتھ بازار جانا ہے۔

"ایک پنتھ دو کاج' جانا تو تھا ہی چلو بھابی کو بھی خوش کردو۔" میں اور نازش ڈولمن مال میں کپڑا پسند کرنے لگے' مجھے عیان کی سالگرہ پر سرخ رنگ کا لباس بنانا تھا ابھی میں کپڑا کٹوانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ پیچھے سے کسی نے ڈارک فیروزی کلر میرے ہاتھ میں ڈال دیا' دھنک نے پلٹ کر دیکھا زین کھڑا مسکرا رہا تھا۔ نازش کے چہرے پر شریری مسکراہٹ تھی میں گھبرا گئی میرے کچھ بولنے سے

پہلے وہ کپڑے کی حسمنٹ کرتا ہوا نکل گیا' میں عجیب طرح کی خجالت اور شرمندگی محسوس کررہی تھی۔
"یہ میرے کزن زین العابدین زئی ہیں' نیوی میں لیفٹیننٹ کمانڈر۔" میں نے ڈرتے ڈرتے نازش کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔
"میں سوچ رہی ہوں تم ٹھہریں دھنک صدیقی اردو اسپیکنگ' یہ قبائلی لوگ تمہارے خاندان میں کب سے شامل ہوگئے؟ کیونکہ زین العابدین کی شکل اور گورا رنگ' قدوقامت چیخ چیخ کر پٹھان ہونے کا پتا دے رہی ہے۔"
"اصل میں بھائی جان کے دوست ہیں اسی رشتے سے میں نے کزن کہہ دیا۔" دھنک نے نازش سے جان چھڑانے کے لیے ایک اور جھوٹ بولا' اب دھنک کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا اور نازش کی طرف دیکھتے ہوئے کھسیانی ہنسی ہنسنے لگی۔ نازش کو ڈراپ کرکے میں اپنی گاڑی مین روڈ پر لائی تو وہ سامنے آ گیا جانے کب سے میرا انتظار کررہا تھا اس کے ہونٹوں پر بڑی میٹھی مسکراہٹ تھی اور مجھے غصہ آرہا تھا' میرے کچھ کہنے سے پہلے وہ دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔
"یہ کیا حرکت تھی زین! نازش نے کیا سوچا ہوگا؟" میں روہانسی ہوگئی۔
"وہی جو حقیقت ہے۔" پھر مجھے غصہ میں دیکھ کر جلدی سے بولا۔ "پلیز اپنا موڈ ٹھیک کرلو اور بتاؤ فیروزی کلر پسند آیا؟"
"پسند تو ہے مگر میں سرخ لینا چاہ رہی تھی کیونکہ میں نے اور بھابی نے عیان کی سالگرہ پر ایک جیسے کلر کے کپڑے پہننے کا پروگرام بنایا تھا کیا تمہیں سرخ رنگ پسند نہیں؟" میں نے سوال کیا۔
"ارے نہیں میرا پسندیدہ کلر ہے مگر میں چاہتا ہوں تم یہ رنگ میرے لیے صرف اس دن پہنو جب تمہارے سارے حقوق میرے نام ہوجائیں۔" وہ شرارت سے بولا اور میں سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بولی۔
"اب جاؤ مجھے دیر ہوگئی ہے بھائی جان مجھے اکیلا کہیں جانے نہیں دیتے۔"
"اچھا کرتے ہیں اب جب تک میں نہ آؤں تم اکیلی کہیں مت جانا' یونیورسٹی کے علاوہ۔"
"تم کہیں جارہے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں میرے بڑے بھائی کی دستار بندی ہے' ہم قبائلیوں میں یہ رسم بڑی اہمیت رکھتی ہے' ماں کا انتقال تو میرے بچپن ہی میں ہوگیا تھا دو ماہ پہلے بابا بھی گزر گئے اس لیے یہ رسم اب تک نہیں ہوسکی تھی اب میرا شریک ہونا ضروری ہے۔"
"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" میری شکل رونے جیسی ہوگئی۔
"اسی لیے کہ تم پھر خوش نہیں رہتیں اور میں اپنے سامنے کم از کم تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتا۔" زین نے پیار سے کہا۔
"کتنے بُرے ہو تم زین! وہاں جشن مناتے رہو گے اور میں......" میری آواز بھرا گئی۔
"دیکھو تم جانتی ہو میں تمہارے آنسو نہیں دیکھ سکتا' ایک مرتبہ منع کردو قیامت تک نہیں جاؤں گا۔" اس نے قطعی لہجے میں جواب دیا۔
"نہیں نہیں تم جاؤ۔" میں جلدی سے بولی۔ "پہلے سے بتادیتے تو میں خود کو ذہنی طور پر تیار کرلیتی۔"

❁......❁......❁

میں بوجھل دل کے ساتھ گھر آ گئی' بھابی انتظار میں ٹہل رہی تھیں۔
"بڑی دیر لگادی تمہارے بھائی جان بھی آگئے ہیں اور تمہارے لیے پریشان ہورہے تھے۔"
"بھابی آپ تو جانتی ہیں نازش کس قدر مین میخ نکالتی ہے بس اسی کی وجہ سے دیر ہوگئی۔" اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے بے پروائی سے کہا اس دوران بھابی سارے پیکٹ کھول چکی تھیں۔
"ارے یہ کیا تم تو میرے جیسا سرخ رنگ لانے کو کہہ رہی تھیں۔" بھابی نے فیروزی سوٹ دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"بس بھابی میں نے سوچا ایک جیسا کلر یونیفارم لگے گا اس لیے فیروزی لے لیا۔" میں نے مزید سوالات سے بچنے کے لیے اپنے کمرے کا رخ کیا اور وہاں جاکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ زین کی محبت میری رگوں میں خون کی مانند دوڑ رہی تھی اور یہ بھی حقیقت تھی کہ زین کی محبت کی شدت میرے لیے مجھ سے کہیں زیادہ تھی۔
"دھنک!" بھائی جان کی آواز سن کر میں جلدی سے باہر نکل آئی۔ "ارے میری گڑیا!" انہوں نے میرے سر پر بوسہ دیا تو میرا دل بھر آیا اور ضبط کے باوجود آنسو بہنے لگے' مجھے روتا دیکھ کر وہ پریشان ہوگئے' وہ مجھ سے دس سال بڑے تھے اور امی ابو کی اچانک سعودی عرب میں عمرے کے دوران روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات کے بعد انہوں نے مجھے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا تھا' بھابی اور بھائی جان مجھے اولاد کی طرح چاہتے تھے اور عیان کے آنے کے باوجود ان کی چاہت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ بھائی جان اور بھابی کو پریشان دیکھ کر مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔
"بھائی جان ایسے ہی امی ابو یاد آرہے تھے۔" میں نے بہانہ بنایا۔
"بیٹا کیا ہماری محبت میں کوئی کمی رہ گئی؟" انہوں نے آنسو پونچھتے ہوئے پیار سے کہا۔
"ارے نہیں بھائی جان! یہ تو کبھی کبھی میں جذباتی ہوجاتی ہوں ورنہ سچ تو یہ ہے آپ دونوں کی محبت پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔"
بھائی جان تو مطمئن ہوگئے لیکن بھابی جو میری دوست بھی تھیں انہوں نے مجھے کمرے میں جالیا' میرے بتانے پر وہ ہنس پڑیں پھر سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔
"دھنک تم نے مجھے عجیب مشکل اور وسوسوں میں ڈال دیا ہے جان بوجھ کر کیا کوئی آگ کے دریا میں کودتا ہے؟ میں نہ تمہارا ساتھ چھوڑ سکتی ہوں نہ دے سکتی ہوں کہ قبائلیوں کے رسم و رواج اور تہذیب ثقافت سے کون واقف نہیں۔ جنگجو' بہادر اور قول کے پکے لیکن ان کے یہاں شادی بیاہ خاندان سے باہر نہیں ہوتی بلکہ اکثر تو بچپن میں ہی طے ہوجاتی ہیں۔ کیا بنے گا تمہارا؟ جو چیز اختیار میں نہ ہو اس کی تمنا کرنا عبث ہے۔"
"بھابی پلیز!" میں نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے التجا کی۔ "کوئی نصیحت مت کریں نہ ڈراوا دیں کہ زین سے محبت نہ میرے بس میں ہے نہ اختیار میں۔"

❁......❁......❁

زین العابدین زئی سے میری ملاقات عجیب ہی انداز میں ہوئی تھی ایک دن میں اپنے گھر محمد علی سوسائٹی کی سروس لین سے نکل کر مین روڈ پر آرہی تھی کہ دو موٹر سائیکل سوار اچانک سامنے آگئے ان کے ہاتھ میں کلاشنکوف تھی اور وہ مجھے باہر آنے کا اشارہ کررہے تھے میرے پسینے چھوٹ گئے اور میں دروازہ کھولنے ہی والی تھی کہ اچانک زین العابدین رحمت کا فرشتہ بن کر آگئے اور انہوں نے ہتھیاروں کی پروا کیے بغیر انہیں گھونسوں پر رکھ لیا شاید وہ اناڑی تھے اس لیے فوراً ہی انہیں بھاگتے بن پڑی' یہ میری زین سے پہلی ملاقات تھی اور وہ جو کہتے ہیں "لو ان فرسٹ سائٹ" رونما ہوگیا۔ وہ مجھے گھر تک چھوڑنے آیا اور پھر ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں وہ نیوی میں لیفٹیننٹ کمانڈر تھا اور کارساز میں غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے بیس میں رہ رہا تھا۔

❁......❁......❁

عیان کی سالگرہ کی تقریب بہت شاندار تھی میں نے اکلوتی پھوپی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن اندر سے دل بہت اداس تھا زین کو گئے دس دن ہوگئے رات گئے میں جب کمرے میں آئی تو زین کی مس کال آچکی تھی اور ایک مرتبہ بیل بجنے کے ساتھ ہی اس کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہوگئیں۔
"بڑی جلدی خیال آ گیا۔" اس کی آواز سنتے ہی میں نے بگڑنا شروع کردیا۔
"دھیرج مائی ڈیئر دھیرج! گاؤں میں سگنلز کا پرابلم تھا کراچی آتے ہی سب سے پہلے تمہیں فون کررہا ہوں۔"

"تم نے مجھے یاد کیا تھا؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔
"یاد ان کو کیا جاتا ہے جو دل سے دور ہوں تم تو ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے رہتی ہو دل کی ہر دھڑکن سے تمہارے نام کی صدا آتی ہے اب اور کیا چاہتی ہو مجنوں بن کر جنگل کی راہ لوں؟" آخر میں وہ شوخ ہوگیا۔
"اچھا بس زیادہ ایکٹنگ مت کرو میں تھک گئی ہوں سونے جارہی ہوں۔"
"دیکھو موبائل بند نہ کرنا میری بات سن لو کل تمہیں یونیورسٹی سے چھٹی کرنا ہوگی۔"
"تمہیں کیا ہوگیا ہے زین! کل میرا ٹیسٹ ہے چھٹی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم یونیورسٹی کے باہر مل لیتے ہیں اور سچ پوچھو تو مجھے بڑا معیوب لگتا ہے تمہارے ساتھ یوں گھومنا پھرنا۔" میں نے سمجھایا۔
"ہاں ہاں میں تو بڑا لچا لفنگا اور بدمعاش ہوں جو تم سے فلرٹ کررہا ہے۔" زین بھنا کر بولا۔
"اُف او زین! ایک تو تمہاری ناک پر غصہ دھرا رہتا ہے اچھا بھئی آجاؤں گی۔" میں جانتی تھی وہ ناراض ہوگیا ہے اور اس کی ناراضگی میرے لیے سوہان روح تھی۔
"پتا ہے میری ابھی چھٹیاں باقی تھیں صرف تمہاری وجہ سے بھاگا بھاگا آیا ہوں اور محترمہ لفٹ دینے کو تیار نہیں۔"
"اچھا کس وقت آؤں اور کہاں؟" مجبوراً میں نے ہار مان لی۔

❁......❁......❁

بھائی جان کے آفس جاتے ہی میں نے جلدی سے کپڑے بدلے یونیورسٹی نا جانے کا تو میں بہانہ بنا چکی تھی مگر بھابی کی آنکھوں میں دھول جھونکنا آسان نہ تھا اور ان سے تو میں ویسے بھی کوئی بات چھپاتی نہیں تھی وہ سن کر پریشان ہوگئیں۔
"دھنک اپنے مرحوم والدین اور اپنے بھائی جان کے سامنے مجھے شرمندہ کرنا چاہتی ہو کہ میں تمہاری حفاظت نہ کرسکی؟ تم چاہتی ہو میں سب کی نظروں میں گرجاؤں؟"
"بھابی!" میں شاکڈ رہ گئی۔ "یہ آپ نے سوچا بھی کیسے اس گھر کی عزت مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے مرتے مرجاؤں گی مگر آپ کی عزت پر حرف نہیں آنے دوں گی میں نے محبت ضرور کی ہے مگر اپنے خاندان کی عزت و وقار کی نیلامی کے عوض نہیں۔"
"بیٹیوں کی عزت نازک آبگینوں کی طرح ہوتی ہے میلی نظر سے بھی ٹوٹ جاتی ہے اور میں اسی وقت سے ڈرتی ہوں جن راستوں پر تم جارہی ہو مجھے اس کے آگے گہری کھائی نظر آرہی ہے کیونکہ زین کوئی عام آدمی نہیں ایک قبیلے کے سربراہ کا بھائی ہے اور یہی چیز مجھے کھٹکتی ہے۔"

❁......❁......❁

ہم دونوں پی وی پر ٹہل ٹہل کر مستقبل کی باتیں کررہے تھے۔ زین کی بھتیجی کی شادی تھی اس لیے کچھ شاپنگ بھی کرنی تھی۔
"زین! تمہیں میری مشکلات کا اندازہ نہیں آج بھی بھابی نے مشکل سے اجازت دی ہے وہ مجھ سے زیادہ پریشان ہیں کہ اس محبت کا انجام کیا ہوگا؟" میں سخت پریشان تھی۔
"دیکھو مستقبل کے بارے میں سوچ سوچ کر خود کو ہلکان مت کرو کسی مفکر کا قول ہے "مستقبل کے متعلق مت سوچو ہمارا حال خود ہمارا مستقبل بناتا ہے۔" صرف اپنے اور میرے بارے میں سوچو کہ تم میرے ساتھ ہو اور میری دنیا مکمل ہوگئی ہے۔" اس نے پیار سے میری ناک کھینچتے ہوئے کہا تو سارے خدشات ذہن سے محو ہوگئے۔
"ارے ہاں میں تمہیں بتانے والی تھی بھائی جان کی پوسٹنگ عنقریب کوئٹہ ہونے والی ہے۔"
میرے بھائی جان شمروز صدیقی وزارتِ خارجہ کی ایک اہم پوسٹ پر تھے اور ان کا اکثر کہیں نا کہیں تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔
"یہ خبر تو درست ہے۔" زین نے خوشی کا اظہار کیا۔
"تم سمجھ نہیں رہے فی الحال تو بھائی جان اکیلے ہی جائیں گے لیکن سیٹل ہوکر ہمیں بھی بلالیں گے پھر ہم کیسے ملیں گے میں تو یہ سوچ سوچ کر پاگل ہورہی ہوں۔" میری آواز بھرا گئی۔
"اور میں کیا تم سے ملے بغیر رہ لوں گا؟ تم فکر مت کرو ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا مگر میں تمہاری محبت کی شدت دیکھ کر ڈرنے لگا ہوں، تمہیں میری دلہن بن کر میرے قبیلے میں جانا ہوگا پہاڑی علاقوں سے تمہارا واسطہ پڑے گا جہاں زندگی اتنی آسان نہیں۔ میں تمہیں حسین خواب دکھانا نہیں چاہتا کہ خوابوں کے ٹوٹنے کی تکلیف انسان کو اندر سے بھی توڑ دیتی ہے۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے میں تمہیں بے شمار مسائل اور کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑے گا تم شاید نہیں جانتیں ہماری زندگی مار دھاڑ سے بھرپور ہوتی ہے، غصہ ہماری فطرت اور معمولی معمولی باتوں پر قتل و غارت گری ہماری خاصیت ہے کوئی قبائلی تمہیں بغیر ہتھیار کے نظر نہیں آئے گا اس کو ہم اپنا زیور سمجھتے ہیں اور ہم انتقام لینا بھی فرض سمجھتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"زین کیا تم بھی ان روایات کا ایک حصہ ہو؟" دھنک ڈر گئی۔
"نہیں، مکمل طور پر نہیں کیونکہ نئی نسل پڑھ لکھ کر کافی باشعور ہوگئی ہے اور اکثر لوگ شہر میں آباد ہوگئے ہیں اس لیے نئے نئے رجحانات کی وجہ سے روایات ماند پڑ گئی ہیں، تمہیں پتا ہے میرے بڑے بھائی جو مجھ سے دس پندرہ سال بڑے ہیں، وہ آکسفورڈ کے گریجویٹ ہیں اور میری بھتیجی خاندان کی پہلی لڑکی ہے جس نے میٹرک کیا ہے اس پر بھی کافی لے دے مچی تھی مگر میرے بھائی چونکہ قبیلے کے سربراہ ہیں اس لیے کوئی زیادہ کچھ نہ کہہ سکا میرا بھتیجا جو مجھ سے تھوڑا ہی چھوٹا اور میرا بہترین دوست بھی ہے میری طرح ان روایات کے سخت خلاف ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے اندر اخوت بھائی چارگی اور مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہے جس کو اپنا سمجھ لیں اس کے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے یعنی بات کے پکے قول کے سچے۔"
"زین تم تو مجھے ڈرا رہے ہو۔" دھنک نے جھرجھری سی لی۔
"میں تمہیں ڈرا نہیں رہا حقیقت کا سامنا کرنے کا حوصلہ دے رہا ہوں تاکہ شادی کے بعد تم اپنے فیصلے پر نہ پچھتاؤ میں تم سے علیحدہ ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا میرے جنون اور میری محبت کی شدت کا تم اندازہ ہی نہیں کرسکتیں میں دنیا تو چھوڑ سکتا ہوں مگر تمہیں نہیں لیکن میں چاہتا ہوں تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو کیونکہ میرا ساتھ کانٹوں بھرا ہے پھولوں کی سیج نہیں۔"
"مجھے ہر حال میں تمہارا ساتھ منظور ہے بشرطیکہ تم قدم سے قدم ملا کر میرے ساتھ چلو۔" میں نے اسے یقین دلانے کے لیے بچوں کی طرح لہک کر اپنا سر اس کے شانوں پر رکھ دیا۔
زین کی پسند بھی عجیب تھی اس نے چمکتے بھڑکتے اور خوب کام والے کپڑے خریدے میں نے تنگ آکر کہا۔
"جب تمہیں ساری شاپنگ اپنی پسند سے کرنی تھی تو مجھے لانے کی کیا ضرورت تھی؟"
"بھئی گاؤں میں اسی طرح کے کپڑے استعمال ہوتے ہیں اور تمہیں بھی یہی پہننا ہوں گے۔" اس نے شرارت سے کہا۔
"خیر میں تو ایسے کپڑے قیامت تک نہ پہنوں مجھے یہ تھپے تھپائے کپڑے قطعی پسند نہیں۔"
میرا مقصد اس کی تحقیر کرنا نہیں بلکہ اپنی پسند بتانا تھا لیکن وہ بُری طرح چڑ گیا۔
"مانا کہ تم ماڈرن لوگ ہو اور تمہارا بھائی وزارتِ خارجہ کے ایک اہم عہدے پر فائز ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم ہمارا مذاق اڑاؤ۔" میں اس کے ری ایکشن پر حیران رہ گئی۔
"تمہیں کیا ہوگیا زین! اپنی پسند بتانے کا مقصد کسی کی تحقیر نہ تھا اس طرح تو بھائی کا عہدہ اور میری آزادی میرے لیے زندگی بھر کا طعنہ بن جائے گی، تمہارا یہ حال ہے تو باقی لوگ کیا کچھ نہیں کہیں گے۔" میں روہانسی ہوگئی مجھ سے اتنے تلخ لہجے میں آج تک کسی نے بات نہیں کی تھی۔

"سوری!" اس کو اپنی غلطی کا فوراً ہی احساس ہوگیا۔
"تم جانتی ہو ہم لوگ لاکھ پڑھ لکھ جائیں لیکن جو چیز گھٹی میں شامل ہو یعنی غصہ اس کو بدلنے میں وقت تو لگے گا' چلو اب موڈ ٹھیک کرلو میں خوشی خوشی گاؤں جانا چاہتا ہوں۔"

❁......❁......❁

میری بے چینی اور الجھن دیکھ کر شاید بھابی نے بھائی جان کو بتادیا تھا اس لیے اسلام آباد سے آنے کے بعد وہ ایک دن صبح صبح میرے کمرے میں آگئے اور شفقت سے بولے۔
"بیٹا ہم تمہاری خوشی میں بہت خوش ہیں اگر وہ لڑکا قبائلی علاقوں سے تعلق نہ رکھتا تم ان لوگوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتیں' بے حد روایت پسند' جنگجو اور منتقم مزاج ہوتے ہیں یہ لوگ۔ کیا تم نے سوچا ہے شادی کے بعد تم کہاں رہوگی؟ کیا خود کو چار دیواری میں قید رکھ سکوگی؟" اور میرے پاس بھائی جان کے کسی سوال کا جواب موجود نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں بُری طرح رونے لگی اور بھائی جان نے بے قرار ہوتے ہوئے مجھے سینے سے لگالیا اور پیار سے کہا۔
"تم جانتی ہو میں تمہارے آنسو نہیں دیکھ سکتا مگر کچھ خدشات کچھ وا ہمے اور کچھ اندیشے مجھے ڈراتے ہیں۔ بیٹا! بیٹیاں ماں باپ کا مان اور فخر ہوتی ہیں' دینے والا ہاتھ ہمیشہ اوپر اور لینے والا نیچے ہوتا ہے' ہم لڑکی دینے والے ہیں ہمیں وقار اور عزت سے بیٹی دینا ہوگی اس لیے تم کسی دن زین کو بلالو میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"
میرا خوشی سے بُرا حال تھا میں چاہتی تھی زین بھتیجی کی شادی میں جانے سے پہلے بھائی جان سے مل لے تاکہ اپنے بھائی بھابی کو میرے بارے میں بتاسکے۔ زین سنتے ہی پریشان ہوگیا۔
"یار ڈر لگ رہا ہے تمہارے بھائی سے اتنے بڑے عہدے پر ہیں' پتا نہیں کس قسم کے سوال کریں گے۔" زین نے فون پر ڈرنے کی ایکٹنگ کی تو مجھے ہنسی آگئی۔

❁......❁......❁

اور پھر ایک شام زین ملنے آگیا بے حد اسمارٹ بلند قامت اور پُراعتماد۔ میں اور بھابی چھپ کر دیکھ رہے تھے بھابی کی نگاہوں میں ستائش تھی تو میری آنکھوں میں فخر۔ صاف لگ رہا تھا بھائی جان اس کی ڈیشنگ پرسنلٹی سے متاثر ہوچکے ہیں اس کے انداز گفتگو اور انکساری نے بھائی جان کے دل میں جگہ بنالی تھی۔
"زین مجھے اپنی بہن کی پسند پر کوئی اعتراض نہیں نہ میں تم سے یہ پوچھوں گا کہ تم میری بہن کو کہاں رکھوگے کیسا رکھوگے مگر ہاں میری ایک شرط ہے رشتہ مانگنے آپ کے بھائی بھابی جو آپ کے والدین کی جگہ ہیں اور عمائدین قبیلہ کو آنا ہوگا۔ مجھے اپنی بہن اولاد کی طرح عزیز ہے' ہزار خدشات کے باوجود میں یہ رشتہ کرنے پر تیار ہوں مگر میں اس کے مستقبل کے بارے میں کوئی رسک لینا نہیں چاہتا' اب ہماری تم سے ملاقات اسی دن ہوگی جب تم سب کو لے کر آؤگے۔" زین کے جانے کے بعد وہ سنجیدگی سے مجھ سے مخاطب ہوئے۔
"دھنک میں نے یہ شرط صرف اس لیے رکھی ہے کہ میں چاہتا ہوں تم سب کی خوشی اور مرضی سے اس خاندان کی بہو بنو کیونکہ ان چاہی بہوؤں کی خاندان میں کوئی عزت نہیں ہوتی اور کوئی درخت جڑ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا' نہ پھل پھول سکتا ہے اور زین کی جڑیں اسی خاندان میں ہیں۔"

❁......❁......❁

اب مجھے زین کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا' ہم بھائی جان کے ساتھ ہی کوئٹہ آگئے تھے اور زین ابھی تک کراچی ہی میں تھا۔ میری اس سے تقریباً روزانہ ہی موبائل پر بات ہوجاتی تھی اور میری انا اور خودداری یہ گوارہ نہیں کرتی تھی کہ میں جلد از جلد اس کے بھائی بھابی کو لانے پر اصرار کروں لیکن اندر سے بے چینی ضرور تھی۔ پہاڑوں پر برف پگھل چکی تھی کوئٹہ کا موسم بے حد خوب صورت ہو رہا تھا محکمہ سیاحت نے خاص خاص جگہوں کو کافی خوب صورت بنادیا تھا' چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا اور ہریالی بھی نایاب قسم کے گلاب تھے اور سردی کی آمد آمد تھی' پہلے عیان

بیمار پڑا پھر بھابی نے بستر پکڑ لیا' میں دونوں مریضوں کے درمیان گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ بھائی جان بھی ملک سے باہر تھے میں نے انہیں اطلاع دینا مناسب نہیں سمجھا پھر زین کا فون آگیا۔
"میں تمہیں فون کر کے تھک گیا ہوں' کہاں ہو؟" اس کے لہجے میں تشویش تھی۔
"گھر میں' یونیورسٹی بھی نہیں جارہی کیونکہ بھابی اور عیان دونوں بیمار ہیں۔" بھائی جان نے کوئٹہ مائیگریشن کرالیا تھا۔
"اچھا دھنک! کیا تم مجھ سے ملنے آسکتی ہو؟"
"کیا ہوگیا ہے تمہیں۔" میں بھنا گئی۔ "میں کراچی میں نہیں کوئٹہ میں ہوں' کیسے تم سے ملنے آسکتی ہوں؟"
"اُف او! میں کوئٹہ سے بول رہا ہوں۔" وہ شوخی سے بولا۔
"سچ...... تم کب آئے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا کیونکہ اس کے بغیر اداس تو میں بھی تھی پھر میں بھابی سے اجازت لے کر تھوڑی دیر کے لیے باہر چلی گئی زیادہ تر وہ ہی بولتا رہا پھر جھنجلا کر بولا۔
"آخر آج تم اتنی خاموش کیوں ہو؟"
"بھائی جان کی شرط کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہورہی ہوں اگر تمہارے بڑے بھیا نے آنے سے انکار کردیا تو......؟" میرے خدشات زبان پر آگئے۔
"بالکل پاگل ہو خوامخواہ کے واہمے نہ پالا کرو' وہ میرے بھائی بھابی ہیں اور مجھے اپنی اولاد سے کم نہیں چاہتے اور پھر میرا بھتیجا ہے نا میرا دوست' وہ میرا ساتھ دے گا تو کوئی مشکل نہ ہوگی بس تم خوش رہا کرو' اب تمہیں گھر چھوڑ کر گاؤں کے لیے نکل رہا ہوں۔"
"کب تک واپسی ہوگی؟" میں نے بے قرار ہوکر پوچھا۔
"بہت جلد ان شاء اللہ بھائی بھابی کے ساتھ۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اعتماد سے کہا۔

❁......❁......❁

زین گاؤں چلا گیا تھا اور میں نے دن گن گن کے

گزارنے شروع کردیئے تھے' عجیب بے چینی اور بے قراری نے میرا احاطہ کیا ہوا تھا نہ یونیورسٹی میں دل لگ رہا تھا نہ گھر میں چین آرہا تھا۔ زین کو گئے ایک ماہ ہونے کو آیا تھا اور اس کا کوئی پتا نہ تھا۔ بھائی جان بھی دو تین مرتبہ پوچھ چکے تھے اور میں شرمندہ شرمندہ ان سے چھپتی پھر رہی تھی تب اچانک ایک دن زین کا فون آگیا اور اس نے مجھ سے فوری ملنے پر اصرار کیا اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ میں پریشان ہوگئی اور بھابی سے پوچھ کر جھیل کنارے پہنچ گئی اس کو دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ یہ وہ خوش لباس' خوش مزاج اور چہکتا ہوا زین تو نہ تھا آنکھوں کے حلقے رت جگوں کا پتا دے رہے تھے اور اضطراب و بے چینی چہرے سے مترشح تھی' میرے پوچھنے پر وہ میرے ہاتھوں پر ماتھا رکھ کر سسک پڑا۔

"دھنک سب کچھ ختم ہوگیا کچھ باقی نہیں رہا لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔" اور میرے پوچھنے پر جو اس نے بتایا اس نے میرے پیروں سے زمین کھینچ لی' مجھے لگا میں زمین وآسمان کے درمیان معلق ہوگئی ہوں۔ زین کی بات بچپن ہی سے اپنی ماموں زاد بہن سے طے تھی اور اسی کے بھائی سے زین کی بھتیجی کی شادی ہوئی تھی اور یہ بات آج تک زین کو معلوم نہ تھی۔ پلوشے کی شادی پر وہ زین کی منگنی کرنا چاہتے تھے میری حالت غیر دیکھ کر زین جلدی سے بولا۔

"دھنک خدا کے لیے اس بات کو دل پر نہ لو ابھی تو میں نے بہانے سے منگنی ٹال دی ہے لیکن میں اپنے بھائی بھابی کو بتا چکا ہوں' بھتیجا بھتیجی میرے رازدار ہیں اور میں ان سے کہہ چکا ہوں دنیا ادھر کی اُدھر ہوجائے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا بے شک وہ مجھے قبیلے سے نکال دیں۔" پھر بے حد جذباتی لہجے میں وہ مجھے جھنجوڑتے ہوئے بولا۔

"دھنک ہم اپنی دنیا الگ بنائیں گے ان رشتہ داروں اور رسم و رواج سے دور جہاں کسی کا گزر نہیں ہوگا یہ لوگ ہماری محبت کو نہیں اجاڑ سکتے۔ تم آج ہی اپنے بھائی جان سے بات کرو ہمارا نکاح کردیں' ہم کہیں دور چلے جائیں گے۔ تم جانتی ہو میں نے نیوی سے استعفیٰ دے دیا ہے کیونکہ میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ اپنے وطن' اپنے لوگ اور وطن کی مٹی جس قدر توجہ اور محبت کی متقاضی ہے وہ تمہاری محبت نے دیمک کی طرح چاٹ لی ہے میری کارکردگی میں فرق آرہا ہے میں شرمندہ ہوں تم سے بھی اور اپنے وطن سے بھی کہ نہ میں ایک اچھا سپاہی ثابت ہوا نہ ایک اچھا ساتھی مگر ہم یہاں سے نکاح کرتے ہی کہیں دور چلے جائیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔" میں نے بے حد تحمل اور مضبوط لہجے میں زین کی بات کاٹی۔ "مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم نے میری محبت کا بڑا غلط اندازہ لگایا' محبت کبھی خودغرض نہیں ہوتی پھر تم میں اس قدر خودغرضی کیسے آگئی۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں کسی کی امنگوں اور آرزوؤں پر محبت کا محل تعمیر کروں گی جس لڑکی نے بچپن سے تمہاری رفاقت کے خواب دیکھے ہیں میں ان آنکھوں سے اس کے خواب کیسے نوچ کر پھینک دوں۔"

"نہیں دیکھے کوئی خواب اس نے۔" زین چیخ پڑا۔ "وہ تو میری شکل سے بھی ناآشنا ہے کیونکہ میں بچپن ہی سے پڑھائی کی وجہ سے اپنے قبیلے سے باہر رہا ہوں۔ اس کو بھی میری طرح اس منگنی کے بارے میں اب پتا چلا ہے مگر میں اس منگنی کو نہیں مانتا۔"

"تمہارے نہ ماننے سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی' تمہارے انکار سے تمہاری شادہ شدہ بھتیجی کی زندگی میں طوفان آجائے گا۔ رشتوں میں دراڑ پڑ جائے گی آپس کی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی اور یہ کہنا تو تمہارا ہی ہے کہ قبیلے میں دشمنیاں نسلوں چلتی ہیں' تمہاری منگیتر چھ بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے کیا وہ اپنی بہن کے ٹھکرائے جانے کا بدلہ تمہارے خون سے نہیں لیں گے؟ نہ میں اس خون خرابے کا محرک بننا چاہتی ہوں اور نہ ان چاہی بہو بن کر تمہارے قبیلے میں جانا چاہتی ہوں اور پھر میرے ماں باپ جیسے بھائی بھاوج کا بھی سوال ہے جن کو نہ میں جھکتے دیکھ سکتی ہوں نہ شرمندہ ہوتے اس لیے زین میں تمہیں ہر

شرط سے آزاد کرتی ہوں اور ان وعدوں اور عہد و پیماں سے بھی جو تم نے مجھ سے کیے تھے تم اپنے قبیلے میں واپس لوٹ جاؤ' کبھی نہ واپس آنے کے لیے۔" نہ جانے کس طرح زین کی طرف دیکھے بغیر میں نے ایک سانس میں یہ سب کہا کیونکہ میں جانتی تھی ایک مرتبہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ لیا تو اپنے ارادے پر قائم نہیں رہ سکوں گی جیسے تیسے گاڑی میں بیٹھ کر گھر پہنچی اور بھابی کو دیکھتے ہی ضبط اور حوصلہ جواب دے گیا اور بھابی کے سوال کرنے سے پہلے میں ان کی بانہوں میں بھربھری مٹی کی طرح بکھر گئی۔ آنکھیں کھولیں تو بھابی بھائی جان اور عیان کا اداس چہرہ نظر آیا میں نے بمشکل ہاتھ اٹھا کر عیان کے گال پر ہاتھ پھیرا اور مجھ میں زندگی کی حرارت پیدا ہوگئی' مجھے شدید نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور میں دو دن قوت حیات کی کشمکش میں مبتلا رہی تھی۔ بھائی جان نے میرے بہتے ہوئے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار سے کہا۔

"بیٹا کب تک ہمیں پریشان رکھو گی' دیکھو تمہاری بے ہوشی نے ہمارا کیا حال کردیا ہے۔" بھائی جان کے آنسو دیکھ کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکی اور بھائی جان کے سینے سے لگ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ بھابی کو بھائی جان نے اشارے سے بولنے سے منع کیا وہ شاید اس طرح ایک مرتبہ پھر مجھے گلے لگ کر پیار سے بولے۔

"اس دن جب تم زین سے ملنے گئی تھیں تو میں بھی زین سے بات کرنے تمہارے پیچھے پیچھے آیا تھا میں نے تمہاری گفتگو سنی اور میرا دل چاہا کہ تمہیں اپنے سر پر بٹھا لوں۔ میرا سر فخر سے بلند ہوگیا' تم نے اپنی خوشیوں کا خون کرکے دو قبیلوں کو خون ریزی سے بچالیا۔ تم جیسی بہنیں بھائیوں کا فخر ہوتی ہیں' مان ہوتی ہیں' غرور ہوتی ہیں۔ یقین کرو میری بہن! اللہ اس ایثار و قربانی کے بدلے یقیناً تمہیں اپنی بے حساب نعمتوں سے نوازے گا' تم کو اتنا کچھ اور بے حساب ملے گا کہ تمہارا دامن تنگ پڑ جائے گا۔"

"بھائی جان مجھے اس بے مہر بے وفا شہر سے دور کہیں لے چلیں' میں اب یہاں رہنا نہیں چاہتی۔"

"بیٹا میں نے پہلے ہی ٹرانسفر کی کوششیں شروع کردی ہیں' ان شاء اللہ ہم کراچی نہیں اسلام آباد جائیں گے۔" بھائی جان نے پیار سے کہا۔

❀......❀......❀

بھائی جان کی بھاگ دوڑ رنگ لائی اور ان کا ٹرانسفر اسلام آباد ہوگیا ایک ہفتے میں ہمیں روانہ ہوجانا تھا میں بھابی اور بھائی جان نوکروں کے ساتھ مل کر پیکنگ کررہے تھے جب گارڈ نے کسی مہمان کے آنے کی اطلاع دی اس کی آواز سے گھبراہٹ نمایاں تھی۔ بھائی جان ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو آنے والے مہمان جو ایک مرد اور عورت پر مشتمل تھے' کھڑے ہوگئے۔ بھائی جان کو لگا انہوں نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔

"میں زین العارفین زئی ہوں' زین العابدین زئی کا بڑا بھائی۔" انہوں نے ہاتھ ملاتے ہوئے تعارف کرایا۔

"میری مسز کو اندر بھیج دیں۔" زین کی بھابی سیاہ چادر میں سر سے پاؤں تک ڈھکی ہوئی تھیں جب وہ اندر چلی گئیں تو زین العارفین نے شائستگی سے کہا۔

"شہروز صاحب! آپ نے اپنی بہن کے رشتے کے لیے جو شرط رکھی تھی ہم اس کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں اب تو آپ کو اپنی بہن کو ہماری بہو بنانے پر اعتراض نہ ہوگا؟"

"لیکن زین نے بتایا تھا کہ......" بھائی جان کہتے ہوئے جھجک گئے۔

"زین نے بالکل صحیح بتایا تھا لیکن میں اپنے بھائی کو ان روایات کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا' میں آپ کو کیا بتاؤں وہ کس طرح مرجھا گیا ہے اس کی روح تک کے اردگرد جامد بھیانک خلاء ہے ان بے رحم روایات نے میرے بیٹے جیسے بھائی کے ہونٹوں پر زہر کا پیالہ لگادیا ہے جسے گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے اس کی رگ رگ میں زہر دوڑا ہے وہ زہر جس میں مار ڈالنے کی صلاحیت نہیں کاش ان آہنی روایات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں سے کوئی کہہ سکتا کہ انسانی زندگی بہت عظیم شے ہے ایک انمول
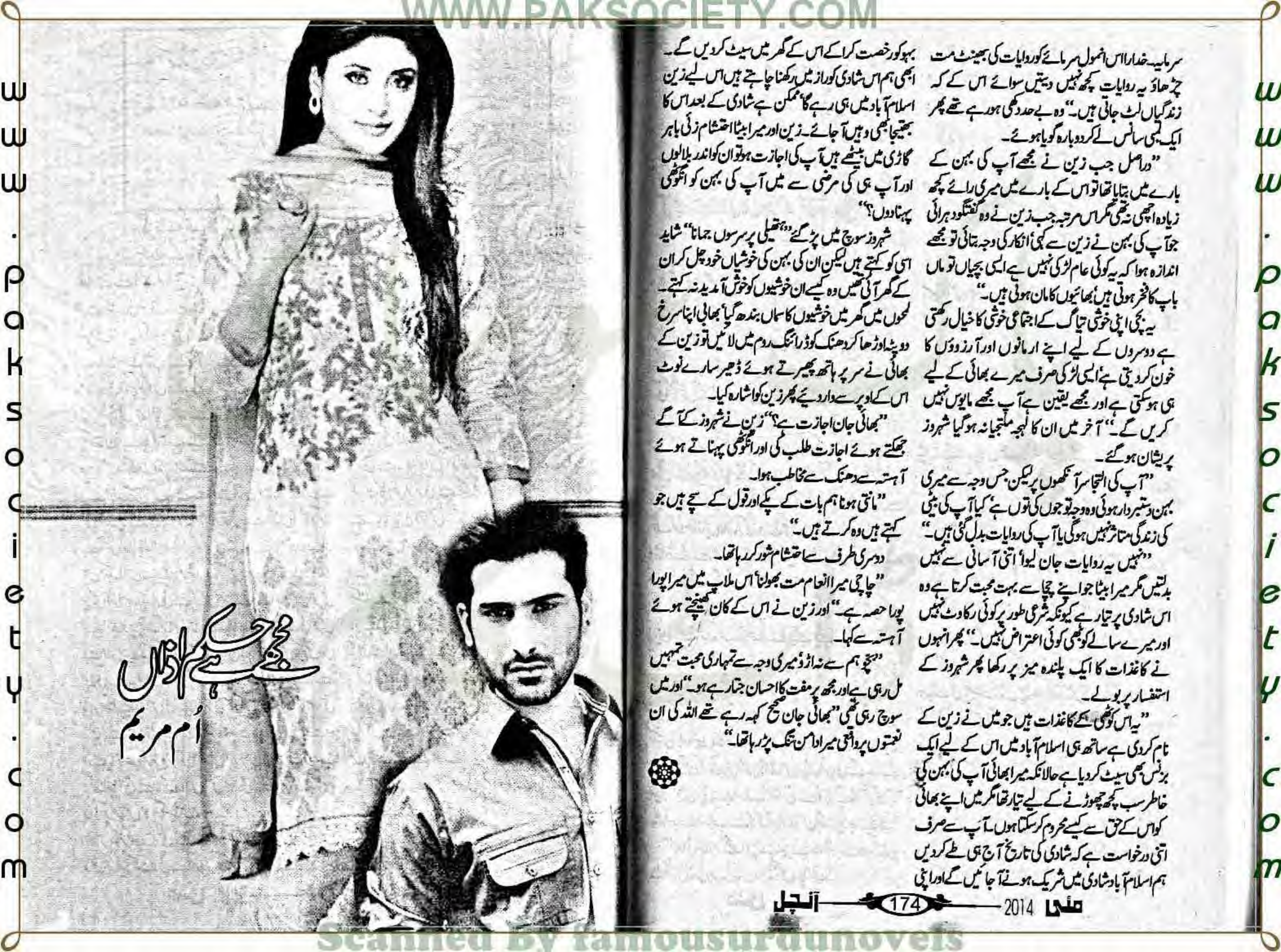
سرمایہ۔ خدارا اس انمول سرمائے کو روایات کی بھینٹ مت چڑھاؤ یہ روایات کچھ نہیں دیتیں سوائے اس کے کہ زندگیاں لٹ جاتی ہیں۔" وہ بے حد دکھی ہو رہے تھے پھر ایک لمبی سانس لے کر دوبارہ گویا ہوئے۔

"دراصل جب زین نے مجھے آپ کی بہن کے بارے میں بتایا تھا تو اس کے بارے میں میری رائے کچھ زیادہ اچھی نہ تھی مگر اس مرتبہ جب زین نے وہ گفتگو دہرائی جو آپ کی بہن نے زین سے کہی' انکار کی وجہ بتائی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے ایسی بچیاں تو ماں باپ کا فخر ہوتی ہیں' بھائیوں کا مان ہوتی ہیں۔"

یہ بچی اپنی خوشی تیاگ کے اجتماعی خوشی کا خیال رکھتی ہے دوسروں کے لیے اپنے ارمانوں اور آرزوؤں کا خون کر دیتی ہے' ایسی لڑکی صرف میرے بھائی کے لیے ہی ہو سکتی ہے اور مجھے یقین ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔" آخر میں ان کا لہجہ ملتجیانہ ہو گیا شہروز پریشان ہو گئے۔

"آپ کی التجا سر آنکھوں پر لیکن جس وجہ سے میری بہن دستبردار ہوئی وہ وجہ تو جوں کی توں ہے' کیا آپ کی بیٹی کی زندگی متاثر نہیں ہوگی یا آپ کی روایات بدل گئی ہیں۔"

"نہیں یہ روایات جان لیوا' اتنی آسانی سے نہیں بدلتیں مگر میرا بیٹا جو اپنے چچا سے بہت محبت کرتا ہے وہ اس شادی پر تیار ہے کیونکہ شرعی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں اور میرے سالے کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔" پھر انہوں نے کاغذات کا ایک پلندہ میز پر رکھا پھر شہروز کے استفسار پر بولے۔

"یہ اس کوٹھی کے کاغذات ہیں جو میں نے زین کے نام کر دی ہے ساتھ ہی اسلام آباد میں اس کے لیے ایک بزنس بھی سیٹ کر دیا ہے حالانکہ میرا بھائی آپ کی بہن کی خاطر سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار تھا مگر میں اپنے بھائی کو اس کے حق سے کیسے محروم کر سکتا ہوں۔ آپ سے صرف اتنی درخواست ہے کہ شادی کی تاریخ آج ہی طے کر دیں ہم اسلام آباد شادی میں شریک ہونے آ جائیں گے اور اپنی بہو کو رخصت کرا کے اس کے گھر میں سیٹ کر دیں گے۔ ابھی ہم اس شادی کو راز میں رکھنا چاہتے ہیں اس لیے زین اسلام آباد میں ہی رہے گا' ممکن ہے شادی کے بعد اس کا بھتیجا بھی وہیں آ جائے۔ زین اور میرا بیٹا احتشام زئی باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں آپ کی اجازت ہو تو ان کو اندر بلا لوں اور آپ ہی کی مرضی سے میں آپ کی بہن کو انگوٹھی پہنا دوں؟"

شہروز سوچ میں پڑ گئے "ہتھیلی پر سرسوں جمانا" شاید اسی کو کہتے ہیں لیکن ان کی بہن کی خوشیاں خود چل کر ان کے گھر آئی تھیں وہ کیسے ان خوشیوں کو خوش آمدید نہ کہتے۔

لمحوں میں گھر میں خوشیوں کا سماں بندھ گیا' بھابی اپنا سرخ دوپٹہ اوڑھا کر دھنک کو ڈرائنگ روم میں لائیں تو زین کے بھائی نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈھیر سارے نوٹ اس کے اوپر سے وار دیے پھر زین کو اشارہ کیا۔

"بھائی جان اجازت ہے؟" زین نے شہروز کے آگے جھکتے ہوئے اجازت طلب کی اور انگوٹھی پہناتے ہوئے آہستہ سے دھنک سے مخاطب ہوا۔

"مانتی ہو نا ہم بات کے پکے اور قول کے سچے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔"

دوسری طرف سے احتشام شور کر رہا تھا۔

"چاچی میرا انعام مت بھولنا' اس ملاپ میں میرا پورا پورا حصہ ہے۔" اور زین نے اس کے کان کھینچتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"بچو ہم سے نہ اڑو میری وجہ سے تمہاری محبت تمہیں مل رہی ہے اور مجھ پر مفت کا احسان جتا رہے ہو۔" اور میں سوچ رہی تھی "بھائی جان صحیح کہہ رہے تھے اللہ کی ان نعمتوں پر واقعی میرا دامن تنگ پڑ رہا تھا۔"

بے حس ہیں یہاں لوگ' بھلا سوچ کے کرنا
اس دور میں لوگوں سے وفا سوچ کے کرنا
گل شاخ سے بچھڑے تو کہیں کا نہیں رہتا
تم ذات میری خود سے جدا سوچ کے کرنا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

لاریب سکندر کے دوستی کے بڑھائے گئے ہاتھ کو تھامنے سے انکار کردیتی ہے اس کے اپنے ہی خدشات اسے سکندر کی طرف سے غلط فہمی میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ شرجیل سمعیہ کو گھر والوں کے عتاب سے بچانے کی غرض سے اپارٹمنٹ میں لے تو آتا ہے لیکن ان کی اس طرح موجودگی دیگر لوگوں کے لیے باعث حیرت ہوتی ہے ایسے میں شرجیل' ابراہیم احمد سے حتمی بات کرنے اور اسے پاکستان آنے کا کہتا ہے۔ لاریب سکندر کو مجبور کرتی ہے کہ وہ وقاص کے اس قاتلانہ حملے کے بارے میں بابا جان کو بتا دے جبکہ سکندر اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ آخر لاریب کی ضد پر مجبور ہوکر وہ تمام صورتحال سے انہیں آگاہ کرتا ہے جس پر بابا جان دونوں کو حویلی میں رہنے کا مشورہ دیتے ہیں جبکہ لاریب یہ سن کر شدید مشتعل ہوجاتی ہے اور سکندر پر بھی الزام عائد کرتی ہے کہ اس بہانے وہ بابا جان کی حویلی اور جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ بابا جان سمجھانے کی غرض سے لاریب کے گھر آتے ہیں لیکن وہ انہیں بھی مایوس ہی لوٹاتی ہے۔ عباس کا تحقیر آمیز رویہ فاطمہ کی برداشت سے باہر ہوتا ہے وہ اس کی بے اعتنائی کا دکھ سہنے میں ناکام رہتی ہے ایسے میں زینب اسے صبر و ہمت کا درس دیتی ہے وہ اسے باقاعدہ نماز و قرآن سکھانی اور دین کی طرف راغب کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ اس عشق مجازی سے باہر آئے لیکن روڈ پر عباس کا ایکسیڈنٹ ہوتے دیکھ کر وہ اپنے ہوش و حواس پھر کھونے لگتی ہے۔ فاطمہ' عباس کو بمشکل ٹیکسی میں ڈال کر گھر تک لاتی ہے اور اس کے ہوش میں آنے کی منتظر رہتی ہے۔ جب ہی عباس کے جسم میں جنبش ہوتی ہے اور وہ عباس کے قریب چلی آتی ہے جبکہ وہ فاطمہ کے روپ میں عریشہ کا تصور کرتے اسے اپنے قریب کرلیتا ہے ایسے میں فاطمہ اس کے طلسمی قربت کے خمار میں زینب کے ہر سبق کو فراموش کر بیٹھتی ہے۔ فراز اپنی ضد اور محبت سے مجبور ہوکر اریبہ سے نکاح تو کرلیتا ہے لیکن اریبہ کا خفا خفا انداز اسے سہا جاتا ہے اصل حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب وہ نا صرف کمرے کی آرائش تہس نہس کردیتی ہے بلکہ فراز کی ذات کی توہین کرتے انتہائی ذلت آمیز سلوک کرتی ہے۔ وہ واضح الفاظ میں فراز کی ڈارک رنگت پر نفرت کا اظہار کرتی ہے جبکہ فراز اپنی اس تحقیر پر چھرا جاتا ہے۔ بابا جان وقاص کے اس رویے کا ذکر تایا جان سے کرتے ہیں اور وہ جب وقاص کو بلا کر اس بارے میں اس سے پوچھتے ہیں تو وہ اعتراف کرلیتا ہے اسے لاریب کا سکندر کے ساتھ رہنا منظور نہیں ہوتا اس پر بابا جان خائف ہوتے ہیں لیکن وہ ایمان والے واقعہ کو لے کر بدلے پر اتر آتا ہے اور امامہ پر اپنے غصے کی انتہا کرتے سخت مار پیٹ کرتا ہے۔ امامہ لاریب سے بات کرکے وقاص کے ارادوں سے آگاہ کرتی ہے لیکن لاریب ہر خوف سے بے نیاز اس کی بات کو اہمیت ہی نہیں دیتی۔ فراز اپنی تحقیر و ذلت برداشت نہ کرتے ہوئے اریبہ کو طلاق دینے کا فیصلہ کرلیتا ہے اسی غرض سے حق مہر کی رقم اس کے سامنے پھینکتے وہ اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کرتا ہے کہ اب وہ یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلی جائے جبکہ اریبہ فراز کے اس اقدام پر بھونچکا رہ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

عباس نے آنکھیں کھولیں اور اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بعد جیسے کوئی طوفان آ گیا۔ عباس نے فاطمہ کو پوری قوت سے دور دھکیلا تھا انداز میں اتنی حقارت تھی کہ فاطمہ سکی سے شل ہوگئی۔

"تت...... تم...... یہاں...... یہاں کیسے؟" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فاطمہ کا گلا گھونٹ دے۔ فاطمہ کا رنگ فق اور جسم خزاں رسیدہ پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے احسان بابا کھنکارے۔

"صاحب! فاطمہ بی بی ہی رات آپ کو یہاں لائی تھیں۔ ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا نا آپ کا اس لیے۔" عباس نے اس وضاحت کو جیسے سنا ہی نہیں اور فاطمہ کے حواس باختہ شرمندگی سے جھکے چہرے کو جھلتی نظروں سے دیکھتے احسان بابا کو اشارے سے باہر جانے کا کہا۔

احسان بابا نے فاطمہ کی کیفیت سے اپنے اندر بھی لاچاری اترتی محسوس کی۔ جسے دیکھ کر لگتا تھا وہ ابھی بے ہوش ہوکر گر جائے گی۔ عباس نے پھر اسے دیکھا اس کا چہرہ جانے کس احساس کے تحت سرخ تھا اسے فاطمہ کی صورت سے وحشت ہونے لگی۔

"میری غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر میرے بیڈ روم تک رسائی حاصل کرنے والی عورت نفس کی کس حد تک غلام ہوسکتی ہے میں سمجھ سکتا ہوں۔ تم جیسی لاتعداد عورتیں ہیں جو میری وجاہت و خوبروئی کی خیرات سے اپنی جھولی بھرنے کو تیار رہتی ہیں۔ مگر میں گھن کھاتا ہوں تم جیسی فاحشہ عورت سے، چلی جاؤ یہاں سے اور آئندہ کبھی مجھے اپنی شکل بھی مت دکھانا۔" اس کے لہجے میں اجنبیت اور تلخی کا زہر اُمڈ آیا تھا۔

فاطمہ کو زینب کی ایک ایک بات یاد آئی۔ اس کا دل زینب کے رب کے ایک ایک حکم پر نثار ہوکر زخمی ہوتا چلا گیا۔ وہ گرنے کے انداز میں بستر پر بیٹھ کر گہرے سانس لینے لگی۔ نفرت کے زہریلے جملوں نے اسے نیم جاں کردیا تھا۔ اس نے چاہا وہ اپنی صفائی دے مگر اس لمحے تمام لفظوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کے چہرے پر احساس توہین کا واضح تاثر تھا آنکھوں سے خون چھلکنے لگا اسے لگا کوئی اسے کند چھری سے ذبح کررہا ہو۔

"یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔" وہ چیخا اور رخ پھیر کر یوں بیٹھ گیا جیسے اس کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہ ہو۔

فاطمہ کی جان جیسے عذاب سے دوچار ہوگئی تھی۔ معافی کی خواستگار ہونے کے باوجود جیسے معافی کا اذن نہیں تھا۔ اسے لگا زندگی کی بساط پر آج صحیح معنوں میں وہ ہار چکی ہے۔

❁......❁......❁

"السلام علیکم!" اس نے جھکے سر کے ساتھ اس ٹھہری ہوئی مگر متحمل آواز کو سنا تھا۔

"وعلیکم السلام! ابراہیم حیدر شکر ہے تم آگئے۔" شرجیل نے والہانہ انداز میں اسے گلے لگایا۔

"مجھے شرمندگی ہے شرجیل احمد کہ میری وجہ سے آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ دراصل بہت اہم کام تھے ہمیں ترکی بھی جانا تھا۔ وہاں سالانہ اجلاس ہوتا ہے۔ دنیا بھر سے اسکالرز جمع ہوتے ہیں۔ دین کے متعلق بہت گہرائی سے جاننے کا موقع بھی میسر آتا ہے، خیر آپ بتاؤ کیا مسئلہ تھا آپ مجھے پریشان لگتے ہیں۔" اسی اپنائیت بھرے ٹھہرے ہوئے انداز میں وہ بات کررہا تھا۔

"آؤ گھر چلتے ہیں، پہلے کھانا پھر آرام اس کے بعد بات کریں گے۔" شرجیل نے کہنے کے ساتھ ہی کرسی دھکیل کر اٹھنا چاہا تھا کہ ابراہیم احمد نے اس کی کلائی تھام لی۔

"تکلفات میں کیوں پڑتے ہو دوست، بے فکر ہوجاؤ نہ میں تھکا ہوا ہوں اور نہ ہی بھوک میں مبتلا۔ البتہ تمہیں سننے کو بے تاب ضرور ہوں۔" ابراہیم احمد کا انداز مخصوص نرمی بھرا تھا۔ گویا وہ بنا کہے اس کے تذبذب کو بھی پاگیا تھا۔ شرجیل اس کی فہم و فراست سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

"یہ بات کہنا ہرگز آسان نہیں ہے، یوں سمجھ لو میں نے بہت مجبور ہوکر تم سے...... میرے پاس اس کے سوا کوئی

راستہ بھی نہیں ہے۔" ابراہیم احمد کی گہری زیرک نظریں اس کے چہرے پر جمی رہیں۔

"اس یقین کے ساتھ کہو شرجیل احمد کہ تمہارا ہر راز اس سینے میں دفن رہے گا اور اللہ رب العزت نے جتنی مجھے طاقت اور اختیار عطا فرمایا ہے اتنی مدد میں تمہاری ضرور کروں گا۔" ابراہیم احمد کے انداز میں اپنائیت تھی۔ شرجیل کا گریہ کچھ حد تک کم ہوگیا۔ کچھ دیر بعد اس نے سلسلہ کلام جوڑا۔

"میں نے آپ کو کبھی اپنے بارے میں نہیں بتایا ڈاکٹر ابراہیم احمد، مگر آج بتانا چاہوں گا میرا پورا نام محمد شرجیل علوی ہے اپنے والدین کی سب سے بڑی اولاد ہونے کے ناطے مجھ پر کچھ ذمہ داریاں تھیں مگر میں انہیں نبھا نہیں سکا مجھے اسٹوڈنٹ لائف میں ہی ایمان سے محبت ہوگئی اور......!" اس نے اپنی زندگی کا ہر روپ اس کے آگے رکھ دیا بے بسی اور دکھ اس کے انداز سے چھلک رہا تھا۔

"میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا ابراہیم احمد کہ میں اس بے گناہ معصوم لڑکی کو اس صعوبت خانہ سے نکال لاتا۔ سمیعہ ہر لحاظ سے پارسا اور پاک دامن ہے ڈاکٹر ابراہیم مگر وہ لوگ پھر بھی اسے سزا دینا چاہتے تھے۔ یعنی میری وجہ سے ایک اور لڑکی برباد ہونے جا رہی تھی۔ میں کیسے جانتے بوجھتے ایک اور ایمان کو حالات کے بے رحم پنجوں میں چھوڑ دیتا، تم بتاؤ صحیح کیا میں نے؟" شرجیل نے اپنی مضطرب سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر جما دیں۔ ابراہیم پرُسوچ خیالوں میں گم رہا۔

"ابراہیم احمد سمیعہ کو یہاں لانے کے بعد مجھے لگتا ہے میں اسے مسائل سے نکالنے سے قاصر رہا ہوں۔ ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں وہاں اس قسم کے رشتوں کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ سمیعہ جذباتی فیصلے کا شکار ہوکر بھی خوش نہیں ہے۔ ابراہیم وہ شاکی ہے مجھ سے جبکہ اللہ گواہ ہے میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔" ابراہیم احمد نے ہنکارا بھرا پھر گویا ہوا تو لہجے میں سختی نہیں تھی۔

"اللہ تعالیٰ نے کچھ حدود اسی لیے مقرر کی ہیں آپ لاکھ انہیں بہن سمجھیں یا کہیں بہرحال وہ آپ کی بہن نہیں بن سکتی۔ نامحرم لڑکی کے ساتھ تمہارا رہنا کسی بھی طور مناسب نہیں۔" شرجیل کا سر جھک گیا وہ متاسف ہوا تھا۔

"میں جانتا ہوں ابراہیم احمد، اسی لیے تو آپ سے رابطہ کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں آپ سے؟" شرجیل احمد کے کہنے پر ابراہیم ٹھٹک گیا۔

"پلیز آپ سمیعہ سے نکاح کرلیں۔ میرے پاس اس مسئلے کا اس کے علاوہ کوئی حل نہیں، میں سمیعہ کا ہاتھ کسی ایرے غیرے کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا۔" وہ اتنی لجاجت اور کچھ ایسے مان سے کہہ رہا تھا کہ ابراہیم یکدم ساکن و ساکت رہ گیا۔

"اصل مسئلہ تو تمہارے بیٹے کا ہے نا شرجیل احمد تو میرے خیال میں تم خود......!"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے، بچہ سمیعہ کے پاس ہی رہے گا میں کہاں سنبھال سکوں گا اسے۔" شرجیل نے عجلت میں اس کی بات کاٹ دی۔ ابراہیم احمد کے پاس جیسے انکار کا جواز نہیں رہا۔

"سمیعہ بہت پیاری لڑکی ہے ابراہیم احمد، سگھڑ اور نیک اسے اپنا کر آپ کو روحانی مسرت ملے گی۔" شرجیل کے لہجے میں بڑے بھائی کی سی محبت و جوش تھا ابراہیم نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا یہ طے تھا کہ وہ اس اچھے اور مخلص انسان کو مایوس اور بد دل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ یہ حقیقت تھی کہ فی الحال اس نے شادی کے متعلق دور دور تک نہیں سوچا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ وہ اپنی پلاننگ پر نہیں اللہ کی پلاننگ پر ایمان رکھتا تھا۔ جن مقاصد کے تحت وہ پاکستان آیا تھا اسے یقین تھا ایک دن اللہ انہیں بھی پایہ تکمیل تک پہنچا دے گا۔

❀......❀......❀

"یہ کیا کھیل کھیل رہے ہو تم لڑکے، تماشا بنا کر رکھ دیا تم نے سب کو، یہ سب تمہارا اپنا کیا دھرا ہے سمجھے۔ بند کرو یہ ناٹک اور جا کر اسے لے کر آؤ۔" فراز نے ابھی کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ تاؤ جی جلال میں آ کر اس پر چڑھ دوڑے۔ یہ ان کی گونج دار آواز کا ہی کرشمہ تھا کہ سب

اپنے اپنے کمروں سے نکل کر اس کی گوشمالی کا براہ راست نظارہ کرنے آ گئے۔ فراز نے ان سنی کی اور اپنے کمرے میں جانا چاہا تھا کہ پاپا طیش میں اٹھ کر اس کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے۔

"فراز...... تم نے سنا نہیں بھائی جان کیا کہہ رہے ہیں۔" ان کے انداز میں بے حد برہمی تھی۔ آنکھیں یوں سلگ رہی تھیں جیسے غصہ ضبط کرنے میں بے حال ہوں۔ فراز نے پرسکون نظروں سے انہیں دیکھا پھر سرد آواز میں بولا۔

"آپ یہی سمجھ لیں کہ اس معاملے میں میرے کان اور آنکھیں بند ہیں۔ میں اسے لینے نہیں جا رہا کیونکہ میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔" الفاظ تھے یا بارود کے گولے جس نے ہر سو تباہی مچا دی تھی۔ ہر فرد کا ردعمل بے حد مختلف تھا مگر تاؤ جی تو جیسے گرم توے پر جا چڑھے تھے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو، دماغ درست ہے تمہارا؟" انہوں نے غصے سے کہتے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"تمیز سے بات کریں تاؤ جی، عزت صرف بڑوں کی ہی نہیں ہوتی اور طلاق دینا یا نہ دینا میرا ذاتی معاملہ ہے میں اپنے کسی عمل پر آپ کے آگے جواب دہ نہیں ہوں، سمجھے۔" حقارت بھرا سرد انداز کسی کے بھی چھکے چھڑانے کو کافی تھا۔ وہ سب کو ششدر چھوڑ کر مضبوط قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے معمول کے کام نمٹائے اور سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گیا۔

"تم میری سنگین غلطی تھیں اریبہ شاہ، مگر میں اپنی غلطی کو سدھارنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔" نیند میں جانے سے قبل وہ یہی سوچ رہا تھا۔

"آخر ایسا ہوا کیا ہے فراز بیٹے کہ آپ اریبہ سے ایک ہی رات میں اتنے متنفر ہوگئے ہو۔ کچھ تو بتاؤ نا ہمیں؟" اگلی صبح ماما نے اسے گھیرنا چاہا تھا۔ وہ جانتا تھا سب کے ساتھ مما بھی اس بات کی خواہش مند ہیں کہ وہ اریبہ کو لے آئے۔ انہیں بھی اس سے زیادہ دنیا کی فکر تھی۔ وہ لوگوں کے طعنوں سے خائف تھیں۔ انہیں لوگوں کے سوالوں سے ڈر لگتا تھا۔ مگر فراز نے یہ سارے جھنجٹ نہیں پال رکھے تھے۔

"تم ایسے تو نہیں تھے فراز آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں؟" ممی کے روہانسی لہجے پر فراز نے عاجزانہ نظروں سے انہیں دیکھا پھر جھنجلا گیا۔

"ممی پلیز، مجھے فورس مت کریں میں کس کرب سے گزر رہا ہوں آپ کو اندازہ نہیں ہے۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسی وحشت اور اذیت رقم تھی کہ ممی نے اس کے لمبے چوڑے وجود کو اپنے بازوؤں میں بھرنے کی کوشش کی۔

"تم کیا سمجھتے ہو میں پریشان نہیں ہوں ایک بیٹا چھوڑ کر چلا گیا دوسرا ٹوٹتا ہوا نظر آ رہا ہے۔" فراز ہونٹ بھینچے سرخ آنکھیں لیے کھڑا رہا۔

(میں کیا بتاؤں ممی کیا ہوا؟ آپ نے کبھی کسی کو اپنا پردہ ہٹا کر اپنی خامیاں آشکار کرتے دیکھا ہے میں کیسے خود کو عیاں کرلوں، وہ سب جو اس کی زبان سے سنا اس دن سے کٹ کٹ کر مر رہا ہوں۔ ذلت کا یہ کیسا احساس ہے جسے میں دوبارہ سوچنے کا تصور بھی محال سمجھتا ہوں۔ لوگ اتنے سفاک کیوں ہوتے ہیں کہ انہیں دوسروں کے جذبات و احساسات کی بھی پروا نہیں رہتی۔ اب میں خود سے اس کی باتوں کے باعث نظریں ملانے سے قاصر ہوں۔ کل اگر وہ آپ لوگوں کے سامنے زبان کھولے گی تو میں کیسے سامنا کروں گا سب کا) اس کا دل رو پڑا تھا۔

"تمہارے پپا بہت خفا ہیں بیٹا آپ کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے۔ ایک رات کی بیاہی دلہن کو طلاق...... نہیں بیٹے پلیز......!"

"ممی پلیز، آپ اس معاملے میں نہیں بولیں گی اگر آپ نے مجھے فورس کیا تو میں خودکشی کرلوں گا۔" مما کا رنگ اڑ گیا وہ ہونق زدہ اسے دیکھنے لگیں۔

"اللہ کا واسطہ ہے فراز، دوبارہ منہ سے ایسی بات نہیں نکالنا، مر جاؤں گی میں۔" فراز نے انہیں بے ساختہ تھام لیا تو وہ اس کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگیں۔ شرجیل کی جدائی کا غم ابھی کہاں کم ہوا تھا کہ یہ آزمائش

شروع ہوگئی۔ کتنا مجبور تھا وہ، ان کی خاطر یہ کڑوا گھونٹ بھی نہیں بھر سکتا تھا۔

❁......❁......❁

"پریشانی بیان کرنے سے بڑھ جاتی ہے خاموش رہنے سے کم ہوتی ہے صبر کرنے سے ختم اور شکر کرنے سے خوشی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔" اس کے ذہن میں کبھی کی کسی سے سنی بات پوری جزئیات سے روشن ہوئی تو آنکھوں کی سطح پھر سے نم ہوتی چلی گئی۔

"پتا نہیں میں صبر نہیں کر پارہا یا شکر نہ کرنے کے باعث یہ حال ہے۔ خوشی کی خواہش تو تب ہو جب دل اس کی ضرورت محسوس کرے۔ جب ضرورت نہیں تو حاجت کیوں؟" وہ ہونٹ کچل رہا تھا اس کا اضطراب ہر لمحہ بڑھ رہا تھا۔

"سر اسامہ بابا کو بہت سخت بخار ہے۔ دوا بھی دی ہے مگر ہوش میں نہیں آرہے۔" ملازمہ نے دستک دے کر اطلاع دی عباس ہڑبڑا کر اٹھ گیا اور جیسے باقی سب کچھ بھول گیا۔ پھر اس کے بعد ڈاکٹر اور اسپتال کی ایک طویل اور اکتا دینے والی خواری شروع ہوگئی۔

"کیا آپ کی اپنی وائف کے ساتھ کوئی چپقلش چل رہی ہے مسٹر عباس، بچے کی یہ حالت ماں سے دوری کے باعث ہے۔" ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد دوا تجویز کرتے ہوئے جو بات کہی وہ خنجر بن کر عباس کے دل کو زخمی کرگئی۔ اگلے کئی ثانیے وہ کچھ بول نہ سکا۔

"دیکھیے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ کے درمیان جو بھی اختلافات ہیں انہیں اپنے بچے کی خاطر فراموش کردیں۔ والدین اپنی اولاد کی خاطر بہت کچھ کر گئے ہیں یہ تو معمولی سی بات ہے۔" اس کی مہیب چپ کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے نصیحت ضروری خیال کی تھی۔ عباس کی لہورنگ آنکھوں پر نمی پھیلنے لگی۔

"آپ کا اندازہ درست نہیں ڈاکٹر، میری مسز کا انتقال ہوچکا ہے۔" وہ بولا تو اس کی آواز کا بوجھل پن بے حد نمایاں تھا۔ اندر کتنی گھٹن در آئی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسے خود سے یہ اعتراف کرنا پڑا تھا کہ عریشہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ یہ اعتراف جتنا جاں گسل تھا اس سے بڑھ کر وحشت میں مبتلا کردینے والا تھا۔

"اوہ...... بہت افسوس ہوا کب ہوا یہ سانحہ؟" ڈاکٹر واحدہ سناٹے میں گھر گئی تھیں۔

"تقریباً تین ماہ ہورہے ہیں۔" عباس نے آہستگی سے کہا۔ اس کا چہرہ ضبط کی کوشش میں بے تحاشا سرخ پڑرہا تھا۔

"تین ماہ......؟" انہوں نے ٹھٹک کر عباس کی شکل دیکھی۔

"نہیں، آئی ایم شیور ڈ وہ لڑکی تو تین چار ہفتے قبل اس بچے کو لے کر میرے پاس آئی تھی۔ غالباً فاطمہ نام ہے۔ ایک بچی بھی ساتھ تھی۔" وہ حیران پریشان انداز میں کہہ رہی تھیں۔ ایک بار پھر عباس کو پوری شدت سے فاطمہ پر غصہ آیا تھا۔ پتا نہیں وہ فضول لڑکی اس سے چاہتی کیا تھی۔ اس کا طیش سے برا حال ہوگیا۔

"میری مسز کا انتقال ہوگیا ہے وہ بچے کی گورنس ہوگی۔" عباس نے رکھائی سے کہتے تغافل و بے نیازی کی حد کردی۔ ڈاکٹر واحدہ اچنبھے کا شکار نظر آنے لگیں۔

"ایم سوری، ایکچولی بچے اتنے اٹیچڈ تھے ان سے کہ مجھے مغالطہ ہوگیا۔ آپ کی مسز کا سن کر افسوس ہوا اللہ ان کی مغفرت فرمائے...... آمین۔" عباس اسامہ کو سنبھال کر باہر نکل گیا ڈاکٹر واحدہ خفت زدہ سی سر جھٹک رہی تھیں۔

......☆☆☆......

اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر آکر ڈرائیور کو ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا۔ پھر گردن موڑ کر اس بلند آہنی گیٹ کی جانب دیکھا۔ شہر کے پوش علاقہ میں آمنے سامنے بنے بنگلوں کی قطاریں اپنے مکینوں کی خوش ذوقی اور حیثیت کا تعین کرتی تھیں۔ کچھ دیر قبل ہی احسان بابا نے فون پر اسے اسامہ کی طبیعت کا بتایا تھا۔

"میں اس کے لیے دعا کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتی احسان بابا۔ مجھے معاف کردیں میں بے بس ہوں۔" جواب میں وہ رو پڑی تھی۔

"صاحب گھر پر نہیں ہیں بیٹے۔ میں چاہتا ہوں اس دوران آپ آکر اسامہ بابا کو دیکھ لیں مجھے پورا یقین ہے اسامہ بابا آپ کو دیکھ کر بہتر محسوس کرے گا۔ بن ماں کے بچے ہیں بیٹے ان کی نانی اور ماموں نے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ میں مجبور ہوا آپ کو کہہ رہا ہوں بچے کی زندگی کو خطرہ ہے۔" احسان بابا کی گھبراہٹ اور تشویش دیکھنے قابل تھی۔ فاطمہ نے آنسو پونچھے اور ریسیور کو دوسرے ہاتھ میں منتقل کرکے جھجک کر بولی۔

"میں تو آجاؤں بابا لیکن عباس کو پتا چل گیا تو......"

"کچھ نہیں کہیں گے وہ آپ کو، اسامہ بابا کی بیماری سے وہ خود بھی پریشان ہیں۔" فاطمہ نے مزید سوچے بغیر کوچہ جاناں میں جانے کا قصد کرلیا تھا۔

"آپ آگئیں بیٹے آجاؤ میں آپ کا ہی انتظار کررہا تھا۔" اس نے ابھی چوبی دروازے کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ اس کے منتظر بابا کھل کر رہ گئے۔

"عباس تو نہیں ہیں نا گھر پر؟" احسان بابا نے سرگوشی میں ہلا کر اسے تسلی دی اور اسے اپنے ہمراہ لیے بچوں کے کمرے میں آگئے۔ دونوں بچے بستر پر لیٹے تھے۔ چہرے پر بے زاری کے تاثرات لیے گورنس موجود تھی۔ کمرا بے ترتیبی کا شکار تھا۔ بچوں کے حلیے بھی ابتر ہورہے تھے۔ صاف لگتا تھا گورنس بچوں کی صحیح طور کیئر نہیں کر پارہی۔ فاطمہ سے یہ سب دیکھا نہیں گیا۔ وہ تڑپ اٹھنے کے انداز میں تیزی سے حرکت میں آئی تھی سب سے پہلے اس نے نیم غنودہ اسامہ کو اٹھا کر اس کا لباس بدلا پھر نیم گرم پانی سے بچے کے ہاتھ پیر اور منہ صاف کیا۔ اسامہ اسے پہچانتا تھا اسے روبرو پا کر اس کی آنکھوں میں چمک سی آگئی۔ وہ اس سے ایسا چپکا کہ الگ ہونے پر آمادہ نہیں تھا۔ فاطمہ کو سارے کام اسے گود میں اٹھا کر انجام دینا پڑے۔

"صاحب کو گھر سے گئے چند گھنٹے بھی نہیں گزرے کہ تم نے بچوں اور کمرے کی حالت بگاڑ کر رکھ دی آج میں لازماً تمہاری شکایت کروں گا۔" احسان بابا فاطمہ کی مدد کرنے کے ساتھ گورنس کو بھی ڈانٹ رہے تھے۔

"کردینا شکایت، میں خود یہ کام چھوڑ رہی ہوں گورنس ضرور ہوں مگر تم لوگوں نے تو مجھے مشین سمجھ لیا۔" گورنس بھی جیسے بھری بیٹھی تھی۔ احسان بابا کو اس کی زبان درازی ناگوار گزری۔

"بچہ بیمار ہے تمہیں یہ تو خیال کرنا چاہیے۔ اس طرح تو تم اس کی بیماری کو بڑھا رہی ہو۔ یہ کسی طور بھی اپنے کام سے دیانت داری نہیں ہے۔"

"مجھے سبق پڑھانے کے بجائے صاحب سے کہو میرا حساب کردیں نہیں کرسکتی میں یہ نوکری۔" فاطمہ نے اسامہ کے ڈسٹرب ہونے کے باعث گھبرا کر احسان بابا کو ہی چپ کرایا۔

"اسامہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے بابا، آپ انہیں باہر لے جائیں پلیز۔" اس کے احساس دلانے پر احسان بابا سر جھٹک کر باہر نکل گئے۔ فاطمہ نے سارے دھونے والے کپڑے ٹب میں ڈال دیے اور یونہی اسامہ کو کاندھے سے لگائے جیسے ہی باہر آئی پہلا سامنا ہی عباس سے ہوگیا۔ جو تیز تیز قدم اٹھاتا اسی سمت آرہا تھا۔ فاطمہ کا رنگ فق ہوگیا۔ اس کے بگڑے تیور دیکھتے اس کے قدم زمین سے اکھڑنے لگے۔

"احسان بابا! تمہاری کارکردگی کی بہت تعریف کر رہے ہیں۔ غالباً یہ سب کچھ تم کسی منصوبے کے تحت کررہی ہو مقصد بتانا پسند کروگی اپنا؟" عباس نے فوراً ہی اس پر حملہ کیا۔ لہجہ گویا دہکتا انگارہ تھا جو چابک بن کر اس کے اعصاب پر برسا۔ وہ سرتاپا کانپنے لگی۔

"بہت شوق ہے تمہیں بچے پالنے کا، گورنس اس کام سے اکتا گئی ہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر اس کی جگہ تم لے لو۔ ہاں دوگنا معاوضہ تمہارا ضرور بنتا ہے کہ تم اس سے بہتر انجام دیتی ہو کام کو۔" اس کے دھیمے لہجے میں بھی غضب کا قہر اور تلخی پوشیدہ تھی۔

"واپس جاؤ بچوں کے کمرے میں آج سے تم اپنی سابقہ ہر حیثیت کو فراموش کردینا۔ یہاں رہنے کے علاوہ ضروریات زندگی سے متعلق ہر شے تمہیں فراہم کی جائے

گی۔ اگر یہ آفر قبول ہے تو رک جانا ورنہ میرے گھر کے آس پاس بھی کبھی نظر آئیں تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔" وہ غضبناک انداز میں کہہ کر اسی قہر ساماں تاثرات کے ساتھ پلٹ کر چلا گیا۔ وہ ہونٹ بھینچے اپنی بلبلاتی انا کو دبا رہی تھی۔

فاطمہ نے اس فرمان شاہی کے مطابق واقعی اپنی سابقہ ہر حیثیت فراموش کردی۔ وہ بھول گئی تھی کہ وہ انڈیا کی چند امیر ترین بزنس ومنز میں سے ایک کی اولاد ہے۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ امریکا میں اس باپ اور بھائی ایک باوقار مقام رکھتے ہیں۔ اسے صرف یہ یاد رہ گیا تھا کہ اس طرح اسے عباس حیدر کے قریب رہنے کا موقع میسر آ گیا ہے۔ وہ دن میں کئی مرتبہ بغیر کسی مشقت اور خواری کے عباس کو دیکھ لیا کرے گی۔ اب تک ہجر و فراق کی کٹھنائیاں عبور کرتے اسے لگا پہلی مرتبہ اس کے قدم منزل کی طرف جانے والے راستے پر پڑے ہیں۔ وہ خوش ہونا چاہتی تھی اس کا یہ لامتناہی سفر رائیگاں نہیں گیا تھا۔ یہ دل کا فیصلہ تھا۔ یہی دل اسے تھپک کر تسلی دیتا تھا۔

وعدہ وصل کی امید کے بر آنے تک
ہم تیرے ہجر سے ہجرت نہیں کرنے والے

❀......❀......❀

پھر یوں ہوا کہ ساتھ تیرا چھوڑنا پڑا
ثابت ہوا کہ لازم و ملزوم کچھ نہیں

اس نے سرد آہ بھر کر نیلے آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھا شام ہونے پر پرندے واپس اپنے ٹھکانوں کی سمت عازم پرواز تھے۔ پرندوں کی اس اڑان میں بھی ایک خاص ترتیب تھی۔ اس نے نگاہ کا زاویہ بدل کر کماد کی فصل کو دیکھا جو بالکل تیار حالت میں کھڑی تھی۔ غروب ہوتے سورج کی آخری کمزور شعاعیں ان تک پہنچ کر ماحول کے اداس پن کو مزید اجاگر کر رہی تھیں۔ اس کی سرخ آنکھوں میں بے بسی کی صورت پھیلنے لگی۔ بات کتنی معمولی تھی مگر معمولی نہیں رہی تھی اور یہ سب کچھ لاریب کی شدت پسندی اور انتہا پسندی کے باعث ہی ہوا تھا۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اسی خرابی طبیعت کے باعث اسے متلی ہونے لگی تھی۔ اماں سادہ لوح تھیں جبھی انہوں نے اپنے طور پر جو اخذ کیا اس کے حساب سے لاریب کے سامنے خوشی و انبساط کا اظہار کر ڈالا۔

"رب سائیں کا کرم ہوا ہے پتر، سہاگن کے لیے بڑا بھاگوں والا ہوتا ہے یہ وقت جب اسے ماں بننے کی خوشخبری ملتی ہے۔ میں ابھی سکندر سے کہہ کر شیرنی منگواتی ہوں۔" ان کا لہجہ بھی ان کے چہرے کی طرح کھلا پڑ رہا تھا۔ اندر آتے سکندر نے یہ بات سنی تھی اور اپنی جگہ پر ہی ٹھہرتا ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا۔ لاریب کے موڈ کے پیش نظر وہ اماں کو ابھی سبھاؤ سے سمجھانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ہک دک سی لاریب اس تحیر سے نکلی پھر جیسے سبکی و خفت کا شکار ہو کر اماں پر برس پڑی۔

"واٹ...... آپ کو اندازہ ہے آپ کیا بکواس کر رہی ہیں؟" وہ حلق کے بل چیخی۔ اماں اس درجہ بدتمیز انداز پر کسی طرح بھی چہرے کو پھیکا پڑنے سے نہیں روک سکیں۔ ان کی بوڑھی آنکھوں میں ایک لمحے میں خوشی کی جگہ آنسوؤں نے لے لی تھی۔

"شٹ اپ لاریب۔" سکندر پھنکارا مگر وہ سن کہاں رہی تھی۔

"اپنے فضول اندازے سنبھال کر رکھیں۔ آپ کا بیٹا ہرگز بھی اس قابل نہیں ہے کہ میں اسے اتنی جرأت بخشوں۔ آئندہ سوچ سمجھ کر مجھ سے......!" اس کی بات ادھوری رہ جانے کا باعث سکندر کا اٹھا ہوا ہاتھ تھا جو تھپڑ کی صورت لاریب کا چہرہ سرخ کر گیا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹی اور جیسے پتھر کی ہوگئی۔ اس کے بجائے اماں کے منہ سے خوفزدہ چیخ نکلی تھی۔

"تم بھی اپنی بکواس بند رکھو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ میں جان سے مار ڈالوں گا تمہیں۔" وہ یکدم کتنا بپھر گیا تھا۔ وہ حواس باختہ سی اسے دیکھنے لگی۔

"سکندر، او سکندر کی ہویا اے، سنبھال اپنے آپ کو، ہوش کر۔" اندر اپنے کمرے سے بابا بدحواس بھاگے آئے

تھے اور بے قابو ہوتے سکندر کو اپنے بازوؤں میں سنبھالتے غم وغصے اور رنج کی کیفیت سے دوچار ہوتے اسے لرزتی آواز میں ڈانٹا۔ اماں کو دیکھ کر لگتا تھا اس صورت حال کی سنگینی کو نہ سہتا ان کا نازک دل کسی وقت بھی دھڑکنا چھوڑ دے گا۔ ایسے ہی خوفزدہ قسم کے تاثرات تھے ان کے۔

"چھوڑ دیں بابا مجھے، میں مزید برداشت نہیں کرسکتا۔ بے غیرت نہیں ہوں میں یہ میرے والدین کو بے عزت کرتی رہے اور میں چپ کرکے سنتا رہوں کسی بھی بات کی کوئی حد ہوتی ہے۔" وہ بابا سے خود کو چھڑاتا وحشت سے پھٹتی آواز میں چلایا۔ لاریب سکتہ زدہ کھڑی اس کی آنکھوں سے پھوٹتی چنگاریوں کو دیکھے جارہی تھی۔ بابا اسے ڈانٹتے زبردستی کمرے میں لے گئے۔ لاریب نے رخ پھیر لیا اور ٹوٹے ہوئے قدموں سے چلتی اپنے بستر پر آکر ڈھے گئی۔ تب سے پتھرائی ہوئی آنکھیں سمندر بن گئیں۔ سکندر نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اس کے انداز میں اس کے لہجے میں کتنی نفرت تھی ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا حالانکہ لاریب نے ہر انتہا کو چھولیا تھا مگر سکندر کی آنکھوں میں اس نے کبھی نفرت چھلکتی نہیں دیکھی تھی۔ وہ پہلی بار عباس کے نقصان پر نہیں روئی۔ وہ پہلی بار خالصتاً اپنے نقصان پر روئی تھی۔

"اپنے آپ کو سنبھال پتر، جوان مرد اس طرح نہیں حوصلہ ہارتے۔" اس کے گالوں پر بکھرتے آنسو بابا کے ضبط وبرداشت کا امتحان لینے کو کافی تھے۔ سکندر نے کچھ کہے بغیر اماں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"مجھے معاف کردیں اماں، یہ سب کچھ میری وجہ سے سہنا پڑا ہے آپ کو۔" وہ واقعی سسک اٹھا تھا۔

"نہ پتر ایسا نہ کہہ، بچی بھی دکھی ہے اپنی جگہ پر میں نے کب برا مانا اس کی بات کا۔ پھر تیرا تو سرے سے کوئی دوش ہی نہیں۔ فکر نہ کر اللہ سائیں سب کچھ پھر سے چنگا کردے گا۔" وہ اسے تسلی دلاسہ دیے خود روئے گئی تھیں۔ بابا سر جھکائے بیٹھے تھے۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہوگا اماں میں نے اب ہر امید چھوڑ دی۔" وہ حد درجہ شکستہ اور مایوس تھا۔

"ایسا نہیں کہتے پتر، دل بڑا رکھ حالات ہمیشہ ایک جیسے کب رہتے ہیں۔" اماں نے اس کا کاندھا تھپکا۔ سکندر ہونٹ بھینچے سرخ آنکھیں جھکائے بیٹھا رہا۔

"سکندر، مجھے تم سے کچھ کہنا ہے پتر، میرا خیال ہے یہی مناسب وقت ہے کہ مجھے تمہیں بتادینا چاہیے۔" بابا کے انداز میں کچھ تو ایسا تھا کہ اماں کے ساتھ سکندر نے بھی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

"پتر سب سے پہلے تو میری خودغرضی کو معاف کردینا کہ آج تلک تجھ سے پوری بات چھپائی۔" وہ بے حد نادم ہوتے کہہ رہے تھے۔ سکندر نے ایک پل کو حیران نظریں اٹھائیں۔

"میں اپنے مفاد کے لالچ میں تیرے نفع نقصان سے بے غرض ہوچکا تھا مگر اب حالات کا تقاضا ہے کہ تمہیں تمہاری حقیقت بتادوں۔" اماں نے ٹھنڈا سانس بھرا اور سر جھکا کر آنسو پونچھنے لگیں۔ سکندر نے سپاٹ چہرے کے ساتھ نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔

"کیا بتائیں گے بابا، یہی کہ میں آپ کی اولاد نہیں ہوں۔ آپ کے کسی رشتہ دار کی اولاد ہوں۔ یہ بات میں بہت پہلے سے جانتا ہوں مگر آپ نے والدین بن کر مجھے پالا ہے میرے لیے ماں باپ آپ ہی ہیں۔" اس کا لہجہ انداز بے تاثر ہی تھا۔ بابا نے سر کو مجرمانہ انداز میں نفی میں جنبش دی۔

"میں نے آدھا سچ تمہارے سامنے رکھا تھا وہ بھی اس لیے کہ میری خواہش تھی کہ تمہاری شادی ہم اپنی دھی ثانیہ سے کردیں مگر قدرت کو ایسا منظور نہیں تھا۔ تمہارا لاریب بی بی سے جوڑ تھا اور میں سمجھتا ہوں وہی تمہارے قابل بھی تھیں۔" سکندر تڑپ اٹھا۔ بابا کی تعریف بھی اس پل چابک بن کر لگی تھی۔

"سن سکندر، میں آج بھی تجھے یہ بات نہ بتاتا اگر بی بی تجھے اتنا ذلیل نہ کرتیں۔ وہ تجھے خود سے کمتر سمجھتی ہیں جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ تو خاندان اور حسب نسب میں

لاریب بی بی کے برابر کا ہی ہے۔ تمہیں میری رشتہ دار ضرور مجھے دے کر گئی تھیں مگر تم اس کی نہیں اس کے امیر کبیر مالک کی اولاد تھے۔ جن کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا تھا اور تمہارے رشتے کے تایا چچا تمہیں راستے سے ہٹا کر اصل مالک بننے کی خواہش میں تمہاری جان کے درپے ہوگئے تھے۔ پتر وہ ملازمہ سب جان گئی تھی جبھی اپنے مالک سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے تمام ثبوتوں کے ساتھ تمہیں یہاں چھوڑ گئی۔ اسے یقین تھا وہ لوگ اس بستی میں تمہیں ڈھونڈ نہیں سکیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ وہ آج تک تمہاری خاک کو بھی نہیں پہنچے۔" بابا ایک کے بعد دوسری حقیقت منکشف کررہے تھے اور سکندر بے تاثر چہرہ لیے بیٹھا تھا۔ بابا نے کچھ الجھ کر اسے دیکھا۔

"تجھے حیرت اور خوشی نہیں ہوئی؟" وہ اس کے جامد تاثرات سے حیران تھے۔

"شاید میں سب احساسات کھوچکا ہوں بابا، میرے نزدیک کسی انکشاف کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے، تم وہاں جاؤ اپنا سب کچھ واپس لو یہ تمہارا حق ہے۔" بابا کے کہنے پر سکندر زہر خند سے مسکرایا۔

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے بابا جتنا آپ نے سمجھ لیا، پھر اس خواری میں پڑنے کا فائدہ اور جس کی خاطر آپ مجھ سے یہ سب کروانا چاہتے ہیں اسے میری حیثیت ومرتبے سے فرق پڑنے والا نہیں۔ وہ نفرت میری حیثیت سے نہیں مجھ سے کرتی ہے۔" اس نے تلخی سے کہا اور اٹھ کر وہاں سے چلا آگیا۔ پھر وہ رات گہری ہونے پر بھی پلٹ کر گھر نہیں آیا۔ دل میں خواہش ہی کہاں باقی تھی۔ زندگی کا یہ ایسا مقام تھا کہ اس کا دل خودکشی کرنے کو چاہ رہا تھا۔ اسے زندگی میں کبھی لاریب سے نفرت نہیں ہوئی مگر اس پل وہ لاریب سے نفرت محسوس کررہا تھا۔ اسے اپنے احساسات پر شرمندگی تھی اسے اپنی محبت پر شرمندگی تھی۔

اس محبت نے کچھ نہیں رہنے دیا تھا۔ عزت نفس سے لے کر انا ووقار تک، وہ بالکل کھوکھلا ہوچکا تھا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی نقصان ہوسکتا تھا کہ جس محبت کی خاطر اس نے ہر نقصان کو فراخدلی سے جھولی میں ڈالا تھا وہ بھی محبت اس کے پاس نہیں رہ سکی تھی۔

❀......❀......❀

اس نے گیلے بال سلجھا کر دوپٹا اوڑھتے پرسکون انداز میں سوئے اسامہ اور دیا کو دیکھا۔ اس کی مسکان میں کتنا سکون اور آسودگی تھی۔ کیا کمی تھی بھلا اب؟ زندگی مکمل تھی۔ مقصد تو محبت کی دید تھی جو مل رہی تھی۔ اس کے جگر گوشوں کی قربت نے سرشاری وطمانیت کے ایسے در وا کیے تھے کہ وہ ہر لمحہ خود کو مگن ومست محسوس کیا کرتی۔ صرف بچے ہی نہیں وہ تو خود بھی صحت مند نکھری ہوئی اور خوب صورت لگنے لگی تھی۔ تکمیل انسان کو اسی طرح آسودہ کردیا کرتی ہے وہ اکثر سوچ کر مسکرایا کرتی۔

"بی بی جی آپ کا فون ہے۔" ملازمہ دستک دے کر اندر آئی تھی گو کہ اس کی حیثیت بھی اب یہاں دیگر ملازموں سے مختلف نہیں تھی مگر ملازمین اس کی سابقہ حیثیت سے آگاہ تھے جبھی عزت واحترام دیا کرتے۔

"میرا...... کون ہے؟" فاطمہ نے اچنبھے میں مبتلا ہوکر ملازمہ کو دیکھا جس کے ہاتھ میں کارڈلیس تھا۔

"زینب صاحبہ ہیں؟" ملازمہ کی وضاحت پر فاطمہ خوشگواریت میں گھر کر بے اختیار آگے بڑھی اور کارڈلیس لے لیا۔

"السلام علیکم، زینب کیسی ہیں۔ ایک آپ ہی ہیں جو مجھے نہیں بھولتیں۔" وہ فون کان سے لگاتے ہی چہکی جبکہ دوسری جانب زینب نے گہرا سانس بھرا۔

"وعلیکم السلام۔ میں ٹھیک ہوں الحمدللہ، تم ٹھیک ہو؟ فاطمہ ایک ہستی تمہیں مجھ سے بھی زیادہ یاد رکھتی ہے، جو ایک لمحہ بھی تمہیں نہیں بھولتی۔" فاطمہ کچھ دیر خاموشی اور حیران سی کھڑی رہ گئی۔

"ایسی کون سی ہستی ہے بھلا؟"

"اللہ...... اللہ کبھی بھی اپنے بندوں کو نہیں بھولتا۔ ان کی ہر ضرورت ان کی ہر خواہش کو پورا کرنے والا وہی ہے۔ جواب میں بس وہ ہم سے اپنی اطاعت وعبادت چاہتا

ہے۔ محبت چاہتا ہے یہ تو حق ہے نا اس خالق کا۔" زینب کا انداز نرم ضرور تھا مگر ناصحانہ تھا۔ فاطمہ کچھ بولنے کے قابل نہیں ہوسکی۔ وہ سمجھ نہیں سکی اسے زینب کی بات نے شرمندگی سے دوچار کیا ہے یا ناراض ہے۔ دونوں کے بیچ خاموشی ٹھہر گئی جسے زینب نے توڑا۔

"تم نے اپنا گھر کیوں چھوڑ دیا، فاطمہ؟" وہ اس بات پر ہرٹ تھی، اس کا لہجہ گواہی دے رہا تھا کہ اسے فاطمہ کا یہ اقدام پسند نہیں آیا۔

"کچھ تو بولو فاطمہ، مجھے تو یقین نہیں آرہا کہ تم عباس کے گھر پر ہو۔" زینب کے لہجے میں اترا دکھ فاطمہ کو اپنے دل میں اترتا محسوس ہونے لگا۔

"میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا زینب، بچوں کی گورنس جاب چھوڑ کر جاچکی تھی۔" اس نے روہانسی ہوکر کہا تو دوسری جانب زینب ششدر رہ گئی۔

"یعنی اب تم اس کے بچے سنبھالو گی، اپنے گھر پر یہ کام کرنا الگ بات تھی فاطمہ مگر......!" زینب کے لہجے میں صرف دکھ نہیں رنج و ملال بھی تھا۔ فاطمہ دلگیری سے مسکرادی۔

"تم پریشان نہیں ہو زینب، میں یہ کام پہلے بھی کرچکی ہوں۔" اس کا لہجہ بے بس تھا۔

"وہ تمہاری ہمدردی و محبت تھی فاطمہ! عباس صرف تمہیں نیچا دکھانا چاہ رہا ہے وہ تمہاری بے بسی و لاچاری سے آگاہ ہوچکا ہے۔ چاہتا تو تمہیں تمہاری حیثیت کے مطابق بھی درجہ دے سکتا تھا۔" زینب کو اب غصہ آنے لگا۔ یہ بے وقوف محبت کی ماری لڑکی خود کو کس درجہ پامال کررہی تھی اور جس کی خاطر کررہی تھی اسے احساس تک نہیں تھا۔

"زینب یاد کرو تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا میں اپنے تمام معاملے اللہ کے سپرد کردوں، میں نے ایسا ہی کیا اب یہ راستے خودبخود کھل رہے ہیں۔ تم نے ہی کہا تھا کہ جو کام خودبخود ہو وہ رب کی منشا کے مطابق ہوتا ہے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ تم نے کہا تھا انسان کو سب کچھ حسب منشا نہیں ملتا۔ تقدیر کا ایک اشارہ ہماری سالوں کی پلاننگ پر پانی پھیر دیتا ہے۔ زینب تم نے ہی کہا تھا کہ ہمارے لیے رتبے اور مقام پروردگار خود متعین فرماتا ہے اور جو انسان جس رتبے کا اہل ہو اسے وہی رتبہ عطا کرتا ہے۔ مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے زینب، میں رب کی رضا میں راضی رہنا چاہتی ہوں۔ اس یقین کے ساتھ کہ اللہ ہی میری بہتر خبر گیری کرنے والا ہے اور مزید یہ کہ اگر میں اپنے رب پر بھروسہ قائم رکھتی ہوں تو رب بھی میرے بھروسے کو ٹوٹنے نہیں دے گا۔" اسے خاموشی سے سنتی زینب کچھ اور بھی خاموش اور گم صم ہوگئی۔ وہ اسے کہہ نہیں سکی کہ وہ راستہ بدل رہی ہے قرآن کو سیکھنا چھوڑ کر نماز کو پڑھنا چھوڑ کر وہ صرف دنیا کی خواہش دنیا کی زیست کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ یہ گھاٹے کا سودا ہے اسے لگا اس بات کو کہنے کا فائدہ ہی نہیں ہے۔ فاطمہ سمجھنے کی صلاحیت کھوچکی تھی۔ عمل کی قوت کہاں سے لاتی۔ اس کے حواس پر آج بھی عباس ہی سوار تھا۔

"کچھ غم ایسے ہوتے ہیں جو حرام و حلال کا فرق بھلا دیتے ہیں۔ انسان کی سوچ پر شیطان کا قبضہ ہوجاتا ہے۔ میں نفس کی اس حد تک غلام نہیں ہوں مجھے اچھے برے گناہ و ثواب کی تمیز آچکی ہے۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گی جو روز محشر مجھے اپنے رب کے سامنے شرمسار کرڈالے۔" وہ کتنے رسان سے کہہ رہی تھی زینب آہستگی سے مسکرادی۔

"خوش رہو فاطمہ، میں تمہاری اصلاح اور بہتری کی دعا کرتی رہوں گی میں کوشش کروں گی کسی دن تم سے ملنے بھی آسکوں تم بھی مدرسے آیا کرنا تمہارا قرآن ادھورا رہ گیا ہے۔ اپنا خیال رکھنا فی امان اللہ۔"

"ضرور زینب، میں آؤں گی، فی امان اللہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے فون بند کردیا اور کارڈلیس رکھنے کے بعد الماری کھول کر جائے نماز نکالنے لگی۔ زینب سے بات کر کے اسے عجیب شرمندگی نے آن لیا تھا۔ دنیاداری میں کھو کر وہ رب کی یاد سے فرائض کی ادائیگی سے غافل ہوتی جارہی تھی۔ جائے نماز قبلہ رخ بچھاتے اس نے ایک نظر پھر دونوں سوتے ہوئے بچوں کو دیکھا اور مطمئن ہوکر نیت

باندھ لی۔

آج اس کی نماز میں بھی ایک انوکھا سرور تھا۔ ایسی طمانیت جو روح تک کو اجال دے۔ وہ رب کی یاد میں اتنی مشغول تھی کہ دیا کے رونے کی آواز سے بھی بے خبر رہی۔ یہاں تک کہ اپنے کمرے کی سمت جاتے عباس کے قدم کوریڈور میں ہی ٹھٹک گئے۔ وہ خراب موڈ کے ساتھ بچوں کے کمرے کی جانب آیا۔ عباس نے آگے بڑھ کر بچی کو اٹھایا پھر قہر بھرے انداز میں فاطمہ کو آوازدی تھیں۔

"سندری...... سندری......!" وہ حلق کے بل چیخا تھا۔ دعا میں مشغول فاطمہ ہڑبڑا کر اٹھی اور اسے روبرو پاکر جیسے اس کی جان نکلنے والی ہوگئی۔

"کہاں تھیں محترمہ آپ؟ اس کا مطلب آپ کی کارکردگی بھی ناقص رہی۔ کیا سمجھوں میں اس کوتاہی کا مطلب؟" وہ برسنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"آئی ایم سوری میں وہ...... لائیں اسے مجھے دے دیں۔" گڑبڑا کر بات ادھوری چھوڑتی وہ شپٹا کر بولی۔ عباس نے قہر آلود نگاہ اس پر ڈالتے دیا کو اس کے حوالے کردیا۔

"اسے سلانے کے بعد آپ آکر میری بات سنیے گا۔" اس کا لہجہ بھی اس کے انداز کی طرح تڑخا ہوا تھا۔ جتنی دیر وہ دیا کو سلاتی رہی اس کا دل عباس کے بلاوے میں اٹکا ڈولتا رہا۔ دیا کے سونے کے بعد وہ بوجھل دل کے ساتھ بھاری قدم اٹھاتی عباس کے کمرے کے دروازے تک آئی تھی۔

"آجائیں، کھلا ہے دروازہ۔" اس نے نم آلود ہتھیلی کا دباؤ ڈال کر دروازے کو دھکیلا اور جھکی نظروں کے ساتھ کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے جا ٹھہری۔

"زینب کون ہیں، جن کا آج فون آیا تھا آپ کے لیے؟" فاطمہ نے اس بے معنی سوال پر لمحہ بھر کو اسے دیکھا۔

"زینب دوست ہے میری، میں انہی کے ساتھ انڈیا سے یہاں آئی تھی پھر کچھ عرصہ ان کے یہاں قیام بھی کیا تھا۔" فاطمہ پر جواب لازم تھا۔ حالانکہ وہ یہ جواب متعدد بار پہلے بھی دے چکی تھی مگر یا تو وہ بھول جاتا یا پھر دانستہ نظر انداز کرتا تھا۔

"تم یہاں کس مقصد کے تحت آئی تھیں؟" عباس کی چبھتی نظریں فاطمہ کے خائف چہرے جم گئیں۔

"مجھے ہر صورت اپنی بات کا جواب چاہیے سندری صاحبہ، یاد رکھو کہ تم اب ملازمہ ہو میری۔" عباس نے اس پر اس کی حیثیت کو واضح کرکے گویا جتلایا۔ فاطمہ کا رنگ فق اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہونے لگیں۔

"میں مسلمان ہوچکی ہوں اور میرا نام فاطمہ ہے۔" وہ بولی بھی تو کیا۔ عباس اپنے طیش پر قابو نہ رکھ سکا اس کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ فاطمہ کے حواس چھین کر لے گیا۔ وہ لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"میں تمہیں پولیس کے حوالے بھی کرسکتا ہوں تم انڈیا سے آئی ہو تمہارے مقاصد غلط بھی ہوسکتے ہیں۔ بہتر ہے سچائی اگل دو میرے سامنے۔" وہ غرانے کے انداز میں کہہ رہا تھا فاطمہ ہراسیمگی کے عالم میں سسک پڑی۔

"مجھ پر شک مت کریں، میں غلط ارادے سے نہیں آئی ہوں۔ اللہ جانتا ہے میرا کوئی غلط مقصد نہیں ہے۔" عباس نے سلگتی نظروں سے اس کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔" اس مژدہ جانفزا کو سن کر بھی وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہی تھی کہ اس کی پوزیشن کلیئر ہوئی ہے یا نہیں۔ البتہ یہ احساس بھی کچھ کم طمانیت آمیز نہیں تھا کہ وہ بہرحال ملازمت سے نہیں نکالی گئی ہے۔

❁......❁......❁

زندگی کی دعا نہیں دیجیے
ضد نہیں کیجیے ڈوبنے دیجیے
اپنی تشنہ لبی کا تقاضا ہے یہ
پانیوں کے سفر پر چلیں جس گھڑی
ساحلوں پر کوئی بھی ہمارا نہ ہو

سکندر نے بے دلی سے اس فائل اور تصاویر کو واپس بیگ میں رکھا جن کے متعلق بابا کا خیال تھا اسے اس کی اصل حیثیت اور حقوق واپس دلانے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اس کے ہونٹوں پر بہت یاسیت آمیز

مسکان بکھری تھی۔ یہ بابا اماں کی ہی مسلسل سمجھانے بجھانے کی کوششیں رنگ لائی تھیں کہ وہ اپنی تلاش اپنی پہچان پانے کے لیے تمام تر مایوسی، بے دلی اور بے رغبتی کے باوجود یہ سفر اختیار کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا اور جب وہ جا رہا تھا سب سے پہلے حویلی میں بابا سائیں نے اسے خدا حافظ کہا تھا۔

''تمہارے بابا صحیح کہتے ہیں سکندر بیٹے'' تمہیں اپنی اصل شناخت ضرور حاصل کرلینی چاہیے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ آج کے دور میں انسان کو اس کی شرافت سے نہیں اس کی مالی حیثیت و دولت کے بل بوتے پر عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے۔ جاؤ بیٹے خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔ اپنے والدین اور لاریب کی جانب سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تمہارے بعد وہ میری ذمہ داری ہیں۔'' سکندر خاموشی سے چلا آیا'' کون جانتا تھا اس کا دل کتنا بوجھل اور افسردہ تھا۔ اماں بابا نے اسے امید اور خوشی کے ساتھ کامیابی کی دعاؤں سے بھی نوازا اور رخصت کیا۔ تب بھی کوئی جذبہ کوئی احساس اس کے اندر نہیں اٹھا۔ بیگ اٹھاتے جب وہ دروازے سے نکل رہا تھا جانے کس جذبے کے تحت اس پل کمرے سے نکل کر پلر سے لگ کر کھڑی لاریب کے پاس اس کے قدم تھم گئے تھے۔

''گوکہ یہ سفر آپ کی وجہ سے ہی اختیار کیا جا رہا ہے لاریب بی بی، مگر میں دیگر لوگوں کی طرح نہ تو خوش فہم ہوں نہ خوش گمان۔'' دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دونوں کے چہروں پر ملال تھا۔ سکندر نے سرد آہ بھرتے ہوئے مزید کہا۔

''کامیابی کے نوے میں سے دس فیصد بھی چانس نہیں دیتا میں خود کو۔ آپ یہ بھی سمجھ سکتی ہیں حالات و واقعات نے مجھے پوری طرح سے مایوس اور بددل کردیا ہے آپ سے صرف اتنا کہنا چاہوں گا اگر میں ناکام ہوگیا اپنے مقصد میں تو پلٹ کر آپ کے پاس نہیں آؤں گا بلکہ آپ کو اس غیر اہم اور ناگوار تعلق سے آزاد کردوں گا جو آپ کو شرمندگی دکھ اور آزمائش کے سوا کوئی احساس نہ دے سکا۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میری اس کوتاہی کو معاف کردیجیے زندگی کا یہ ایسا مقام ہے جب میں آپ سے کسی چیز کا بھی خواہش مند نہیں ہوں یہاں تک کہ معافی کا بھی نہیں......'' آخری فقرہ اس کے منہ میں تھا جب لاریب نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ہونٹ بھینچے تیزی سے بھاگتی اندر کمرے میں واپس چلی گئی۔ سکندر نے یاسیت بھری نظروں سے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اور شکستگی سے مسکرا دیا۔ اس کے قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ اس کے باوجود کہ اس کا سب کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

فراز اپنے دھیان میں چلتا ہوا اندر آیا تھا۔ سیل فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ وہ کسی آفیشل ڈیل کو طے کر رہا تھا مگر پہلی نگاہ ہی بیڈ پر بیٹھی اریبہ پر پڑی تو اس کے اعصاب کو جیسے شدید ترین الیکٹرک شاک لگا تھا۔ اس نے ناگواریت میں مبتلا ہوتے سب سے پہلے رابطہ منقطع کیا پھر بیگ صوفے پر پھینکتا قہر ساماں تاثرات کے ساتھ اریبہ کو خائف چھوڑ کر تیزی سے پلٹ گیا اور باہر آتے ہی ماما کو تقریباً چیختے ہوئے پکارا تھا۔

''کیا ہوا بیٹے خیریت؟'' مما جو لاؤنج میں ہی تھیں اس کی آواز پر بدحواس بھاگی آئیں۔

''یہ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں اس مصیبت کو گھر میں لانے کے باوجود؟'' وہ دھیمے لہجے میں غرایا مگر غیض و غضب ایسا تھا کہ سامنے آئی ہر شے کو تباہ و برباد کرڈالے گا۔ یہاں تک کہ مما بھی ٹپٹا گئیں۔

''بیٹے اریبہ کو بھائی صاحب لے کر آئے ہیں اور......!''

''کیوں؟'' وہ حلق کے بل چیخا۔ رنگت لہو کی طرح سرخ ہوچکی تھی۔

''وہ ہوتے کون ہیں میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے میں اسے آج طلاق بھیج رہا تھا اور آپ......!''

''بکواس بند کرو فراز خبردار جو آئندہ یہ الفاظ اپنی زبان پر لائے۔'' تاؤ جی اپنے کمرے سے نکل کر آئے تو فراز اسی

قہر بھرے انداز میں ان کی جانب پلٹ گیا۔

''بہتر ہوگا تاؤ جی اگر آپ میرے معاملے میں نہ بولیں۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولا تو تاؤ جی تنفر سے ہنس دیے۔

''اچھا، دوسری صورت میں کیا کرلو گے تم؟'' وہ چیخے تو فراز کا خون ابلنے لگا۔

''آپ قتل جیسا جرم کرکے بھی طلاق کو غلط سمجھتے ہیں واہ تاؤ جی۔'' اس کا لہجہ حقارت آمیز تھا۔ تاؤ جی جزبز ہوئے۔ ان کا شدت سے دل چاہا کہ اس کی زبان کھینچ لیں۔

''بات کو سمجھنے کی کوشش کرو فراز، سمعیہ اور شرجیل کی گمشدگی نے کم افسانے نہیں بنائے باقی کسر تم اپنی بیوی کو طلاق دے کر پوری کردو۔ علوی خاندان تو ویسے ہی لوگوں کی زبان پر ہے۔'' انہوں نے پینترا بدل کر اس پر گرفت کرنی چاہی تو فراز زہر خند سے مسکرایا۔

''اس کا آغاز آپ کے کارناموں کی وجہ سے ہوا تھا نہ آپ آفاق چاچو کو مارتے اور نہ......!''

''خدا کا واسطہ ہے چپ کر جاؤ، ساری دنیا کو سناؤ گے تمہاری غلط فہمیوں کا بھی کوئی انت ہے بھلا؟'' تاؤ جی جیسے روہانسے ہوگئے تھے۔

''یہ اعتراف جرم تائی ماں خود کرچکی ہیں سمجھے آپ، غلط فہمی کو رہنے دیں اور دوسری بات یہ کہ اس عورت کو جیسے لے کر آئے ہیں ویسے ہی چھوڑ بھی آئیں۔ ورنہ میں ابھی اسی وقت اسے طلاق دے دوں گا۔ سنا آپ نے رکھ لیجیے گا پھر اسے یہاں جس حیثیت سے رکھنا ہوگا۔'' اس کے غصیلے انداز میں کچھ ایسی قطعیت تھی کہ وہاں موجود ہر شخص جیسے سکتے میں آگیا۔ اریبہ جو اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کو وہاں آ کھڑی ہوئی تھی کچھ اس طور بدحواس ہوئی کہ بے اختیار روتی ہوئی اس کے قدموں میں بیٹھ کر گڑگڑانے لگی۔

''خدا کا واسطہ ہے فراز ایسا مت کیجیے۔ معاف کردیں مجھے۔ غلطی ہوگئی مجھ سے پلیز معاف کردیں۔'' آتشی گلابی ساڑھی میں میچنگ زیورات سے سجی خوشبوؤں سے مہکی مگر زرد چہرے والی اریبہ کا یہ روپ فراز کو چند ثانیوں کو سہی مگر ٹھٹک کر کے رکھ گیا۔

''اب تحمل کے ناخن لینا اور شوہر کے ساتھ سسرال کے ہر فرد کی خدمت کرکے اس گھر میں اپنی جگہ بنانا تمہارا کام ہے اریبہ، یہ کوشش ہر لڑکی کو کرنا پڑتی ہے۔ تمہارے شوہر کو جو بھی تمہاری بات بری لگی کوشش کرنا اس کا ازالہ کرسکو۔'' اس کی ماں نے اسے تاؤ جی کے ساتھ بھیجنے سے قبل سمجھانا ضروری خیال کیا تھا۔ وہ مشرقی ماں تھی بیٹی کا گھر بسانے کی خاطر عزت نفس کچلنے کا ہی سبق دے سکتی تھی۔ گھر کا بننا آسان مگر بنے رہنا اتنا آسان نہیں اسے سب یاد تھا۔ اب وہ خود کو مٹا کر بھی اس گھر کو اجڑنے سے بچانا چاہتی تھی یہ عزم لے کر آئی تھی وہ۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے، ہٹو یہاں سے۔'' فراز کو اریبہ کی یہ حرکت چراغ پا کرگئی تھی۔ جبھی پیچھے ہٹتا وہ پھنکار کر بولا۔ اریبہ کے آنسوؤں میں کچھ اور شدت آنے لگی مما کو اس پر ٹوٹ کر ترس آیا تھا۔

''فراز بیٹے ایسے نہیں کہتے معاف کردو بچی کو کم از کم ایک موقع تو دیتے ہیں۔'' مما نے متنفر بیٹے کے آگے سفارش کی تھی وہ متنفرانہ تاثرات لیے چہرے کا رخ موڑے یوں کھڑا تھا جیسے یہ بات سنی ہی نہ ہو۔

''اریبہ بیٹے آپ کمرے میں جاؤ جو بھی معاملہ ہے میاں بیوی اکیلے میں سلجھاؤ۔ سب کے بیچ تماشا لگانے کی ضرورت نہیں۔'' پاپا نے دوسری اہم بات فراز کو ہی جتلائی تھی وہ اس بات پر بھڑکا تھا۔

''یہ میرے کمرے میں نہیں جائے گی پپا، میں کہہ چکا ہوں نا میں اسے کسی قیمت پر بھی رکھنے کو تیار نہیں ہوں۔'' فراز نے جتنی برہمی سے کہا تھا پاپا کو اسی قدر تاؤ آیا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''تاؤ جی سے کہیں اگر وہ اپنا مطالبہ منوانا چاہتے ہیں تو ایک مطالبہ میرا بھی ہے اگر انہیں قبول ہے تو میں بھی ان کی بات مان لیتا ہوں۔ ورنہ بھول جائیں کہ میں کوئی گنجائش رکھوں گا۔ مت بھولیں مجھے دنیا کی پروا ہے۔'' فراز نے سودے بازی پر اترتے ہوئے ساتھ ہی دھمکی سے بھی نواز دیا۔ تاؤ جی کے ساتھ دیگر افراد بھی چونک اٹھے۔

"کیسا مطالبہ؟"

"آفاق چاچو کے بیٹے کو ڈھونڈ کر اس کا حق اس تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ اس کو اس کی حیثیت سے قبول کریں۔" فراز نے جتنے سکون سے کہا وہاں موجود ہر شخص کے اعصاب اسی قدر پراگندہ ہوئے تھے۔

"یہ کیا بکواس ہے فراز تم کیوں آخر ایک بے بنیاد بات کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔" تاؤ جی اتنے برہم ہوئے تھے کہ عادت کے مطابق چنگھاڑنے لگے۔ فراز نے طنزیہ مسکراہٹ سمیت انہیں دیکھا پھر مضبوط قدموں سے چلتا ان کے مقابل آ کر ان کی آنکھوں میں اپنی سرد نظریں جما دیں۔

"اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھائیں تاؤ جی کہ آپ نے ایسا جرم نہیں کیا؟ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ اس معاملے کو نہیں اٹھاؤں گا۔ لیکن جھوٹی قسم کھانے سے پہلے یہ بھی یاد رکھیے خدا کی لاٹھی بے آواز ہے اور ضرب اس کی اتنی کاری اور شدید کہ آپ سہہ نہیں پائیں گے......"

"فراز چپ ہو جاؤ اللہ کا واسطہ ہے تمہیں۔" پاپا نے وحشت زدگی کے عالم میں دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیختے ہوئے کہا۔ فراز نے نگاہ کا زاویہ بدل کر سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے انہیں دیکھا پھر بوجھل دل سے مسکرا دیا۔

"پپا مجرموں کی فہرست میں آپ کا بھی نام درج ہے۔ آج بھی وقت ہے، اصلاح ممکن ہے خدارا اپنے بگاڑ کو تو سدھار لیں۔" ماحول پر یکدم مہیب سناٹا چھا چکا تھا۔ ایسے کہ سوئی بھی گرتی تو آواز سنی جا سکتی تھی۔ ایسے میں مما کی گھٹی گھٹی سسکیاں گونجنے لگی تھیں۔ تاؤ جی کب کے وہاں سے جا چکے تھے۔ فراز کو ان کا متنفرانہ انداز دیکھ کر صاف لگا تھا ان کا مہر زدہ دل ان باتوں کا اثر قبول کرنے سے قاصر رہا ہے۔ فراز نے ایک کے بعد ایک فرد کو وہاں سے کھسکتے دیکھا تو دل پر بوجھ لیے اپنے کمرے میں آ گیا۔ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ذہنی و قلبی انتشار کے دوران اپنے ایک واقف کار کا نمبر ملایا تھا جو کسی اخبار سے منسلک تھا۔

"ہاں عبدالمبین کیسے ہو، فراز بات کر رہا ہوں یار۔" اس نے تکیے سے ٹیک لگاتے واش روم سے برآمد ہوتی سوجھی آنکھوں والی اریبہ پر نگاہ ڈالے بنا چہرے کا رخ پھیرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

"ہاں یہی سمجھ لو، اب بھی ضرورت کی خاطر ہی یاد کیا ہے تمہیں۔ نہیں کوئی اسکینڈل نہیں یار ایک اور کام ہے۔" اس کا لہجہ سنجیدہ اور کسی حد تک تنا ہوا تھا۔

"ہاں ایک خبر لگوانی ہے اس کی تفصیلات میں تمہیں ای میل کرتا ہوں ٹھیک ہے، یہ کام جلدی ہونا چاہیے۔" اس نے کال منقطع کر کے سیل بستر پر پھینکا تو اریبہ جو اس کی فراغت کی منتظر تھی قدرے جھجک کر اس کے سامنے آ گئی۔

"فراز۔" اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی کا غلبہ تھا۔ فراز کے کشیدہ اعصاب کچھ اور بھی تناؤ سمیٹ لائے۔ اس نے دانستہ اسے دیکھنے سے گریز کیا۔

"میری اس غلطی کو معاف کر دیں پلیز۔" وہ پھر گڑگڑائی۔ فراز نے سرد نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ تمہارا اصل روپ نہیں ہے اریبہ شاہ، خود کو یوں ضائع مت کرو کس خوف کے باعث آخر تم نے یہ انداز اپنایا ہے۔" اس کا انداز زہر خند تھا۔ اریبہ سر جھکائے سسکیاں بھرتی رہی۔

"یہاں سے اٹھو اور کوشش کرنا مجھ سے مخاطب نہ ہو۔ اس سے زیادہ میں تم سے نرمی پر خود کو آمادہ نہیں کر سکتا۔ مجھ سے کسی قسم کی گنجائش کی بھی توقع نہیں رکھنا جنہیں عزت راس نہ آئے وہ ذلت کو خود اپنے اوپر مسلط کرتے ہیں۔ تمہارا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے بہتر تو یہی تھا تم اس سمجھوتے پر مائل نہ ہوتیں۔ بہرحال یہ تمہارا پرسنل میٹر ہے۔" اس کا لہجہ سرد تھا۔ اریبہ نے بے اختیار سکھ کا سانس بھرا۔ اس کی ماں نے درست کہا تھا کچھ پانے سے قبل کچھ کھونا ضرور پڑتا ہے۔ وہ کھونے والی شاید نہ بنتی مگر اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔

غرور اور تکبر اسے راس نہیں آ سکا تھا جبھی اگلے لمحے اسے منہ کے بل گرا کر خدا نے اس کو غلطی کا احساس بخش دیا تھا۔

❀......❀......❀

"جس شخص کو اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہونے کی سمجھ آ جائے وہ زندگی میں کسی بھی واقعہ کے رونما ہونے کا شکوہ نہیں کرتا۔ صرف سر جھکاتا ہے تسلیم کرتا ہے اور فکر کرتا ہے۔ مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے کرو۔ بلاشبہ یقین کی پختگی اور اخلاق کا حسن جس انسان میں پیدا ہو جائے وہ ایک ہی وقت میں خالق و مخلوق دونوں کا محبوب بن جاتا ہے۔"

ڈاکٹر ابراہیم احمد وعظ میں مصروف تھے۔ شرجیل کی متبسم لو دیتی نظریں اس پر فوکس تھیں۔ اسے سمعیہ کی خوش بختی میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں رہ گیا تھا۔ یہ ابراہیم احمد اور سمعیہ کے نکاح کی سادگی سے منعقد کی گئی تقریب تھی۔ جس میں شامل ہونے والوں کے لیے ابراہیم احمد نے یہ پرنور محفل سجائی تھی۔

"مجھے ہر لحاظ سے آپ پر فخر ہے ڈاکٹر ابراہیم احمد۔" مہمان رخصت ہوئے تو شرجیل نے ایک بار پھر ابراہیم احمد کو گلے لگانے کے بعد وفور جذبات سے لرزتی آواز میں کہا تو ابراہیم احمد بردباری سے مسکرایا تھا۔

"ایک بات بتاؤ گے یہ نا سمجھنا کہ اپنی بہن تمہارے حوالے کی ہے اس لیے پوچھ رہا ہوں۔ ابراہیم احمد یہ سوال تو تمہیں دیکھ کر ہمیشہ میرے ذہن میں ابھرتا ہے مگر حالات کی گردش اور گمبھیرتا نے کبھی موقع ہی نہیں دیا پوچھنے کا۔" شرجیل کی بات پر ابراہیم نے مسکرا کر اسے نرمی سے دیکھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں شرجیل احمد تم کیا کہنا چاہتے ہو یہی نا کہ میں شکل سے فارنر لگتا ہوں مگر مسلمان ہوں، اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی اور شرجیل آہستگی سے ہنس دیا تھا۔

"اس کا مطلب تمہاری ذہانت پر بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں فارنر ہی تھا شرجیل احمد، امریکا میں اپنی فیملی کے ساتھ تھا مگر پھر گردش حالات نے اس آشیانے کے ہر تنکے کو بکھیرنا شروع کر دیا۔ پہلے میری ماں پھر بہن بھی اس طوفانی ہوا کے تھپیڑوں کی زد میں آ کر مجھ سے بچھڑ گئی۔ میرے فادر کو ان دنوں کینسر کا جان لیوا مرض لاحق ہوا جب میں ہاؤس جاب مکمل کرنے کے بعد باقاعدہ اسپتال میں ڈیوٹی انجام دینے لگا تھا۔ ڈیڈ اپنی زندگی سے مایوس ہوئے تو ان کی وائف انہیں چھوڑ کر چلی گئیں۔ وہ اس قریب المرگ انسان کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ یہ صدمہ ان آخری ایام میں ڈیڈ کے لیے ناقابل برداشت تھا پھر انہی دنوں ڈیڈ کی صرف ایک خواہش تھی کیتھرائن کو آخری بار دیکھنے اور ملنے کی۔ مگر میری ممی نے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ کیتھرائن انہیں چھوڑ کر بھاگ گئی ہے۔

یہ بات ناقابل یقین تھی مگر ہم ممی کو فورس نہیں کر سکے۔ جن دنوں ڈیڈ نے شدید مایوسی کی کیفیت میں اپنی بیماری سے دل برداشتہ ہوتے خودکشی کی میں بہت بکھر گیا تھا۔ یہ

لکھوں گا

زندگی کی کسی شام
کبھی اپنی سوانح حیات لکھوں گا
اپنے دل کی وہ ہر اک بات
لکھوں گا
جو کبھی کہہ نہ سکا
جو کبھی لکھ نہ سکا
اپنے دل کی ہر اک آہ لکھوں گا
مرا ذوق جنوں
میری راتوں کی تنہائی
کب تلک درد کے صحرا میں
مرے کام آئی
لکھوں گا
زندگی کا فسانہ اور خوشیوں کے وہ پل
جو کسی سے بانٹ نہ سکا
پلکوں میں چھپے آنسو
آنکھوں میں سجے سپنے
غم کا امڈتا ہوا دریا
تیرے جانے کے بعد
لکھوں گا

بلال ایان...... کامل پور موسیٰ' اٹک

صدمہ بہت شدید تھا میں شاید سنبھل تو جاتا مگر یہ سنبھلنا سدھارنہ کہلاتا۔ سدھار اللہ نے عطا فرمانا تھا جبھی سبب بھی اس نے پیدا فرمایا تھا۔ جہاں میری ملازمت تھی وہیں اسپتال میں، میں نے ایک اور کینسر کے مریض کو دیکھا۔ تمہیں پتا ہے شرجیل احمد اس شخص کا مرض لاعلاج تھا۔ اسے پتا تھا عنقریب اسے مرجانا ہے مگر وہ بلا کا سیلف کنٹرول بندہ تھا میں نے کبھی اسے تڑپ کر بلکتے اور روتے نہیں دیکھا۔ جیسے میں نے بارہا ڈیڈ کو روتے دیکھا تھا۔ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا رہتا۔ ایسی خراب حالت میں بھی وہ پانچ وقت کی نماز اپنے بستر پر ادا کرتے اور ان کی زبان ذکر خدا میں مصروف رہتی۔ ذکر و شکر کا ایسا دلنشیں امتزاج میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ میں اسی حیرانی و غیر یقینی کی کیفیت میں اس مریض کے قریب ہوتا چلا گیا۔ وہیں سے یہ مجھے دین اسلام کو جاننے اور مزید بہت کچھ معلوم کرنے کا تجسس پیدا ہوا جیسے جیسے میں اس سمندر میں اترتا گیا یہ تشنگی بڑھتی چلی گئی۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب میں نے اپنی پیدائش کا مقصد جانا اور خود کو اس رب کائنات کے سپرد کردیا۔ اسی مقصد کی تکمیل کی خاطر تم جانتے ہو شرجیل احمد اللہ کے نزدیک بہترین انسان وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور پھر دوسروں کو سکھائے۔ شرجیل احمد میں اللہ کے نزدیک ہونے کو اس کے بہترین بندوں میں شامل ہونے کی جدوجہد میں مصروف ہوں۔ وہ بندے جو اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔“

”اللہ تعالیٰ تمہاری اس سعی کو قبول فرمائے ابراہیم احمد اور مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔“ شرجیل نے صدق دل سے دعا دی تھی ابراہیم مسکرایا تھا۔

”ثم آمین۔ یہ بتاؤ تم نے سمعیہ سے ان کی مرضی تو پوچھی تھی نا شرجیل احمد نکاح سے پہلے۔“ شرجیل نے نظریں اٹھا کر اسے بھرپور اور شرارتی نظروں سے دیکھا اور پھر شریر انداز میں مسکرایا۔

”تم بتاؤ، تم جیسے شاندار اور مکمل مرد کو کوئی لڑکی انکار کرسکتی ہے؟“ اس کا لہجہ انداز ایسا تھا کہ ابراہیم جھینپ کر رہ گیا تھا۔

”میں کبھی اپنے متعلق بہت زیادہ خوش گمان نہیں رہا۔ ہونے کو تو کچھ بھی ہوسکتا ہے تمہیں پوچھنا چاہیے تھا۔“ وہ جیسے خفا ہوا شرجیل نے بے حد محبت بھرے انداز میں اس کا کاندھا تھپتھپایا۔

”ڈونٹ وری، نا صرف پوچھ لیا تھا بلکہ تمہیں دیکھ بھی چکی ہے اور بہت خوش ہے۔ میرے مہربان دوست اب تم اپنے کمرے میں جاؤ باقی باتیں ان شاء اللہ صبح ہوں گی۔ آج زارون کو میں اپنے پاس رکھوں گا۔“ ابراہیم کی رنگت میں یکلخت سرخی سی چھاگئی۔

”کیوں تکلیف کرتے ہو شرجیل احمد! ہمیں اس ننھے فرشتے سے کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔“ اس کا باوقار انداز گفتگو اس کی طبیعت کی نفاست اور بردباری، شرجیل کو اس پر کچھ اور بھی پیار آیا۔

”بہت دن ہوئے اپنی الجھنوں میں گم ہو کر میں نے اپنے بیٹے کو جی بھر کے دیکھا بھی نہیں ہے۔ آج اپنے ساتھ سلاؤں گا تو بہت پرسکون نیند آئے گی مجھے۔“ اس کی آواز پر نمی اپنا غلبہ پانے لگی۔ ابراہیم نے اس کا کاندھا محبت سے تھپکا۔

❁......❁......❁

سمعیہ نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو باہم جکڑ کر گویا بڑھتی ہوئی بے چینی اور گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی تھی۔ دل اتنا تیز دھڑک رہا تھا کہ وہ اس کی دھک دھک باآسانی سن سکتی تھی۔ قسمت کی اس یاوری پہ وہ کتنا حیران تھی کیا وہ اتنی خوش بخت بھی ہوسکتی ہے اسے لگا تھا وہ یکلخت اندھیروں سے روشنی میں آگئی ہو۔ اسے اپنے اندر مہک اٹھنے والے گلابوں کا تازگی بھرا احساس شانت کرنے لگا۔ شرجیل کے بتانے پر کہ وہ اس کا نکاح اپنے نو مسلم دوست سے کررہا ہے اس کے احساسات نارمل ہی رہے تھے مگر جب اس کے اصرار پر جھجکتے ہوئے اس نے کچن کی کھڑکی سے ایک نظر ڈاکٹر ابراہیم کو دیکھا تھا تو گنگ رہ گئی تھی۔ چھ فٹ سے نکلتے قد مضبوط چوڑے وجود اور دلکشی و

خوبروئی میں بے مثال نوجوان کو دیکھ کر اسے خود اپنے نصیب پر رشک آنے لگا تھا۔ تمام خوف اور خدشے اسی ایک خوشی کے احساس میں مدغم ہوگئے۔ نکاح کے ایجاب و قبول کے مراحل طے کرتے اسے لگا کہ شرجیل کے ساتھ آنے کا اس کا فیصلہ ہرگز بھی غلط نہیں تھا۔ شرجیل کی فراہم کردہ اشیاء سے اس نے پوری توجہ سے خود کو آراستہ کیا۔ ڈل گولڈن کام سے مزین لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامے میں وہ ہر قسم کا سنگھار کرلینے کے باوجود وہ اس یونانی دیوتاؤں کی سی آن بان رکھنے والے شخص کے سامنے کتنی ماند لگ رہی تھی۔

"السلام علیکم! آپ کیسی ہیں سمعیہ۔" ابراہیم احمد کا لب ولہجہ اس کے انداز و اطوار کی مانند بردبار تھا۔ سمعیہ کا وجود باقاعدہ کپکپانے لگا۔

"شرجیل احمد بتارہے تھے آپ کو اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا مگر میں پوچھنا چاہوں گا آپ خوش ہیں سمعیہ؟" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر اس رسانیت سے بات کررہا تھا جو اس کے لہجے کا خاصا تھا۔

"جج...... جی...... جی...... بہت خوش ہوں......!"

سمعیہ کے لیے اب جواب لازم تھا۔ ابراہیم جو اسے بغور دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر کھل اٹھنے والے دھنک رنگوں کو محسوس کرکے آہستگی سے مسکرایا اور ہاتھ بڑھا کر اس کا لرزیدہ حنائی ہاتھ تھام لیا۔

"میں اب تک سنگل تھا چونکہ ابھی شادی کا خیال نہیں تھا جبھی کوئی مستقل گھر یا ٹھکانہ نہ بنا سکا۔ کچھ میرے کام کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ میں کسی ایک جگہ قیام بھی نہیں کرسکتا مگر اب ان شاء اللہ ایک گھر کی بنیاد ڈالوں گا آپ ساتھ دیں گی نا میرا؟" اس کی بات کے جواب میں سمعیہ نے جھینپ کر سر جھکائے ہوئے گویا اپنے ساتھ کا یقین سونپا تھا۔

"مجھے اللہ کا یہ فیصلہ دل سے قبول ہے اللہ مجھے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔"

"ثم آمین۔" سمعیہ نے زیر لب کہا تو ابراہیم کھل کر مسکرا دیا تھا۔

❁......❁......❁

سکندر نے پرملال انداز میں چلتے راہ میں آئے پتھر کو ہلکی سی ٹھوکر لگائی اور سرد آہ بھری تھی۔ اس کی اس شہر کراچی میں ایک خاص حیثیت تھی۔ پھر ہر ثبوت کی موجودگی کے باعث وہاں جاکر اپنی حیثیت تسلیم کرانا ہرگز بھی مشکل نہیں تھا۔ اس نے اس شاندار بلند عمارت کے آگے کھڑے ہوکر خود کو ایک نظر دیکھا اور خود اذیتی کا شکار ہوگیا اندر جانے کے بجائے وہیں سے پلٹ آیا تھا۔

"نہیں، میں ایسا نہیں کروں گا کیوں کروں، کس کی خاطر، لاریب...... جس کو میری پھر بھی ضرورت نہیں ہوگی اور میں اپنی حیثیت پر نہ شرمندہ ہوں نہ ملول۔ یہ حساب کتاب میں کیوں کروں، میں اس معاملے کو اللہ کے سپرد کیوں نہ کردوں، وہ ہے نا بہتر انصاف کرنے والا؟" اس نے فیصلہ کرلیا تھا وہ جانتا تھا اگر وہ اس حیثیت کو پاجاتا اپنا آپ تسلیم کروالیتا تو اس کو اس نوبت تک پہنچا دینے والے لوگ ناخوش ناشاد ہوتے۔ شاید اس کی خاطر بددعا بھی مانگتے۔ وہ تو پہلے ہی بے چینی کے حصار میں تھا۔

"نہیں لاریب، میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے بھی کہ اس کے بعد کا مرحلہ پھر سے تمہاری جانب لوٹ کر آنے کا ہوگا اور میں تمہیں دوسری مرتبہ اس آزمائش سے نہیں گزاروں گا۔" اس نے ہونٹ بھینچے اور ذہن سے اس آخری تلخ یاد کو مٹانے کی سعی کرنے لگا۔ جب وہ اس کے رخصت کرنے سے اس کی پوری بات سنے بغیر ہی اندر چلی گئی تھی۔

"ثابت ہوا لاریب یہ سفر ایک لاحاصل سفر تھا۔ سراسر سراب کا تعاقب، تمہیں کبھی بھی میری ضرورت نہیں تھی۔" اس کی پرتپش نگاہوں میں وہ منظر لودینے لگا۔ جب اگلی صبح وہ اس وقت کمرے میں داخل ہوا تھا جب لاریب گہری نیند کی آغوش میں تھی مگر سکندر کی نگاہ اس کے داہنے گال پر ثبت انگلیوں کے نشان پر الجھ گئی تھی۔ سکندر کو لگا تھا یکلخت کسی نے اس کا کلیجہ نوچ لیا ہوا۔

غم و غصے کی ایسی کیفیت تھی جس میں وہ خود پر کنٹرول کھو کر اس پر ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا۔ یہ ملال اتنا گہرا تھا کہ وہ کسی طرح بھی خود کو اس تک بڑھنے سے نہیں روک سکا اور جس پل وہ اضطرابی کیفیت کے زیر اثر جھک کر اس کے رخسار کو چھونا چاہ رہا تھا لاریب نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ لاریب کی نظروں میں سلگتا نفرت بھرا احساس تھا، سکندر کا دل پارہ پارہ ہوتا چلا گیا۔

"دور رہو مجھ سے۔" وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔ اس کا مخصوص تنفر بھرا انداز تھا۔

"آئی ایم سوری لاریب...... مم......!"

"اس کی ضرورت نہیں ہے تمہاری جانب سے بس اس ایک انتہا کی کسر تھی۔ صد شکر کہ تم نے وہ بھی پوری کردی مجھے کبھی بھول کر بھی یہ احساس نہیں ہوگا کہ میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔" لاریب نے جواباً سرد مہری کی انتہا کردی سکندر نے بے اختیار نظریں چرالیں۔

"ہمارے بیچ جو کچھ بھی تھا لاریب میں نے کبھی آپ سے شکایت نہیں کی اور کچھ نہیں آپ کو کم ازکم اتنا تو خیال کرنا چاہیے تھا نا کہ میرا بھرم قائم رہ جاتا۔" وہ کتنی عاجزی سے کہہ رہا تھا جواباً لاریب زہرخند سے مسکرانے لگی۔

"ہمارے بیچ کوئی وعدہ وعید نہیں تھا مسٹر سکندر حیات، میں تمہاری کبھی پابند نہیں رہی۔ اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ سکندر کو خاموش ہوجانا پڑا۔

❁......❁......❁

"سوال ہوا علم کیا ہے، تو پتا ہے کیا جواب ملا؟" عباس حیدر چلتے ہوئے رک گیا۔ یہاں منعقد ہونے والے اجلاس میں وہ یونہی بے ارادہ چلا آیا۔ بے قراریوں کا کوئی انت نہیں تھا۔ "دلوں کا قرار اللہ کی یاد میں پوشیدہ ہے۔" اس نے از سر نو یہ بات سنی سمجھی اور دل میں ترازو ہوتی محسوس کی تھی۔ وہ مسلمان تھا جانتا تھا یہ بات پھر کیوں غافل رہا اسے شرمندگی نے آن لیا۔

سچ کہا ہے کسی نے کچھ غم ہر احساس سے ماورا کرکے صرف نقصان در نقصان جھولی میں ڈال جاتے ہیں۔ بلال صاحب کچھ غلط تو نہیں کہتے تھے۔ وہ اسے سر راہ مل گئے تھے۔ اتفاقی یا حادثاتی طور پر بلال صاحب کا یقین کامل تھا کہ یہ ٹکراؤ معجزاتی طور پر ہوا تھا اللہ کے ہاں تو کب سے یہ سب یونہی ہونا طے تھا بس مقررہ وقت آیا تھا۔ وہ کتنے غیر محسوس انداز میں اس کی زندگی میں شامل ہوتے چلے گئے تھے کہ شروع میں عباس محض مروت میں اور بعد میں دانستہ بھی ان سے جان نہیں چھڑا سکا۔ دعوت حق کا انداز اتنا دل نشیں تھا کہ وہ سختی سے ان کی کوئی بات جھٹلا ہی نہیں پاتا تھا۔ وہ کبھی اسے گھر میں جوائن کرتے کبھی کال کرکے کتنے سرسری انداز میں بتایا کرتے۔

"عباس میں جمعہ کی نماز کے لیے جارہا ہوں سوچا تمہیں بھی ساتھ لے لوں۔ باہر انتظار کررہا ہوں بس دس منٹ میں آجاؤ۔ وہ اتنا لادین نہیں تھا کہ منہ پر جواب دے مارتا۔ لحاظ اور مروت میں شروع ہونے والی ان بے قاعدہ نمازوں میں دھیرے دھیرے باقاعدگی آتی جارہی تھی تو اس میں خدا کے فضل وکرم کے بعد بلال صاحب کی کوششوں کا اہم کردار تھا اور وہ اس کامیابی کے بعد کتنی سرشاری سے اکثر کہا کرتے تھے۔

"تمہیں پتا ہے عباس میں کتنا منافع بخش کام کررہا ہوں۔ جو تمہاری نیکیاں ہیں ان میں میرا بھی حصہ ہے۔" اور عباس محض کاندھے اچکا کر رہ جاتا مگر زیادہ عرصہ تک وہ یہ مروت نہیں نبھا سکتا تھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں بلال بھائی۔ میں ایسی نماز نہیں پڑھنا چاہتا جس میں رغبت ہے نہ دل جمعی۔ ایسی عبادت کی تو اللہ کو بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ سمجھ سکتے ہیں نا آپ۔" اور جواب میں بلال صاحب کتنے بے نیاز انداز میں مسکرائے تھے۔

"یہ ہمارا تمہارا نہیں، اللہ کا معاملہ ہے یار اسی پر چھوڑ دو۔ ویسے بھی نماز کو اللہ نے فرض کیا ہے دل نہ بھی کرے تو فرض کی ادائیگی تو ضروری ہے نا جس رب نے فرض کی ادائیگی کی توفیق بخش دی ہے وہی رب رغبت اور دلجمعی بھی عطا فرمادے گا۔" اور عباس لاجواب ہوکر رہ گیا تھا۔ یعنی

طے ہوا تھا کہ اسے نماز سے مفر نہیں ہے۔

"قرآن پاک کی تلاوت بھی کیا کرو عباس' کیا تم نہیں چاہتے کہ جنت کو خدا تمہارا نصیب بنا دے۔ وہ جنت جہاں ہر شے حسب خواہش ملے گی عریشہ سے جدائی نے تمہاری یہ حالت بنا دی ہے تو اسے دوبارہ پانے کا خیال تمہیں اس کوشش پر نہیں اکساتا؟" اور عباس نے جانا تھا ان کے پاس کتنے لاتعداد طریقے تھے اس راہ کی جانب رغبت دلانے کے۔

"تمہیں پتا ہے عباس جب کوئی مرجاتا ہے تو اسے سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟ مغفرت کی دعا کی، ایصال ثواب کی، صدقہ جاریہ کی، کیا تم نے اپنی وائف کے لیے یہ سب کچھ کیا؟" سوال ہوا تھا اور اس کے اندر بے کراں وحشت پھیلتی چلی گئی۔ کسی آتش فشاں لاوے کی مانند ہر شے کو جھلساتا اجاڑتا اذیت کا احساس تھا جو ہر سوں پھیل گیا تھا وہ بھی سرتاپا جھلس گیا۔ وہ تو اس پل خود سے بھی نظریں چار نہیں کر پا رہا تھا۔ کون جانتا تھا اس نے عریشہ کے غم میں کیا کیا۔

دین کو تو جیسے وہ پہلے ہی بھولا ہوا تھا اس نے تو دنیا کو بھی فراموش کر ڈالا تھا۔ وہ گھر اور بچے جن سے عریشہ نے بے تحاشا محبت کی تھی وہ ان سے بھی غافل ہوتا چلا گیا۔ صرف یہی نہیں شراب نوشی میں مبتلا ہو کر خود پر غفلت اوڑھ لی، یعنی گناہ در گناہ، اللہ کی ناراضی کا مزید سامان۔ اس رات فاطمہ سے اتنی قربت بھی اس حرام شے کی غفلت کا شاخسانہ تھا۔ صد شکر کوئی بڑی حد نہیں عبور کی۔ کتنا شرمندہ تھا وہ عریشہ سے اللہ سے، حالانکہ شرمندہ ہونے کا حق تو اللہ کے سامنے تھا اور ڈرنے کا بھی۔

کیسی انمول کیفیت تھی جن سے اس سے قبل وہ کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔ اس روز اس نے پشیمانی کے لاتعداد آنسو بہا ڈالے تھے۔ کتنا حقیر تھا وہ مگر اللہ نے پھر بھی اسے نگاہوں میں رکھا ہوا تھا۔ کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس کی تمام تر فراموشی کے باوجود وہ اسے یاد رکھے ہوئے تھا۔

"اللہ پاک اسے بھی دیتا ہے جسے پسند نہیں کرتا لیکن دین پر چلنے کی توفیق صرف اسے ہی دیتا ہے جس سے اللہ محبت کرتا ہے۔ تم جانتے ہو عباس میں تمہارے علاوہ بھی دن میں کتنے لوگوں کو نماز قرآن اللہ کے احکامات کی تعمیل کی دعوت دیتا ہوں مگر ان میں سب کے سب دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ اس راہ پر صرف وہی چلتے ہیں جنہیں اللہ چلانا چاہتا ہے۔ ہدایت انہیں ملتی ہے جو منتخب ہو چکے ہیں۔ مبارک ہو تمہیں، تمہارا شمار انہی چنے ہوئے لوگوں میں ہوا ہے۔ وہ غم کیسے بڑا ہو سکتا ہے جس میں اللہ کی محبت اور قربت پوشیدہ ہو۔" وہ مسکرا کر اس کی تائید چاہ رہے تھے اور آنسو عباس کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ شاید فی الحال وہ یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ عریشہ کو کھو کر ملنے والی یہ ہدایت اسے کتنی مانوس اور پیاری لگی ہے۔

"علم یہ ہے کہ تم پر کوئی ظلم کرے تو اسے معاف کردو، اگر تعلقات توڑے تو جوڑ لو، اگر کوئی آپ کو محروم کرے تو اسے نواز دو اگر کسی سے انتقام لینا ہو تو درگزر کردو، غصے میں بھی ایسی بات نہ کرو جس پر بعد میں ندامت ہو۔" بلال صاحب کہہ رہے تھے اور عباس کا دل گواہی دے رہا تھا ہاں دین کی اصل تعلیمات یہی تھیں۔ اس نے مسکرا کر سر کو اثبات میں جنبش دی اور پوری توجہ سے انہیں سننے لگا۔

"آپ کو پتا ہے، قریب کیا ہے؟ قیامت اور قریب قریب تر، موت۔

عجیب کیا ہے؟

دنیا

اور عجیب تر

طلب دنیا

واجب کیا ہے؟

توبہ

اور واجب تر؟

گناہوں سے بچنا

(انشاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

اسے تم اس طرح پوجو' اسے تم اس طرح چاہو
وہی منزل' وہی مقصد' وہی مطلوب بن جائے
نہ مانگو اس سے کچھ اس کے سوا شرطِ وفا یہ ہے
وہ محبوب حقیقی اس طرح محبوب بن جائے

دور تک لق و دق صحرا اور سر پر آگ اُگلتا سورج' جا بجا کانٹے دار جھاڑیاں' اس کی نگاہیں اپنے پیروں پر ٹک گئیں جو اس قدر زخمی تھے کہ ان سے خون رس رس کر ریگ صحرا کو بھگو رہا تھا۔ دور تک کوئی درخت تھا نہ کوئی ذی نفس' تھکن کی بدروح نے اس کے وجود کو اپنے وحشی پنجوں میں جکڑ کر رگیدنا شروع کر دیا تھا۔ پیاس پھنیر سانپ کی طرح اس کے حلق کو ڈنک مارے جا رہی تھی۔ کہیں کوئی سایہ نہیں' کہاں رکوں' کہاں پڑاؤ ڈالو اس نے خالی خالی آنکھوں سے چاروں اور دیکھا۔

جب سفر شروع ہوا تھا تو سب ساتھ تھے' نخلستانوں سے گزر ہوا' آب جوؤں سے مشکیزے بھرنے جھرنوں کے میٹھے پانیوں کے جرعے پیئے' جہاں تھکان محسوس ہوئی وہیں بسیرا کر لیا' جہاں بسیرا کیا وہاں شجر سایہ دینے آگے بڑھے' چاند کی نرم چاندنی نے اپنی ممتا بھری آغوش میں سمیٹ کر سلایا پھر...... پھر آگے کا یہ سفر تنہا کیوں؟ سر پہ آگ برساتا سورج اور پاؤں تلے جلتی زمین کیوں؟ دور تک کوئی سایہ کوئی بادل کا ٹکڑا کیوں دکھائی نہیں پڑتا؟

خالی آنکھوں میں ریت سی بھرنے لگی شاید لُو چلنے لگی تھی اس نے اپنے آنچل کو اپنے وجود کے گرد اچھی طرح سمیٹا اور آگے قدم بڑھانے کی سعی کرنے لگی۔ ریت پر خون کے نشان سے بننے لگے' پاؤں نے کہا۔

"رُک جا' تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جا۔ دیکھ زخموں سے کیسے خون رس رہا ہے۔ تُو کیسی ظالم ہے' تجھے دو پل چین کے بھی اچھے نہیں لگتے۔"

"چین......" اسے لگا وہ خود پر ہنسی ہے یا پھر ہونٹوں نے اس کے پاؤں کو طنز بھرا جواب دیا ہے۔

"خوب کہا......" وہ تپتی ریت پر بیٹھ گئی' اندر بھانبھڑ جل رہے ہوں تو باہر گرمی ہو یا سردی کہاں کچھ خبر ہوتی ہے۔

"جانتی ہیں آپ کی آنکھیں بولتی ہیں۔" لُو کے تھپیڑے کے ساتھ ایک مانوس سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"اچھا بھلا کیا بولتی ہیں؟" یہ اس کی اپنی آواز تھی

زندگی سے بھرپور کھلکھلاتی ہوئی۔

''جب میں جانے لگتا ہوں تو یہ کہتی ہیں رک جاؤ' مت جاؤ۔ آپ کو پتا ہے مجھے آپ کی آنکھوں کا ہر سوال پڑھنا آتا ہے۔''

''ہم...... تم تو محبت کے فیثا غورث ہو۔ محبت کی ریاضی سمجھتے ہو ہے ناں۔'' وہ ہنسی تھی۔

''نہیں میں اپنی مے زادہ کا جبران ہوں' معبد کے اندر بیٹھی مے زادہ جب جب پکارتی ہے میں اس کی آواز سنتا ہوں۔ اس کی ہر صدا پر میرا دل لبیک کہتا ہے اور جانتی ہیں وہ مے زادہ کون ہے؟'' گہری آنکھیں دنیا بھر کی نرمی خود میں سمیٹے اس کی آنکھوں میں جھانکے جاتیں۔

''کون......؟'' وہ شرارت سے جانتی بوجھتی پوچھے جاتی۔

''میری جانب دیکھیں' آپ کو آپ کے سوال کا جواب مل جائے گا۔'' محبت کی روشنیاں لٹاتی آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز ہوتیں اور وہ اس نور کی بارش میں اپنا پور پور بھیگتا محسوس کرتی۔

''سی......'' پاؤں میں ایک اور کانٹا چبھا تھا شاید...... سوچ بکھر گئی' ایک پل کو تو وہ بھول ہی گئی تھی کہ وہ اس ویران صحرا میں اکیلی کھڑے ہے۔ پاؤں کے چھالے' لُو کے تھپیڑے سب بھول گئے۔ محبت کس قدر عجیب ہے' کتنے رنگ کتنے پہلو' کتنی صورتیں ہیں اس کی۔

سورج کسی بدہیئت دیو کی طرح اپنے جبڑے وا کیے آگ اگلے جا رہا تھا۔ گرم ہوا سنسناتی ہوئی جیسے اس کے وجود کے آر پار ہوئی جا رہی تھی۔

''اٹھ جا...... سفر بہت طویل ہے یوں تھک کر ابھی سے بیٹھ گئی تو کبھی منزل پر نہ پہنچ پائے گی۔'' ذہن نے دہائی دی۔

''پاؤں بہت زخمی ہیں' مجھ سے اور چلا نہیں جائے گا۔'' وہ تڑپ اٹھی تھی۔

''یوں بیٹھ جانے سے زخم سل جائیں گے۔ کوئی نہیں جو اُن زخموں کی چارہ جوئی کرے۔'' حقیقت کا آئینہ روشن ہوا۔

''تُو شروع سے مشکل پسند تھی ناں' دیکھ مسافر اپنے راستے خود چُنا کرتے ہیں پھر مسافت چاہے کتنی طویل ہی کیوں نہ ہو کتنی ہی پُر اذیت کیوں نہ ہو۔ صبر سے چلتے جاتے ہیں' اپنے چُنے راستوں پر چلنے سے پاؤں تو کیا روح بھی زخمی ہو جائے تو پروا کاہے کی۔'' ذہن نے اسے ایک اور کوڑا رسید کیا وہ جیسے درد سے بلبلا اٹھی۔

''کیا تم کچھ دیر کے لیے چپ نہیں رہ سکتے' میں نے سفر سے انکار نہیں کیا کچھ پل کو ستانے رکی ہوں۔''

❁......❁......❁

''ارے تم...... ابھی کچھ دیر پہلے تو گئے تھے پھر آگئے۔'' کھنکتی آواز نے سماعتوں میں رس گھولا۔ صحرا کی وسعتوں میں پھر ماضی کا ایک دروازہ کھلا۔

''جی آپ کے لیے کچھ لایا ہوں۔'' وہ گھر کے بیرونی دروازے پر ٹکا رہا۔

''اندر آجاؤ۔''

''نہیں......'' وہ وہیں ایستادہ تھا۔

''بھلا یہ کیا بات ہوئی۔'' وہ بڑے ناز سے بولی۔

''اچھا بتاؤ کیا لائے ہو؟''

اس نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نکال کر اسے دکھایا' اس کے ہاتھ میں آدھی روٹی اور علاقائی طرز پر پکے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا رکھا تھا۔

''ہیں...... یہ کیا بھئی؟''

''کھانا کھاتے کھاتے اچانک آپ کی یاد آ گئی پھر مجھ سے رہا نہیں گیا میں آپ کا حصہ چپکے سے جیب میں ڈال کر لے آیا۔'' معصوم سی توجیہہ کے جواب میں اپنا ہی قہقہہ بہت دیر تک اس کی سماعتوں میں گونجتا رہا نقرئی قہقہہ' جیسے مندر میں کئی گھنٹیاں ایک ساتھ بج اٹھی ہوں اور وہ...... وہ اپنی نرم آنکھوں میں بے تحاشا محبت

سموئے اسے دیکھے گیا۔

''انسان مردار پسند ہے یہ طے رہا۔'' ذہن نے اسے جھنجوڑا۔ ''اور تم بھی مُردے کی لاش سے لپٹ کر جینے والی روح دکھتی ہو۔''

''فضول بکواس ہے یہ' ایسا نہیں ہے۔'' اس نے ترش لہجے میں نفی کی۔

''تو پھر ماضی کے ساتھ سانس کیوں لیتی ہو' کیوں جیتی ہو ان لمحوں کو بار بار جو کب کے مُردہ ہو چکے۔''

''ماضی مُردہ نہیں ہے یہ انسان کے اندر سانس لیتا ہے۔ میں تو ان کانٹوں سے نظریں چرانا چاہتی ہوں۔ اپنے پاؤں کے زخموں سے صرف نظر کر کے کچھ دیر سکون کی سانس لینا چاہتی ہوں۔''

''ہونہہ...... خود فریبی' خود میں جھانکو یہی کانٹے ہیں تمہارے اندر' تمہاری روح تمہارا وجود ان کے زہریلے پنجوں نے نیلا کر دیا ہے۔''

''ہاں ایسا ہے' ایسا ہے بھی تو کیا کروں میں؟ یہ خود فریبی تو جینے کا بہانا ہوتی ہے۔ جب جب باہر کی دنیا اذیت دیتی ہے اندر کی دنیا پناہ دینے کو آگے بڑھ آتی ہے۔ تبھی تو چل پاتا ہے انسان' تبھی تو سانس چلتی ہے۔ زندگی کے بہاؤ میں بہتے بہتے بازو ٹانگیں شل ہو جاتی ہیں تو ماضی کا کوئی سنہرا پل لائف بوٹ کی طرح آ کے خود پر سوار کر لیتا ہے بے شک کچھ پل کو ہی سہی۔'' وہ جیسے کسی بے وقوف بچے کو پھسلانے میں لگی تھی۔

آنکھوں کے سامنے دور تک ریت کی چادر سی تنی تھی' کانٹوں سے الجھ الجھ کر اس کے پاؤں مزید دریدہ ہوئے جاتے تھے۔ اس نے لڑکھڑاتے قدم بمشکل ریت پر جمائے۔

''ایک بات بتاؤ گے؟'' اسے اپنی طرف خاموشی سے تکتے پا کر وہ اکثر جھنجھلا سی جاتی تھی۔

''جی......'' اس کی محویت میں پل بھر کو جیسے ارتعاش سا ہوا۔

''تم اتنے خاموش کیوں رہتے ہو؟''

''خاموش......؟ میں کب خاموش رہتا ہوں؟ میں تو بہت بولتا ہے اتنے الفاظ تو شاید کسی بھی زبان کی لغت میں نہیں جتنے میں بولے جاتا ہوں کیا آپ کو یہ لفظ سنائی نہیں دیتے۔'' وہ حیرت لہجے میں سمو کر کہتا۔

''ہاں کبھی کبھی سنائی دیتے تو ہیں مگر......'' وہ شرارت سے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیتی۔

''مگر......'' اس کے مغرور ابرو کچھ تن سے جاتے۔

''مگر وہ زبان اجنبی سی ہوتی ہے ناں؟ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔'' وہ ہنوز شرارت سے کہتی۔

''ہاں وہ زبان دور دیسوں کی ہے یہاں کے لوگ نہیں سمجھ پاتے۔'' وہ جیسے اس کی شرارت سمجھ کر مسکرا دیتا۔

''تمہیں ایک بات کہوں۔'' وہ بہت توجہ سے اس کو دیکھتے ہوئے کہتی۔

''سو باتیں کہیں۔'' وہ بہت اچھا سامع تھا۔

''تمہاری مسکراہٹ میں بادلوں کی مہربانی اور ہواؤں کی ٹھنڈک ہے۔ پتا نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے میں اپنا دل کھول کر تمہیں دکھاؤں۔''

''مگر وہ دل تو میں نے دیکھا ہوا ہے۔'' وہ ہنس پڑتا' بالکل ایسے جیسے گھپ اندھیرے میں کہیں لاتعداد دیئے ٹمٹما اٹھے ہوں۔

''اچھا پھر کیا نظر آیا؟'' وہ بھی جیسے اس سے کچھ اگلوانے پر کمر بستہ ہو جاتی۔

''وہ دل کہاں ہے وہ تو ڈرا سہما بزدل سا بچہ ہے جو میلے میں اپنوں سے بچھڑ گیا ہے۔ ہر طرف بھیڑ ہے مگر کسی کو فرصت نہیں کہ اسے چپ کرائے یا پھر اس کی انگلی تھام کر اس کے راستے پر لے آئے' میں نے اس خوف' ڈر اور تنہائی کو سمجھا ہے' بس یا مزید بتاؤں۔''

''بس چپ ہو جاؤ۔'' وہ ڈر گئی تھی' وہ اس کی آنکھوں سے ہو کر اس کے دل میں بھی جھانک آیا تھا' اس نے اس کی روح کو چمٹی جونکیں دیکھ لی تھیں۔ اس کے ڈر کو جان گیا تھا وہ' اس کا خول' اس کا مضبوط قلعہ جس میں اس نے اپنا آپ چھپا رکھا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ ساری حدیں' ساری فصیلیں پار کرآیا تھا۔

اس نے ایک جھرجھری سی لی' تھکی ہوئی آنکھوں کے سامنے وہی منظر تھا وہی صحرا' وہی کانٹے دار خودرو جھاڑیاں' وہی آگ اگلتا سورج اور بے مہر ہوا' اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے' تھکے ہوئے وجود میں مزید آگے بڑھنے کی سکت نہ تھی' وہ ریت پر ڈھے سی گئی۔

''کس بات کا ڈر ہے آپ کو' میں تو ہمیشہ' ہر قدم آپ کے ساتھ رہا' آپ کے ساتھ ہوں پھر کیوں ڈرتی ہیں آپ؟'' اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''میرا وجود تقسیم شدہ ہے ذمہ داریوں کے بوجھ سے دُہرا ہوا جاتا ہے' تمہارے سامنے روشن مستقبل ہے اپنا راستہ دشوار مت کرو۔'' اسے اپنی ہی اجنبی آواز سنائی دی۔

''آپ میرے راستے کی فکر مت کریں' اپنا بتائیں کیوں کر رہی ہیں آپ میرے ساتھ ایسا۔ آپ بہت اچھی طرح جانتی ہیں کہ میرے لیے آپ کیا ہیں' میں آپ کے راستے کے کانٹے سمیٹنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ میں نے آپ کی آنکھوں کو بار بار پڑھا ہے' ان میں واضح طور پر اپنا عکس دیکھا ہے' میں نے آپ کے دل میں اتر کر دیکھا ہے' اس کے گوشے گوشے میں اپنا آپ پایا ہے پھر...... پھر آپ خود کو اور مجھے کانٹوں پر کیوں گھسیٹنا چاہتی ہیں۔ کیا کروں گا میں اس روشن مستقبل کا' جس میں آپ میرے ہمقدم نہیں۔'' اس نے دونوں ہاتھوں پر سر گرا لیا۔

''دنیا تمہیں جینے نہیں دے گی' ہنسے گی تم پر اور...... اور تمہارے اپنے تم سے منہ موڑ لیں گے' تمہارے اردگرد رہنے والے تم پر ترس کھائیں گے۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''بہت بہتر' میں یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ دنیا جسے ہماری' ہمارے جذبوں ہمارے احساسات کی چنداں پروا نہیں۔ ہمارے مل جانے کی صورت میں وہ ہمیں جینے نہیں دے گی۔ لوگ مجھ پر ترس کھائیں گے کیونکہ میں محبت میں سرخرو ہو چکا ہوں گا' میرے اپنے مجھ سے منہ موڑ لیں گے۔ مگر کون اپنے' میں نے سب سے قریبی اور اپنا تو ہمیشہ آپ کو مانا ہے۔ میری خاموشی کو زبان دے کر مجھے پھر سے بے زبان مت کریں پلیز۔'' اس کی گہری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ لہجے میں بچ کر کرواہٹ تھی مگر وہ بھی کیا کرتی اپنے تقسیم شدہ وجود کو اس کی زندگی میں شامل کر کے اسے کسی امتحان سے دوچار کرنا اسے گوارا نہ تھا۔

اس کے خشک ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ پھیل گئی' زبان پر ہلکا سا نمکین ذائقہ ابھرا۔ صحرا کی دھوپ مزید کچھ تیز ہو گئی۔

یہ اس کا اپنا فیصلہ ہی تو تھا' محبت جب اپنے مہربان بازو وا کیے اس کی طرف آئی تھی تو کتنی بیڑیاں اس کے پاؤں میں آ پڑی تھیں بھاری بھاری زنجیریں' ذمہ داریوں کے جسیم و جسیم طوق جن کے وزن سے اس کی گردن جھک گئی تھی۔

وہ گہری آنکھوں والا بے ضرر' بے لوث اور بے غرض ساتھی بس یونہی قسمت سے اس سے آن ملا تھا۔ وہ اس کا اپنا نہیں' ہاں مگر غیر بھی تو نہیں۔ کون تھا بھلا وہ' کوئی خون کا رشتہ تو نہیں تھا۔ کوئی بے حد قریبی بھی نہیں تھا مگر اسے اس عجیب سے تعلق کی سمجھ نہیں آتی تھی' ہاں کچھ تھا ان دونوں کے بیچ بہت انمول...... کچھ ایسا کہ وہ اس کا اطمینان تھا۔ اس کی آنکھیں پل پل اسے کھوجتی تھیں' ہمیشہ جب وہ جانے لگتا تھا تو اس کی آنکھیں اس کے جاتے قدموں کے ساتھ لپٹتی دور تک ہو کر آتی تھیں مگر اب تو قدموں کے نشان بھی مٹ گئے تھے' پوری دنیا ہی صحرا میں بدل گئی تھی۔

''یہ کیا ہے بھئی؟'' لہجے میں حیرت و استعجاب کا ایک جہان آباد تھا' آنکھیں بہت پُرشوق انداز میں ٹیبل پر دھرے ہارڈ بورڈ کے ایک ٹکڑے کو تک رہی تھیں' جس پر کچھ مٹی پڑی تھی۔

سمیرا وحید

السلام علیکم! کیسے مزاج ہیں؟ میرا نام سمیرا وحید ہے اسٹار لبرا ہے (تمام اچھائیوں اور برائیوں کے ہمراہ) میرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں' میں سب سے بڑی ہوں' ارے آپ کیا سوچنے لگے' میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں اسی وجہ سے تمام گھر پر والدین کے علاوہ میری حکمرانی چلتی ہے' غصہ تو بڑی جلدی آ جاتا ہے مگر اس سے جلدی بھاگ جاتا ہے۔ کھانے میں کھیر' بریانی' آئس کریم اور پیزا تو فیورٹ ہے۔ باقی میں کسی بھی چیز سے نفرت نہیں کرتی۔ میری سوچ یہ کہتی ہے کہ کھانے پینے کی کسی چیز سے نفرت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ تمام چیزیں اللہ نے بنائی ہیں۔ کپڑوں میں مجھے شلوار قمیص پسند ہے۔ جیولری میں چین اور بریسلیٹ پسند ہے۔ ارے ہاں یہ تو بتانا بھول ہی گئی کہ کچن کے سارے کاموں سے آشنا ہوں۔ گھر میں زیادہ دوستی امی اور بہن سے ہے۔ دوستی کرنا میرا مشغلہ ہے' اگر آنچل میں کوئی دوست بن جائے تو کیا بات ہے (کیا خیال ہے) ضرور بتائیے گا کہ میرا تعارف کیسا لگا' او کے اللہ حافظ۔

''یہ...... بس رہنے دو' بال کی کھال نہ اتارنے لگ جایا کرو۔'' وہ میز کے قریب آ کر میز کی طرف پشت کر کے یوں کھڑی ہو گئی کہ ہارڈ بورڈ کا وہ ٹکڑا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''نہیں آپ کو بتانا پڑے گا' یہ کیا ہے؟'' وہ بھی ہٹیلا ہی تھا' اس نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف کیا اور بغور جائزہ لیا۔ مٹی پر پاؤں کا نشان محفوظ تھا' اس نے بغور دیکھا اور پھر حیرت سے اس کی طرف مڑا۔

''آپ...... آپ سچ مچ پاگل ہیں۔'' بے یقینی' حیرت' محبت کتنے بہت سارے جذبے اس کے لہجے میں در آئے تھے۔

''ہاں...... ہوں...... پھر؟'' مان بھرے لہجے میں اس نے کہا' ہوا کے دوش پر آتی اس کی آواز میں یک دم

لُو کے جھکڑ سمت آئے۔ یہ لُو کے تھپڑے تو جان کا آزار بن گئے' اس کی نظر پھر اپنے پاؤں پر ٹک گئی۔

"ایک دن دیکھئے گا آپ کے پاؤں کے نیچے یہ سخت زمین نہیں' میری ہتھیلیاں ہوں گی پھر آپ کی ساری تھکن اتر جائے گی۔ ایک دن آئے گا جب آپ کھل کر ہنسیں گی ہر فکر' ہر غم بھلا کر وہ دن میری زندگی کا سب سے خوب صورت دن ہوگا۔"

"میرا بھی......" آواز کی بازگشت اس کے کانوں سے ٹکرائی' اس نے سر نیچے ریت پر ٹکا دیا۔ تھکن کے عفریت نے اس کے پورے وجود کو اپنے وحشی دانتوں سے بھنبھوڑ ڈالا تھا۔

"یہ سفر ختم کیوں نہیں ہوتا' کیوں یہ میری جان کا روگ بن گیا ہے۔ ہر ساتھ چلنے والا تھک کر رخ بدل جاتا ہے تو پھر یہ طویل مسافت میرا ہی مقدر کیوں؟" سوال اندر کہیں گونج رہے تھے اور اس کے وجود کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اپنی موت مر رہے تھے۔

منظر بدل گیا اس کے اردگرد کچھ دیواریں کھڑی ہوئیں پھر ان دیواروں پر چھت ابھرا پھر کھڑکیاں اور دروازے نمودار ہوئے۔

"یہی بیڑی تھی میرے پاؤں کی' یہ چار دیواریں' بے جان چھت' بے زبان کھڑکیاں دروازے...... یہ طوق بن گئے میرے گلے کا۔" اس نے سینہ مسلا یوں جیسے سانس کو آمدورفت میں سہولت دینا چاہتی ہو۔

پھر ان ہی دیواروں کے درمیان کچھ ہیولے چلتے پھرتے دکھائی دیئے' کچھ جانے پہچانے اس کے اپنے ہونے کے دعویدار چہرے دیواروں پر واضح ہوتے گئے۔

"تم سب نے مجھ سے میرے ہونے کا خراج لیا ہے' تم سب میرے اپنے ہوناں' کیسے اپنے ہو۔ دیکھو پیاس سے میرا حلق کٹ رہا ہے' مجھ میں سکت نہیں کہ دو گھونٹ پانی سے حلق کو تر کروں۔ تم میں سے کسی کو بھی فرصت نہیں کہ دیکھے تم سب کی خاطر میں نے خود پر خوشیوں کا ہر دروازہ بند کیا۔ آج اس لق و دق صحرا میں کسی حقیر کیڑے کی طرح رینگ کر مرنا میرا مقدر ہے۔" الفاظ اس کے ہونٹوں پر آ کر جیسے ساکت ہوگئے تھے۔

"ٹھیک ہے' آپ کی زندگی ہے آپ جو بھی فیصلہ کریں گی مجھے قبول ہوگا۔" اس کا لہجہ مجروح تھا۔

"دیکھو میں نے اپنوں کے لیے قربانی دینی ہے' میں خود غرض نہیں کہلانا چاہتی' اپنے لیے ہاتھ بڑھا کر پھول توڑتے ہوئے میں بہت سے ہاتھوں میں کانٹے نہیں تھما سکتی۔ تم...... تم مجھے بھول جاؤ۔" کتنا مضبوط لہجہ تھا اس وقت اس کا۔

اور وہ مہربان آنکھوں والا آج بھی خاموش بیٹھا کچھ دیر اسے دیکھتا رہا تھا پھر جب اس کی آنکھیں دھندلا گئیں تو بہت خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ وہ چلا گیا ہمیشہ کی لیے کہاں...... کون جانے وہ تو خاموش دریا تھا جب تک دھرتی نے سیراب ہونا قبول کیا وہ بہتا رہا اور پھر اپنا راستہ بدل گیا۔ ہر آہٹ پر اس کی آنکھیں چوکھٹ پر جا ٹھہرتیں مگر اب یہ دروازہ کھلا رہتا یا بند رہتا' یہاں کسی نے نہیں آنا تھا۔

بہت سے منظر اس کی آنکھوں میں گڈمڈ ہوگئے' آہستہ آہستہ سب صدائیں بجھتی چلی گئیں اور پھر دھیرے دھیرے سب کچھ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ صحرا تھا' دیواریں تھیں' چھت تھا یا آسمان...... اس کا وجود اس کے زخمی پاؤں' کانٹے دار جھاڑیاں اور...... اور ماضی کا وہ دروازہ بھی جہاں سے جھانکتی مہربان آنکھیں اس کے حواس سلب کرلیتی تھیں بالآخر اس کی زندگی تھک گئی تھی ہار گئی تھی' وقت کے بے رحم ہاتھوں بالکل اسی طرح جس طرح اس نے زندگی کے ہر قدم پر اپنا آپ ہارا تھا۔

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

"صرف ڈیڑھ تولہ سونا؟" مارے حیرت کے ممتاز کی آنکھیں پھٹ سی گئیں' آواز بھی نسبتاً اونچی ہوگئی تھی۔

"رشیدہ! تُو کہیں تخول تو نہیں کررہی؟" ممتاز نے اب کے غور سے نند کے چہرے پر مذاق کا شائبہ تلاشنا چاہا مگر رشیدہ کے چہرے پر تو درخواست گزاری کا تاثر دیتی صرف عاجزہ چھائی تھی۔

"خدانخواستہ تخول کیوں بھرجائی! پھر ڈیڑھ تولہ بھی تو کم نہیں ہے۔ سونے کی قیمت تو دیکھ آسمان سے باتیں کررہی ہے۔ بری' بارات' پوری تین مرغی کی دیگیں دوں گی۔ گج وج کے بیاہ کے لے جاؤں گی میں اپنی بھتیجی کو۔ بس میرے یتیم پتر کے سر پر ہاتھ رکھ دو۔" بھائی' بھابی کے چہروں کو دیکھتے ہوئے رشیدہ لہجے میں مقدور بھر انکساری بھرتے ہوئے بولی۔

گھبرو جوان بیٹے اختر کے عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی اس کے دل میں بھی ہر ماں کی طرح بیٹے کے سر پر سہرا سجانے کا ارمان جاگ اٹھا۔ اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے اِدھر اُدھر جوتیاں گھسانے کی کیا ضرورت تھی؟ سامنے ہی تو اس کا مقدور نظر موجود تھا' رابعہ اس کے بھائی شکور کی بڑی بیٹی' اس کا اپنا خون' دبلی پتلی' نازک سراپا' سانولی رنگت' گہری سیاہ روشن آنکھیں...... ہر آن' ہر لمحہ جب بھی بیٹے کو بیاہنے کا خیال اس کے دل میں آتا' وہ رابعہ کو ہی دلہن بنا کے اختر کے پہلو میں بیٹھا دیکھتی۔

اشارے کنائیوں سے کئی بار وہ اپنی خواہش بھائی' بھابی کے سامنے ظاہر کرچکی تھی مگر بچوں بالخصوص اختر کے اکسانے بلکہ ہمت بندھانے پر رابعہ کا ہاتھ باضابطہ طور پر مانگنے چلی آئی تھی۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ بھائی شکور اس کی جھولی خالی لوٹا ہی نہیں سکتا۔ محنتی' برسر روزگار اور باادب اختر اپنے ماما کو ویسے بھی بہت پسند تھا۔ ایسے میں مایوس کیے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"وہ تو تیری بات ٹھیک ہے رشیدہ! پر اپنی سونے ورگی دھی تجھے ایویں کوڈیوں کے مُل دے دوں۔" ممتاز کا لہجہ اب کے ذرا تیکھا تھا۔

"ڈیڑھ تولہ تو ساتھ شادو تائی نے بھی اپنی بہو کو

چڑھایا ہے زینت مراثن نے تو پورے پانچ تولے بہو کو دیئے ہیں' کپڑوں لتوں کا کیا ہے سبزی کی طرح تو آج کل لوگ لیتے ہیں۔"

"پر بھرجائی تُو میری چادر بھی تو دیکھ ناں' میرا اکو اک پُتر دیہاڑی پر اچھا خاصا کما لیتا ہے پر میرے سات بچوں کا ٹکر پانی بھی تو اسی نے چلانا ہے ناں۔ ہاں اگر آج ان کا پیو زندہ ہوتا تو میرے پُتر کا بوجھ کچھ تو ہلکا ہوتا۔" کافی دیر سے خاموش سامع بنے اپنے جگر گوشے شکور کو دیکھتے ہوئے رشیدہ نے دوپٹہ منہ پر رکھ کر رونا شروع کردیا۔

"ارے بھین میری تُو دل چھوٹا نہ کر۔ اختر میرا بھانجا نہیں پُتر ورگا ہے۔ رابی کو تیرے گھر سے زیادہ بھلا اور کون سا گھر اچھا مل سکتا ہے۔" بیوی کے پہلو سے اٹھ کر بہن کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے شکور نے رشیدہ کے سر پر تسلی آمیز تھپکی دی پر جونہی سامنے بیوی پر نظر پڑی تو دل ہی دل میں خائف ہوکر رہ گیا۔

ممتاز اسے سخت غصیلی نظروں سے تک رہی تھی گویا اسے شوہر کا بہن کو دلاسا دینا سخت ناگوار گزرا ہو اور حقیقت بھی یہی تھی وہ کون سا چاہتی تھی کہ اس کی رابعہ اپنی بوا کے گھر بیاہ کر جائے جہاں غربت اور تنگدستی کے لشکتے جالے رابعہ کی زندگی کو چاٹ لیں۔ وہ رشیدہ کو کوئی جھوٹی آس دلانا نہیں چاہتی تھی مگر صفا چٹ انکار پر شکور اس پر بگڑ سکتا تھا۔ بے شک وہ سادہ لوح' دیہاڑی دار مزدور' بیوی کے کہے پر آنکھ بند کرنے والا بندہ تھا مگر اکلوتی بڑی اور بیوہ بہن سے اس کی جذباتی محبت سے بھی بخوبی آگاہ تھی بھی تو وہ مصلحتاً نرمی سے بولی۔

"دیکھ رشیدہ! رابعہ میری وڈی دھی ہے' اس کی شادی کے حوالے سے میرے سو ارمان ہیں اگر تُو پانچ تولہ سونا بری میں دے سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ میری دھی کے لیے بر بہتیرے......" اس نرمی میں بھی قطعیت پنہاں تھی۔

"پانچ تولے تو میں نہیں پہنا سکتی' ہاں حق مہر میں تو جتنے چاہے بے شک لکھوالے دس' پندرہ......" رشیدہ نے اب کے درمیانی راہ نکالنا چاہی' وہ کسی طرح اس رشتے سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی۔

"میرا اختر زور بازو والا جوان ہے' ان شاء اللہ وقت آیا تو رابعہ کو گہنوں سے لاد دے گا۔" رشیدہ کے لہجے میں بیٹے کے لیے فخر بول رہا تھا جو غلط نہیں تھا۔

"ہونہہ...... سموسے پکوڑوں کی ریڑھی اور بڑے بول۔ دیوانے کا خواب نہ ہو تو......" ممتاز نخوت سے کہہ کر اندر چل دی۔

❁......❁......❁

"دیکھ میں تجھے آخری واری سمجھا رہا ہوں تو بہت بڑی غلطی کر رہا ہے۔" شکور بے حد سنجیدہ تھا۔

ممتاز نے اس کی خواہش کو پس پشت ڈالتے ہوئے رشیدہ کو انکار کہلوا دیا تھا اور اپنے بھتیجے ظفر کے لیے بھائی کو ہاں کہہ دی تھی اس بناء پر کہ ظفر پولیس میں سپاہی بھرتی تھا' ماہوار پندرہ ہزار تنخواہ پانے والا اور سب سے بڑی بات بھرجائی خدیجہ نے بخوشی رابعہ کو پورے پندرہ تولے سونا چڑھانے کا اظہار کیا تھا کہاں ظفر اور کہاں دیہاڑی دار اختر جو اپنی سموسوں پکوڑوں کی ریڑھی سے اس کی رابعہ کا پیٹ تو بھر دیتا مگر زندگی کی دیگر آسائشات اور خواہشات کی تکمیل بھلا چند سو روپوں سے ممکن ہو پاتی؟

"اپنی اولاد کے خوشحال مستقبل کے لیے کوئی عقل والا فیصلہ کرنا کہاں کی غلطی ہے؟" ممتاز کو جیسے شوہر کی عقل پر افسوس ہوا تھا۔

"تو اختر میں صرف اس وجہ سے اتنے کیڑے نکال رہی ہے کہ وہ میری طرح دیہاڑی دار ہے۔ روزانہ کا پانچ سو کما لاتا ہے اگر سیزن ہو تو ہزاروں کما لیتا ہے۔ بھوکا نہیں مارے گا تیری دھی کو۔" بیوہ بہن کو ناکام و نامراد لوٹانے پر شکور سخت رنجور تھا۔

"ہاں بھوکی میں بھی نہیں مری' تن بھی ڈھانپا۔ خوشی غمی بھی نمٹائے پر کیسے یہ تو مجھ سے پوچھے کوئی' دانتوں سے پیسہ پکڑا' ادھر بارش جھڑی نے زور پکڑا۔ ادھر تو سات دن گھر بیٹھ گیا' ادھر ہڑتال جلوس ہوئے پھر تیری ریڑھی جام' نزلہ' بخار' زکام...... کام دھندہ پھر چوپٹ' جمع پونجی انہی دنوں نکل جاتی۔" کم از کم تنخواہ دار کو یہ فکریں نہیں ہوتیں' پورے مہینے کی تنخواہ بیوی پر خرچ کرنے بجائے' پورا حساب کتاب۔

"یہ اختر بہن بھائیوں کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی ہماری رابعہ کے لیے کوئی زیور گہنا بنانے کا ارادہ بھی کرے تو اس وقت تک تو رابی کی نوعمری ڈھل چکی ہوگی' ساتھ کئی جی اس دنیا میں آچکے ہوں گے۔" ممتاز کے پاس اپنے فیصلے کی درستگی کے لیے ڈھیروں دلائل تھے' شکور ہر دفعہ کی طرح لاجواب ہوکر رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

سات رنگوں کے سچے موتیوں والے زیورات' قیمتی عروسی ملبوس اور مہارت سے کیے گئے میک اپ نے رابعہ کے سانولے روپ کو وہ جگمگاہٹ عطا کی تھی کہ ہر نظر بلائیں لے کر رہ جاتی۔ اونچے لمبے' کسرتی مضبوط بدن کے مالک ظفر کو جب اس کے پہلو میں بٹھایا گیا تو چاند سورج کی جوڑی کی مثال ہر لب دینے لگا۔ ممتاز تو دونوں کی بلائیں لیتی نہیں تھک رہی تھی۔

ظفر بہت ٹوٹ کر چاہنے والا ہمسفر ثابت ہوا۔ تیزی سے گزرتے وقت نے اس کے آنگن میں دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی صورت تین پھول کھلا دیئے تھے جن کی مہک سے اس کی زندگی کا ہر رنگ نکھر گیا۔ مامی خدیجہ نے اس کے تینوں بچوں کو نہلانے' دھلانے اور کھلانے کی ذمہ داری مکمل طور پر اپنے ذمہ لی ہوئی تھی۔ محبت انہیں اپنے چھوٹے بیٹے صفدر کے بچوں سے بھی تھی مگر ظفر کے بچوں میں تو گویا ان کی جان تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ رابعہ ان سے بہت تمیز ادب سے پیش آتی' کوئی کام کرنے سے پہلے ساس سے مشورہ لینا ضروری سمجھتی جبکہ چھوٹی بہو سلمٰی ان تکلفات میں کبھی نہیں پڑی تھی اور سب سے بڑھ کر ظفر نے ان کی وہ خواہشات پوری کردی تھیں جو ان کے مرحوم شوہر نے اپنی زندگی میں کبھی بھی نہ کی تھیں ان کے اپنے کمرے میں رنگین ٹی وی' کیبل کنکشن' یو پی ایس اور روم کولر کی سہولیات...... ظفر کی آمدنی ہی کے مرہونِ منت موجود تھیں۔

جب کہ صفدر کسی اسکول کا گن مین تھا' بمشکل دس ہزار تنخواہ پانے والا جو ساری کی ساری بیوی کی ہتھیلی پر لاکر رکھ دیتا تھا' ماں کو بس عید یا کسی اور تہوار پر کوئی تحفہ دینا یاد آجاتا۔ خدیجہ بیٹے کی ناخلفی پر کڑھتے ہوئے ظفر اور رابعہ کے بچوں سے اور زیادہ پیار جتاتیں۔ رابعہ کے لیے تو ان کے منہ سے دعائیں ہی نکلتی تھیں۔ میری دھی' میری رانو' میری لاڈو جیسے الفاظ سے ہمیشہ مخاطب کرتیں۔ رابعہ بھی ان کی جی جان سے خدمت پر آمادہ رہتی۔

زندگی یونہی سبک رو' شفاف ندی کی طرح رواں رہتی گر جو اس دن سہ پہر کو وہ حادثہ پیش نہ آیا ہوتا۔

❁......❁......❁

کانوں میں سونے کی چھوٹی سی بالیاں' گلے میں دل کی شکل کا لاکٹ اور دائیں ہاتھ کی دوسری انگلی میں پتلی سی انگوٹھی پہنے سائرہ بہت خوب صورت تو نہیں مگر قابل قبول لگ رہی تھی۔ سرخ جوڑا بھی آرگنزہ کے ہلکے سے کام سے مزین تھا۔ پرس' جوتے اور دیگر آرائشی اشیا بھی کسی سستے بازار سے خریدی گئی تھیں۔ مگر ان سب کے باوجود وہ بہت مطمئن اور آسودہ لگ

اپنا

محبت سے
وہ دیکھے تو
میں آنکھیں بند کرلوں گی
کہ
بند آنکھوں سے جو دیکھوں
تو وہ......
اپنا سا لگتا ہے!

علمہ اشمشاد حسین...... کورنگی' کراچی

رہی تھی کہ پہلو میں بیٹھا ہوا پُراعتماد اور شوخ مزاج اختر جس کے ساتھ وہ زندگی کا نیا سفر شروع کر رہی تھی۔ اس کے لیے خوشیوں کا پیامبر بن کر آیا تھا۔ رشیدہ بھائی' بھابی کے انکار پر رونے دھونے اور واویلا مچانے کی بجائے اسے تقدیر کا ایک بہتر فیصلہ سمجھتے ہوئے راضی وشاکر تھی۔ اپنی دو بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے بعد اس نے اختر کے بیاہ کا سوچا اس بار اس کی نگاہِ انتخاب اپنے جیٹھ کی بیٹی سائرہ پر جا ٹھہری۔

بے حد پھرتیلی اور تیکھے سانولے نین نقوش کی مالک سائرہ ان کے لیے بڑی بخت آور ثابت ہوئی تھی۔ اختر نے ہر ماہ کمیٹی ڈال کر اتنی رقم جمع کرلی تھی کہ اب اس نے الگ سے ایک دکان کھول لی' سموسوں پکوڑوں کے علاوہ اس نے ہر قسم مٹھائی اور دیگر فاسٹ فوڈ کے بہت سے آئٹم دکان پر تیار کرنے شروع کردیئے۔ کام اور آمدنی بہت بڑھ گئی' اس نے تین لڑکے بھی ہیلپر کے طور پر رکھ لیے تھے۔ زندگی نسبتاً بہت آسان اور خوشحال ہوگئی تھی۔ پہلے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں اختر نے سائرہ کو پورے تین تولے کا گلوبند بنوا کردیا' جس میں سچے موتی جڑے تھے۔

❀......❀......❀

پولیس چوکی کے قریب خودکش بمبار نے خود کو دھماکے سے اڑادیا' ٹارگٹ ڈی ایس پی رانا سہیل تھے جن کی جان تو بخیر وخوبی بچ گئی مگر ڈیوٹی پر موجود پانچ سپاہی موقع پر ہی چل بسے تین سپاہی شدید زخمی حالت میں اسپتال پہنچائے گئے جن کی حالت نازک بتائی جارہی تھی۔ جاں بحق ہونے والوں میں حوالدار ظفر اقبال بھی شامل تھا۔

ظفر...... رابعہ کے سر کا سائیں' جس نے تادم ساتھ نبھانے کا وعدہ کیا تھا۔ ایک ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں' سارے عہدوپیماں یک لخت توڑ کر منوں مٹی تلے جا سویا تھا۔ رابعہ تقدیر کے یوں پلٹا کھانے پر ششدر رہ گئی اس کے سر کا تاج' اس کے بچوں کا باپ' اپنے گھر کی خوشیوں اور خوشحالی کا ضامن ظفر اسے روتا بلکتا چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا تھا۔ وہ کیسے مان لیتی کہ ظفر اس کی زندگی میں اب نہیں رہا مگر اسے ماننا پڑا۔

''ہائے کلموہی...... چڑیل! میرے بیٹے کو کھا گئی۔ میرا جوان گھبرو پتر چلا گیا تو منحوس مرجاتی' وہ تو میرے بڑھاپے کا سہارا تھا۔'' مامی خدیجہ ہاتھوں سے سینہ کوبی کرتے ہوئے اسے کوس رہی تھیں' وہ بس غائب دماغی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

اس کا دو ماہ کا بچہ بلک بلک کے رو رہا تھا' وہ چونک کے اٹھی اور اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ حکومت نے متوفی کے پسماندگان کو پانچ لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا مگر یہ اعلان صرف زبانی کلامی ہی تھا۔

''اونہوں' زبانی کلامی نہیں واقعی ظفر اقبال کی بیوہ کے نام پانچ لاکھ کا چیک جاری ہوا تھا۔ تم اپنے دیور سے پتا تو کرو۔'' رافیہ اس کی خالہ زاد نے نرمی سے بتایا تو وہ بس خالی الذہنی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ پانچ بچوں کو پالنا' پوسنا' ان کی اسکول' کپڑے' علاج دیگر ضروریات...... مسائل کے بھنور میں رابعہ چکرا کر رہ گئی۔ ذریعہ آمدن صرف احباب اور محلے داروں سے ملنے والی خیرات رہ گئی تھی۔ دیور نے تو ٹھینگا دکھا دیا تھا۔

''میرے اپنے پانچ بچے ہیں' دن رات محنت کرتا ہوں پھر بھی پوری نہیں ہورہی اب تو اماں بھی میری ذمہ داری میں آگئی ہے۔ کہاں سے یتیم بھتیجے' بھتیجیوں کا بوجھ اٹھاؤں۔'' صفدر بھی کچھ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔

❀......❀......❀

''امی میں نے آج اسکول نہیں جانا' مس نے کہا ہے فیس جمع نہ کروانے کی وجہ سے میرا نام کٹ چکا ہے۔'' اس کی آمنہ سات سالہ بڑی بیٹی آنکھوں میں آنسو بھر بولی۔ وہ پڑھنے لکھنے کی بہت شوقین تھی' ظفر اسے ڈاکٹر بنانے کے خواب دیکھتا تھا...... مگر خواب۔

''اور میرا یونیفارم بھی اتنا چھوٹا اور پتلا ہوگیا ہے پھر بازو سے پھٹ بھی گیا ہے۔ مجھے نیا یونیفارم لا کردیں۔'' دوسرے نمبر والی بسوری۔

خیرات کے نام پر ملنے والی گندم اور پرانے کپڑے تمام ضرورتوں کا منہ نہیں بند کرسکتے تھے۔ اس کے بیٹے کو بھی کئی دنوں سے بخار تھا' محلے کے کمپاؤڈر کے ٹیکوں نے تو اور بھی حالت خراب کردی تھی' کسی اچھے اور مہنگے ڈاکٹر کے پاس دکھانا لازمی تھا۔ اس کے بچے پھر سے اسکول جانے لگے' یونیفارم بھی نیا سل گیا' بلال بھی بڑے ڈاکٹر کی علاج سے بھلا چنگا ہوگیا۔ ہاں بس اس کے بری کے زیورات میں چار لڑے والا رانی ہار کا ڈبہ خالی ہوگیا تھا۔ گھر بیٹھے تو قارون کا خزانہ بھی ختم ہوجاتا ہے یہ تو صرف دو لاکھ تھے جن میں سے اب صرف دس ہزار باقی بچے تھے۔ وہ کچھ سوچ کر دیور کے پاس چلی آئی۔

''صفدر بھائی! ظفر کی وفات پر کچھ امدادی رقم اور فنڈز ملے تھے آپ پتا تو کردیں' تین سال ہوگئے ہیں ابھی تک ان کا کچھ پتا نہیں ہے' مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔''

''شرم تو نہیں آتی میرے شوہر کی قیمت کھاتے ہوئے' ارے میرا بیٹا شہید ہے اس کے خون کی قیمت صرف جنت ہے' تجھے اپنی عیاشیاں سوجھ رہی ہیں۔'' مرغی کی بھنی ٹانگ کو بھنبھوڑتے ہوئے خدیجہ مامی غصے سے چیخی تھی۔

''جی بھابی! میں تھانے گیا تھا' ایس پی صاحب سے بات ہوئی تھی انہوں نے یقین دہانی کرائی ہے کہ کچھ کاغذی کارروائی کے بعد رقم متعلقین کو مل جائے گی' آپ بے فکر رہیں۔'' صفدر نے اسے تسلی دی تو وہ کچھ مطمئن سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسے صفدر کے گھر میں خاصی تبدیلی محسوس ہوئی تھی' گھر نئے سرے سے پینٹ ہوا تھا' اپنے اور بچوں کے کمروں میں ایل سی ڈی ٹی وی اور اے سی لگ چکے تھے' ڈرائنگ روم کا فرنیچر بھی نیا محسوس ہو رہا تھا' پہلے والے کی نسبت بہت پیارا۔ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنانا اس کا اور ظفر دونوں کا مشترکہ خواب تھا' جس کو پورا کرنے کا عزم ظفر دن میں کئی بار کیا کرتا تھا پھر اس سے بھی عہد لیتا کہ وہ اس کام میں اس کا ساتھ دے گی۔

اس کی زندگی میں تو شاید اسے بھولے سے بھی گمان نہ گزرا تھا کہ اس خواب کو پورا کرنا اتنا کٹھن اور مشکل ہے۔ بہترین تعلیمی اداروں پر بھاری اخراجات کے قفل لگے ہوئے تھے جن کو توڑنے کا عزم بہرحال وہ کرچکی تھی کیا تھا' جو اس کی الماری میں رکھے زیورات کے ڈبے خالی ہوتے جارہے تھے۔

❀......❀......❀

مہکتی کلیاں

❀ دنیا میں بہترین انسان وہ ہے' جس کے لیے کوئی روئے اور بدترین انسان وہ ہے' جس کی وجہ سے کوئی روئے۔

❀ انسان خود انمول نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار اسے انمول بناتا ہے۔

❀ جس طرح شبنم کے قطرے مرجھائے ہوئے پھول کو تازگی دیتے ہیں اسی طرح اچھے الفاظ مایوس دلوں کو روشنی دیتے ہیں۔

❀ اپنے آپ کو اچھی صفات اپنانے پر مجبور کرو کیونکہ بُری صفات تمہاری فطرت میں شامل ہی نہیں۔

❀ جذباتی لوگ نہ تو خود خوش رہ سکتے اور نہ ہی دوسروں کو خوش رکھ سکتے ہیں۔

❀ اپنی زندگی کا اصول بنالیجیے کہ کسی سے بُرا کرنے میں کبھی پہل نہ کریں یقین مانیے آپ ہمیشہ سرخرو رہیں گے۔

❀ پہلی ملاقات میں کسی شخص کے متعلق رائے قائم مت کریں' کیا معلوم اس وقت اس کا آپ کے ساتھ اچھا بُرا پیش آنا وقت اور حالات کا تقاضا ہو۔

❀ اپنی رائے ضرور دیں مگر رائے کو دوسروں پر مسلط کرنے سے گریز کریں۔

نادیہ عباس دیا...... موسیٰ خیل

"یہ کیا ہے اماں!" اس نے ہتھیلی پر دھرے ہزار کے کئی نوٹوں کو دیکھا جو ممتاز نے ابھی اس کی ہتھیلی پر رکھے تھے۔ آج اتوار کا دن تھا بچوں کے اسکول کی چھٹی تھی وہ اماں کی طرف چلی آئی۔

"یہ سائرہ نے تجھے دیئے ہیں' اپنے زیوروں کی زکوٰۃ نکالی ہے اس نے۔ بوا رشیدہ کہنے لگی کہ اس بار ساری زکوٰۃ رابعہ کو دینی ہے' وہ ضرورت مند ہے۔ ویسے تو سائرہ سارا سال صدقہ خیرات نکالتی رہتی ہے۔" ممتاز دھیمے لہجے میں رک رک کر بتانے لگی۔

"اماں! کیا بوا نے اتنے زیور بری میں چڑھائے تھے جوان پر زکوٰۃ واجب آرہی ہے؟"

"ارے کہاں' اس وقت تو صرف ڈیڑھ تولہ ہی رشیدہ نے بہو کو چڑھایا تھا مگر اللہ نے فضل کیا' اختر نے ریڑھی سے چھوٹی سی دکان پھر چوک میں اپنا ہوٹل کھول لیا ہے۔ ڈھیر سارے نوکر چاکر ہیں وہ تو صرف گدی پر بیٹھا حساب کتاب کرتا ہے۔ ہر سال کاروبار کے نفع پر بیوی کو کچھ نہ کچھ زیور بنا کر دیتا ہے۔ نصیب کی بجھارتیں کون بوجھے؟" ممتاز نے ایک لمبی یاسیت بھری سانس لی۔

رابعہ نے پتا نہیں کیوں مٹھی بند نہیں کی' روپے ہتھیلی سے گر کر اس کی جھولی میں آگرے۔ ممتاز نے بھیگی نظروں سے اپنی لاڈلی دھی کو دیکھا جس کی بیوگی کی چادر پر جا بجا مفلسی اور لاچاری کے پیوند لگے تھے پھر ڈھیرے سے وہ روپے رابعہ کے دوپٹے کے پلو میں باندھ دیئے۔

"رکھ لو' زندگی کی سو ضرورتیں ہوتی ہیں' کام آئیں گے۔"

❁......❁......❁

اس کی بڑی بیٹی آمنہ نے میٹرک میں فرسٹ ڈویژن لی' وہ مزید تعلیم جاری رکھنا چاہتی تھی جو اس چھوٹے سے قصبے میں ممکن نہ تھا' قریبی شہر کے کالج اور ہوسٹل کے اخراجات کئی روپوں کے طالب تھے۔ ہمیشہ کی طرح بوجھل دل اور بھاری قدموں سے چلتے ہوئے وہ اندر کمرے میں آئی' کپکپاتے ہاتھوں سے الماری کھولی' چار پانچ سرخ مخملی ڈبے پڑے تھے ایک ایک کر کے سارے ڈبوں کو کھول کر دیکھا' سب خالی۔ ایسے بھول گیا تھا وہ پچھلے سال ہی تو اپنے چار کنگن بیچ آئی تھی تبھی تو پورا سال آرام سے گزر گیا۔

اس کے ہاتھ بے ساختہ اپنی گردن پر گئے' ٹٹول کر کچھ تلاشنے لگی' پھر اگلے ہی لمحے موٹی سی سونے کی چین اس کے ہاتھوں میں تھی۔ یہ اس کی منہ دکھائی تھی' ظفر نے حجلہ عروسی میں اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اپنی دھیمی شوخ سرگوشیوں میں اس کے روپ کو سراہتے' اپنی بے تابیوں کا احوال سناتے ہوئے یہ چین اس کی صراحی گردن میں بڑے پیار سے پہنائی تھی۔ اپنے محبوب شوہر کی آخری نشانی مٹھی میں بھینچے وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

دن میں سیکڑوں دفعہ وہ اس چین پر شعوری اور لاشعوری طور پر ہاتھ پھیرتی رہتی' صرف ظفر کا لمس محسوس کرنے کی خاطر۔ اب اس چین کو بیچنے کا خیال ہی اس کے جسم سے جان نکالنے کے مترادف لگ رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا جس دن گردن پر ہاتھ پھیر کر چین کی غیر موجودگی محسوس کی اس کے جسم سے جان کا رابطہ منقطع ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

ایک کمرے کے اندر الماری سے کھونٹی تک چل کر آتے ہوئے اس کے قدموں میں برسوں کی تھکن اتر آئی۔ کھونٹی پر اس کا دوپٹہ لٹکا تھا جس کے پلو میں سائرہ کی دی ہوئی زکوٰۃ بندھی تھی۔

اس نے کھول کر روپے گنے پورے تیس ہزار تھے۔ آمنہ کے ایڈمیشن اور ہوسٹل کے اخراجات کے لیے کافی تھے' اس نے چین دوبارہ سے گلے میں ڈال لی۔ جو پورے ڈیڑھ تولے کی تھی اس کے محبوب شوہر کی آخری نشانی۔

❁

سرال نامہ

رشک حبیبہ

زبانیں جن کے ستم پر خاموش رہتی ہیں
دلوں میں ان کے خلاف احتجاج ہوتے ہیں
بُرا نہ مان کہ بولے ہیں تلخ لہجے میں
ہم ایسے لوگ ذرا بد مزاج ہوتے ہیں

"کیا ضرورت تھی اس فضول خرچی کی؟" سبرینہ نے نگین کے ہاتھ سے "برگر" کے پارسل شاپرز تھامتے ہوئے مصنوعی خفگی دکھائی' نگین پر مطلق اثر نہ ہوا۔

"فٹافٹ لگائیں سبو آپی! بھوک بہت زوروں کی لگی ہے آپ کے ساتھ ڈٹ کر لنچ اڑانے کی دھن میں آج دن بھر یونیورسٹی میں کچھ نہیں کھایا میں نے۔" وہ بے چارگی سے کہتے ہوئے کراہی۔

"ہیں......" سبرینہ ٹھٹکی۔

"اُف......" نگین نے بھلکو پن میں اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔ جانتی تھی کہ اب سبرینہ کا نصیحت نامہ مع صحت نامہ شروع ہو جائے گا۔

"میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" اس سے پہلے کہ سبرینہ کچھ کہتی' نگین لاڈ بھرے انداز میں فوراً آگے بڑھی' سبرینہ کا رخسار چوما اور کمرے میں غائب ہو گئی۔

"ارے مگر......" وہ سارا دن یونیورسٹی میں خالی پیٹ گزار آئی ہے' سبرینہ کے پریشان ہونے کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ صبح یونیورسٹی کی پوائنٹ پکڑنے کے لیے نگین کو پانچ منٹ کی مسافت پر واقع بس اسٹاپ تک جانا ہوتا۔ افراتفری میں وہ ناشتا نظر انداز کر جاتی۔ واپسی اس کی دوپہر ڈھائی' تین بجے تک ہوتی تھی اور بقول نگین کے آج وہ صبح سویرے سے دوپہر تک کا طویل عرصہ خالی پیٹ تمام کر کے آئی ہے۔

"حد ہوتی ہے بے پروائی کی۔" سبرینہ زیر لب بڑبڑا کر شاپرز کا سامان پلیٹوں میں منتقل کرنے لگی۔

برگر' روسٹڈ چکن پیزا اور فرنچ فرائز' سیلڈ' کیچپ مع کولڈ ڈرنک کے ٹیبل پر لگانے تک نگین کپڑے تبدیل کر کے آچکی تھی۔

"آہا...... کیا خوب صورت خوشبو ہے' پیٹ بھر گیا میرا تو خوشبو سے ہی۔" آتے ہی ندیدے پن (جس میں مسخرہ پن نمایاں تھا) سے وہ گہری سانس لیتے بول رہی تھی۔ اس کا چہرہ ننھے منے پانی کے شفاف قطروں سے مزین تھا یقیناً منہ دھونے کے بعد خشک کرنے کا تکلف کیے بغیر آئی تھی۔

"بس تو پھر اب تم خوشبو سے پیٹ بھر لو کھانے کی

ذمہ داری میری۔" سبرینہ نے بھی کھل کر مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"لو بھئی ادھر تو مذاق بھی نہ کرے بندہ۔" وہ تو جیسے برا مان گئی تھی مگر برا مان لینے کے باوجود وہ فرنچ فرائز تواتر سے منہ میں رکھنے میں مصروف رہی تھی۔

"اچھا مذاق برطرف' آئندہ نہ سنوں کہ سارا دن بھوکی رہی ہو۔ خدانخواستہ گر نہ پڑو کہیں' دھان پان سی تو ہو۔" سبرینہ نے انگلی اٹھا کر باور کرواتے خدشہ بھی ظاہر کیا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر اور گرتی ورتی نہیں میں' بہت جاندار ہوں۔" وہ ایک جملہ سنجیدگی سے کہہ کر پھر سابقہ انداز میں شرارت سے بولی۔

"ہاں دکھائی دیتی ہے تمہاری نازک سی جان!" سبرینہ نے بھی اس کے دبلے پتلے سراپا کو شرارت سے دیکھا۔

"ٹھیک ہے بھئی آپ مجھے دیکھیں میں تو اپنا کام کروں۔" نگین پلیٹوں کی طرف متوجہ ہوئی انداز دھمکانے والا تھا۔

"اب اتنی بھی احمق نہیں ہوں' ہر کسی کو اپنی طرح نہ سمجھا کرو۔" سبرینہ نے کرسی سنبھالی' نگین بیٹھ گئی۔

"اپنی طرح نہیں سمجھا جبھی......" اس نے کیچپ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے اپنی بے تکی بات کا آغاز کردیا تھا۔ سبرینہ نے اب صرف کان لپیٹ کر اس کی باتیں سننا تھیں۔

پچھلے مہینے نگین کا رزلٹ آؤٹ ہوا اور وہ خاصا شاندار رہا تھا۔ عاقب اور جنید کے پرزور اصرار پر وہ ان دونوں کو باہر ڈنر کے لیے لائی تھی جس کے پیسے ظاہر ہے نگین کی جیب نے ہی برداشت کرنے تھے' انہوں نے سبرینہ کو ساتھ لینے کی پوری کوشش کی تھی مگر اس نے قطعی انکار کردیا۔ سبرینہ اس کی خوشی میں بے شک پوری طرح شریک تھی مگر وہ حماد کی غیر موجودگی میں کہیں زیادہ اِدھر اُدھر آنے جانے سے احتیاطاً گریز کرتی تھی ہاں جب حماد چھٹیوں میں پاکستان آتا تو وہ ضرور اس کے ساتھ آؤٹنگ کے لیے نکلتی۔

"میں باہر کھانا کھانے میں کمفرٹ فیل نہیں کرتی یار!" بڑی بے چارگی سے نگین کو اپنا مسئلہ سمجھایا جو وہ سمجھی یا نہیں مگر پھر اس نے مزید اصرار نہ کیا۔

ادھر جا کر عاقب اور جنید کی شرارتاً اس کا پرس خالی کروا دینے کی سعی بے حد کامیاب رہی اور وہ واپسی پر سبرینہ کے لیے کچھ لے کر نہ آسکی مگر نگین نے اسی روز تہیہ کرلیا تھا کہ اگلی پاکٹ منی سے ضرور اچھا سا لنچ سبرینہ کو گھر پر کروائے گی سو آج وہی دن تھا۔ عاقب اور جنید امی کے ساتھ عابد چچا کی طرف جانے والے ہیں یہ بات نگین کو صبح معلوم ہوئی تھی نتیجتاً وہ واپسی پر لنچ پیک کروا لائی ہاں جاتے جاتے صبح ہی وہ سبرینہ کو لنچ نہ بنانے کی تاکید کرنا نہیں بھولی تھی۔

سبرینہ اس کی بھابی تھی مگر اس سے پہلے وہ اس کی چچا زاد بہن اور کسی زمانے میں زرمین (نگین سے بڑی) کی بہترین دوست بھی تھی مگر حماد بھائی سے (جو بوجہ ذریعہ معاش بیرونِ ملک مقیم تھے) شادی کے بعد سے زرمین اپیا اور سبرینہ بھابی میں ایک غیر محسوس تناؤ سا پیدا ہوگیا تھا۔ وہی نند بھاوج کی مخصوص چپقلش یا عناد کہہ لیں ہاں مگر نگین سے سبرینہ کی خوب بنتی۔ وہ نگین کو بالکل چھوٹی بہنوں کی طرح پیار سے ٹریٹ کرتی تو نگین بھی اسے بڑی بہنوں والا احترام اور مان دیتی۔

"زندگی بھی کبھی کبھی بہت مزے کی لگتی ہے۔" نگین نے روسٹڈ لیگ پیس پلیٹ میں رکھ کر چٹخارہ بھرا۔ ہاتھ سیلڈ کی طرف محو پرواز تھا۔

"بس کردو نگین! کوئی انجان شخص تمہیں اس وقت ندیدے پن کا مظاہرہ کرتے دیکھے تو نجانے کیا سوچے۔" سبرینہ نے مسکراتے ہوئے چھیڑا۔

"ارے چھوڑو بھابی! کسی نے سوچ کر میرا کیا بگاڑ لینا ہے' گھر میں کھانے کا یہی مزہ ہے جیسے مرضی کھاؤ'

ہاتھ سے منہ سے یا ڈائریکٹ دانتوں کا استعمال کرو' دیکھتا کون ہے۔" نگین نے لیگ پیس دانتوں سے توڑنے کی کوشش کی۔ انداز بے نیازی اور بے پروائی سے بھرپور تھا۔ اسی وقت ڈور بیل بجی' دونوں ہی چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگی۔

"اس وقت کوئی مہمان ہی ہوگا ورنہ گھر کا کوئی فرد تو اس وقت نہیں آنے والا۔" نگین کرسی پیچھے کرتی کھڑی ہوگئی' سبرینہ کا بڑھتا ہاتھ پہلے تھما پھر اس نے خالی ہاتھ واپس کھینچ لیے۔

تھوڑی دیر میں گھر ثناء اور حذیفہ کی پرشور آوازوں سے گونجنے لگا۔ زرمین اپیا مع اپنے دونوں بچوں کے آن وارد ہوئی تھیں۔ سبرینہ بھی ان سے ملنے لگی۔ نگین نے کڑی نظر حذیفہ اور ثناء پر رکھی ہوئی تھی جو اب ڈرائنگ روم کا رخ کر رہے تھے مجبوراً نگین ان کے پیچھے گئی' نگرانی گو کے فضول تھی کیونکہ دونوں بچے حد سے زیادہ بدتمیز' ضدی اور ہٹ دھرم تھے۔ نچلا بیٹھنا تو جانتے ہی نہیں تھے جیسے کونوں کھدروں کی چیزیں نکال کر سامنے پھیلا دینا اور سامنے رکھی چیزوں کو کونے کھدوروں میں چھپا دینے کے قابل بنانا تو گویا دونوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ اور زرمین اپیا بھی میکے آکر ہر غم سے آزاد ہوجاتی تھیں جیسے بچے کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں یہ اب ان کا دردِ سر نہیں گھر میں کیا چل رہا ہے' کون سا مسئلہ زیرِ غور ہے' کون سی پریشانی درپیش ہے یہ بھی ان کے سوچنے کی بات نہیں۔

انہیں یہاں آکر اپنے دکھڑوں کے راگ الاپنے سے فرصت نہیں ملتی تو کسی اور طرف کیا نظر کریں۔ ان کی سسرال میں کون آیا...... کہاں بیٹھا' کیا کھایا' کیا پیا...... کس نے کس کی برائی کی...... کس کی تعریف ہوئی...... جیٹھ نے کیا کمایا' دیور نے کتنا اڑایا' میاں نے کیا کہا' ساس امی کا ردعمل......؟ غرض وہ ہوتیں اور ان کا سسرال نامہ...... اور نگین تو ناک تک بھر جاتی ان کی فضول گوئی سے اور اوپر سے حذیفہ اور ثناء کی

ماریہ ستار

السلام علیکم آنچل اسٹاف اور آنچل فرینڈز کو میرا خلوص بھرا سلام۔ جی جناب مابدولت کا نام ماریہ ستار ہے۔ میں جھنگ کی تحصیل احمد پور سیال کی رہائشی ہوں۔ یکم دسمبر کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی۔ ہم ماشاءاللہ سے پانچ بہن بھائی ہیں۔ اپنے بہن بھائیوں سے بہت محبت ہے۔ میں گرلز اسکول میں ٹیچنگ کرتی ہوں' مجھے دو چیزوں سے بہت لگاؤ ہے چاند کی چاندنی اور آنچل۔ سادگی پسند ہوں' خاصی جذباتی ہوں' اکثر نقصان اٹھاتی ہوں' لباس میں شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ کھانے میں چکن اور چاول پسند ہیں' حساس ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ دل کرتا ہے ہر ایک کی مدد کروں' جو بات بُری لگے منہ پر کہہ دیتی ہوں (صاف گوئی) ناراض کم ہوتی ہے۔ بات دل میں نہیں رکھتی ہر کسی پر جلدی اعتبار کرلیتی ہوں (اکثر دھوکہ کھاتی ہوں) سب سے بڑی خواہش یہ کہ حج ضرور کروں۔ پسندیدہ ہستی پیاری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اپنے وطن سے بہت محبت ہے (اللہ تعالیٰ اسے تاقیامت قائم رکھے) محبت پر کافی حد تک یقین رکھتی ہوں' اپنے اللہ پر بہت یقین ہے۔ کوئی مجھ سے ناراض ہوجائے تو جب تک منا نہ لوں چین نہیں آتا' سردیوں کا موسم بہت پسند ہے' میرا تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔

بدتہذیبانہ شرارتیں' جیسے جلتی پر تیل پڑ جائے۔ پر کہہ کچھ نہیں پاتی آخر کو زرمین بیاہی بیٹی تھی اور یہ اس کا میکہ۔ میکہ پر کچھ قرض ہوتا ہے بیاہی بیٹیوں کا سو نگین نا چاہتے ہوئے بھی مہر بہ لب رہتی جب وہ بہن ہوکر عاجز آجاتی تو سبرینہ کا تو بیان ہی کیا۔

ابھی بھی ثناء اور حذیفہ نے سارے صوفوں کے کشنز کارپٹ پر ڈھیر کردیئے تھے اور اب ان پر اوندھے سیدھے اچھل کود کر رہے تھے۔ نگین کچھ دیر تو برے برے منہ بناتی ان کی نگرانی کرتی رہی پھر دونوں

تو اچھلتا کودتا چھوڑ کر باہر نکل آئی۔ سبرینہ اور زرمین دونوں لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ نگین کا ارادہ تھا جا کر کچن کا جائزہ لے کچھ ریفریشمنٹ کا انتظام کرے مگر......

"کہاں جا رہی ہو؟ دو گھڑی میرے پاس بھی رکو۔" زرمین کی آواز نے اس کے ارادے میں دراڑ ڈالی۔ وہ بدقت مسکراتی وہیں قریب آ بیٹھی (اندر سے دل بُری طرح خراب ہوا) ایک تو صبح کی بھوکی دوسری ٹیبل والی چیزیں اس کی جان تو ادھر اٹکی تھی۔

"اس وقت کیسے آنا ہوگیا آپ کا؟" وہ مروتاً بات برائے بات پوچھ بیٹھی۔

"ارے مت پوچھو میں تو زبردستی آئی ہوں۔" انہوں نے یوں کہا جیسے کوئی بڑا کارنامہ انجام دے کر آئی ہو۔

وہ عموماً صبح ہی آتی تھیں اور وہ بھی دن بھر کے لیے یا پھر شام میں مہینے میں ایک آدھ بار قیام کے لیے بھی آ جاتی تھیں مگر ایسا کم ہوتا اس کے باوجود وہ کبھی بے وقت نہ آئی تھیں۔ آج ایک تو جمعرات کا دن دوسرا دوپہر تین بجے ان کی آمد تعجب کی بات تو تھی۔

"اچھا خیریت تو رہی نا؟" سبرینہ نے تشویش سے پوچھا۔

"ہاں ہاں خیریت رہی بس وہ میری بڑی نند نہیں ہے رضیہ وہ آ گئی تھی دوپہر میں اچانک مزہ کرکرا کر دیا سارا۔" انہوں نے کڑوے کریلے جیسا منہ بنایا۔

"او بھئی پوری بات تو بتائیں۔" نگین ویسے ہی بدمزہ تھی اوپر سے زرمین کی خوامخواہ تجسس پیدا کرنے کی کوشش نے اسے تپا دیا تھا۔

"تمہارے مومن بھائی نے آج آفس سے چھٹی کی تھی میری طبیعت خراب تھی نا اس لیے۔" تھوڑی شرمیلی اور تفاخر بھری مسکان زرمین کے رخسار سرخ کر گئی۔ نگین انہیں دیکھ کر خراب موڈ کے باوجود مسکراہٹ نہ روک سکی۔

"میں نے کچھ کھانا نہیں پکایا دوپہر میں انہوں نے کہا تھا باہر سے لے آؤں گا۔ میں میڈیسن لے کر سوگئی تھی اور آنکھ کھلی ایک بجے حذیفہ اور ثناء اسکول سے آچکے تھے ماسی صفائی کرکے جا چکی تھی اور مومن بازار گئے تھے میں نے کپڑے بدل کر ابھی دم بھی نہ لیا تھا کہ وہ محترمہ آدھمکی۔" ان کی کہانی جاری تھی جب نگین نے ثناء اور حذیفہ کو روم سے نکل کر کچن میں جاتے دیکھا۔ وہ اٹھنا چاہ رہی تھی مگر زرمین نے اس کا ارادہ بھانپ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے سے روکا کہانی جو ابھی باقی تھی۔

"ابھی وہ بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی تھیں کہ مومن فرائیڈ رائس چکن شاشلک اور چپاتی وغیرہ لے کر آگئے۔" ان کی زبان تھمنے میں نہ آ رہی تھی اور نگین کے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگی ثناء اور حذیفہ کچن میں تھے۔

"بس پھر کیا بتاؤں بہن! میرا پوچھنا غضب کر آیا کھانا کھائیں گی؟" حذیفہ اور ثناء کچن سے نکلتے دکھائی دیئے۔ نگین کن انکھیوں سے انہیں دیکھتی شکر کرنے لگی کہ وہ دونوں بنا کچھ کیے وہاں سے نکل آئے (وقت کم لیا تھا یقیناً کوئی تخریب کاری کچن میں نہ ہوئی ہوگی)۔

"لو جی! وہ تو پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی کہ لاؤ بھئی میرا بھائی لے کر آیا ہے میں نہ کھاؤں تو کمائی حلال نہ ہو بھائی کی۔ میکے کی تو ہر چیز پر ملکیت کا احساس ہوتا ہے۔ اپنائیت کی مہک آتی ہے ہنہہ! ہوگئی ان کی جذباتی تقریر شروع۔" زرمین نے نخوت سے ہنکارا بھرا حذیفہ اور ثناء اب اپیا کے نزدیک آ گئے تھے۔

"اور میں کیا کہتی بھلا میکہ تھا نا اس کا مجھے کچھ کہہ کر بری بننا تھا کیا۔" وہ ہنوز اپنی سنانے میں مصروف تھیں۔ دونوں بچے اب زرمین اپیا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ رہے تھے گویا انہیں وہاں سے اٹھانا مقصود ہو۔

زرمین کی ایک یہ عادت بھی نگین کو کھلتی تھی کہ بچے نے جو کہہ دیا زرمین فوراً ان کی بات مان لیتی تھی۔ بچوں کو ڈانٹنا تو دور اونچی آواز میں رعب سے بھی کبھی

زرمین نے ان سے بات نہ کی اسی وجہ سے بچے ضرورت سے زیادہ خودسر ہوتے جا رہے تھے۔

"اب مومن بے چارے کو کیا خبر کہ چار کے بجائے پانچ افراد کا کھانا لے کر چلیں۔ وہ تو اپنے اندازے کے مطابق صحیح لائے تھے۔" زرمین اپیا بچوں کی پرزور ایما پر کھڑی ہو چکی تھیں نگین نے بھی ان کی تقلید کی سبرینہ بھی ان کے پیچھے پیچھے تھی۔

"وہ تو رضیہ محترمہ اچانک ٹپک پڑی تھیں پروگرام خراب کرنے اور سنو خود تو بیٹھ گئی ساتھ مومن کو بھی گھسیٹ لیا کہ بہن کا ساتھ دے دو۔ بچے پہلے ہی کھانا شروع کر چکے تھے رہ گئی میں تو میرا کیا ہے؟" انہوں نے آہ بھری۔ بچے انہیں کچن میں کھینچ لائے تھے۔

"تو مومن بھائی بعد میں اور لے آتے نا۔" سبرینہ مسکرائی تھی۔ ثناء اور حذیفہ کو دونوں ہاتھوں سے بڑی پلیٹ میں شروع ہوتے دیکھ کر نگین رونے والی ہو رہی تھی۔

"چھوڑو یار! غصے میں پھر میں نے کھایا ہی نہیں حالانکہ انہوں نے بہت کہا تھا کہ میں اور لا دیتا ہوں۔ مگر پھر میرا موڈ بُری طرح خراب ہو چکا تھا۔ میں نے کہا مومن سے مجھے میکے چھوڑ کر آئیے ورنہ پھر اپنی بہن کا کیا بھگتنے کو تیار رہیں۔" وہ مسلسل بولتے ہوئے آخر میں تفاخر بھری ہنسی ہنس دیں۔

"چلئے کوئی بات نہیں آپ ہمارے ساتھ کھا لیجیے۔" سبرینہ نے کرسی گھسیٹ کر زرمین کو پیش کش کی وہ تمکنت سے براجمان ہوئی۔

"ہاں بھئی بھوک بہت زوروں کی لگی ہے صبح سے کچھ کھایا نہیں پہلے طبیعت خراب رہی پھر موڈ خراب ہوا اب یہاں آئی ہوں تو تھوڑا فریش فیل کر رہی ہوں۔ تم لوگوں سے اتنی باتیں کر لیں دل ہلکا ہوگیا ورنہ سسرال میں کس سے کہوں میں تو یہاں آ جاتی ہوں تو سمجھو آدھی پریشانی میری تمام ہو جاتی ہے۔" انہوں نے پلیٹ نزدیک کر لی بچے پہلے ہی آدھا کھا اور آدھا گرا رہے تھے۔ نگین کا دل دہائیاں دے رہا تھا۔ ہزار ہا بہلاوؤں کے باوجود حذیفہ اور ثناء دونوں ہی بڑی پلیٹوں میں شروع ہوگئے تھے انہوں نے نگین کی (اپنے ہاتھ سے کھلانے والی) آفر قبول لینے سے انکار کر دیا تھا "خودسر" جو ٹھہرے۔ زرمین مسلسل کھاتے اور "سسرال نامہ" سناتے حسب معمول اردگرد سے بے گانہ تھیں سبرینہ اور نگین دونوں ہی اس منظر کو دیکھتی مہر بہ لب تھیں۔

"زرمین کا میکہ تھا نا کچھ کہہ کر بُرا تھوڑی بننا تھا انہوں نے۔"

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

طاہرہ بتول......ملتان

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشا سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ رُکاوٹ بندش ختم کرنے کے لیے دعا بھی کریں۔

زینب بی بی......سرگودھا

جواب:۔ رشتے والا وظیفہ جاری رکھیں۔ یاسین شریف بھی پڑھا کریں۔

وظیفہ پڑھتے وقت ان کے والدین کا بھی تصور رکھا کریں۔

روزگار کے لیے سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد۔

نسیم اختر......بہاولپور

جواب:۔ فیض محمد پر بندش ہے اولاد کی۔ وظیفہ آپ دونوں کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس 21,21 مرتبہ پڑھیں صبح اور شام۔ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

دعا کے ساتھ دوا کا بھی استعمال رکھیں، (حکیمی)

عائشہ وفا......شورکوٹ

جواب:۔ سورۃ قریش، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ پڑھ کر پانی پردم کریں اور دکان میں چھڑکیں روزانہ کھولنے کے بعد۔

وظیفہ وہیں بیٹھ کر پڑھیں تصور ہو کہ بندش ختم ہوجائے۔

ن......منڈھیالہ جھٹہ

جواب:۔ رشتے کے لیے:

بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

روزگار/ مالی حالات کے لیے:۔

بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ (اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف)

(جن لوگوں کے مسائل ہیں وہ خود پڑھیں، یا گھر کا کوئی فرد)

نانا سورۃ فلق/ سورۃ الناس پڑھا کریں۔

سورۃ رحمان صبح ایک مرتبہ پڑھ کر والد اور بھائی کے لیے دعا کیا کریں۔

شمع پروین......

جواب:۔ استخارہ خود کریں۔

رشتہ کے لیے:۔

سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ ان دونوں میں سے جہاں بہتر ہے وہاں ہوجائے۔

معاشی حالات کے لیے:۔

سورہ قریش 111 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء۔

روزانہ ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف پڑھا کریں۔ مخلوق سے اچھے تعلقات رہیں گے۔

ام معاذ......کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر 3 مرتبہ سورۃ یاسین پڑھیں۔ عروبہ کے مسئلے کے لیے دعا بھی کریں۔ اللہ آسانیاں فرمائے۔

(۲) سورۃ یسین والا وظیفہ جو بتایا ہے وہی پڑھیں۔ اپنے اور بیٹی دونوں کے لیے۔ دعا بھی کریں۔

م۔ف......چیچہ وطنی

جواب:۔ (۱) رشتہ ٹھیک ہے استخارہ کرلیں۔

سورۃ اخلاص پانی پردم کرکے بھائی کو پلائیں 21 مرتبہ روزانہ۔

(۲) صدقہ دیں اللہ بہتر جانتا ہے۔

سحر ثمن......ننکانہ صاحب

جواب:۔ "یا لطیف یا ودود" 101 مرتبہ۔ 3,3 درود شریف اول وآ خر روزانہ پانی پر دم کرکے والد کو

پلائیں۔ (نیت بھی کریں)۔

انعم اشرف......سرگودھا

جواب: وظیفہ جاری رکھیں۔ اپنے حق میں بہتری کے لیے دعا کریں۔

زرینہ تبسم......سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (وظیفہ بہن خود پڑھے) صدقہ بھی دیں۔

ثوبیہ ناز......راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

صدقہ دیں (بکرا/مرغی)

سورۃ اخلاص 21 مرتبہ صبح وشام۔ اول وآ خر 3,3 مرتبہ درود شریف رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لیے۔

خدیجہ انعم......واہ کینٹ

جواب:۔ رشتوں کے لیے:۔

بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتوں کے لیے دعا کریں۔ (وظیفہ بیٹیاں یا آپ خود پڑھیں)

(۲) سورۃ مزمل 3 مرتبہ درود شریف اول وآ خر 3,3 مرتبہ جب گھر میں چینی آئے اس پردم کردیں۔ (نیت بھی رکھیں) چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

عین الامین......سرگودھا

جواب:۔ (۱) بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔ جو حق میں بہتر ہو وہی ہوگا۔

(۲) پڑھنے سے پہلے درود شریف اور سورۃ اخلاص 7,7 مرتبہ۔ ہر نماز کے بعد "یا قوی" 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

عذرا سعید......

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ یاسین ایک مرتبہ پڑھ کر دعا کیا کریں۔

شازیہ اسماعیل......سرگودھا

جواب:۔ (۱) وظیفہ جاری رکھیں۔ صدقہ بھی دیں۔

(۲) سورۃ شمس 21 مرتبہ صبح

سورۃ عصر 21 مرتبہ شام۔ پانی پردم کرکے پلائیں، روزانہ۔ (نیت ہو ان کا پیچھا چھوڑ دیں)

(۳) بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

(۴) بعد نماز عشا سورہ قریش 111 مرتبہ۔ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ معاشی حالات اور نوکری کے لیے دعا کریں۔

(جن کے ساتھ مسائل ہیں وہ خود پڑھیں)

روبینہ شاہین......سرگودھا

جواب:۔ "سورۃ عصر" روزانہ صبح وشام 21،21 مرتبہ (پانی پردم کرکے پلائیں/خود پڑھیں اور دم کریں)

ت۔س......کوہاٹ

جواب:۔ (۱) اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک فی شرورھم. روزانہ 101 مرتبہ پڑھ کر اس کی طرف دم کریں نیت بھی ہو۔

(۲) سورۃ فاتحہ 11 مرتبہ دم کریں۔

(۳) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ 21 مرتبہ روزانہ دم کریں اپنے اوپر۔

حمیرا شاہین......ملتان

جواب:۔ (۱) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم 111 مرتبہ اول وآ خر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

پانی پردم کرکے شوہر اور بچوں کو پلائیں روزانہ بعد نماز فجر۔

(۳) سورۃ فلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ پڑھ کر دم کریں صبح وشام۔

"یا نور" 11 مرتبہ ہر نماز کے بعد انگلیوں پردم کرکے آنکھوں پر پھیریں۔

تسلیم......لیاری

جواب: (۱) والدہ سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ صبح وشام پڑھ

اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف روزانہ۔
شوہر اور گھر کے معاشی حالات کے لیے دعا کریں۔
آصف یا والدہ اس کی نوکری کے لیے بھی پڑھیں روزانہ۔

ک ز......سرگودھا

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں۔ صدقہ دیں (گوشت)۔(عمل کی مدت 6 ماہ)
روزانہ ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔

عظمت ناز......گوجرانوالہ

جواب:۔ 0321-2450019 حکیم صاحب سے رابطہ کریں۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

کر دم کریں۔
(۲) صدقہ دیں سورۃ عبس روزانہ پانی پر دم کر کے والد کو پلائیں۔
(۳) بھائی کو 21 مرتبہ سورۃ عصر روزانہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔

ف ج......

جواب:۔ ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف روزانہ۔ دعا کریں اپنے لیے۔ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

ارتضٰی حسن......چکوال

جواب:۔ سورۃ فاتحہ روزانہ 41 مرتبہ بعد نماز فجر، اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کر کے پلائیں اور دعا بھی کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

طاہرہ ارشد......

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
سورۃ اخلاص 21 مرتبہ صبح و شام۔ رکاوٹ/بندش ختم کرنے کے لیے۔ صدقہ دیں۔

سید محمد افنان......قصور

جواب:۔ سورۃ عصر 21 مرتبہ صبح و شام پانی پر دم کر کے پلائیں روزانہ۔ دونوں کو۔

ک ر......ہری پور

جواب:۔ سورۃ عصر 21 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کر کے روزانہ پلائیں۔ نیت بھی ہو۔

راحیلہ......جہلم

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ۔

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جون ۲۰۱۴ء

نام...... والدہ کا نام...... گھر کا مکمل پتا......
......
گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں......

بیاضِ دل

میمونہ تاج

منزہ بھٹی......چونکی

کہتے ہیں تجھے لوگ مسیحا مگر یہاں
اک شخص مرگیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد

سباس گل......رحیم یار خان

کوئی خواب نہیں تھا کہ بھلایا جاتا
وہ میری زیست کا حصہ تھا محبت جیسا

لیہا رضوان......کراچی

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار
خاکِ مرقد پہ تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا؟

ہما ایوب شیخ......عارف والا

کتنی ٹھنڈک ہے تیری ہر بات میں لیکن
بات کرتا ہے تو پھر آگ لگاتا کیوں ہے
یہ تو سچ ہے کہ مجھے بننا ہے کندن لیکن
تو مگر مجھے سرِ عام جلاتا کیوں ہے

طیبہ......اٹک

چمن کے غنچوں نے رنگ بدلا فلک کے تاروں نے ساتھ چھوڑا
میں جن سہاروں سے مطمئن تھا انہی سہاروں نے ساتھ چھوڑا
میرا مذاقِ جنوں سلامت کہیں بھی تنہا نہیں رہوں گا
ہزار طوفان ساتھ دیں گے اگر کناروں نے ساتھ چھوڑا

شمسہ ارشاد ہمدانی......ہٹیاں بالا

وہ کہتا تھا اک پل نہ رہیں گے تیرے بن
ہم دونوں ہی رہ گئے وہ وعدہ نہ رہا

شمائلہ رفیق......سمندری

تمہاری آنکھ کا ہر آنسو ہماری آنکھ سے نکلا
تمہیں پھر بھی شکایت ہے کہ محبت ہم نہیں کرتے

ناہید بشیر رانا......رحمان گڑھ

اعلان میں کہا گیا پرامن ہے جلوس
چپکے سے سب کے ہاتھ میں پتھر دیے گئے
فصلیں بہا کے لے گیا سیلاب جب کبھی
محنت کشوں کو بھیک میں کنکر دیے گئے

سائرہ حبیب الرحمٰن اوڈ......عبدالحکیم

شاید کبھی خلوص کو منزل نہ مل سکے
وابستہ ہے مفاد ہر اک دوستی کے ساتھ

نفیسہ حبیب......لودھراں

جب لوگ ہی جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی دکھ اپنا تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے کیسے لہجے کا روکھا پن
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے

حافظہ ریحانہ، حافظہ زائمہ......میانوالی

ہمیں بھی یاد کرلینا جب لکھنا تاریخ وفا دوستو
کہ ہم نے بھی کھویا ہے کسی کی محبت میں سکون اپنا

فوزیہ سلطانہ......تونسہ شریف

کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یوں ہی بے کار جاتا ہے

فائزہ بھٹی......چونکی

چمکا نہ کرو رات کو جگنو کی طرح تم
لے جاؤں گا مٹھی میں کسی روز چھپا کر

زویا زہرہ......چنڈی

کہاں تلاش کرو گے تم مجھ جیسا شخص
جو تمہارے ستم بھی سہے اور تم سے محبت بھی کرے

افشاں ہارون......کراچی

جن کو انگریز کا قانون ہو ازبر ان سے
اور سب پوچھ مگر شرح کے احکام نہ پوچھ
ریڈیو میں بھی جو قرآن کی تلاوت نہ سنیں
ان مسلمانوں کی اولاد کا اسلام نہ پوچھ

ماروی یاسمین......سرگودھا

جب بھی ملو گے ہمیں پاؤ گے مخلص
ہر چند کے اخلاص کا دعویٰ نہیں کرتے

رانی اسلام......گوجرانوالہ

جب اپنا قافلہ عزم و یقیں سے نکلے گا
مجھے یقین ہے کہ رستہ وہیں سے نکلے گا
اے وطن کی ریت مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقین ہے کہ چشمہ یہیں سے نکلے گا
ثناء اشرف......157

یہ ضروری نہیں کہ آگ سے ہی جل جائے بشر
بعض لوگوں کو تو ان کے ہمسفر بھی جلا دیتے ہیں
عجیرہ انیس......واہ کینٹ

سمجھ کے خوار و زبوں تو نے جس کو دھتکارا
بنا دیا ہے اسی بے نوا نے میرا نصیب
حقیر جان کے ٹھکرا نہ ان غریبوں کو
یہ خود غریب ہیں ان خدا نہیں ہے غریب
سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

مجھے تو تم نے قریب رہ کر بھی جو اذیتیں دیں
تم اب جدائی کے موسموں میں اٹھانا جو عذاب لکھنا
ہزار باتیں ہیں چار راتیں ہیں اس سے کیا کہو گے
وہ چہرہ پڑھ پڑھ کے یاد کرلو وہ جاچکے تو کتاب لکھنا
ایس انمول......بھابڑہ شریف

جب سے تیرے خیال کا موسم ہوا ہے دوست
دنیا کی دھوپ چھاؤں سے آگ نکل گیا ہوں میں
کوثر رؤف......برائے صالح، ہری پور

اس شخص نے آنکھوں سے تبلیغ ہی یوں کی
کہ میں بھی محبت پر ایمان لے آیا
اقراء ارشد......شاہ نکڈر

نہیں سجدے کیے ہم نے کبھی غیروں کی چوکھٹ پر
ہمیں جس کی ضرورت ہو خدا سے مانگ لیتے ہیں
صائمہ احمد سحر......بھابڑہ شریف

روز ڈوبتا ہوا سورج یہ درس دیتا ہے اقبال
مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے
منیبہ نواز......صبور شریف

تم مجھے خاک بھی سمجھو تو کوئی بات نہیں
خاک اڑتی ہے تو آنکھوں میں سما جاتی ہے

مہر گل دعا گل......اورنگی ٹاؤن کراچی
میرے محبوب نے وعدہ کیا ہے پانچویں دن کا
کسی سے سن لیا ہوگا یہ دنیا چار دن کی ہے
مدیحہ کنول......چشتیاں

ہوائیں نوید دے رہی ہیں کسی کے لوٹ آنے کی
مگر آنے والے سن لے ہم تجھ سے روٹھ گئے ہیں
خواب دیکھے تھے کبھی تیری قربت کے کنول نے
انتظارِ طویل میں وہ خواب سارے ٹوٹ گئے ہیں
ناہید چوہدری......احسان پور

تو ہوا کے ہاتھ پر چاہتوں کا دیا جلانے کی ضد نہ کر
یہ اداس لوگوں کا شہر ہے یہاں مسکرانے کی ضد نہ کر
میں ہوں دوستوں کا ڈسا ہوا میرا غم ہے حد سے بڑھا ہوا
میں شکستہ گھر کی مثال ہوں مرے پاس آنے کی ضد نہ کر
طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

میں اور التجائے کرم کروں آپ سے
یہ بھیک اس کو دینا جس کا خدا نہ ہو
فاخرہ تبسم ہمدانی......بٹیاں بالا

غموں سے الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک بہانا نہیں آتا
نوید احمد......لاہور

چین سے سو رہا ہے جہاں
میری نیند جانے کھوگئی ہے کہاں؟
مہوش حیات......کراچی

مرتا نہیں کوئی کسی کے بغیر یہ حقیقت ہے زندگی کی
لیکن صرف سانس آنے کو جینا بھی نہیں کہتے
پروین افضل شاہین......بہاولنگر

وضع داری بے جا کی انتہا کرکے
ہر ایک زخم سہا شکریہ ادا کرکے
میں ایسے شہر میں بنیاد خاک کیا رکھوں
یہ لوگ عشق بھی کرتے ہیں مشورہ کرکے

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

گوشت کے پنیری کباب

اجزاء:

گائے کا قیمہ — دو بار پسا ہوا 1/2 کلو
چربی — 50 گرام
دہی (پانی نکلا ہوا) — 2 کھانے کے چمچے
پسا ہوا گرم مصالحہ — ایک چائے کا چمچہ
پسا ہوا سفید زیرہ — ایک کھانے کا چمچہ
کٹی ہوئی لال مرچ — ایک کھانے کا چمچہ
پیاز (چوپ کی ہوئی) — ایک عدد
ہری مرچیں (چوپ کی ہوئی) — 4 عدد
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) — 1 گڈی
پسا ہوا لہسن ادرک — ایک کھانے کا چمچہ
انڈے — 2 عدد
ڈبل روٹی کا چورہ — 3 کھانے کے چمچے
موزریلا پنیر کدوکش — 200 گرام
شملہ مرچ (باریک کٹی ہوئی) — ایک عدد
ٹماٹر (باریک کٹا ہوا) — ایک عدد
نمک — حسب ذائقہ
تیل — تلنے کے لیے
شملہ مرچ، ٹماٹر، گاجر، لیموں — سجانے کے لیے

ترکیب:

چوپر میں قیمہ اور چربی یکجان کرلیں۔ اس میں پنیر، ٹماٹر اور شملہ مرچ کے علاوہ باقی تمام اجزاء شامل کرکے آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اس آمیزے کے کباب بنالیں۔ فرائنگ پین میں تیل گرم کرکے کبابوں کو سنہری تل لیں۔ کبابوں کو بیکنگ ٹرے میں رکھیں۔ ان پر پنیر، شملہ مرچ اور ٹماٹر رکھ کر پہلے سے گرم اوون میں 180 ڈگری سینٹی گریڈ پر 10 منٹ پکا کر نکال لیں۔ سرونگ ڈش کو شملہ مرچ، ٹماٹر، گاجر اور لیموں سے سجائیں اور کباب رکھ کر پیش کریں۔

مہوش حیات......خانیوال

قیمہ پراٹھا

اجزاء:

قیمہ — 250 گرام
انڈے — 2 عدد
پیاز — 2 عدد
دہی — 2 ٹیبل سپون
ادرک لہسن کا پیسٹ — ایک ٹیبل سپون
کالی مرچ — ایک ٹی اسپون
تیل — 2-3 ٹیبل سپون

پراٹھا بنانے کے لیے اشیاء:

آٹا — 2 کپ
میدہ — 2 کپ
گھی — 2 ٹیبل اسپون
نمک — ہاف ٹی اسپون
پانی — حسب ضرورت

ترکیب:

سب سے پہلے تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر اچھی طرح فرائی کرلیں، ہلکی سنہری ہوجائے تو اس میں قیمہ ڈال دیں ساتھ ہی ادرک لہسن کا پیسٹ، نمک، مرچ اور زیرہ شامل کریں دہی بھی ڈال دیں اور اچھی طرح بھون لیں۔

بھوننے کے بعد آدھ کپ پانی ڈال کر قیمہ گلالیں، پانی بالکل خشک ہوجائے تو اس کو ٹھنڈا کرلیں جب بالکل ٹھنڈا ہوجائے تو اس میں دونوں انڈے توڑ کر شامل کرلیں اور اچھی طرح ملالیں۔

تمام پراٹھا بنانے والی اشیاء کو ملا کر آٹا گوندھ لیں اب آٹے کا پیڑا بنا کر روٹی کی طرح بیل لیں۔ درمیان میں قیمہ کا مکسچر رکھ دیں پھر ہلکے ہاتھ سے

چاروں طرف سے بند کریں اور چوکور سا پراٹھا بنا لیں پھر اس کو توے پر ڈال کر فرائی کرلیں' ٹماٹو ساس کے ساتھ سرو کریں۔

عنبر فاطمہ......کراچی

استرفرائی بیف ود بیف فرائیڈ رائس

گائے کے پسندے آدھا کلو
ادرک دو انچ کا ٹکڑا
یخنی یا پانی ایک پیالی
نمک حسب ذائقہ
سفید مرچ (پسی ہوئی) آدھا چائے کا چمچ
کالی مرچ (پسی ہوئی) آدھا چائے کا چمچ
سرکہ دو کھانے کے چمچ
سویا سوس دو کھانے کے چمچ
چینی ایک کھانے کا چمچ
بیکنگ پاؤڈر ایک چائے کا چمچہ
کارن فلار ایک کھانے کا چمچ
انڈے دو عدد
تل کا تیل دو کھانے کے چمچ
ہری پیاز کٹی ہوئی ایک عدد
کوکنگ آئل آدھی پیالی

ترکیب:

استرافرائی بیف بنانے کے لیے:

انڈر کٹ بیف کے پسندے لے لیں تاکہ گلنے میں آسانی ہو اور ان کے ایک سائز کے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں' پیالے میں ایک کھانے کا چمچ ڈالڈا کوکنگ آئل' چینی' بیکنگ پاؤڈر' انڈے اور کارن فلور ڈال کر اچھی طرح ملا لیں۔ پسندوں کو اس آمیزے سے میرینیٹ کر کے دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔

کڑاہی میں کوکنگ آئل کو درمیانی آنچ پر دو سے تین منٹ تک گرم کریں اور پسندوں کو گولڈن فرائی کر کے نکال لیں۔ اسی کڑاہی میں ادرک کو باریک کاٹ کر ایک سے دو منٹ تک ہلکا سا فرائی کریں اور یخنی' نمک' سفید مرچ' کالی مرچ' سرکہ اور سویا ساس شامل کر دیں۔ فرائی کیے ہوئے پسندے ڈال کر حسب پسند گاڑھا ہونے تک پکائیں۔

بیف فرائیڈ رائس بنانے کے لیے:۔

ے کو نمک ایک چائے کا چمچ ادرک لہسن پیا ہوا ایک چائے کا چمچ کالی مرچ پسی ہوئی دو کھانے کے چمچ سرکہ اور دو کھانے کے چمچ سویا ساس لگا کر دس سے پندرہ منٹ رکھیں پھر ہلکی آنچ پر پکا کر گلائیں' اس کو موٹے ریشوں میں توڑ کر رکھ لیں۔ دو سے تین کھانے کے چمچ ڈالڈا کوکنگ آئل کو کڑاہی میں گرم کر کے اس میں گوشت کی بوٹیاں' دو پھینٹیں ہوئے انڈے دو عدد باریک کٹی ہوئی ہری پیاز ڈال کر فرائی کریں اور اس میں دو پیالی ابلے ہوئے چاول ڈال کر اچھی طرح ملا لیں اتارتے ہوئے چٹکی بھر چینی اور آدھا چائے کا چمچ پسی ہوئی سفید مرچ چھڑک دیں۔

اسٹر فرائی بیف کو ڈش میں نکال کر تل کا تیل اور ہری پیاز ڈال دیں بیف فرائیڈ رائس کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

ملائی کوفتے

اجزاء:

گائے کا قیمہ 300 گرام
پسی ہوئی لال مرچ ایک چائے کا چمچہ
گرم مصالحہ' چاول ایک، ایک کھانے کا چمچہ
ادرک ایک انچ کا ٹکڑا
خشخاش، بھنے ہوئے چنے 2,2 کھانے کے چمچ
ہلدی (پسی ہوئی) نمک ڈیڑھ ڈیڑھ چائے کا چمچ

سالن کے اجزاء:

پیا ہوا لہسن ادرک 2 کھانے کے چمچ
چھوٹی اور بڑی الائچی ایک، ایک عدد
ہری مرچیں' پیاز (باریک کٹی ہوئی) ایک پیالی
ملائی آدھی پیالی

سجانے کے لیے:۔

ٹماٹر (بلینڈر کئے ہوئے) آدھی پیالی
دار چینی ایک انچ کا ٹکڑا
پسی ہوئی لال مرچ ایک چائے کا چمچہ
پیا ہوا گرم مصالحہ ایک کھانے کا چمچہ
قصوری میتھی 2 چائے کے چمچے
نمک حسب ذائقہ
تیل حسب ضرورت

ترکیب:۔

بلینڈر میں چنے' چاول اور خشخاش کو باریک پیسیں' قیمہ پیا ہوا مصالحہ اور کوفتے کے باقی اجزاء بلینڈر میں یکجان کر کے پیالے میں نکالیں اور ایک کھانے کا چمچہ ملائی شامل کر دیں اس آمیزے کے چھوٹے چھوٹے کوفتے بنالیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے پیاز سنہری کریں اور سالن کے تمام اجزاء ڈال کر تیل اوپر آنے تک پکائیں اس میں ایک ایک کر کے کوفتے ڈالیں اور ہلکی آنچ پر لگائیں۔ سالن گاڑھا ہو جائے اور کوفتے پک جائیں تو باقی ملائی ملا کر دم پر رکھ دیں۔ کوفتے ڈش میں نکالیں، قصوری میتھی چھڑکیں اور ملائی سے سجا کر پیش کریں

گرم مصالحہ بنانے کے لئے ثابت کالی مرچیں، سفید زیرہ اور دھنیا 2, 2 چائے کے چمچ اور 12 لونگ بلینڈر میں حسب ضرورت پیس لیں۔

فائزہ اسلام......فیصل آباد

مغلئی ریشمی کباب

اجزاء:

چکن کا قیمہ 750 گرام
ادرک لہسن کا پیسٹ 1 کھانے کا چمچہ
پسی جائفل جاوتری 1/2 چائے کا چمچہ
قصوری میتھی پاؤڈر 1/2 چائے کا چمچہ
الائچی پاؤڈر 1/2 چائے کا چمچہ
تیل فرائی کے لئے
نمک حسب ذوق
بریڈ سلائس 2 عدد

ساس کے لیے:۔

کریم 1/2 کپ
کریم چیز 1/2 کپ
پانی حسب ضرورت
ہری مرچیں حسب ضرورت
پودینے کے پتے حسب ضرورت
شیر مال سرونگ کے لئے

ترکیب:۔

چکن کا قیمہ، ڈبل روٹی کا سلائس، نمک، قصوری، میتھی، الائچی پاؤڈر اور جائفل جاوتری پاؤڈر ملا کر پیس لیں۔ اب اس مکسچر کے کباب بنائیں اور فرائی کریں۔

ساس بنانے کے لیے:۔

کریم، چیز اور حسب ضرورت پانی ملا کر مکس کریں' ساتھ ہی ایک چٹکی جائفل جاوتری ڈالیں پھر اس میں باریک کٹی ہری مرچ اور پودینہ شامل کر کے مکس کریں۔ اب فرائی کباب پر ڈالیں اور شیر مال کے ساتھ سرو کریں۔

ایمہا رضوان......کراچی

اسموک بوٹی

اجزاء:

مٹن بون لیس 1/2 کلو
لہسن ادرک 1 کھانے کا چمچہ
پپیتا 1 کھانے کا چمچہ
نمک حسب ذوق
لال مرچ 1 کھانے کا چمچہ
ہری مرچ کا پیسٹ 2 کھانے کے چمچے
دہی 1/2 کپ
تیل 1/2 کپ
پیاز 2 چھوٹی
دار چینی پاؤڈر 1 ٹکڑا

پسی لونگ	2 عدد
پسی چھوٹی الائچی	2 عدد
پسی بڑی الائچی	2 عدد
ہری مرچ	4-2 عدد
ہرا دھنیا	2 کھانے کے چمچے
ادرک	2 کھانے کے چمچے
کوئلہ	1 ٹکڑا

ترکیب:۔

مٹن میں لہسن' ادرک' پپیتا' نمک' لال مرچ' ہری مرچ اور دہی لگا کر چھوڑ دیں۔ تیل گرم کرکے پیاز فرائی کرلیں پھر اس میں زیرہ، دار چینی پاؤڈر' پسی لونگ' چھوٹی الائچی پاؤڈر اور بڑی الائچی پاؤڈر ڈال کر فرائی کریں۔ اب مٹن کی مصالحہ لگی بوٹیاں شامل کرکے پکائیں جب بوٹیاں گل جائیں تو کوئلے کا دھواں دیں' آخر میں ہری مرچ، ہرا دھنیا اور ادرک ڈالیں۔

فارعہ انیس......شاہدرہ

ہرے بھرے رائس

اجزاء:

اُبلے چاول	2 کپ
ہری پیاز	2 عدد
کالی مرچ	ہاف ٹی سپون
چکن اسٹاک کیوب	آدھا چمچہ
ہری چٹنی	4 چمچے
باریک کٹا ہرا دھنیا	ایک گڈی
ہرے بھرے نگٹس	8-6 عدد
تیل	4-3 ٹیبل سپون
اُبلے انڈے	2 عدد

ترکیب:۔

اُبلے چاولوں کو ایک کڑاہی میں ہلکا سا تیل ڈال کر فرائی کرلیں پھر اس میں ہری چٹنی اور چکن کیوب کو توڑ کر اور نمک شامل کریں۔ ہرا دھنیا' ہری پیاز اور نگٹس کو باریک چوپ کرکے شامل کریں اور جلدی جلدی مکس کرکے پھر دم پر رکھ دیں۔ سرونگ ڈش میں نکال کر اُبلے انڈوں کو قتلوں کی صورت میں کاٹ کر سرو کریں۔

انعم دانش......جھڈو سندھ

اچاری پنیر پلاؤ

اجزاء:۔

دودھ	دو سے تین کھانے کے چمچ
لہسن	دو سے تین جوئے
پنیر	ایک سے دو پیکٹ
ہری مرچ	تین سے چار عدد
ہری پیاز	دو سے تین عدد
زعفران	ایک چٹکی
شملہ مرچ	ایک عدد
پیاز	ایک عدد
چاول	آدھا کلو
زیرہ	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل گرم کرکے لہسن اور پنیر ڈالیں۔ اب اس میں اچاری مصالحہ' ہری مرچیں اور زیرہ ڈال کر ساتے کرلیں اس کے بعد اُبلے چاول شامل کریں۔ دودھ میں زعفران کو ملائیں اور چاولوں پر چھڑک کر مکس کردیں پھر اس میں شملہ مرچ اور پیاز ڈال کر دم پر رکھیں آخر میں ہری پیاز شامل کرلیں' ٹماٹر اور شملہ مرچ سے گارنش کرکے سرو کریں۔

ارم طفیل......ڈی جی خان

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

کلثوم آصف......کراچی

سوال:۔ السلام علیکم! آپ نے فیس فریش کے ساتھ جو آرچی کریم بتائی ہے وہ کونسی ہے۔ مطلب کے دو آرچی ایک وائٹ اور دوسری یلو آتی ہے۔ اس میں سے کون سی والی ملا کر لگائیں۔

دوسری بات یہ پوچھنی تھی کہ ہم آرچی کو سن بلاک کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں اگر کرسکتے ہیں تو کون سا۔ اس کے علاوہ کوئی اچھا سا فیس واش اور صابن بتادیں جو سردی اور گرمی دونوں موسموں کے لحاظ سے بہتر ہو۔

جواب:۔ یلو والی ملا کر لگائیں سن بلاک کے لیے استعمال نہ کریں۔ کلین اینڈ کلیئر کا صابن استعمال کریں، فیس واش بھی۔

مس فردوس......کوہاٹ

سوال:۔ السلام علیکم! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری عمر 27 سال ہے میرے چہرے کی رنگت پہلے بہت صاف ستھری سرخ و سفید تھی لیکن کچھ عرصہ سے چہرہ پر داغ دھبے پڑ گئے ہیں اور آنکھوں کے نیچے ہلکی ہلکی لکیریں پڑ گئی ہیں جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ آپ نے کسی کو فیس فریش کریم اور آرچی کریم ملا کر استعمال کرنے کا مشورہ دیا تھا کیا میں یہ استعمال کرسکتی ہوں اس کے چھوڑ دینے کے بعد کوئی نقصان تو نہیں ہوگا؟

جواب:۔ اسکن ڈھیلی ہوگئی ہے اس کے لیے انڈے کی سفیدی پھینٹ کر لگائیں ماسک کی طرح روزانہ۔

داغ دھبوں کے لیے اسپغول، پاؤڈر کا دودھ، عرق گلاب ملا کر پیسٹ بنالیں اور ایک دن بیچ کر کے لگائیں۔

آمنہ رانی......جلالپور بھٹیاں

سوال:۔ میرا پہلا مسئلہ بالوں کا ہے میرے بال چھوٹے اور پتلے ہیں اور بالوں میں خشکی بھی ہے۔ ایسی ٹپس بتائیں کہ میرے بال لمبے اور گھنے ہوجائیں۔ میرا دوسرا مسئلہ میرے ہونٹ کالے ہیں انہیں گلابی کرنے کا ٹوٹکا بتائیں اور پیٹ کم کرنے کی بھی ٹپس بتائیں۔

جواب:۔ بالوں میں ہفتے میں 2 دفعہ دہی، انڈے کی زردی مکس کرکے لگائیں ہونٹوں پر دودھ کی بالائی لگائیں۔

پیٹ کے لیے صبح نہار منہ الٹا لیٹیں 15 منٹ فرش پر۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

سوال:۔ السلام علیکم! میں نے صرف یہ پوچھنا تھا کہ آپ ہر ایک کو ناریل کا ہی تیل بتاتی ہیں سر پر لگانے کے لیے لیکن میں نے سنا ہے کہ اس سے بال سفید ہوجاتے ہیں۔ جو آپ کریم بتاتی ہیں ان میں کیمیکل تو نہیں ہوتے لگاتے رہے تو چہرہ ٹھیک رہتا ہے کہ لگانا چھوڑ بھی دے تو چہرہ صحیح رہتا ہے پلیز ذرا تفصیل سے بتایئے گا۔

جواب:۔ ناریل کے تیل میں نقصان نہیں، آپ سرسوں کا تیل لگالیں ناریل کے تیل میں مکس کرکے۔

نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہیں ہے دھوپ میں نہ جائیں اس کو لگا کر اور چولہے کے پاس نہ جائیں جب کریم لگائیں۔

فائزہ اسلام......خانیوال

سوال:۔ السلام علیکم! گرمیوں کی آمد آمد ہے ایسے میں باہر نکلو تو اسکن بہت زیادہ خراب ہوجاتی ہے۔ میرا مسئلہ بھی یہی ہے چہرے کی اسکن بہت رف اور کھردری سی ہوگئی ہے۔ موسچرائزنگ کریم کا بھی استعمال کرتی ہوں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

جواب:۔ کھیرا کاٹ کر پانی میں ڈال دیں یہ پانی والا گلاس فریج میں رکھیں اور چہرے پر لگائیں روزانہ۔

ارم فاطمہ......ملتان

سوال:۔ السلام علیکم! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال بہت تیزی سے اتر رہے ہیں۔ ڈوو شیمپو اور ناریل کا تیل

بھی استعمال کرتی ہوں لیکن کچھ فرق نہیں ہے۔ آپ کوئی حل بتادیں۔

جواب:۔ سرسوں کے تیل میں کلونجی ڈال لیں اور تیل استعمال کریں۔

شیمپو سن سلک کا بلیک استعمال کریں۔

نازیہ تبسم مان...... گوجرانوالہ

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سر میں خشکی بہت زیادہ ہے لیکن میرے بال نرم اور سلکی ہیں۔

جواب: دہی 2 چمچ' 1 انڈہ اور 1 چمچ سرسوں کا تیل سب ملا کر سر پر لگائیں' ہفتے میں دوبار۔

رملہ ایمل...... جہلم

سوال: میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میرے بال خشک اور روکھے ہیں تو آپ نے سیکا کائی کا استعمال بتایا ہے وہ میں نے استعمال کیا ہے بال میں تھوڑا سا فرق آیا ہے لیکن خشکی ختم نہیں ہوئی اور دوسرا مسئلہ میرے ہاتھ اور پیر' چہرے کی نسبت کالے ہیں' پلیز کوئی حل بتائیں اگر کریم ہوں تو رات کو استعمال والی ہو اور میری آنکھوں کے نیچے بھورے تل ہیں کوئی اچھی سی کریم بتایئے' آپ کی مہربانی ہوگی۔

جواب: سر کی خشکی کے لیے دہی' انڈہ' سرسوں کا تیل مکس کر کے ہفتے میں دوبار لگایئے۔

چہرے' ہاتھ اور پیر کے لیے دہی' میدہ مکس کر کے لگائیں روزانہ۔

بھورے تل کے لیے ہومیو ڈاکٹر سے مشورہ کریں' کریم آپ فائزہ بیوٹی کریم لگا سکتی ہیں رات کو۔

مس روبینہ احمد...... بورے والہ

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری عمر 27 سال ہے میرا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کی جلد بہت خشک ہے' میں نے بہت سے اچھے لوشن استعمال کیے جیسے پونڈز اور ویسلین وغیرہ مگر کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا خشک جلد کی وجہ سے چہرے اور ہاتھوں وغیرہ پر بہت لکیریں بنتی جارہی ہیں آپ پلیز اس کے لیے کوئی اچھا سا نسخہ بتائیں۔ گلیسرین سے مجھے بہت چپک ہوتی ہے آپ پلیز اس مسئلہ کا کوئی حل بتائیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال بہت باریک ہیں جس کی وجہ سے میری چوٹی بہت پتلی سی ہے' اس کے لیے کچھ بتائیں کہ بال کچھ موٹے ہوں جائیں' آپ کی مہربانی ہوگی۔

جواب:۔ خشک جلد کے لیے دن میں کم از کم 6 لیٹر پانی پئیں۔

جلد کی حفاظت

تھوڑی سی پھٹکری' گلیسرین' لیموں کا عرق مکس کر کے بوتل میں رکھ لیں' وہ بار بار لگائیں۔

بالوں کے لیے کیلشیم والی زیادہ چیزیں استعمال کریں کھانے میں' انڈہ' دودھ' مچھلی وغیرہ۔ سرسوں کا تیل استعمال کریں۔

120 گرام شہد میں ایک لیموں کا رس ملا کر رکھ لیں۔ اس پیسٹ کو روزانہ چہرے پر لگائیں اور پندرہ منٹ بعد چہرہ دھولیں۔ پچیس روز تک متواتر استعمال کرنے سے جھریاں ختم ہوجاتی ہیں۔

ہفتے میں تین بار کھیرے کے رس میں ایک چمچہ لیموں کا رس ملا کر اس آمیزے کو چہرے پر لگائیں اور پندرہ منٹ بعد چہرہ دھولیں۔ اس سے چہرے کی چکنائی ختم ہوجاتی ہے۔

لوکی کو چھیل کر کدوکش کرلیں پھر ایک کڑاہی میں سرسوں کا تیل گرم کریں۔ تیل گرم ہوجائے تو اس میں کدوکش کی ہوئی لوکی ڈال دیں۔ اور تیز آنچ پر ہلکا سنہرا یا براؤن ہونے پر چولہا بند کردیں اور ٹھنڈا ہوجائے تو کسی چھلنی سے چھان کر کسی بوتل میں ڈال لیں۔ روزانہ اچھی طرح اس تیل کی سر میں مالش کرنے سے بال گھنے اور چمک دار ہوجاتے ہیں۔

ہالہ سلیم...... اورنگی ٹاؤن کراچی

غزل

کبھی سوالوں پہ چوٹ کھائی' کبھی جوابوں نے مار ڈالا
ہم وہ مسافر ہیں زندگی کے جنہیں خوابوں نے مار ڈالا
ہمیں نہیں غم خزاں کی رُت میں اجڑ گئی جو یہ دل کی نگری
ہے غم تو یہ کہ بہار رُت میں' حسیں گلابوں نے مار ڈالا
انا کی آندھی نے نوچ ڈالے جو گل کھلے تھے محبتوں کے
ہمیں محبت کے عشق آتش کے ان سرابوں نے مار ڈالا
کوئی نہیں ہے کہ جس کے شانے سے لگ کے آنسو بہالیں سارے
کوئی تو دیکھے کہ کس طرح سے ہے ان شرابوں نے مار ڈالا
کبھی ہنسے بھی تو یوں کہ جیسے جرم ہی سرزد ہوا ہو کوئی
بنا خطا کے جو روح پر اترے ہیں' ان عذابوں نے مار ڈالا
یہ سرخ پھولوں کے رنگین موسم بہت رلانے لگے ہیں نازی
کسے بتائیں کہ ہم کو قسمت کی بند کتابوں نے مار ڈالا

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

دہشت گرد

یہ جو ہو رہا ہے یہاں
اس سب کی ڈوریں ہیں وہاں
یہ جو سامنے ہیں
سب کٹ پتلیاں ہیں
خوب ماہر کھلاڑی ہیں
جن کے آگے سب اناڑی ہیں
اپنے کارندے چھوڑے ہیں
کس کس روپ میں
دیکھ کر ان کے یہ رنگ
رہ جاتی ہے عقل دنگ
بدنام کرتے ہیں اسلام کو
استعمال کرتے ہیں معصوموں کو
کھیلتے بچوں کی عقل سے
اور فوجیوں کے سروں سے
یہ سب بے ضمیر لوگ ہیں
میرے وطن کا روگ ہیں
کچل دو انسانیت کے دشمنوں کو
پاک چمن کے سب غداروں کو

افشاں نورین

غزل

ہے نصیب کہیں قرار جاں اب نہیں
تیرا انتظار روز و شب آساں اب نہیں
تجھے کیا خبر کہ لحہ لحہ عذاب ہے؟
فقط تیری یاد جینے کا سامان اب نہیں
ہو نشاط وعدۂ وصل بھی کیا کہ
خوف ہجر سے ہم بھی پریشان اب نہیں
دل و جاں نظر کروں تیری اس ادا پہ
تو آئینہ صفت سہی مگر ہم حیران اب نہیں
ہے شوق جنوں مجھے اس قدر تجمل
کہ جان سے گزرنے میں بھی نقصان اب نہیں

زینب تجمل

غزل

بوسیدہ پرانے کسی سامان میں رکھا ہوگا
میرا ماضی طاقِ نسیان میں رکھا ہوگا
عشق سچا ہو تو قسمت کو ہرا سکتا ہے
عشق کا نام کسی میدان میں رکھا ہوگا
ایک ہی عکس تا عمر آنکھ کی پتلی میں رہا
ایک ہی شخص سدا دھیان میں رکھا ہوگا
شام کو سائے اتر آتے ہیں آنگن میں میرے
شب کا آنچل بھی کسی دالان میں رکھا ہوگا
دل کو کیا ڈھونڈتے ہو ان گلستانوں میں
دل بے چارہ کسی شمشان میں رکھا ہوگا
بے سبب تو کسی طوفان کا آنا بھی نہیں ممکن
اک سبق ہر طوفان میں رکھا ہوگا

سباس گل...... رحیم یار خان

اماں جانو کے نام

تم بن کیسا جینا ماں
تم بن کیسا جیون
تم بن خالی سارا آنگن
تم بن دل ویران
تم گئیں تو چھن گئی
چہرے سے مسکان
تم سے ہی روشن تھے سارے
چاند ستارے آنکھوں کے
تم سے ہی رنگین تھے سارے
خواب ہمارے دن رات ہمارے
اب تو سارے رنگ ہیں پھیکے
اب تو سارے منظر صحرا
اب نرم گرم سا لمس نہیں
اب ٹھنڈی ٹھار چھاؤں نہیں
بس حبس کا ہی ڈیرہ ہے
تم نہیں تو عرش نہیں
تم نہیں تو فرش نہیں
بے اماں ہے میری جاں
تم بن کیسا جینا ماں

سویرا فلک...... کراچی

غزل

اس کو کتنا ستاؤں آنچل سے
جب میں چہرہ چھپاؤں آنچل
سے
پھول مجھ کو سمجھ کے آجائیں
تتلیوں کو اڑاؤں آنچل سے
لڑکیاں جس کے نیچے ہو محفوظ
ایسا پرچم بناؤں آنچل سے
اڑ کے آؤں گی تیرے پاس کبھی
چاند کو میں بتاؤں آنچل سے
شوق رہتا ہے خودکشی کا مجھے
روز پھندہ بناؤں آنچل سے
تمثیلہ کوئی ہے اس پار میرا
روز جس کو بلاؤں آنچل سے

تمثیلہ لطیف...... جودھالہ

غزل

کیسے حرف غلط کی طرح میرا نام مٹاؤ گے
مٹانا چاہو بھی تو نہ مٹا پاؤ گے
تم اس قدر ٹوٹ کے چاہنے کے باوجود
دیکھنا اک دن مجھے بھول جاؤ گے
کبھی رات کی تنہائی میں جب آئے گی یاد
قطرہ قطرہ مجھے اپنی آنکھوں سے گراؤ گے
یہ ہوائیں شاید تمہیں کبھی احساس دلائیں
بکھرے ہوئے خطوط میرے جب زمین سے اٹھاؤ گے
یہ دن تو کسی طور کٹ ہی جائے گا
رات غم ہجر کی کس طرح بتاؤ گے؟

فصیحہ آصف خان...... ملتان

غزل

دل میں اپنے ملال رکھا ہے
پھر بھی خود کو سنبھال رکھا ہے
اشک ہم نے چھپا کر آنکھوں میں
رخ پہ جاہ و جلال رکھا ہے
نشہ مے کا نہیں فقط ساقی!
آنکھ میں بھی کمال رکھا ہے
جانتا ہوں ملن نہیں ممکن
پھر بھی شوقِ وصال رکھا ہے
بھول جاؤں میں کس طرح تجھ کو
تیری یادوں کو پال رکھا ہے
اس کی یادوں سے آج بھی فائق
کوچۂ دل اُجال رکھا ہے

عمران فائق...... کامل پور موسیٰ اٹک

سالگرہ آنچل

اے دوست
غم کی دھوپ میں
جھلستی ہوئی
اپنوں کی بے اعتنائی اور
بدلتے رویوں کا بوجھ اٹھائے
کسی غمگسار رفیق کی تلاش میں تھی
تو اے دوست......!
تم سرمئی دلفریب بدلیوں کی صورت
میری زیست پر چھا گئے
میرے ہر دکھ کو لفظوں کی صورت
خود میں سمو لیا
مجھے صبر و برداشت کا درس دیا
اے دوست......!
جب تنہائی کے موسم میں
کسی کے ہجر کا زہر
سرطان کی طرح اندر ہی اندر
میرے شریر میں پھیلتا جا رہا تھا
میری ہستی کو
دیمک کی طرح کھا رہا تھا
تو اے دوست......!
تم ہی......
میرے اچھے ہمسفر ثابت ہوئے
میری تنہائی کو اپنے وجود سے دور کیا
اپنے لفظوں کے موتیوں سے
میری روح پر پھائے رکھے
میرے جامد ہونٹوں پر
مسکان بکھیری
تم ہی نے اے دوست......!
ہر خوشی و غم میں میرا ساتھ دے کر
وفا نبھائی ہے
اور نبھا رہے ہو
مگر اس ماہ اے دوست......
میرے ڈیئرسٹ آنچل
تمہاری سالگرہ ہے اور میرے پاس
تمہارے شایانِ شان الفاظ نہیں
جن کا نذرانہ تمہیں پیش کرسکوں
بس مسکان کی یہ آواز ہے
سدا آسماں کا چمکتا ستارہ رہے
قائم دنیا تک عروج تمہارا رہے

شمع مسکان...... جام پور

غزل

گلاب رُت میں عذاب موسم
کیا ہوئے وہ سب خواب موسم
میں ڈوبتی نہیں تو کیونکر
کچا گھڑا اور چناب موسم
دل کی بے کلی کا سبب ہیں
جدائیوں کے اضطراب موسم
چلو کے لوٹ چلے گھر کو
ہیں بارشوں کے خراب موسم
تیری یادوں کی چاندنی میں
مدہم ہوا آفتاب موسم
تیرا لہجہ سوال سا تھا
میری آنکھیں جواب موسم
دعا کی ہتھیلی پر رکھ دیئے
خواہشوں کے بے حساب موسم

ام ثمامہ...... جھڈو سندھ

"ماں کی نصیحت"

جوانی پہ اپنی نازاں ہے تو
اور بچپن کو اپنے بھولا ہے تو
ذرا اپنے ماضی کو تو یاد کر
پلٹ کر اے غافل!
ہاں دیکھ اک نظر......

طفل شیر خوار تھا' کتنا کمزور تھا
یاد کر تجھ پہ ایسا بھی اک دور تھا
ماں نے خونِ جگر پلایا تجھے
لڑکھڑایا بھی جب تو سنبھالا تجھے
تھام کر ہاتھ اپنے ہاتھوں میں
پاؤں پاؤں چلنا سکھایا تجھے
راتوں کو اٹھ اٹھ کر روتا تھا تُو
لوری دے کر جھولا جھلایا تجھے
قوت گویائی سے آشنا تک نہ تھا
کچھ کہتا نہ تھا' کچھ سمجھتا نہ تھا
آج کہتی ہے ماں گر......!
تُو سنتا نہیں
اور سن کر بھی قصداً سمجھتا نہیں
ماں باپ سے تجھ کو محبت نہیں
پاس بیٹھنے کی بھی فرصت نہیں
جن کے بارے میں......
میرے ربّ نے کہا
"مسکرا کر اگر دیکھے چہرہ ان کا
ملے گا ثواب عبادت کے جیسا"
یہ راضی ہیں تو راضی ہے خدا......!
ذرا سوچ دل میں کہاں جا رہا ہے......؟
ماں کی ممتا کے گوہر لٹا رہا ہے
اور جنت کو دوزخ بنا رہا ہے
ماں کا سایہ اگر اٹھ جائے گا
تو خدا کی قسم......!
بہت پچھتائے گا
آلام و مصائب میں گھر جائے گا
پھر ممتا کا آنچل کہاں پائے گا
خدا نہ کرے تجھ پہ آئے یہ وقت
سلامت رہے ماں جیسی نعمت
میری نصیحت پر اب ذرا عمل کرلے
اپنی جنت کو فوراً تو راضی کرلے

ندا فاطمہ......کراچی

احساس

جدید لباس زیبِ تن کیے
ناخن رنگوں سے سجائے ہوئے
اعلیٰ یونیورسٹیوں میں جاتی ہو تم
بے فکری شانوں سے لٹکائے ہوئے
ہر نعمت تمہارے پاس ہے
بھوک و افلاس کا تم کو کیا پتا؟
روشن محلوں میں بسنے والیوں
تاریک گھروں میں جھانکو ذرا
ہر پل شکوہ کرتی ہو
خود کو دکھی ظاہر کرتی ہو
ذرا سوچو ان لڑکیوں کا
جو قلم' کتاب سے واقف نہیں
جو حسرتوں کے ملبے تلے دب گئیں
آؤ دیکھو ان پُرنم آنکھوں میں
جو فریم پر جال بُنتے بُنتے
اپنی خواہشوں میں الجھ رہی ہیں
سارا دن کپڑوں کو ٹانکتی وہ
خوابوں کی پیوند کاری کر رہی ہیں
اپنے اردگرد غور و فکر کرو
جو تمہارے پاس ہے قدر کرو
خوشیوں سے محروم
معصوم لڑکیوں سے
چھالے پڑتے ہاتھوں سے
دھویں میں جھلستی پلکوں سے
سیکھو تم
سمجھو تم
ان نعمتوں پر
ان راحتوں پر

رب کا شکر بجالاؤ تم
ذرا ذرا سی باتوں پر
زندگی روگ نہ بناؤ تم

حمیرا افضا......رحیم یار خان

غزل

دل ایک درد کا شکار ہوا جاتا ہے
سنو نا دوستوں کہ پیار ہوا جاتا ہے
ایک بس جرم عشق کے ہی خطاوار ہوئے
دشمن یہ سارا ہی سنسار ہوا جاتا ہے
ایک انا ہے جس کو بچانے کے لیے
دل معصوم تار تار ہوا جاتا ہے
چاہے جتنا بھی کرو ضبط پر اُن کے آگے
اپنا دل کم بخت' بے سہار ہو جاتا ہے
مہر ہر شخص کے چہرے پہ یہ نقاب یہاں
یہاں کا ہر شخص ہی فنکار ہوا جاتا ہے

مہر گل......اورنگی ٹاؤن' کراچی

آنچل ہمارا

تتلی اڑتی پھرتی ہے
پھول کھلا ہے کوئی پیارا
آیا......آیا آنچل ہمارا
رنگوں کی وادی میں
خوشبو کی ہوائیں ہیں
چمکتے ہوئے تارے
اور چمکتا ہوا سورج نیارا
آیا......آیا آنچل ہمارا

صدیقہ خان......باغ آزاد کشمیر

میری ماں

دربدر بھٹکتے تھے
اس نے نئی راہ دکھائی
شعور سے ناپید تھے ہم
اس نے درسِ آگہی دیا
میرے جینے کی وجہ ہے وہ
میری زندگی......
کے ماتھے پر......
چمکتا......
آس کا......
دیا ہے وہ......
میرا انعام میرا صلہ ہے وہ
ہاں وہی میری ماں
ہے......
میری زیست کا
انمول خزانہ......

سمیرا غزل صدیقی......کراچی

غزل

دنیا کو ساری ورطۂ حیرت میں ڈال کر
لایا سمندروں میں سے موتی نکال کر
بغض و حسد کی آگ کے شعلے ہیں ہر طرف
رکھنا قدم زمین پہ اب دیکھ بھال کر
سب دب چکے ہیں لوگ گرانی کے بوجھ میں
کچھ تو امیرِ شہر تُو ان کا خیال کر
سر پہ سوار کرکے تُو آرائشوں کی دھن
خود ہی نہ اپنی زندگی اتنی محال کر
گر چاہتا ہے ذہن کو آسودگی ملے
دل میں فروزاں مشعلِ حسن و جمال کر
اپنی انا کے خول سے باہر نکل ذرا
گر ہو سکے تو رابطہ مجھ سے بحال کر
تاریکیوں میں لیتا ہوں ان سے میں روشنی
زخموں کو دل کے رکھا ہے میں نے اُجال کر
تجھ کو مری وفاؤں کا کچھ بھی نہیں خیال
کیوں جا رہا ہے وعدۂ فردا پہ ٹال کر
تنہائیوں میں آئیں گی یہ کام ایک دن
یادوں کو. میری رکھنا ہمیشہ سنبھال کر

اک روز کٹ ہی جائیں گے لمحے جدائی کے
رو رو کے یونہی خود کو نہ ہر گز نڈھال کر
شاکر جو چاہیے ہے تجھے ربّ سے مانگ لے
لیکن کسی نہ اور کے آگے سوال کر

شاکر نظامی...... سرگودھا

ماں

وہ اک نام ایسا ہے
جب بھی سنائی دیتا ہے
دل کی شانت دنیا میں
ہل چل مچا دیتا ہے
جب بھی اس کا نام
لبوں پہ آتا ہے
تو انجانی سی
تھوڑی......
جانی پہچانی سی
ایک دھن جو من کے
مندر میں بجنے لگتی ہے
کبھی دل کو مسرور کرتی ہے
کبھی دل کو بے چین کرتی ہے
کبھی اس کے آغوش میں سو جانے کو
کبھی اس کے آنچل میں چھپ جانے کو
دل کرتا ہے
ماں......
نام ایسا ہے

کوثر ناز...... حیدر آباد

غزل

دلدار کھلونوں کا بیمار کھلونوں کا
دل اپنا ہوا شیدا بیکار کھلونوں کا
نادان تھے بے چارے مزدور کے وہ بچے
جو کرتے رہے دن بھر اظہار کھلونوں کا
مجبور ہوں میں چندا کس طرح کھڑی کردوں
دیوار کھلونوں کی مینار کھلونوں کا
دل زخمی ہوئے کیسے معصوم پرندوں کے
صدمہ ہے لگا دل کو ہر بار کھلونوں کا
ہائے جو بنایا تھا کتنی ہی مشقت سے
وہ شہر لگا ہونے مسمار کھلونوں کا
حسرت لیے آنکھوں میں بچے نے کہا بڑھ کر
مجھ کو بھی تو کرنے دو دیدار کھلونوں کا

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

آنچل کے لیے تحفہ

تمہاری سالگرہ اب کے یوں مناؤں گی
وفا کی خوشبو سے سارا گھر سجاؤں گی
سجا کے کیک محبت کا دل کے ٹیبل پر
وفا کی ساری شمعیں میں جلاؤں گی
میں اب کے دوں گی تحفے میں یہ جان اپنی
سنو!
اے آنچل ہو مبارک تجھے یہ حسین دن
میں آج لب پر یہی گیت گنگناؤں گی
Happay BirthDay

ماروی یاسمین...... سرگودھا

نظم

بڑی مصروف رہتی ہوں
بہت سے کام ہیں
ہزاروں مسئلے ہیں
ڈھیروں ذمہ داریاں ہیں
مگر پھر بھی......
اپنوں کو یاد کرنے کی
عادت نہیں جاتی

ایس انمول...... سرگودھا

وقت کا پیغام آئے

ہما احمد

پیارے بھیا سہیل کے نام

سہیل تمہیں تمہاری سالگرہ جو کہ 6 مئی کو ہوتی ہے بہت بہت مبارک ہو دیکھو کیسا خوب صورت اتفاق ہے آنچل کی بھی سالگرہ ہے اور تمہاری بھی۔ آج تمہاری سالگرہ کے موقع پر بچپن کی یادوں کو شیئر کرتے ہیں۔ یاد ہے جب میں بشارت اور نومی چھوٹے تھے تو تم اپنی سالگرہ کے موقع پر اپنی پسند کی ساری ڈشز بنواتے تھے پھر میرے ساتھ مل کر سارے گھر کو ڈیکوریٹ کرتے تھے چٹخورے تو تم پیدائشی تھے۔ روز کے کھانے میں بھی ورائٹی مانگتے تھے۔ چٹنی، اچار اور رائتے کے از حد شوقین تھے (ویسے اب بھی ہو)۔ تمہاری وجہ سے امی ہم تینوں کو بہت ڈانٹی تھی (ویسے فیصل آباد کا پانی تمہیں راس آ گیا) دادا ابو جب تمہیں تمہاری شادی کے حوالے سے چھیڑتے تھے تو تم کتنا منہ بسورتے تھے اور اب تو نازی بھابی کو دیکھتے ہی تمہارے چہرے پر روشنی آ جاتی ہے اور یاد ہے کفایت شعار کتنے تھے ابو جو ہمیں ٹافی دیتے تھے ہم تینوں تو کھا لیتے اور تم ایک ٹافی کے چار ٹکڑے کرتے اور ہر ٹکڑے کو ریپر میں لپیٹ کر چار ٹافیاں بنا لیتے پھر ہمیں چڑا چڑا کر کھاتے تھے۔ کتنے خوب صورت لمحے تھے ذہن کے پس منظر میں رہ گئے اس سالگرہ پر میری طرف سے پر خلوص دعاؤں کے ڈھیروں پھول قبول کرو اللہ تمہیں عمر خضر عطا فرمائے آمین۔ نازی بھابی تمہیں اپنے میاں جی کی اور ثمن گڑیا آپ کو آپ کے پاپا کی سالگرہ بہت مبارک ہو۔

ارم کمال...... فیصل آباد

پیاری آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ لوگ؟ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ سب سے پہلے آنچل سے وابستہ سبھی لوگوں کو آنچل کی 36 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو ہم سب کا ساتھ یونہی برقرار رہے اور آنچل یونہی ترقی کے زینے طے کرتا رہے آمین۔ ڈیئر ایس انمول آپ کا پیغام پڑھا کچھ معروفیت کی وجہ سے لیٹ جواب دے رہی ہوں۔ ہمیں آپ کی دوستی قبول ہے اور ہمیں آپ کا گروپ نیم بھی اچھا لگا ویسے بھی آنچل میں ہم سبھی دوست ہی تو ہیں او کے اپنا خیال رکھیے گا نادیہ کامران آپ ہمیں اپنی بہن ہی سمجھیں ٹھیک ہے نا اور اپنی اس بہن کو دعاؤں میں یاد رکھنا۔ ڈیئر فرح آئی مس یو۔ پلیز آنچل میں انٹری دو میں ویٹ کروں گی۔ تمام فرینڈز کو سلام اینڈ پیار۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

پیاری فرینڈز ارم، صدف اور حبیبہ کے نام

السلام علیکم! پیاری فرینڈز کیسی ہو تم سب؟ میں تم تینوں کو بہت یاد کرتی ہوں۔ تم تینوں کے ساتھ میرا بہت اچھا وقت گزرا۔ ارم تمہیں مجھ سے یہ گلہ ہے کہ میں تمہیں ملنے تمہارے گھر نہیں آئی تو ڈیئر آج میں تمہارے گھر ہوں آنچل کی صورت میں آنچل بھی آ گیا اور میں بھی اور حبیبہ تمہاری شادی جب سے ہوئی تم میرے گھر نہیں آئی اور صدف تم تو ہو ہی بے وفا (ہاہاہا) اچھا چھوڑو ان باتوں کو اللہ تم تینوں کو خوش رکھے آمین۔ آئی مس یو آل، اللہ حافظ۔

حرا سفر و زینب...... بھلوال

10th کلاس کے نام

السلام علیکم کیا حال ہے آپ سب کا۔ خیر جب تک یہ خط شائع ہوگا تب تک ہم بے چاروں کا حشر نشر ہو گیا ہوگا۔ ظاہر ہے بھئی پیپرز جو دیے ہوں گے بلکہ جب ہمارا یہ خط شائع ہوگا تب تک آپ پریکٹیکل دے رہے ہوں گے۔ میرا نام قراۃ العین گیلانی ہے آنچل میں تو میں اپنے نک نیم (ثمن) سے خط لکھتی ہوں۔ ہم آپ کے لیے ڈھیر ساری دعائیں کریں گے کہ آپ سب اچھے نمبروں سے کامیاب ہوں۔ صنم، کنول، صبا، سدرہ، سونیا، ثوبیہ، سمیرا، کومل، مریم اور صنوبر آپی آپ سب بھی بہت اچھی تھیں۔ سونیا آپی آپ کے ساتھ ہماری ایک دفعہ لڑائی ہوئی تھی مگر اصل میں آپ کے ساتھ بہت مزہ آتا تھا اور دیکھو اب ہم نے آنچل میں بھی آپ سب کے نام خط لکھا ہے۔ خیر آپ سب حیران ہو رہے ہوں گے کہ این صدیقی بھلا میری کون سی دوست ہے

تو میں آپ کی پریشانی دور کردیتی ہوں کہ یہ میری دوست نمرہ جمیل ہی ہے اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔ خدا حافظ
ثمن گیلانی، این صدیقی...... ٹھیاں بالا آزاد کشمیر

کراچی کے نام

میں تیری گرمی کے دن اور ٹھنڈی ٹھنڈی اداس شامیں پہروں کھڑکی میں کھڑے ہوکر درختوں پر شام کے سائے بکھرتے دیکھنا، سڑکوں کی وہ رونق، ہوٹلوں کا وہ رش سڑک کنارے گولگپے کھانا، دوستوں کے ساتھ مل کر آئس کریم کے پیچھے بھاگنا وہ اسکول کی خوب صورت یادیں وہ تتلی کی طرح گلیوں میں اچانا، تیری سڑکوں، تیری شاہراہوں میں وہ ٹریفک اور وہ ٹریفک کو پار کرکے دوسرے کنارے جانا وہ کان پھاڑ دینے والی بسوں کی آوازیں یہ سب اور بھی بہت کچھ میں کبھی نہیں بھولوں گی میری خدا سے دعا ہے کہ تجھے (کراچی) ہمیشہ ایسے ہی پررونق رکھے۔ (آمین)
صدف عبدالغنی...... کراچی

اپنی بہت ہی پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو میں خود اپنے آپ کو ہی وش کرڈالوں کہ 21 مئی کو میری بھی برتھ ڈے ہے تو کیا پتا کہ کسی دوست کو یاد ہے بھی یا نہیں سو خود ہی اپنے آپ کو مبارک باد دے ڈالو ہیپی برتھ ڈے ڈیئر امبر گل، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خود اپنے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اصلاح فرمادیں۔ مجھے پنج وقتہ نمازی بنادیں۔ مجھے ہر وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمادیں جو کہ اللہ اور اسکے رسول نے ہم مسلمانوں کو بتائے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔ مجھے شہادت کی موت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ مجھے اپنے در پر بلالے اور مجھے وہیں پر رکھ لے ہمیشہ کے لیے جنت البقیع میں میرا مدفن بنادے۔ مجھے ایک سچا پکا مسلمان اور ایک اچھا انسان بننے کی توفیق عطا فرمادیں آمین۔ اب سب سے پہلے وش کروں گی میں آنچل کی بہت پرانی ریڈر اور مائی بیسٹ فرینڈ مہرین اسماعیل کو ڈیئر مہرین یکم مئی کو تمہیں ڈیئر حمیرا مصور، 6 مئی کو تمہیں ڈیئر ثمرین حبیب، 10 مئی کو تمہیں ڈیئر ثمن 20 کو تمہیں اور سویٹ فرح طاہر قریشی 31 مئی کو تمہیں اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو صحت، تندرستی کامیابی اور زندگی کی تمام خوشیاں عطا فرمائیں آمین اور ہاں فرح صاحبہ دیکھ لیجیے آپ تو مجھے بھول چکی ہیں مگر میں آپ کو نہیں بھولی تم نے سالگرہ والے مضمون میں نہ صرف مجھے بلکہ بہت سی فرینڈز کو بھلا ڈالا ہے جس کا مجھے شدید دکھ ہوا تھا خیر جہاں رہو ہمیشہ خوش رہو آمین۔ مجھے اجازت دعاؤں میں یاد رکھنا دوستوں سب کے لیے دعا گو۔ والسلام
امبر گل...... جھڈو، سندھ

خاص لوگوں کے نام

تمام رائٹرز اینڈ ریڈرز سسٹرز کو اسلام علیکم امید ہے کہ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی ان شاء اللہ عزوجل۔ سب سے پہلے پیاری طیبہ نذیر بہت شکریہ جناب کہ یاد کیا آپ نے بس کچھ مصروفیت کی بنا پر آنچل میں حاضر نہ ہوئی۔ ثوبیہ (ملتان) ہم دونوں سسٹرز ٹھیک ہیں آپ ٹھیک ہو۔ زویا خان (پنڈی) میری آپی کیف سکندر کی شادی ہوگئی ہے اب وہ خط نہیں لکھتی آنچل میں میری دعا ہے کہ وہ اپنے گھر میں خوش رہیں آمین۔ باجی سدرہ آپ کو پیاری سی بیٹی پھول فاطمہ کی بہت زیادہ مبارک ہو سب گھر والوں کی طرف سے دعا ہے کہ اللہ پاک پھول کو صحت وتندرستی والی لمبی زندگی دے آمین۔ اقصیٰ نور اللہ پاک تمہیں کامیاب کرے۔ آپی شمائلہ اینڈ کیف یاد ہے کہ میری سالگرہ ہے 8 مئی کو یاد رکھنا۔ سہیل بھائی آپ سے گفٹ ضرور لوں گی اللہ تعالیٰ آنچل کو کامیاب کرے آمین۔ سب کو سلام او کے اجازت دے دی۔
فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال

آنچل، آنچل فرینڈز اور فوزیہ سلطانہ کے نام

السلام علیکم! پیارے آنچل میری جانب سے سالگرہ کی مبارک باد قبول کرو۔ خدا کرے کہ تیرا یہ ترقی کا سفر ہمیشہ جاری وساری رہے آمین فوزیہ تم نے مجھے اتنا پیارا نام دیا ہے (ڈریم گرل) مجھے بہت اچھا لگا جزاک اللہ کیا حال ہیں؟ طیبہ نذیر، شاہ زندگی، شمع مسکان، امبر گل، ریحانہ راجپوت، جیا عباس، سباس گل، عائشہ پرویز، نادیہ فاطمہ رضوی سدا خوش رہو جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اس ناچیز کو ضرور یاد رکھیے گا

میری دوست ہما اظہر پیا دیس سدھار گئی ہے خوش رہو۔
آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

آنچل سے جڑی سہیلیوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر شہزادیوں کیسی ہیں آپ سب؟ میری طبیعت دو سال سے بہت خراب ہے سو پلیز میرے لیے آپ سب بہت ساری دعائیں کیجیے گا پلیز پلیز کیا پتا کہ اللہ کو کس کی دعا مانگنے کی ادا پسند آجائے اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔
شمع ناز شکیل...... کراچی

اپنوں کے نام

السلام علیکم کزنز، دوستوں، بھابیوں کیا ہو رہا ہے آج کل؟ وہی روٹین لائف کھانا پینا اور سو جانا یا کچھ خاص باجی آسیہ اور بھائی باؤ (اورنگ زیب) آپ دونوں مجھے بہت اچھے لگتے ہیں بس بھائی آپ ہر وقت سڑے ہوئے (غصے میں) نہ رہا کریں اور آپ نے ہمارے گھر کب آنا ہے (گڑ والے چاول کھانے) نفیسہ تمہارے پیپرز ہوگئے ہیں تو ہماری طرف آجاؤ اکھٹے چار دن گزاریں گے باجی شمیم اسے بھیج دونا پلیز۔ رئیسہ سنا تھا تم کچھ بیمار رہتی ہو اب کیا حال ہے باجی کوثر آپ کی جنت کے باغ میں بھی بہار کا موسم پہنچ گیا ہوگا۔ صائمہ اور باجی رابعہ آپ اور آپ کے سسرال والے کیسے ہیں؟ باجی رضیہ آپ کے سسرال والے تو بھلے چنگے ہیں شیراز کی سنائیں رونا شونا بند ہوا۔ چاچی اور باقی سب کو سلام اور دعائیں فاطمہ اور رابعہ کیسی جارہی ہے ٹیچنگ۔ کرن کب رخصتی کروا رہی ہو، اچھا بھائی اگر بات بری لگی ہو تو سوری، تمام پڑھنے والوں کو سلام اینڈ خدا حافظ۔
حافظہ کیسرا...... 157 این بی

آنچل کی سویٹ پریوں کے نام

السلام علیکم! تمام بہنوں کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو میری کاغذ قلم کے ساتھ کوئی خاص دوستی نہیں تھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر قلم اٹھایا ہے۔ میں آپ سب بہنوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ شاہ زندگی، مسکان قصور، امبر گل، شمع مسکان، طیبہ نذیر، فوزیہ سلطانہ، ساریہ چوہدری، سیدہ جیا عباس، پروین افضل، صبا نواز بھٹی، فائزہ بھٹی، (چونکی) ثمینہ بحر، سباس گل، مدیحہ نورین، نادیہ کامران، انا احب، کرن وفا، آنسہ شبیر، ایس انمول، دلکش مریم، ام ثمامہ، نوشین اقبال نوشی، بشریٰ باجوہ، فصیحہ آصف، نادیہ فاطمہ رضوی، ام مریم، ام اقصیٰ، نازیہ کنول نازی، اقصیٰ وسنیا زرگر، نادیہ یاسین، نزہت جبیں ضیاء، ارم کمال، بمیرا غزل صدیقی، لاڈو ملک، نادیہ عباس دیا، مسکان قصور، ساریہ چوہدری، شاہ زندگی آپ لوگ مجھے اپنی بیسٹ فرینڈز میں شامل کرلیں۔ میں شدت سے آپ کی جواب کی منتظر رہوں گی۔ خصوصی دعا مسز نگہت غفار کے لیے جن دعاؤں کے لیے وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کی مغفرت فرما کر اپنی آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین
ایس بتول شاہ...... ایم این، گجرات

پریوں کے نام

السلام علیکم! نورین شاہد (رحیم یار خان) کیا حال ہے؟ دو ماہ سے آنچل میں حاضری نہیں دے سکی کیونکہ 14 مارچ کو میری پیاری دادو اماں ہمیں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملی میری درخواست ہے سب پڑھنے والوں سے کہ وہ میری دادو اماں کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ جی نورین شاہد مجھے بہت اچھا لگا کہ مجھ ناچیز سے آپ نے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا امید کرتی ہوں کہ آپ مجھ سے کبھی مایوس نہیں ہوں گی۔ جی جاناں میڈم ٹھیک ہوں اللہ کا بہت شکر ہے۔ کیا بہت مصروفیات ہیں آپ کی۔ ایس انمول آج کل آنچل میں نظر نہیں آتی ہو۔ جلدی سے آنچل میں حاضری دو۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں۔ سب اپنا بہت خیال رکھیے گا اور دعاؤں میں مجھے یاد رکھیے گا۔
طیبہ افضل...... ضلع چکوال

دوستوں کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسی ہیں جن بہنوں نے مجھے یاد کیا سب کو میری طرف سے بہت بہت سلام پیار۔ فصیحہ کا جل،

فریدہ، نورین، شاہدہ، ساریہ چوہدری، شمع مسکان، سباس گل، نادیہ فاطمہ کو میرا سلام۔ عشنا کوثر سردار بہت بہت شکریہ آپ کا جہاں رہیں خوش رہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سدرہ شاہین...... خانیوال

تمام فرینڈ کے نام

آداب کیسی ہیں سب یقیناً ٹھیک ہوں گی اور زندگی کے خوب مزے لوٹ رہی ہوں گی ہیں نا ٹھیک کہا نا نازیہ آپی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو سائرہ لنگڑیال۔ حسنہ سحر، بشریٰ باجوہ اور پیاری سی خاص دوست امان عمیر 16 کو آپ کی برتھ ڈے ہے۔ بہت مبارک ہو آئی لو یو اینڈ آئی مس یو خوش رہ ہمیشہ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور طیبہ نذیر نوشین اقبال، سباس گل، ساریہ چوہدری، مدیحہ کنول، ام ثمامہ، جیا آپی، نازی آپی، نادیہ کامران اور شاہ زندگی سب کو میری طرف سے بہت سی دعائیں اور سلام۔ ظل ہما کدھر گم ہوگئی ہیں۔ شاہ زندگی تمہارا نام کتنا نائس ہے اور وہ سسٹرز جو پیا دیس سدھار گئی طاہرہ سومرو، عمیرہ احمد اور سوئٹ کزن عظمیٰ آپ کو زندگی کا نیا سفر بہت بہت مبارک ہو اور نٹ کھٹ اسکول اسٹاف منیبہ، افزاء، اقراء، شاہین، شاز مینہ، صنوبیہ، ایسے ہی خوش رہیں سب اور مزے مزے کی باتیں کرتی رہیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا، اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

شاہ گروپ کے نام

السلام علیکم! ثمرین ہدابی، جیزی ہدوئی شاہ کیسی ہو تم لوگ ارے پلیز آنکھیں اتنی نہ پھیلاؤ اف یار میں ہوں آپ کی معصوم سی دوست ثمرین پلیز تم بے ہوش مت ہوجانا کیا کہا تم لوگوں کو یقین نہیں آرہا اب آپ سب مجھ کو گھورنا بند کریں تم سب صدا خوش رہو سب کے لیے دعا جن لمحوں میں تم ہنستے ہو خدا کرے وہ لمحے کبھی ختم نہ ہوں، مس یو۔

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات

سوئٹ کزن اقراء کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو ڈیئر کزن پچھلی بار تم اپنا نام آنچل میں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی تو میں نے سوچا کہ اس دفعہ بھی تمہیں آنچل کے ذریعے ہی وش کیا جائے۔ سو میری اور پھوپھو قصی کی طرف سے منی منی ہیپی برتھ ڈے ووآل مائی بیسٹ وشز تم صدا یونہی ہنستی مسکراتی رہو اللہ تمہیں زندگی کی تمام راہوں پر کامیاب کرے آمین اور باقی تمام فرینڈز یعنی فریحہ شبیر، ساریہ چوہدری، طیبہ نذیر کو بہت بہت سلام اور طیبہ نذیر شکریہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا خدا حافظ۔

سنیاں زرگر...... جوڑہ

اپنوں کے نام

السلام علیکم! میں تقریباً آنچل 9th سے پڑھ رہی ہوں اور فرسٹ ٹائم لکھ رہی ہوں۔ میری بڑی سسٹر حلیمہ سعدیہ مان کی برتھ ڈے ہے انہیں ضرور وش کیجیے گا اور میری کزن یعنی آپی نازیہ کو سلام۔

شازیہ تبسم مان...... گوجرانوالہ، گاؤں مان

سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی کے نام

اسلام علیکم! میری پیاری سی باجیوں سمیرا اور نازیہ آپ دونوں کیسی ہیں مجھے آپ دونوں کی تحریریں بہت بہت پسند ہیں مجھے لگتا ہے آنچل ایک سلطنت ہے اور آپ اس کی ملکائیں کبھی لگتا ہے آنچل ایک خوب صورت جزیرہ ہے اور آپ اس میں کھلے خوب صورت اور قیمتی پھول۔ کبھی لگتا ہے آنچل فلک ہے اور آپ اس پر چمکنے والے تارے آپ کی تحریروں سے لگتا ہے آپ دونوں بھی یوں ہی خوب صورت ہوں گی مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے اور میرا دل چاہتا ہے آپ دونوں سے ڈھیروں باتیں کروں میں آپ دونوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پکی، سچی اور گہری جس میں محبت، خلوص اور اعتبار کی مضبوط گرہیں ہوں امید ہے مایوس نہیں کریں گی آپ دونوں کے جواب کا انتظار رہے گا۔ خدا حافظ۔

حلیمہ بی بی...... منڈے

حلیمہ کلثوم نگینہ نازیہ کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام اسٹاف والوں کو پیار بھرا سلام۔ ارے ارے رکو تو پہلے میرے سلام کا جواب تو دو کیسی ہو دوستوں آپ پریشان نہ ہو کہ یہ پتا نہیں کون ہے

ارے میں آپ سب لوگوں کو 2005ء سے جانتی ہوں مگر آپ لوگ ہی بے وفا ہیں۔ نگینہ کم از کم ایک بار تو فون کرلیا کرو طیبہ کو ڈھیر سا پیار کرنا۔ کلثوم تم زندہ ہو تمہاری ابھی تک شادی نہیں ہوئی چلو اس مہنگائی میں بچت ہوگئی۔ زاہدہ نوی کو سلام کہنا۔ حلیمہ بخاری تم تو میرے ساتھ بات ہی نہ کرو کتنی بری ہو تم کوئی ایسا بھی کرتا ہے کسی کے ساتھ علی بھائی کیسے ہیں مجھے فری کی شادی پر ضرور بلانا اور ہاں ہم طاہر کی شادی کررہے ہیں تم ضرور ضرور آنا ورنہ میں ہمیشہ کے لیے ناراض ہوجاؤں گی۔ مریم تم تو پانی میں ڈوب مرو پوری کی پوری بے مروت نکلی ہو اگر پانی نہیں ہے تو ہمارے گاؤں آجاؤ۔ پڑھائی کیسی چل رہی ہے کبھی ہمیں بھی یاد کرلیا کرو ایک تو تمہارا نمبر بھی نہیں میرے پاس اگر تم نے بھائی ناصر والے نمبر پر کال نہ کی تو تم سے بھی ناراض ہوجاؤں گی۔

نادیہ گل نادی سیال...... مخدوم پور

فرینڈز اینڈ کزنز کے نام

السلام علیکم! سعید بھیا اور عدیلہ آپی کیسے ہیں آپ، آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو خوش رہو فرمان بھیا اور زونیرہ آپی آپ کو پیاری سی گڑیا ہانیہ علی کی بہت ساری مبارک۔ شاکرہ آپی اور رفیق بھیا آپ دونوں کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ سب کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین، عارفہ جانی اور عمران بھیا شادی کی تیاریاں پکڑو۔ مدیحہ سسٹر آئی مس یو چندا، جمنی تمہیں میں کیسے بھول سکتی ہوں بھلا۔ ہیلو زاہدہ خان اور پری کیسی ہو سوہٹو، انیلا چڑیل اور رخصت کو سلام۔ بائے ٹیک کیئر۔

سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد

کچھ خاص رشتوں کے نام

آنچل کے ذریعے میں اپنے بہت خاص رشتوں کو وش کرنا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے میں اپنی کیوٹ سی کزن نورین فاروق کو برتھ ڈے وش کرتی ہوں نورین میری دعا ہے کہ رب سوہنا آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے اور آپ کی ہر وش پوری کرے۔ دوسری وش میں اپنی پیاری سی بہن نوشیہ سلیم کے لیے کررہی ہوں۔ میری دعا ہے کہ رب سوہنا اس کو بھی ڈھیر ساری خوشیاں دے اس کا نصیب اچھا کرے اور تمام دشمنوں حاسدوں کی نظر بد سے محفوظ رکھے میری ان دونوں بہنوں کو جلد از جلد اچھا ہمسفر بھی مل جائے قارئین سے بھی درخواست ہے کہ آخری دعا میں میرا ساتھ دیں تاکہ ان دونوں سے جلدی جان چھوٹے (آہم مذاق) اور ایک پیغام سمیرا جاوید کے لیے ہے جو آنچل کی مستقل خاموش قاری ہے کہ وہ اچھے نمبروں سے پاس ہوجائے۔ اور میرے چاچو کی کی دل سے ڈھیر ساری خدمات کرے، میری دو بہنیں حافظہ کرن یونس اور انیلہ خالق پڑھائی کے دوران ہی بچھڑ گئی تھی جب بھی انہیں میرا پتا چلے مجھ سے رابطہ ضرور کریں۔ میری کزن اینڈ بیسٹ فرینڈ کی برتھ ڈے 3 فروری کو تھی میں وش کرنا بھول گئی جس کا مجھے پورے سال افسوس رہے گا۔ لیکن میں اب وش کررہی ہوں اور سختی سے کہہ رہی ہوں کہ امبرین فاروق اپنی سمائل کو زندہ رکھو جو مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ اپنی بہنوں اور خصوصی طور پر اپنے بھائی عبدالرحمان سے کہوں گی کہ مجھے ان سب سے بہت پیار ہے اور میری ماما سب سے پیاری ماں جی ہیں اور میرے ابو جی سارے لوگوں سے اچھے ہیں وہ بیمار ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کو لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہماری خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے آمین آئی لو یو ماں جی ابو جی، اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں، اللہ حافظ۔

حافظہ فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی

سوئٹ فرینڈ کے نام

سب سے پہلے تمام فرینڈز کو بہت سارا سلام ثانی کی طرف سے۔ ماہ رخ چندا میں دوستی کرکے بھولنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پیغام میں اپنا تھوڑا تفصیلی تعارف ضرور کروانا اینڈ فرح احمد یار کیسی ہو تم؟ امید ہے تمہاری ایگزامز کی تیاری اچھی ہوگی۔ میری تو بس سو سو ہے میں فقیہ کے گھر گئی تھی مگر اس بدتمیز نے بہت بور کیا اور مائی سوئٹ کزن اینڈ فرینڈ کنزیٰ مریم، بہت یاد آتی ہو یار کوئی رابطہ نہیں۔ خیر جب اللہ کی مرضی ہوگی ہماری ملاقات بھی ہوجائے گی ان شاء اللہ لاسٹ منتھ تمہارا برتھ ڈے تھا

سوری میں وش نہیں کرسکی میرے ایگزامز کے لیے دعا کرنا آئی مس یو منی سور۔ صائقہ اسحاق کبھی آنچل میں انٹری ہی دے دیا کرو بہت مصروف ہوگئی ہو تمہارا اسٹڈی میں انٹرسٹ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اینڈ نیلم تم کیسی ہو قسم سے یار تم بہت سویٹ ہو تمہاری باتیں بہت ہنساتی ہیں اینڈ مائی لولی اینڈ کیوٹ سسٹر مریم تم کم از کم ماسٹرز تو ضرور کرنا۔ میری دلی خواہش سمجھ لو یو مائی سویٹ منو، خبردار کوئی مجھے بھولا تو ہائے۔

ثانیہ مغل...... للیانی ہرگودھا

آنچل کلیوں کے نام

مدیحہ کنول، عائشہ خان، ارم کمال، بشریٰ باجوہ میری نگارشات پسند فرمانے کا بہت بہت شکریہ۔ چند شماروں سے زنیرہ طاہر، فریدہ فری، نازیہ کنول نازی غائب ہیں میں بہت زور سے آپ کو آواز لگا رہی ہوں پلیز پلیز آنچل میں انٹری دیں تاکہ ہمیں تسلی ہو۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ شمیم ناز صدیقی کے بہنوئی کو مکمل تندرستی عطا فرمائے، آمین۔ ثوبیہ نواز اعوان کے والد فوزیہ غزل کے دادا جان، ارم کمال کی بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر دے آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

آنچل فرینڈز کے نام

میری پیاری بہنوں کے نام جو آنچل میں اپنے پیاروں تک اپنے دلی خیالات وجذبات پہنچاتی ہیں اور اکثریت سالگرہ کی مبارکباد پیش کرتی ہیں مجھے خوشی ہے کہ آنچل اپنی بہت سی قارئین کے پیغامات ان کے چاہنے والوں تک ہر ماہ خوب صورت طریقے سے پہنچا دیتا ہے۔ مجھے "دوست کا پیغام آئے" کے حوالے سے پڑھ کر دلی دکھ ہوا کہ اکثریت بہنیں سالگرہ کی مبارک باد پیش کررہی ہوتی ہیں میں ان سے چند گزارشات کرنا چاہتی ہوں کہ لفظ سالگرہ کا مطلب ہے کیا؟ کبھی غور وخوض کیا آپ نے یا نہیں۔ جب ہماری بہن بھائیوں، دوستوں کی عمر 20/25 سال ہوجائے تو ہم انہیں خوشی کے طور پر مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ ان کی سالگرہ ہے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ اصل میں یہ سالگرہ نہیں بلکہ "سال گرا" ہے یعنی اگر ہم اپنی عمر 50 سال لے کر آئے تو اس میں سے ایک سال کم ہوگیا اگر عمر 25 ہوگئی تو باقی 25 سال رہ گئی تو پھر ہم کیوں خوشیاں مناتے ہیں کہ ہمارے پیاروں کی عمر کم ہورہی ہے ادھر ملک الموت دیکھ رہا ہے کہ اس کی روح قبض کرنے میں 50 کے بجائے 25 سال رہ گئے ہیں۔ پیاری بہنو! یہ سالگرہ، ویلنٹائن ڈے، مہندی کی رسم غیر مسلموں کا وطیرہ ہے ان کی دقیانوسی رسومات ہیں مسلمانوں کا شیوہ نہیں جبکہ کبھی بھی غیر مسلم ہماری روایات کو نہیں اپناتے تو ہم کیوں ان کی غلط روایات کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں۔ میری تمام آنچل فرینڈز سے التماس ہے کہ خوشی کا اظہار اگر کرنا ہے مبارک باد پیش کرنی ہے تو اپنے پیارے آنچل کی سالگرہ پر ڈھیروں ڈھیر مبارک باد دیجیے کیونکہ اس میں علم کو کے سمندر کے کوزے میں بند کر کے ہیرے جواہرات سے مزین کرکے ہم تک پہنچایا جاتا ہے علم کو جتنا خرچ کرو بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا اور اچھی بات اچھا علم دوسروں تک پہنچانا صدقہ جاریہ ہے اس کے علاوہ تعلیم میں اعلیٰ کارکردگی پر مبارک باد دیجیے۔ شادی بیاہ اور اپنے پیارے اسلامی تہواروں پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیجیے جس سے ہمارا خدا اور رسولؐ بھی ہم سے خوش ہوں اور ہم سب بھی دنیا وآخرت دونوں میں سرخرو ہوکر ان کے سامنے حاضر ہوں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو غیر مسلموں کے طور طریقوں سے بچنے اور سنت نبویؐ کے طریقوں کو اپنا کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر میری باتوں سے کسی بہن کی دل آزاری ہوئی ہو تو ان سے معذرت کے ساتھ اجازت۔ فی امان اللہ۔

ایس حیدر...... کوٹ سلطان لیہ

میری چنی منی دشمہ کے نام

پھولوں کا تاروں کا سب کا کہنا ہے ایک ہزاروں میں میری بہنا ہے۔ اب میرا پیغام دیکھ کر مت اترانا میں جانتی ہوں کہ تمہارا دل چڑیا جتنا ہے ہاہاہا خیر ایٹمی دھماکہ 28 مئی کو تمہارا برتھ ڈے ہے اس لیے بہت بہت سالگرہ کی

مبارک ہو دعا ہے کہ ہنستی مسکراتی سب کو چھیڑتی اور دھماکہ کرتی رہو آمین۔ (ہاہاہا اصلی والا دھماکہ نہیں) اور ہاں چیٹو اس بار چاکلیٹ کیک رکھوانا، ہاں نہیں تو ارے ہاں مدر ڈے پر امی کو بھی وش کرنا ہے امی میں مکھن نہیں لگا رہی ہوں آپ واقعی بہت اچھی ہیں سب کا خیال رکھتی ہیں آپ ہیں تو اس لیے میں دانت نکالتی پھرتی ہوں ہاہاہا۔ دعا ہے کہ ہمیشہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر قائم رہے آمین۔ آخر میں سب دوستوں سے کہنا چاہوں گی کہ اس ماہ میرے بڑے ابو کی پہلی برسی ہے تو پلیز آپ سب سے گزارش ہے کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

میری پیاری پیاری سنہری دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری پیاری پریوں؟ یوں حیران ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ویسے تم لوگ تو مجھے یاد نہیں کرتے تو میں نے سوچا میں ہی تم لوگوں کو اپنی یاد دلا دوں ویسے واقعی تم لوگ بہت ڈھیٹ ہو اتنی پیاری دوست کے کھو دینے پر بھی پر ملال نہیں ہوا۔ خدیجہ تمہیں تمہاری بیٹی کی بہت مبارک ہو آخر کار جناب بھی ماں کے درجہ پر فائز ہو ہی گئیں۔ خوشنود آپ کب تک پیا دیس سدھارنا چاہتی ہیں۔ ثناء حسین تمہاری اب طبیعت کیسی ہے؟ میں دعا کرتی ہوں تمہارے لیے اچھا جی تو آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے آپ کون جناب "جویریہ امجد" کچھ یاد آیا کہ نہیں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کچھ نہیں سب کچھ یاد آ گیا ہوگا۔ پلیز یار، مجھ سے رابطہ کرو میں بہت اداس ہوتی ہوں تم لوگوں کے بغیر اور کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی تو یار اپنے پیارے آنچل کے ہی ذریعے رابطہ کرو مگر رابطہ کرنا ضرور پلیز۔ ویسے مجھے پتا ہے کچھ لوگ اپنا نام اور پیغام نہ پا کر اپنا چہرہ پھلائے بیٹھے ہوں گے تو جناب آپ سب کو میری طرف سے ڈھیروں سلام اللہ حافظ اور فی امان اللہ۔

مشعال اسلام...... جھنگ

کچھ اپنوں کے نام

پیار بھرا اسلام! اس بار خط لکھنے کا بالکل ٹائم تھا مگر طیبہ افضل اور عمارہ رباب فرام چکوال آپ کو منانے کے لیے حاضر ہوں۔ بندی ناچیز سے کیا خطا ہوگئی کہ ہماری پڑوسی ناراض ہوگئے۔ (حیران مت ہو) آپ چکوال سے ہم تلہ گنگ سے پڑوسی ہوئے نا ویسے بھی ہر ہفتے میں ایک دن ہمارا چکوال میں ہی گزرتا ہے۔ مان جاؤ اور ہماری خطا بھی بتا دو جی۔ شمع مسکان ڈیئر بہت بہت نوازش کہ آپ نے یاد کیا مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔ فائقہ سکندر حیات کہاں گم ہو یار دوستی کرکے گم ہوجانا کہاں کا انصاف ہے۔ ریحانہ راجپوت آپ کیسی ہو۔ پیاری سباس گل اور ام ثمامہ کہاں ہیں بندہ دعا وسلام ہی کرلیتا ہے۔ شائی، صائمہ، صاعقہ میں آج بھی تم لوگوں کی پیار بھری باتوں کو بہت مس کرتی ہوں۔ خدا تم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ باقی تمام دوستوں کو سلام اور مجھے آپ سب کی بے حد دعاؤں کی ضرورت ہے پلیز میرے حق میں دعا کریں۔ والسلام

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

کچھ خاص اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپی شاہدہ اینڈ آپی زاہدہ اور میری طرف سے طلحہ بھائی کو سلام کہنا۔ کیوٹ سی بہنوں کب آرہی ہیں آپ لوگ اپنی تمام مصروفیات کو ترک کریں اور فوراً ہمارے پاس آجائیں۔ میں آپ دونوں کو بہت بہت مس کرتی ہوں۔ فون پر تو گپ شپ ہوتی رہتی ہے لیکن میں نے سوچا کیوں نا آنچل کے ذریعے آپ کو بتا دوں کہ میں آپ دونوں سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ ڈیئر آپی شاہدہ جی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں نصیب کرے آمین۔ بتایئے گا میرا وش کرنا کیسا لگا آپ کو۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ ہمیشہ خوش رکھے، آمین۔ کوئی غم آپ کو چھو کر نہ گزرے میرے حصے کی بھی خوشیاں اللہ پاک آپ دونوں کے دامن میں ڈال دے اور آپ کے سب دکھ غم میرے دامن میں سمیٹ دے، آمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ناہید شبیر رانا...... رحمان گڑھ

یادگار لمحے

جویریہ سالک

کوئی مانگے تو سہی

رات کے پچھلے پہر
سب جہانوں کا خدا
دے رہا تھا صدا
کوئی پکارے تو مجھے
دوڑ کر اس کی سنوں
کوئی مانگے تو سہی!
جھولیاں بھر بھر کر دوں
کوئی توبہ تو کرے
معاف میں جھٹ سے کروں
اور ہم نیند میں
اس صدا سے بے خبر......
اس خدا سے بے خبر
جنتوں کی چاہ میں خواب دیکھتے رہے
اور......
سورج کی تپش اپنے گھر تک آ گئی
اپنے سر تک آ گئی

آسیہ اشرف...... گنگاپور

حضور ﷺ کی عظمت آئینہ عالم میں

ایک نامعلوم متعصب ذہنیت رکھنے والا مورخ یوں رقمطراز ہے
"یہ بات مجھے ورطہ حیرت میں ڈالتی ہے کہ چند ایک غریب اور مفلوک الحال مسلمان ایک ایسی مسجد میں بیٹھتے ہیں جس کی چھت کھجور کے پتوں سے ڈھکی ہے حتیٰ کہ بارش ہو تو چھت ٹپک ٹپک کر نیچے کیچڑ ہو جاتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار جب سجدہ کرتے ہیں تو پیشانی کیچڑ سے لت پت ہو جاتی ہے۔
مگر یہ لوگ جب مسجد میں بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں تو ایران و روم کی سلطنتوں کو تخت و تاراج کرتے اور آتش کدہ ایران کو ٹھنڈا کر کے خدائے واحد کی حکمرانی کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند ہی سالوں میں یہ ایسا کر دکھاتے ہیں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تو قائل نہیں ہوں مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا۔"

ناہید شبیر رانا...... رحمان گڑھ

غصہ

ایک جذباتی شخص کسی سے جھگڑ پڑا اور اول فول بکنے لگا مدمقابل نے اسے خوب مارا اور اس کا لباس تار تار کر دیا۔ اس کا یہ حال دیکھا تو ایک دانا شخص نے کہا۔
"اگر تُو عقل سے کام لیتا اور اپنی زبان کو قابو میں رکھتا تو تیرا یہ حال نہ ہوتا۔ تُو اگر غنچے کی طرح اپنا منہ بند رکھتا تو پھول کی طرح دریدہ دامن نہ ہوتا۔"
ایک کم عقل شخص ہی شیخی بگھارتا اور اس کے نتیجے میں نقصان اٹھاتا ہے سب جانتے ہیں کہ آگ سرتاپا زبان ہی زبان ہے۔ بھڑکتی ہے چٹختی ہے لپکتی ہے لیکن پانی کی تھوڑی سی مقدار بھی اسے بجھا دیتی ہے۔

حکایت سعدی

مرسلہ: ثمرہ نعیم...... کراچی

گولڈن الفاظ

❖ گناہ سے ہر وقت بچو مگر تنہائی میں بالخصوص بچو کیونکہ اس گناہ کا گواہ خود خدا ہوگا
❖ رزق کے پیچھے اپنا ایمان خراب مت کرو کیونکہ رزق انسان کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے مرنے والے کو اس کی موت۔
❖ اپنی زبان کی تیزی اس ماں پر مت جھاڑو جس نے تمہیں بولنا سکھایا۔
❖ دنیا کا سب سے مخلص رشتہ ماں کا ہے ماں تیری عظمت کو سلام۔

رابعہ ساحر محمد حنیف...... جہانیاں منڈی

اہل تصوف کی کرامت

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ان کا گزر ایک ایسے مقام سے ہوا جہاں پارسیوں کا بڑا آتش کدہ تھا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے قریب قیام کیا اور اپنے خادم کو بھیجا کہ افطار کے واسطے آگ پر روٹی پکالائے خادم گیا تو آتش پرستوں نے آگ نہ دی حضرت کو خود اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا جب آپ آگ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک بوڑھا موحد مختار نام کا سات برس کے لڑکے کو گود میں لیے کھڑا تھا حضرت نے اس سے گفتگو کی آپ نے اس سے فرمایا کہ آگ ایک فانی چیز ہے ایک چلو پانی سے معدوم ہو جاتی ہے اس کو کیوں پوجتے ہو؟ اور جو خالق کائنات ہے جو اس آگ کا خالق ہے اسے کیوں نہیں پوجتے۔ اس نے کہا کہ آگ ہمارے مذہب میں بڑا مرتبہ رکھتی ہے اس کو کیوں نہ پوجیں۔ حضرت نے کہا کہ تم اتنی مدت سے آگ کی صدق دل سے پرستش کرتے ہو کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ اپنا ہاتھ یا پاؤں اس آگ میں ڈالو اور وہ نہ جلائے۔ بوڑھے موحد نے کہا جلانا آگ کی خاصیت ہے جو اس میں ہاتھ ڈالے گا جل جائے گا۔ حضرت نے موحد کی یہ بات سن کر موحد کے فرزند کو اس کی آغوش سے لیا اور خود یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو گئے قلنا یا نار کونی برداً وسلاما علی ابراہیم۔ یہ دیکھ کر موحد اور اس کے ساتھی حیران اور پریشان ہو گئے آگ کے گرد شور کرنے لگے اور آہ و فغاں بلند کرتے مگر اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ تھوڑے دیر کے بعد حضرت خواجہ اس بچے کے ساتھ آگ کے شعلوں میں سے اس طرح نکلے کہ ان کے کپڑوں پر کوئی داغ دھبہ نہ تھا تمام آتش پرست یہ حال دیکھ کر ششدر رہ گئے اور حضرت کی کرامت دیکھ کر ان کے ہاتھ پر ایمان لائے سات سالہ بچے کا نام ابراہیم اور بوڑھے موحد کا نام شیخ عبداللہ رکھا۔ سید العارفین کے مصنف کا کہنا ہے ان دونوں ہستیوں کے عالیشان مقبرے میں نے دیکھے اور قیام بھی کیا۔

شائلہ رفیق...... سمندری

اللہ کی شان

میں بھی کتنا "عجیب" ہوں!
صحت یاب ہوں تو "اللہ پاک" کو بھول جاتا ہوں۔
مصروف ہوں تو "نماز" بھول جاتا ہوں۔
برائی کروں تو "انجام" بھول جاتا ہوں۔
دیکھوں تو "حیا" بھول جاتا ہوں۔
کھاتا ہوں تو "بسمہ اللہ" بھول جاتا ہوں۔
کھالوں تو "الحمدللہ" کہنا بھول جاتا ہوں۔
کسی سے ملوں تو "سلام" بھول جاتا ہوں۔
سوتے ہوئے "توبہ" بھول جاتا ہوں۔
غصے میں ہوں تو "برداشت" بھول جاتا ہوں۔
سفر پر جاؤں تو "دعا" بھول جاتا ہوں۔
کیا شان ہے میرے "اللہ پاک" کی وہ پھر بھی مجھے نوازتا ہے اور مجھے نہیں بھولتا۔ سبحان اللہ۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال

موسیقی عذاب الٰہی کا ذریعہ

کہا جاتا ہے جس قوم میں موسیقی پھیل جائے جس قوم میں عورتوں کا پردہ اٹھ جائے جس قوم میں معیشت سود پر آ جائے اس قوم میں زنا ضرور آئے گا۔ وہ قوم زنا سے نہیں بچ سکتی اور جس قوم میں زنا عام ہوتا ہے تو وہ بے حیاء ضرور ہوگی۔ پھر وہ بے حیائی سے بچ نہیں سکتی اور جب وہ بے حیا ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا بے قرار ہوگا پھر تلوار نیام سے نکلے گی وہ کوڑا نکلے گا......
بجلیاں تڑپیں گی موسم بدلیں گے ملک کی آنکھ بدلے گی زمین کے تیور بدلیں گے کائنات کی گردش بدلے گی۔
وہ زمین جو مسلمان کے لیے اپنا سینہ بچھاتی تھی وہ زمین زلزلے لائے گی وہ پانی جو موتیوں کی طرح برستا تھا وہ پانی برف بن کر ان پر آگ برسائے گا وہ فرشتے جو ان کی دعاؤں پر آمین کہتے تھے ان کی مدد کو اترتے تھے وہی فرشتے ان کے لیے قہر الٰہی بن کے نازل ہوں گے وہ

ہوائیں جوان کا پیغام لے کر چلتی تھیں انہی ہواؤں سے اللہ تعالیٰ طوفان کی شکل پیدا کرے گا۔ وہ پانی جوان کو راستے دیتا تھا وہ پانی ان کے ڈبونے کا سامان بنے گا اور وہی کائنات جوان کی تابع تھی اسی کائنات کو اللہ تعالیٰ ان پر مسلط کردے گا۔

نادیہ گل نادی سیال...... مخدوم پور

حکمت کی باتیں

✦ جب زمانہ امن کا ہو اور حالات جنگ جیسے ہو تو سمجھو عذاب ہے۔

✦ جو سوچو گے وہی پالو گے اس لیے اپنی سوچ مثبت اور تعمیری رکھیں۔

✦ بامقصد زندگی انسانیت کا پتا دیتی ہے۔

✦ یادیں ماضی کا حسن اور مستقبل کا سرمایہ ہوتی ہیں۔

✦ ہر شخص سچا دوست تلاش کرتا ہے لیکن سچا دوست بننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

✦ تعلیم انسانیت بخشتی ہے لیکن بہت کم لوگ اس کی حقیقت سے باخبر ہیں۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

وطن

دل شکستہ و صد چاک کی قسم مجھ کو
ترے ہر اک خس و خاشاک کی قسم مجھ کو
پڑا جو وقت تو سب کچھ نثار کردوں گا
تیری زمین' تیری خاک کی قسم مجھ کو

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

پیاری معلومات

✦ میرے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں صرف ایک حج کیا' چار بار عمرہ کیا۔

✦ آپ نے 53 سال مکہ معظمہ میں رہے اور 10 سال مدینہ میں گزارے۔

✦ آپ کے 3 بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں بیٹوں کے نام محمد قاسمؓ محمد ابراہیمؓ محمد طاہرؓ تھا اور بیٹیوں کے نام حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ تھا۔

✦ آپ کے دانت مبارک جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔

✦ جب آپ بیمار تھے تو آپ کے مصلے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

✦ آپ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ کو حضرت علیؓ نے غسل دیا' آپ کی تدفین کے لیے حضرت ابو طلحہؓ نے لحد مبارک کھودی (سبحان اللہ)۔

مہوش ارم...... بہاولپور

انمول موتی

◉ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر میں بہت خیر و برکت ہوگی جہاں کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کلی کرنے کی عادت ہو۔

◉ ہم خیال لوگ ہمسفر ہوجائیں تو منزل آسان ہوجاتی ہے۔

◉ مسکراہٹ ایک صدقہ ہے جو تم کسی کو کسی بھی وقت دے سکتے ہو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

فلسفہ زندگی

زندگی کو جب بھی دیکھا عجب ہی پایا' کبھی یہ دھنک کی طرح سات رنگ بکھیرتے ہوئے نظر آئی' کبھی گھرے بادل کی طرح اپنے اوپر اداسی کا گہرا خول لیے نظر آئی' کبھی میں نے زندگی کو دریاؤں اور سمندروں کی جوش مارتی ہوئی لہروں کی طرح متحرک پایا۔ کبھی میں نے زندگی کو برف پوش پہاڑوں کی مثل منجمد پایا' جو حرارت ملتے ہی پگھل جاتے ہیں' کبھی زندگی کو برستی ہوئی موسلا دھار بارش کی مانند پایا جو دکھوں اور غموں کی کثافت کو شفاف کردیتا ہے۔ کبھی زندگی کو الجھی ہوئی ڈور کی مانند پایا جو رشتوں میں الجھی ہوتی ہے' کبھی زندگی کو میں نے خوب صورت تتلی کی مانند دیکھا جو اُڑتی ہوئی سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتی ہے لیکن جب میں نے زندگی کی حقیقت کو بہت قریب سے جانا تو سمجھ میں آیا کہ یہ تو خدا کی لازوال نعمت ہے' جس کا ہم شکر

ادا نہیں کرتے۔

شازیہ ہاشم...... کھڈیاں خاص' قصور

مہکتی کلیاں

◉ انسان ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالا' تالا جب کھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

◉ انسان بزدل اتنا ہے کہ سوتے ہوئے خواب میں بھی ڈر جاتا ہے اور بے وقوف اتنا ہے کہ جاگتے ہوئے بھی اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔

رابعہ مبارک...... چتوکی

ذرا سی مسکراہٹ

ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ "آقا اس دنیا میں خدا کو ڈھونڈا جائے تو کہاں پر نظر آئے گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فجر کی نماز پڑھ کر مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھو گے تو اس میں خدا کی جھلک نظر آئے گی' سبحان اللہ۔

زندگی...... شاہ نکڈر

ایک عجیب رات

دنیا میں ایک ایسی رات بھی گزری ہے' جس میں ایک خلیفہ کا انتقال ہوا' دوسرا اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور تیسرا پیدا ہوا۔

مرنے والا خلیفہ مہدی کا بیٹا ہادی تھا' تخت نشین ہونے والا ہادی کا بھائی ہارون الرشید تھا اور پیدا ہونے والا ہارون الرشید کا بیٹا مامون الرشید تھا۔

قرۃ العین' صائمہ عمرین...... دار بن کلاں

عیش دوراں

بے شک عیش دوراں ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا' انسان کا واسطہ غم دوراں سے بھی پڑتا ہے لیکن جس طرح عیش دوراں وقت کے ساتھ ہم سے دور چلا جاتا ہے اسی طرح غم دوراں بھی وقت کی دھول میں کہیں گم ہوجائے گا اور وقت عیش دوراں کو پھر سے ہمارے پاس لا پھینکے گا۔ اس لیے مایوسی گناہ ہے اور صبر کے دامن کے ساتھ انتظار کی مسافت طے کرنی چاہیے۔

فائزہ بلال' اقراء آفرین...... جام پور پنجاب

اچھی بات

✽ پانی بن جو اپنا راستہ خود بناتا ہے' پتھر نہ بن جو دوسروں کا راستہ روک لیتا ہے۔

✽ اگر غلط فہمیاں دور نہ کی جائیں تو وہ نفرتوں میں بدل جاتی ہیں۔

✽ اہمیت دکھ کی نہیں بلکہ دکھ دینے والے کی ہوتی ہے' دور بھاگیے ایسے دوستوں سے جو کھیل ہی کھیل میں زندگی سے کھیل جاتے ہیں۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی...... چناری آزاد کشمیر

ماں کے نام

کبھی رکھنا میری ماں کو اے خدا
میرے لب پر رہتی ہے بس یہ دعا
اس کی دعا سے ہوں سرخرو
اس کی بھلائی میری آرزو
ملے گی جہاں میں نہ ماں جیسی چیز
خدا کو بھی ہے اس کی ہستی عزیز
اے میری پیاری ماں (کوثر بتول)

عروسہ پرویز...... کاسیس

مسکراہٹیں

✽ شیخ کے گھر سے چوہا باہر جارہا تھا۔

"شیخ! کیا لے کر جارہے ہو؟"

چوہا "بھائی بھوکا مرنے سے تو بہتر ہے بندہ ہجرت کرجائے۔"

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

چراغ زندگی

□ سبھی لوگ زندگی بھر ساتھ رہنے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن ایک دن سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں لیکن ایک ہستی جو ساتھ رہنے کا وعدہ نہیں کرتی پھر بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتی ہے وہ ہستی ہے اللہ تعالیٰ۔

□ ظالم ظلم کرتا ہے اور گہری نیند سو جاتا ہے' مظلوم ساری رات جاگتا ہے اور ظالم کو بددعا دیتا ہے لیکن یاد رکھو خدا دونوں کو دیکھ رہا ہے وہ کبھی نہیں سوتا۔

□ اللہ سے ہمیشہ وہ طلب کرو جو تمہارے حق میں بہتر ہو' نا کہ وہ جو تم چاہتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری چاہت بہت کم اور تمہارا حق بہت زیادہ ہو۔

حافظہ سمیرا...... 157 این بی

عورت

□ ایک انمول موتی ہے اس کا تصور انسان کے لیے آب حیات ہے۔

□ انسان کے ذہن و دل کا سکون عورت کے دم سے ہے۔

□ اس کی پہلی خوشی ہے سہاگن بننا اور آخری تمنا ہے ہمیشہ سہاگن رہنا۔

□ محبت کا خمیر اور پھولوں کی روح ہے۔

□ ایک لطیف کتاب ہے جس کی تعلیم' خلوص' سچائی اور محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔

ناہید اختر...... احسان پور

نکاح

اسلام نکاح سے پہلے عشق کی اجازت اس لیے نہیں دیتا کہ انسان اپنی ساری محبتیں اس کے لیے بچا کر رکھے جو ان کا اصل حق دار ہے۔

شادی سے پہلے کی محبت گویا اس طرح کی ہے جیسے "افطاری سے پہلے کوئی روزہ افطار کرلے افطار کا مزہ بھی نہ رہا گناہ کا مستحق بھی ہوا' کفارے کا خرچ بھی اور سزا کا دھڑکا بھی رہا۔"

عائشہ سلیم...... فیصل آباد

ماں کیا ہے؟

جو مجھ سے پوچھو تو
میری سانس ہے
کہ سانس کے بعد
ہے اک چیز

فقط موت......!

نگینہ سحر...... چیچہ وطنی

عشق

پیار......! انسیت اور اپنائیت کا نام ہے۔

محبت ہماری ضرورت ہے' بقاء ہے۔

پیار وقتی ضرورت ہوتا ہے

محبت اس سے بہت آگے ہوتی ہے' محبت میں قربانی ہوتی ہے' مان ہوتا ہے' ضرورت ہوتی ہے' اس کے بنا سانسیں چلنا دشوار ہوتی ہیں۔

عشق کا درجہ ان سب سے اوپر ہے' اس میں نہ کوئی چاہ اور نہ ہی تسکین ہوتی ہے۔

عشق مجازی' عشق حقیقی کا جز ہے۔ عشق مجازی کی سیڑھی عشق حقیقی تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ عشق حقیقی کرنا سکھا دیتی ہے' عشق مجازی میں طلب ہے' جنون ہے۔

عشق حقیقی میں سرور ہے' عشق حقیقی صرف اسے ملتا ہے جو اپنی تیسری آنکھ کھول لے قسمت والوں کی تیسری آنکھ کھلتی ہے' وہ آنکھ سیکھنے سے نہیں کھلتی بلکہ جب انسان شعور و تدبر کی منزلیں طے کرلیتا ہے تو تیسری آنکھ کھل جاتی ہے۔ شعور کی بہت منزلیں ہوتی ہیں' لاتعداد انہیں طے کرتا کرتا' انسان بوڑھا بھی ہو جاتا ہے مگر صوفی کی منزل تک نہیں پہنچ پاتا اور کبھی انسان ایک سجدے میں ہی خدا کو پالیتا ہے' پھر جو پانے میں وجد اور تسکین ہوتی ہے وہ ہماری روح کو پروانہ بنا دیتی ہے۔ ہمارے دل کی' ہمارے اندر کی جب تیسری آنکھ کھلتی ہے تو علم غائب' ظاہر و باطن سب سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ تب جو نشہ تیسری آنکھ سے دیکھنے سے ملتا ہے وہ دو آنکھوں سے کہاں...... جو حقیقت' کامل یقین اور بھروسے سے سب دیکھتی ہے سب......

مریم منور گل...... سمندری

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے اس پاک پروردگار کے نام سے جو خالق ارض وسماں ہے۔ مئی کا شمارہ سالگرہ نمبر 2 پیش خدمت ہے اپریل کا سالگرہ نمبر پسند کرنے اور اپنی آراء سے آگاہ کرنے کا بہت شکریہ۔ امید ہے سالگرہ نمبر 2 بھی آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا' آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی طرف۔

طیبہ طاہرہ طوبیٰ...... صبور شریف۔ خلوص بھرا اسلام طویل غیر حاضری کے بعد لکھنے کی جسارت کررہی ہوں ہمیشہ آنچل ہمارا ہے بے دھڑک آیا جایا کریں گے اور یہ کیا ہم نے مینا بازار میں کی نغمہ پڑھا واہ جی واہ آپی جی کسی بازی لے گئے او یقین کریں بہت خوشی ہوئی آپ کو آنچل میں دیکھ کر۔ اس کے بعد دوست کا پیغام آئے میں دیکھا کہ شاید ہمیں بھی کسی نے یاد کیا ہو لیکن خالی ہاتھ لوٹنا پڑا' اس کے بعد دائرہ اکبر' ثوبیہ نواز' خالدہ شکیلہ اور حنا عاشق کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ نگہت عبداللہ صاحبہ کی تحریر محفل لوٹ گئی فاخرہ گل نے بہت اچھا لکھا' ویری اویل ڈن۔ سلسلے وار ناول بھی بہت اچھے جارہے ہیں' ناولٹ اور افسانے بھی بہت اچھے ہیں۔ "بیاض دل" میں امبر گل' عائشہ پرویز جانان' سیدہ جیا عباس کاظمی اور نورین شاہد کے اشعار بہت خوب تھے۔ ہم سے پوچھیے میں پروین افضل شاہین کے سوالات ہمیشہ کی طرح اچھے لگے مجھے ہر ڈائجسٹ میں پروین افضل شاہین' ام ثمامہ' امبر گل اور سیدہ جیا عباس کاظمی کی کسی نہ کسی تحریر کا انتظار رہتا ہے۔ ام ثمامہ اللہ رب العزت آپ کے بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آنچل رائٹرز اور ریڈرز سے التماس ہے میرے لیے دعا کریں۔ میں آنچل بہنوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں امبر گل' سیدہ جیا عباس کاظمی ضرور جواب دیجیے گا۔ شہلا عامر صاحبہ "کبھی ہم بھی تھے آشنا" میرے خط کو تھوڑی سی جگہ دے دیا کریں۔ اللہ رب العزت آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور ہمارے وطن عزیز کو شر سے محفوظ رکھے آمین۔

☆ طیبہ ڈیئر! ہمیں سب ہے یاد ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو خوش آمدید اور دعا کے لیے جزاک اللہ۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری باجی السلام علیکم! امید ہے کہ خیریت سے راضی خوشی ہوں گی آنچل کی سالگرہ کی گہما گہمی رسالے کی شروعات سے ہی محسوس ہونا شروع ہوگئی۔ اندر پہنچتے ہی رنگارنگ تقریبات کا اہتمام تھا جیسے آنچل کا مینا بازار کا نام دیا گیا اتنی روشنیاں اور رنگ تھے کہ میں نے خود کو بھی انہی رنگوں میں رنگے محسوس کیا۔ عاشقان آنچل میں' میں بھی شامل ہوگئی کیونکہ آنچل کے عاشقوں کی تقریب ہو اور اس میں ہم ہوں تو رونق ماند پڑ جاتی (کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا) دونوں تقریبات میں خوشی اور مزے کے انوکھے اور نرالے رنگ ملے جو ناقابل فراموش ہیں میری طرف سے اتنے اچھے فنکشن اور تقریبات کے لیے آپ سب کو ڈھیروں ڈھیر مبارک باد (واہ آنچل کمال کردیا)۔ ٹائٹل دلہن کے رنگوں سے مزین لشکارے مار رہا تھا نظریں گویا ہٹنے سے انکاری تھیں سرگوشیاں سے ہوتے ہوئے در جواب آں سے اپنی نظروں کو تر لوٹ پہنچائی پھر دانش کدہ پڑھا۔ ہمارا آنچل میں حنا عاشق کی میں تو عاشق ہی ہوگئی۔ سروے سیر سے بھی اوپر رہا سب سے پہلے "بھیگی پلکوں پر" پڑھا شکر ہے طغرل اور پری پیار کی پھولوں بھری راہوں پر چل پڑے لیکن پھولوں بھری راہیں شیری جیسے کانٹوں سے مزین ہیں لہٰذا پری ذرا بچ کے۔ اعوان نے ماہ رخ کی محبت میں عظیم قربانی دے کر اپنی محبت کو امر کردیا فاخر اور عائزہ کی بھی نیا پار لگ ہی گئی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں شہوار نے غلط ایٹی ٹیوڈ سے مصطفیٰ جیسے کول بندے کو ہٹ کردیا ہے شہوار جی بھگتنا پڑے گا ذرا ہوشیار رہنا اب ولید کو چاہیے کوئی خوش رنگ اقرار کا لمحہ انا کی ہتھیلی پر سجا دے تاکہ وہ اپنی خوشی کو دل سے انجوائے کرسکے عاطفہ بی بی نے تو حد ہی پار کر ڈالی ہے اس کو کڑی سزا ملنی چاہیے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں فاطمہ پر بے حد ترس آیا۔ بھلا ایسی محبت سے تو بندہ بے محبت کا بھلا (یہ میرا ذاتی خیال ہے مائنڈ نہ اٹ)۔ "باسی سبزی" بہت پر اثر کہانی تھی اینڈ سے مجھے اختلاف ہے۔ "خواہشوں کے جگنو" میں شکر ہے حوری کو وقت پر عقل آ گئی۔ بیاض دل میں نوشین اقبال نوشی' امبرین کوثر' ابن صدیقی' ثمن گیلانی' حافظہ سمیرا اور مسز نگہت غفار کے اشعار اے ون رہے' غزلوں میں نازیہ کنول نازی' صائمہ قریشی' شگفتہ خان کی غزلیں جاندار رہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے کھٹے میٹھے اور نمکین پیغام پڑھے یادگار رہے میں آمنہ امداد کا مراسلہ بہترین تھا۔ آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے تھے مگر رونق کم تھی کیونکہ میں نہیں تھی۔ ہم سے پوچھیے میں حافظہ سمیرا اور رخسانہ اسماعیل کے سوالات نے بہت مزا دیا' اپریل کا سالگرہ نمبر انتہائی شاندار رہا اور ریکارڈ توڑ پرفارمنس دے گیا۔

☆ ارم ڈیئر! سالگرہ نمبر کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔

آمنہ امداد...... سرگودھا۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میری طرف سے آنچل کی پوری ٹیم اور تمام قارئین کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ سب کو صحت دے اور آنچل کو ترقی کی منازل طے کروائے' آمین۔ آنچل نے اس دفعہ بہت انتظار کروایا اور 31 کو اپنی جھلک دکھائی' سرگوشیوں کے بعد چھلانگ لگائی ام مریم کے پاس' کہانی مزے کی تھی۔ سمعیہ کی شادی ڈاکٹر ابراہیم سے کروا دیں مریم! اور میرے خیال میں اب ایمان کو ہوش میں آ جانا چاہیے فراز نے بالکل ٹھیک کیا اریبہ کا دماغ ٹھکانے لگا دیا اور میرا دل خوش کردیا۔ "بھیگی

پلکوں پر" شکر ہے صباحت کو عقل آئی اور کلفام کی اصل فطرت بھی مجھے ہضم نہیں ہو رہی عائزہ کی سزا ابھی ختم ہوتی ہے اور پری بھی خوش ہے میرے خیال میں ایک دو قسطوں کے بعد کہانی کا اینڈ ہونے والا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" شکر ہے انا منگنی کے لیے مان گئی ہے کوئی بے وقوفی دکھائے بغیر شہوار کو بھی اب مدیحہ کے آنے کے بعد عقل آئے گی جب وہ ہر جگہ مصطفی کے ساتھ نظر آیا کرے گی تو جلنے کڑھنے کے ساتھ ساتھ دل کو بھی کچھ کچھ ہونا چاہیے آخر کو اس کے میاں جانی ہیں؟ عادلہ کی چھٹی کرادی جائے اور رائعہ کو مسز عباس بنادیا جائے کیا خیال ہے جوڑی اچھی ہے ناں؟ "رفاقتوں کے دریا" بہت عرصے بعد نگہت عبداللہ کو پڑھا اچھا لگا۔ راحت وفا اور سلمیٰ فہیم کی اسٹوریز بھی اچھی تھیں۔ "خواہشوں کے جگنو" ماریہ اور اسد کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا ہونا چاہیے تھا سب سے مزے کی اسٹوری جو مجھے لگی وہ تھی "ہزاروں خواہشیں ایسی" کیا بات ہے فاخرہ گل! ابھی کل ہی میں نے "میرے ہمنوا کو خبر کرو" ختم کی ہے۔ "روشن ہے چراغ آگہی" رخ چوہدری' سمیرا شریف طور' فرحانہ ناز ملک' سباس گل' ضوبار یہ ساحر' سلمیٰ فہیم اور رشک حبیبہ کے جوابات اچھے لگے۔ صائمہ قریشی جب آپ آنچل کا ایک دن کا انتظام سنبھالنے کے لیے آئیں گی ناں تو مجھے مدیرہ رکھ لیجیے گا (ہاہا)۔ "بیاض دل" توشین اقبال نوشی شعر بہت مزے کا ہے' بقیہ اشعار سارے اچھے تھے خاص طور پر حنا فاطمہ زاو' تہذیب' امبر گل' منیبہ نواز' طلعت نظامی' حنا نورین' سباس گل اور مسز نگہت غفار کے اشعار اچھے لگے۔ "دوست کا پیغام آئے" میں سب کے پیغامات پڑھتی ہوں لیکن میرے نام کسی کا بھی نہیں ہوتا۔ "یادگار لمحے" میں امبر گل' ایمان رضوان' ارم کمال' سائرہ وپرو اور فائزہ بھٹی نے اچھا لکھا۔ اپنا نام دیکھ کے بہت خوشی ہوئی' قرۃ العین' صائمہ عمرین اور منیبہ نواز کے لطائف مزے کے تھے سب بہنوں کے تبصرے بھی خوب تھے اپنا بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ آمنہ ڈیئر! خوشگوار و دلچسپ پیرائے میں لکھا آپ کا تبصرہ بہت پسند آیا۔

شمع ناز شکیل...... کراچی۔ السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل کی 35 ویں سالگرہ مبارک ہو اس بار ماڈل بنی دلہنوں نے دل باغ باغ کردیا کیونکہ آج کل ما بدولت اپنی شادی کے لیے اچھے اچھے ڈریسز سرچ کررہی ہیں پھر میٹھی میٹھی سرگوشیوں نے کانوں میں پیار بھرے رس گھولے پھر اپنے خط کے جواب کی جانب بڑھے مگر یہ کیا ہمارا خط تو جگہ کی کمی کے باعث پیچھے رہ گیا۔ اف بڑے دکھ کی بات ہے چلیں چھوڑیں جی سروے میں خود کو تلاش کیا تو جاری ہے نے مزید دکھوں سے دوچار کردیا آگے دکھوں کی کمی تھی کیا؟ بجھے دل سے یادگار لمحے پر نظر دوڑائی تو اپنی کاوش دیکھ کر دل ایک بار باغ باغ ہوگیا پھر صحیح معنوں میں ہم نے دل لگا کر آنچل کو ایک گھنٹے میں ہی صفاچٹ کرڈالا جی ہاں میری یادداشت ماشاء اللہ بہت تیز ہے (ہاہا)۔ کہانیوں میں سب کی کاوشیں اچھی لگیں' خصوصی مضامین بھی دلچسپ تھے "ڈش مقابلہ" میں مزے کی تراکیب پڑھیں میں خود (بغیر اوون کے) بہت مزے کا کیک بناتی ہوں۔ "کام کی باتیں" میں قدرت کے حسین ترین پھولوں کی تخلیق کے بارے میں جان کر اچھا لگا مجھے تو ان فلاورز کے نام تک نہیں آتے تھے۔ "بیاض دل" میں نورین شاہد کی شاعری اچھی لگی۔ "دوست کا پیغام آئے" میں سب دوستوں کی آپس میں میٹھی باتیں اچھی لگیں اب تک کے لیے اتنا ہی ملتے ہیں اگلے ماہ اللہ حافظ۔

اقراء آفرین فائزہ' ہلال...... جام پور۔ شہلا آپی اور قارئین کو میرا محبتوں بھرا اسلام خوش و آباد رہیں ڈھیر ساری مسکانوں کے ساتھ شاد رہیں۔ سرورق پر نظر دوڑائی منہ سے واؤ کی آواز نکل گئی اتنا پیارا سرورق۔ واہ جی گریٹ! آنچل کا باب الابتداء کھول کر اندر داخل ہوئے تو اشتہارات کی لائن لگی ہوئی نظر آئی خیالوں ہی خیالوں میں اشتہارات کے آئٹمز پر پیسے خرچ کرکے آگے بڑھے تو سرگوشیاں پر بریک لگایا۔ حمد و نعت سے مستفید ہوئی ایمان کی روشنی لینے کے لیے دانش کدہ میں پہنچی۔ دین اسلام سے آگاہی از سر نو ہوئی بے شک اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے توبیہ نواز ایوان اور حنا عاشق سے مل کر اچھا لگا بیاض دل میں امبر گل' عائشہ پرویز' حافظہ ثمیرا اور شنزا بلوچ کے شاعری کی صورت میں ہم وزن اور جامع الفاظ پسند آئے۔ شنزا بلوچ میری فرینڈ شنزا خان بھی اس سے میرا کانٹیکٹ اینڈ ہوگیا مجھے اس کی بہت یاد آتی ہے آپ کا نام دیکھا تو اس کا عکس پھر سے میرے ذہن میں جھلملا اٹھا۔ ڈش مقابلہ پر بس سرسری نظر دوڑائی کیوں کہ میں کوکنگ میں صفر ہوں لیکن سرسری نظر بھی غضب ڈھا گئی اور منہ میں پانی بھر آیا۔ نازیہ کنول نازی' توشین اقبال نوشی اور تحریر رضوی کی غزلیں میری ڈائری کی شان و شوکت بڑھا گئیں' یادگار لمحے میں ایمان رضوان' مشعال اسلام' مدیحہ نورین اور آمنہ امداد کے اقتباسات پسند آئے۔ سلسلہ وار ناولز پر تبصرہ محفوظ ہے افسانوں میں "باسی سبزی" دل کو بھا گئی' سالگرہ آنچل میں موجود کردار بھی نے نصیحت سے ہی سبق حاصل کرلیا اچھی بات ہے۔ بھئی ہم تو ٹھوکر کھا کر نصیحت پکڑنے والوں میں سے ہیں مجموعی طور پر اس ماہ کا رسالہ واقعی سالگرہ نمبر ہی تھا ویل ڈن جی۔

☆ فائزہ ڈیئر! آپ کا تبصرہ پسند آیا آفرین ہے آپ کے انداز بیان پر۔

طیبہ شادیوال...... گجرات۔ السلام علیکم! آنچل مجھے 24 کو مل گیا تھا سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی شہوار چیز کیا ہے ہر وقت ہری مرچی ہی چبائے رکھتی ہے۔ سمیرا آپی شہوار کا دماغ ٹھکانے اب لگا ہی دیں۔ "بھیگی پلکوں پر" طغرل اور پارس آپس میں سیٹ ہوگئے ہیں (اب کسی کی نظر نہ لگے) ہاہا اور شہری کتنا ظالم ہے عادلہ پر اتنا ظلم میرے خیال سے تو شہری عورت کی عزت کرنا جانتا ہی نہیں ہے لیکن اب عادلہ کو بھی چاہیے کہ وہ ہوش کے ناخن لے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم اچھی اسٹوری جارہی ہے لاریب تو بے حد بدتمیز ہے پل پل روپ بدلتی رہتی ہے (بے چارہ سکندر) اور وقاص تو تلی عقل سے پیدل ہاہاہا اب عباس کو فاطمہ سے شادی کرلینی چاہیے۔ "کام کی باتیں" میں ایمان رضوان جی زبردست۔ "ہم سے پوچھیے" میں عائشہ پرویز' پروین افضل' سنیاں زرگر' اقصیٰ زرگر' شنزا بلوچ آپ سب کے سوال

مزے کے تھے (پرفیوس میں غائب تھی)۔ آئینہ میں امبر گل' شمع مسکان' عائشہ پرویز آپ سب کا تبصرہ بہت زبردست تھا۔ یادگار لمحے میں آمنہ امداد' سائرہ' وا علی' ایمان رضوان' سلمیٰ رضوان' فہیم گل' نورین' مشعال اسلام آپ سب نے بہت اچھا لکھا۔ غزلیں نظمیں نازیہ کنول نازی' ندا فاطمہ' تحریر رضوی' نسیم رضا بھٹی' فیاض احمد خیال اور شکر ہے میری شاعری "اک نئی امید" بھی شامل ہے شکریہ۔ بیوٹی گائیڈ' طیبہ نذیر' صوفیہ خان آپ سب کے ٹوٹکے بہت زبردست تھے۔ بیاض دل میں کنیز فاطمہ' مدیحہ نورین' منیبہ نواز' مصباح نذیر' کیہ نذیر آپ سب نے اچھا لکھا اللہ حافظ سب کو دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے۔

☆ طیبہ ڈیئر! آئینہ میں اپنا عکس جھلملاتا دیکھ لو رخ روشن گل و گلنار ہو جائے گا۔

پارس شاہ...... چکوال۔ ڈیئر آپی سلام! آنچل کا سرورق زبردست تھا ہم نے ڈائریکٹ جمپ لگایا اور سلسلے وار ناول "بھیگی پلکوں پر" پہنچ گئے۔ سلسلے وار ناول دونوں ہی زبردست جارہے ہیں' پلیز اقراء جی پری کے کچھ ندامت کیجیے گا اور جلدی سے طغرل اور پری کی شادی کروادیں۔ سمیرا شریف طور بہت اچھے طریقے سے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کو آگے بڑھا رہی ہیں' مجھے یہ ناول بہت زیادہ پسند ہے ولید نے انا کے ساتھ اچھا نہیں کیا پلیز آپی! انا کو اس کا پیار مل جانا چاہیے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بھی زبردست موڑ پر پہنچ چکا ہے اب عباس کو اس کی بیوی کے غم سے نکال ہی دیں' فاطمہ کو اس کی منزل مل جائے۔ باقی مکمل ناولز اور افسانے بھی زبردست تھے نظمیں اور غزلیں میں نازیہ کنول نازی کا انتخاب اچھا لگا بلاشبہ آنچل کے تمام سلسلے ہی بے مثال ہیں اللہ حافظ۔

جاناں...... چکوال۔ السلام علیکم! پیارے آنچل کے اچھے معزز ممبران اور اچھے اچھے قارئین کرام کی خدمت میں دعائیں اور ڈھیر سارا سلام۔ امید ہے سب فٹ فاٹ ہوں گے تو اب آتے ہیں آنچل کی جانب جو کہ مجھے 24 مارچ کو ملا سرورق پر دو خوب صورت برائیڈل لال جوڑا پہنے دل کو بھا گئے نویل ڈن۔ دل خوش ہوگیا ساری نارائنگی ختم' پھر تمام تعارف پڑھے بہت اچھے لگے سروے بہت اچھا لگ رہا ہے رائٹر کے خیالات' جوابات بہت اچھے لگے پھر "بھیگی پلکوں پر" پری اور طغرل کی نوک جھونک لطف دیتی ہے مگر یہ شہری ان کو سکون نہیں لینے دے گا۔ یہ عادلہ بے وقوف لڑکی پتا نہیں کتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد سنبھلتی ہے' غصہ بہت آیا عادلہ پر۔ نگہت عبداللہ جی آپ کو آنچل میں خوش آمدید' مکمل ناول بہت اچھا لکھا۔ فاخرہ گل نے بھی بہت اچھا لکھا' سالگرہ آنچل بیسٹ اسٹوری اور آنچل کے حوالے سے خصوصی مضامین فرح طاہر اور حمیرا اعلیٰ نے بہت اچھے لکھے' فرح طاہر اتنے عرصے کے بعد انٹری اور وہ بھی اتنے اچھے انداز میں ویری بیسٹ یار! پلیز اب غائب مت ہوجانا۔ سچ میں تمہاری تحریر بہت اچھی لگی اتنا اچھا لکھنے پر مبارک باد قبول کرو' بیاض دل میں رخسانہ اسماعیل' امبر گل' محمد مسعود احمد اور آنسہ شبیر کی شاعری بہت پسند آئی جو کہ سارے کے سارے اپنی ڈائری میں لکھ ڈالے۔ ڈش مقابلہ میں کیک ہی کیک واؤ ساتھ میں چکن بیف بریانی واہ جی مزا ہی آگیا۔ نازی جی کی (خواہش) صائمہ قریشی اور توشین اقبال نوشی کی نظمیں بہت پسند آئی۔ سعدیہ انصر (گجرات) کا پیغام اتنے خوب صورت الفاظ کا استعمال (چھا گئی ہو یار)۔ ویری بیسٹ خنساء عباس (شورکوٹ)۔ جاناں کو آپ نے یاد فرمایا (اچھا لگا بہت) پرنس گروپ اور 7 اسٹار گروپ یار ہماری جگہ ہے کہیں آپ کے درمیان جواب دو۔ مدیحہ کنول' سامعہ ملک پرویز اور باقی سب کے پیغامات بھی اچھے تھے ہمیشہ رونقیں بکھیرتی رہو آپ سب۔ یادگار لمحے میں (ماضی حال' مستقبل) نورین لطیف (خوشیاں) فائزہ بھٹی ان سب کی اچھی تحریریں تھیں۔ باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا اللہ حافظ۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا۔ پیاری شہلا آپی آپ کو اور آپ کے آنچل اسٹاف کو میری طرف سے محبت بھرا السلام علیکم! کافی عرصے کے بعد آئینہ میں حاضری دی ہے۔ اس دفعہ کا آنچل 24 کو مل گیا ٹائٹل اچھا لگا۔ پھر حمد سے دل کو قرار اور نعت سے دل کو سرور بخشا پھر جناب ہمیں چونکہ "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھنے کی جلدی تھی اس دفعہ کی قسط مزہ دے گئی' مصطفی کا انوکھا روپ بہت اچھا لگا شاباش مصطفی یہ تحریر مساجی طرح ٹھیک ہوگی آپی بے چاری انا کے حال پر رحم کھائیے' مجھے لگتا ہے آپی رائعہ اور عباس کا کپل پرفیکٹ ہے ولید کا کردار بہت پاورفل ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" میں صباحت صاحبہ سیدھی ہوگئیں شکر ہے پارس کو بھی تھوڑی عقل آئی ماہ رخ کا قصہ بھی ختم ہوا (بہت بور تھا) آپی اس شہری کو میں نے کوئی مار دینی ہے' سمجھا کے رکھیں اس کو۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بڑی بہت اچھی ہے۔ آنکھیاں مریم جی تسی گریٹ ہو۔ سمیعہ کے ہیرو کو جلدی میدان میں لے آئیں' فاطمہ پر بہت ترس آتا ہے۔ شرجیل کی سزا کب ختم ہوگی پتا نہیں تھا قسط وار ناولز پر تبصرہ اس کے علاوہ باقی کہانیاں ایک دم بورنگ تھیں۔ تبصرے سب کے اچھے ہوتے ہیں پر شمع مسکان (مسکان جاوید تم کہاں تھیں) عائشہ پرویز' امبر گل' کرن ملک' نفیسہ حبیب کے تبصرے کی توقعات ہی کیا تھی۔ بیاض دل میں امبر گل' ارم کمال' توشین اقبال کے اشعار اور "یادگار لمحے" میں شگفتہ خان کی شاعری اور شمع ناز کا تجزیہ اچھا لگا۔ حمیرا اعلیٰ کا "عاشقان آنچل" "فرح طاہر کا "مینا بازار" پڑھ کر مزا آیا۔ نازی آپی کی خواہش فوراً ڈائری کی زینت بنائی۔ ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپی کے کھٹے میٹھے جوابات اور قارئین کے سوالات مزہ دے گئے اچھا جی جناب اب اجازت دیں۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف۔ السلام علیکم جی تو پیاری پیاری کزنز کیا حال ہے سب کا؟ امید ہے کہ ٹھیک ہی ہوں گی اس بار ہمیں آنچل 24 تاریخ کو ملا۔ سرگوشیوں سے مستفید ہوئے نازیہ آپی کی آمد کا سن کر بہت خوشی ہوئی۔ در جواب آں میں مدیرہ قیصرآ آنٹی پیارے جواب دے کر سب کو تسلی دے رہی تھیں۔ آگے جاری ہے کا رواں میں ملا ناز رائٹرز کی حاضری لگی ہوئی تھی۔ نگہت عبداللہ کا "رفاقتوں کے دریا" پڑھ کر بہت اداس ہوگئی رائیل فطرتی نہیں تھا سکندر بھی برا نہیں تھا (مگر رائیل کا ہم البدل تو ہرگز نہیں تھا) مگر یہ بات واضح

نہیں کی گئی کہ جب رانیل دھو کے باز نہیں تھا تو پھر ہر دوسری لڑکی کے ساتھ کیوں پایا جاتا تھا۔ بہر حال زوبیہ کو رانیل کا ہونا چاہیے تھا (یہ سراسر ذاتی خیال ہے) عالیہ جیسی سرپھری لڑکی کو کڑی سزا ملتی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں فراز کی اس قدر عزت افزائی پر میں حیران رہ گئی۔ اریبہ ایسی تو ہرگز نہیں لگتی تھی اور لاریب تو اپنے نقصان پر جتنا ماتم کرے وہ کم ہے یقیناً لاریب کی ہی بددعا عباس کو لگ گئی۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ عباس حواسوں میں لوٹنے کے بعد لاریب سے معافی بھی مانگے۔ غیر جانبداری سے سوچیں تو لاریب کا رویہ بالکل ٹھیک ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" یہ شہوار بھی پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے تھینک گاڈ کہ انا نے اس بات کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا ویل ڈن سمیرا آپی۔ "بھیگی پلکوں پر" افراح جی پلیز پری کے ساتھ برا نہ ہو یہ شیری اس حد تک بھی گر سکتا ہے ہمیں یقین نہیں آیا۔ باقی تمام کہانی بہترین تھی۔ مستقل سلسلے بھی بہترین تھے۔ دوست کا پیغام آئے میں باربی ڈول (ریحانہ راجپوت) کا پیغام پڑھ کر بے اختیار منہ سے نکلا "تھینک گاڈ باربی ڈول زندہ تو ہے" باقی تمام آنچل بیسٹ تھا اس کے ساتھ اجازت دیجیے۔

مہ جبین انور چیمہ...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم شہلا جی ارے حیران کیوں ہو رہی ہیں پہلی بار آنچل کی محفل میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس دفعہ آنچل 25 کو ملا تو کیا ہی بات مزہ آ گیا کیونکہ "ٹوٹا ہوا تارا" کی قسط جو اس ماہ آ گئی تھی آنچل کے تمام ناولز ہی زبردست ہیں ویسے مجھے مصطفیٰ اور شہوار کی جوڑی زبردست لگتی ہے اس کے علاوہ سکندر کی تو بات ہی کیا ہے ونڈر فل! "بھیگی پلکوں پر" میں طغرل اور پارس کا کریکٹر اچھا لگتا ہے۔ عادلہ اور شیری کا کردار اچھا نہیں لگتا اس کے علاوہ ڈائجسٹ کے تمام سلسلے ہی زبردست ہیں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں سب دامن کو پڑھتی ہوں اللہ سب کو خوش رکھے آمین۔

☆ ڈیئر جبین! پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔

کوثر رئوف...... ہری پور، سرائے صالح۔ السلام علیکم شہلا آپی! اس ماہ کا شمارہ ملا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے پھر دوڑتے ہوئے سمیرا شریف طور کے ناول پر جا پہنچے پلیز شہوار کو تھوڑی سی عقل دیں اتنا پیارا بندہ اور اتنی زیادہ اکڑ کس لیے بھئی۔ انا اور ولید کو بھی سیٹ کر دیں پلیز سمیرا جی ہماری زندگیوں میں اپنی پریشانیاں ختم نہیں ہوتیں تھوڑا سا رومانس محبت تو ہم باہر ڈھونڈ سکتے ہیں ناں۔ اس لیے پلیز ہیپی اینڈ کیجیے گا شادی کے بعد کی زندگی بھی ان کی دکھائیے گا۔ باقی "مجھے ہے حکم اذاں" بہت زبردست موڑ پر آ گئی ہے بہت اچھی لگی۔ افراح صغیر جی اب "بھیگی پلکوں پر" کہانی کا اینڈ ہو جانا چاہیے باقی سب نے بھی بہت خوب لکھا۔ زبردست اس دفعہ بیاض دل میں شعر بہت زبردست تھے لیکن میرا کوئی بھی شعر اس میں شامل نہیں تھا بہت افسوس ہوا۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم۔ اس بار آنچل بھی بہت اچھا ہے سمیرا آپی کا ناول بہت زبردست جا رہا ہے مگر انا اور شہوار دونوں کی وہ ٹسمی پٹی ضد ختم کر دیں اتنے اچھے پیار کرنے والے فیانسی ملے ہیں بندہ تھوڑی قدر ہی کرے اور "مجھے ہے حکم اذاں" لاریب کا رویہ کتنا برا ہے کون سا کن پوائنٹ پر رکھ شادی کروائی تھی کم از کم سکندر کے ساتھ اس کا رویہ ٹھیک کر دیں ایمان جلدی سے ٹھیک ہو جائے۔ "بھیگی پلکوں پر" بہت اچھا ہے شیری کی سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا چاہتا ہے نہ خود خوش رہتا ہے اور نہ کسی کو رہنے دیتا ہے۔ نگہت عبداللہ کا ناول اچھا تھا لیکن جس طرح زوبیہ رانیل کے گھر اور سمیر عالیہ کے گھر جاتے ہیں شادی سے پہلے کچھ سمجھ نہیں آئی بہرحال ناول بہت اعلیٰ تھا سکندر بہت اچھا لگا اور ہاں آئینہ میں نفیسہ حبیب کا تبصرہ بہت مزے کا تھا عمدہ طریقے سے لکھا تھا۔ ایک غزل تھی نعیم ناصر ہاشمی کی بہت اچھی اور سید مہدی دل کو لگی اور حکیم خاں حکیم کی غزل بھی بہت اچھی تھی اور ہاں "ہزاروں خواہشیں ایسی" بڑی زبردست اسٹوری تھی، لگا ہو بہت اچھی لگی لیکن وہ سب جو زویا کے ساتھ ہوا بہت حیرانی ہوئی پڑھ کے۔ آخر میں آنچل کے لیے دعا ہے کہ سدا مہکتا اور اپنی خوشبو ہر جانب پھیلاتا ہے۔

☆ کائنات ڈیئر! اللہ آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کرے آمین اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان۔ آنچل فیملی کو آداب اور آنچل کی سالگرہ مبارک سرورق اچھا تھا اس دفعہ کا شمارہ خاصا سنگ تھا اتنے خوب صورت نام تھے سمجھ نہیں آیا پہلے کس کو پڑھوں۔ سروے کے جوابات پڑھے تمام جوابات بہترین تھے پھر آئے دوست کا پیغام کی طرف ہماری دوستوں کے پیغام سب پسند آئے۔ یادگار لمحے میں تمام انتخاب سپر ہٹ تھی ایک سے بڑھ کر ایک غزلیں نظمیں اور بیاض دل کی تمام شاعری دل موہ لینے والی تھی۔ آنچل کے خصوصی مضامین واقعی خاص تھے لکھنے والے بھی خاص۔ بہت مزا آیا عاشقان آنچل اور آنچل کا مینا بازار میں شرکت کر کے پھر آئے جی پری اور طغرل کی منگنی میں شرکت کرنے صباحت بیگم کو بدلا دیکھ کر چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ لگا۔ عادلہ کو تو تھوڑی اور مار پڑنی چاہیے اور شیری کو تو گولی مار دوں ہر وقت ایک ہی رٹ پری پری...... پاگل کہیں کا۔ عائزہ کی سزا ختم ہوئی شکر ہے ماہ رخ کو بھی خوشیاں ملیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی آپ اب کیسی ہیں؟ کہانی زبردست جا رہی ہے مصطفیٰ کو چاہیے تھا ایک کان کے نیچے لگاتا شہوار کے ضدی لڑکی اور یہ ولید اور انا کو بھی ایک ایک لگانی چاہیے سارے کردار اکڑ دکھا رہے ہیں وہ بھی ایسیں۔ عادلہ کو تو واقعی اونچی بلڈنگ سے دھکا دینا چاہیے نہ اپنی نہ دوسروں کی عزت کا خیال لیکن کہانی مزے کی ہے۔ ام مریم یہ لاریب کب تک سکندر کو اکڑ دکھائے گی جس دن اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا نہ تو بس پھر ہاں...... سمعیہ شرجیل امامہ اور فراز کے ساتھ بالکل اچھا نہیں ہو رہا پلیز ایمان کو بھی ٹھیک کر دیں وقاص کو تو مار ہی ڈالیں۔ نگہت عبداللہ اور فاخرہ گل کے مکمل ناول بہت اچھے تھے لکی ویل ڈن آپ دونوں اور افسانے دونوں ہی کمال کے تھے راحت وفا نے کیا لکھ دیا آخر میں سارا پس منظر جاندار تھا سلمیٰ فہیم گل نے اشعر کا سین کی بات مکمل کرنے والا ہر جملہ بہت مزاحیہ لکھا مزہ آ گیا۔ سمیرا غزل کا ناولٹ بھی بہتر

تھا سرگوشیاں اور بہنوں سے ملاقات بھی اچھی لگی پورے کا پورا آنچل پرفیکٹ تھا اب اجازت اللہ حافظ۔

حافظہ ریحانہ، حافظہ زائمہ...... میانوالی۔ السلام علیکم! امید ہے سب اللہ کے فضل سے ٹھیک ہوں گے سرورق کافی کیوٹ تھا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بہت اچھی آگے بڑھ رہی تھی مگر اب بور ہونا شروع ہو گئی کیونکہ عباس لاریب اور تنزلی (فاطمہ) نے اچھا ڈرامہ بنایا ہوا ہے ایک انچ اپنی جگہ سے نہیں مل رہے کچھ تبدیلی لائیں ام مریم! تاکہ پہلے والی رونق دوبارہ لوٹ آئے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں شکر ہے انا اور ولید کو ملایا جا رہا ہے اور شہوار کی تو بس وہی مرغ کی ایک ٹانگ۔ سمیرا آپی پلیز اب اسے ٹھیک کر دیں مصطفیٰ کے ساتھ۔ کمال کا صبر ہے جو اس کے ساتھ نبھا رہا ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" بہت خوشی ہوئی پری اور طغرل کے ملاپ کی۔ بہت دیر سے سہی فاخر کو بھی عقل آ گئی۔ عادلہ لگتا ہے تبھی سمجھے گی جب ناقابل تلافی نقصان ہوگا شیری کی گھٹیا سوچ ہے۔ عاشقان آنچل بھی بہت مزے کی تھی ایسا محسوس ہوا پڑھ کے جیسا واقعی ہم نے مل کے برتھ ڈے سیلیبریٹ کی آنچل کا کارواں یوں ہی چلتا رہے کامیابی سے۔ سب ہنستی مسکراتی رہو فی امان اللہ۔

خدیجہ الکبریٰ...... کھڈیاں، خاص۔ السلام علیکم آپی یہ میرا ساتواں اور آخری خط ہے پوسٹ رہا آنچل سے اور امید شائع رکھا آخر کب تک اس مقولے پر عمل کرتے رہیں اس بار کے سارے ناول اور افسانے اچھے تھے اور ان شاء اللہ اگلی دفعہ ضرور شرکت کروں گی تفصیلی تبصرے کے ساتھ او کے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر خدیجہ! ہمیں یہ آپ کا پہلا خط موصول ہوا اس سے پہلے آپ کا کوئی خط موصول ہی نہیں ہوا تو شائع کیسے کرتے۔

ثناء اجالا...... پھلوال۔ السلام علیکم شہلا جی! آپ کی محفل میں دوبارہ انٹری دی ہے کیسا لگا ہاہاہا۔ تمام آنچل اسٹاف و قارئین و رائٹرز کو ثناء اجالا کا چاہتوں بھرا اسلام ہو۔ آپ سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک۔ خیر سے ہمیں آنچل 26 کو ملا مت پوچھیے کیسے ملا؟ آنچل لیا دل میں ٹھنڈک اتری ماڈل دیکھ کر۔ ریڈ کلر میں اچھی لگ رہی تھیں۔ سرگوشیاں مالک یوم الدین پڑھتے سیروں خون خشک ہوا میں خود کو بہت نافرمان سمجھتی ہوں ہمارا آنچل میں ملاقات خوب رہی۔ سروے بہترین تھا نازیہ کنول نازی اور سمیرا جی نے بھی تبصرہ کیا۔ "رفاقتوں کے دریا" سمیر نے زوبیہ کا ساتھ دیا حیرت ہوئی اور خوشی بھی عالیہ جیسی لڑکیوں کو خدا عقل دے۔ "بھیگی پلکوں پر" پری کا اعتبار بہت بھایا لیکن شیری نے تصویریں اور ویڈیوز کے ذریعے بلیک میل کیا وہ چلی گئی ملنے اب پتا نہیں پری کو بھی لے جائے شیری کے پاس۔ آپی پلیز ایسا نہ کریں نا۔ راحت وفا "باسی سبزی" اینڈ سمجھ نہ آیا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" انا صاحبہ کو ولید کو ہوش کے ناخن لینا چاہیے۔ شہوار اور مصطفیٰ کی بات ہی کیا ہے لڑتے رہتے ہیں سالگرہ آنچل بہت بھائی۔ اشعر اور سبین کا نٹ کھٹ انداز بہت اچھا لگا۔ لاریب صاحبہ پہلے پہل سکندر کی طرفداری پھر وہی بے پروائی لاریب پر بہت غصہ آیا۔ آنچل کا مینا بازار خوب گھوما مزہ آیا۔ عاشقان آنچل میں ہائے ہمارے آس پاس کتنے عاشقان آنچل صاحبان ہیں۔ ہم سے پوچھیے آپی آپ کیا غضب کے جواب دیتی ہیں او کے اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات۔ السلام علیکم! کیا حال ہے جی ایک ماہ کی غیر حاضری طبیعت ناسازی کی وجہ سے آنچل میں شرکت نہ کر سکی اور آنچل اور آنچل کی پریوں نے مجھے یاد کیا بہت شکریہ۔ حمد و نعت سے روح کو منور کیا در جواب آں میں خالہ جانی سے ملاقات کی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ویری ویل ڈن ام مریم! سکندر اور لاریب کے بارے میں پڑھ کے اچھا لگا اور عباس کچھ زیادہ ہی عرشیہ کے لیے دیوانہ ہو رہا ہے۔ خوشی اور غم کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ شہوار اور مصطفیٰ کے گھر گئے تو مصطفیٰ کا شہوار کے ساتھ سلوک دیکھ کر اچھا لگا اور یہ ولید کیا کر رہا ہے انا سے اظہار محبت کروانا چاہتا ہے؟ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے طبیعت ناسازی کی وجہ سے اتنا ہی مطالعہ کر سکی باقی سبھی سلسلے یادگار لمحے تھے جہاں رہیں خوش رہیں۔

طیبہ حنیف بٹ...... سمندری۔ السلام علیکم! کافی عرصہ بعد آئینہ میں شرکت کر رہی ہوں اب آتی ہوں تبصرے کی جانب تو اس دفعہ ٹائٹل بہت اچھا لگا اور سلسلے وار ناول بھی بہت اچھے چل رہے ہیں آنچل کی سب رائٹرز اچھا لکھتی ہیں اور میری اللہ سے یہی دعا ہے وہ اچھے سے اچھا لکھتی رہیں۔ میری موسٹ فیورٹ رائٹر سباس گل اور سمیرا شریف طور ہیں آنچل میں آئینہ اور دوست کا پیغام آئے سلسلے میرے فیورٹ ہیں اور میں سب سے پہلے ان کو پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ باقی سلسلے بھی بہت اچھے ہیں ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپی کے جواب پڑھ کے بہت مزہ آتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے وہ آنچل کو بہت سی ترقی دے اور پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔ زندگی رہی تو پھر حاضر ہوں گی اللہ حافظ۔

☆ طیبہ ڈیئر! خوش آمدید۔

شزا بلوچ...... جھنگ۔ ہیلو شہلا ڈیئر کیسی ہیں آپ؟ پہلی مرتبہ شرکت فرما رہی ہوں امید کرتی ہوں ہاتھوں ہاتھ لیں گی آپ۔ 2008ء سے آنچل پڑھ رہی ہوں مصروفیت کی وجہ سے کبھی لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اس بار آنچل 26 کو ملا۔ آنچل کی سالگرہ کے ساتھ 10 اپریل کو میں نے اپنی سالگرہ بھی خوب منائی ٹائٹل اچھا لگا پھر سب سے پہلے دانش کدہ مشتاق احمد پڑھ کر بہت اچھا لگا آگے بڑھے ہمارا آنچل میں بھی سسٹرز کو ہیلو بولا مجھے اپنی آنکھیں بہت پسند ہیں اور بچے بہت کیوٹ لگتے ہیں۔ توبیہ نواز اعوان آپ کی یہ دونوں باتیں مجھ سے ملتی جلتی ہیں اب آگے بڑھتے ہیں اپنے موسٹ فیورٹ ناول جی ہاں "مجھے ہے حکم اذاں" لاریب نے جس طرح کے حالات فیس کیے ہیں ان میں اسے سکندر پر غصہ آنا بنتی ہے اس میں لاریب کا قصور نہیں ہے "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی شہوار کے ساتھ آخر کیا پرابلم ہے مصطفیٰ کو چاہیے کہ ایک

تھپڑ جڑ ہی دے جائے۔ "بھیگی پلکوں پر" شیری تو سائیکو پیشنٹ لگتا ہے پری اور طغرل کی جلدی شادی کروا کے اس اسٹوری کا اینڈ کریں اقرا آپی جی! باقی اسٹوریز ابھی زیر مطالعہ ہیں' بیاض دل میں سب کے شعر اچھے تھے سب سے زیادہ حنا فاطمہ' جازبیہ اور عائشہ پرویز کے اشعار اچھے لگے ڈش مقابلہ میں چاکلیٹ کرنچ کو انجوائے کیا' شاعری میں نیئر رضوی کی غزل اور نازی جی کی خواہش پسند آئیں۔ یادگار لمحے میں نورین لطیف' مدیحہ نورین' سیدہ نادیہ کامران نے بہت اچھا لکھا' ہم سے پوچھئے میں ارم کمال اور پروین آپی کے سوالات دلچسپ لگے او کے گڈ بائے۔

☆شہزادی ڈیئر! سالگرہ مبارک ہو' بزم آئینہ میں خوش آمدید۔

ریحانہ کوثر...... ملکوال۔ السلام علیکم۔ اپریل کا شمارہ اس ماہ تھوڑا لیٹ ملا لیکن جب ملا تو ذہن کو سکون ضرور ملا اس دفعہ سرورق دراہت کر خوب صورت تھا' برائیڈل ڈریس میں دونوں ماڈل بہت کیوٹ لگ رہی تھیں۔ سرگوشیاں پھر حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد بھاگتی ہوئی گئی "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف اللہ کا لاکھ شکر کہ سمیرا آپی آپ کی طبیعت ٹھیک ہوئی۔ یہ شہوار کی طبیعت میں ذرا ٹھہراؤ آیا کیونکہ اب مصطفیٰ سے تھوڑی سکون سے جو بات کر لیتی ہے اور ولی اور انا کی منگنی سن کر دل خوش ہو گیا کیونکہ اب ولی کو بھی پتا چلنا چاہیے کہ انا اس سے محبت کرتی ہے پھر حکم اذاں بھئی مریم جی کمال کا لکھتی ہو میں بہت خوش خوش بھی کہ لاریب بی بی کو عقل آ گئی لیکن یہ کیا پہلے سے بھی بڑا ری ایکشن اور پلیز وقاص کو بھی عقل آ جائے آخر کار لاریب بھی اس کے خاندان کی عزت ہے اسے خیال کرنا چاہیے۔ عباس اور فاطمہ کی ابھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی پھر "بھیگی پلکوں پر" پارس کو خوش دیکھ کر ہم بھی خوش ہو گئے اور عادلہ جیسی اخلاق سے گری ہوئی لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ نگہت عبداللہ "یہ رفاقتوں کے دریا" بہت خوب صورت ناول معاشرے کی ایک اہم بیماری پر آپ نے بہت عمدہ انداز میں قلم اٹھایا' سکندر نے بھی عقل مندی کی مثال قائم کر دی باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے کیونکہ میں آنچل کا ایک ایک لفظ پڑھتی ہوں ہر سلسلہ میرے لیے اہم ہوتا ہے لیکن آئینہ اور ہم سے پوچھئے بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور پروین افضل شاہین بھئی آپ بہت فنی ہو اور ہم جیسے خشک مزاج لوگ بھی آپ کی باتیں سن کر دل مسکرانے کو کرتا ہے' باقی تمام آنچل پڑھنے لکھنے والوں اور والیوں کو سلام اللہ حافظ۔

☆ہماری جانب سے پھوپھو کو ڈھیروں مبارک باد' سمجھ گئی ناں۔

رملہ ایمل...... جہلم۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں آنچل اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ سب کے دلوں پر چھایا ہوا ہے' سمیرا جی آپ سے گزارش ہے کہ شہوار کو تھوڑی سی عقل دے دیں۔ سمیرا جی کے مکمل ناول کی مبارک باد' سمیرا جی ایک ریکوئسٹ ہے کہ پلیز ہر ناول اور کہانی میں آپ لڑکی یعنی ہیروئن کا گیٹ اپ ایک جیسا ہی رکھتی ہیں تھوڑا سا منفرد رکھا کریں' یہ تنقید نہ سمجھئے گا بس ایک رائے ہے باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست تھے ویسے تو تمام سلسلے ہی زبردست ہیں لیکن بیوٹی گائیڈ کی تو کیا ہی بات ہے ہر مسئلے کا حل ہے آخر میں آنچل کی ترقی کے لیے دعا گو۔

سارہ ملک' فروا وڑائچ...... ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ السلام علیکم۔ اپریل کا ٹائٹل دیکھ کر تو دل خوش ہو گیا۔ حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے پھر ناک کی سیدھ میں سمیرا جی کے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف دوڑ لگا دی۔ سمیرا جی! ولید اور انا کی غلط فہمی جلد ہی دور کر دیں۔ اقراء جی یہ ناول سلو چل رہا ہے پلیز اسے تھوڑا فاسٹ کر دیں اور ام مریم جی کا بھی کوئی جواب نہیں۔ مریم جی فاطمہ اور عباس کو ملا دیں اور لاریب کا پیچھا وقاص سے چھڑوا دیں اور نگہت عبداللہ جی کا ناول "یہ رفاقتوں کے دریا" اور عاشقانِ آنچل دونوں بہت پسند آئے۔ باقی آنچل بھی ہمیشہ کی طرح بہت بہت اچھا تھا' بیوٹی گائیڈ بھی بہت اچھا تھا غزلیں اور نظمیں میں نازیہ کنول نازی کی غزل خواہش اور صائمہ قریشی کی نظم بہت پسند آئی۔ بیاض دل میں عائشہ پرویز کا شعر پسند آیا۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اللہ حافظ۔

☆سارہ ڈیئر! خوش آمدید۔

صدف سلیمان...... شورکوٹ۔ آنچل فرینڈز اور تمام پڑھنے والوں کو محبتوں بھرا سلام۔ کسی نے خوب کہا ہے" کچھ عشق تھا کچھ مجبوری" تو جی یہی سمجھ لیجیے ہم بھی کچھ مجبور ہو گئے تھے لیکن اب پکا ارادہ ہے کہ ہر ماہ آنچل کی بزم میں شرکت ضرور کرتی ہے اس بار آنچل 28 کو مل گیا تھا صد شکر کہ ٹائٹل بہت اچھا تھا' کہانیاں ابھی نہیں پڑھیں۔ پہلے حمد و نعت کے بعد بیاض دل میں پہنچی مجھے سب کی پسند بہت ہی پسند آئی۔ غزل نظم میں نازی جی اور نوشی جی کی نظم بیسٹ لگی۔ اس بار صرف اتنا ہی ان شاء اللہ اگلے ماہ تفصیلی تبصرہ کے ساتھ حاضر ہوں گی آنچل ریڈرز کہاں غائب ہو گئی ہوں پلیز انٹری دو۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی۔ السلام علیکم آنچل کو سالگرہ مبارک ہو اور مجھے بھی شائلہ جی تو ش کرنے سے رہی (ہاہا)۔ ماشاء اللہ شاہ اور ایشاہ دونوں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں اس کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" یعنی سمیرا کی طرف بڑھے' سمیرا جی یہ ناول آپ کا پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دے گا' بہت زبردست لکھا ہے لیکن اس مرتبہ ولید کے ڈائیلاگ کچھ اچھے نہیں لگے۔ "بھیگی پلکوں پر" سوری اقرا آپی آنچل کا مینا بازار عاشقانِ آنچل اور سالگرہ آنچل نے کوئی خاص امپریس نہیں کیا' مجھے لگا تھا کہ شاید جیسے شمع مسکان نے عاشقِ آنچل لکھا تھا ویسا ہی کوئی اس شمارے میں بھی ہو گا لیکن سب نے اچھا لکھا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ناولٹ لمبا ہو رہا ہے ام مریم جی! کیوں اس کی قدر کم کرنا چاہتی ہیں لیکن بیسٹ لکھا آپ نے۔ "خواہشوں کے جگنو" ہاسی سبزی اور ہزاروں خواہشیں ایسی" ابھی نہیں پڑھی۔ بیاض دل میں رخسانہ اسماعیل' منیبہ تو از عائشہ بشارت علی' سائرہ پرواہل' فصیحہ آصف خان' آنسہ شبیر نے بیسٹ لکھا۔ نازیہ کنول کی خواہش میرے پاس پہلے سے موجود تھی۔ نوشین اقبال نوشی'

فیاض احمد نے بیسٹ لکھا۔ دوست کا پیغام آئے بہت سے دوستوں نے یاد کیا اور بہت سے بھول گئے۔ یادگار لمحے میں سیدہ نادیہ کامران' شگفتہ خان' بختی فرید خان سب نے بیسٹ لکھا۔ سب دوستوں کو سلام اور مبارک باد دو خالہ بن گئی ہوں' کیوں نگینہ ٹھیک کہا نا میں نے۔

☆ڈیئر زندگی! مبارک ہو آپ کو۔

ثمینہ ناز دیشانی...... فتح جنگ۔ السلام علیکم! آنچل اپریل کا 28 مارچ کو ملا' دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا' بہت بہت انتظار کرواتا ہے ہمیں۔ سویٹ آنچل جیسے ہمارے ہاتھوں میں آیا خوشی سے ہم نے یاہو کی آواز نکالی اور فوراً اسے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ حسب معمول سرگوشیاں سے آغاز حمد و نعت پڑھی دو جواب آں' دانش کدہ پڑھ کر ہمارا آنچل میں پیاری سسٹرز سے ملاقات ہوئی۔ سروے "روشن ہے چراغ آگہی" بہت پسند آیا۔ راحت وفا آپی اور فرحانہ ناز ملک نے تو ہماری دل کی بات کہہ ڈالی۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء صغیر احمد کا ناول زبردست چل رہا ہے' شکر ہے صباحت بیگم ہوش میں آ گئی اور اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا چلو اچھا ہوا طغرل نے ہمت کر کے پری کو رضامند کر لیا۔ آخر محبت رنگ لائی' منگنی ہوئی' شیری پر بہت دکھ ہوا ہائے اب کیا ہو گا عادلہ پھر پھنس گئی' اللہ خیر کرے۔ شہریار کے ارادے مجھے خطرناک لگ رہے ہیں' بڑی ٹینشن میں ڈال دیا ہمیں آپی اقرا آپ نے اب کیا ہو گا؟ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا ناولٹ اچھا چل رہا ہے' لاما بے چاری پر بہت ظلم ہو رہا ہے اُدھر دوسری بہن ایمان بھی ابھی تک کومے میں ہے۔ یا اللہ ان بہنوں پر اپنی رحمت کی بارش فرما' سکندر کا کردار مجھے بہت اچھا لگا' شرجیل کے ساتھ گھر والوں کا رویہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا اور بے چاری سمیعہ کے ساتھ بہت بُرا ہو رہا ہے۔ فاطمہ بے چاری کی آزمائش پر آزمائش...... اس کی آزمائش کب ختم ہو گی' او ئے محترمہ لاریب سیدھی ہو جاؤ ورنہ سکندر...... جی ناں! "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کا ناول اچھا چل رہا ہے' عادلہ کا کردار مجھے بُرا لگا۔ شہوار کی بات مجھے سمجھ نہیں آ گئی' کیا ولید روشی کا شہوار کے ساتھ کوئی رشتہ ہے وہ اس سے باخبر ہے۔ نگہت عبداللہ کا ناول "یہ رفاقتوں کے دریا" پڑھا' بہت اچھا لگا۔ جہاں تک میرا خیال ہے سکندر نام آپ کو بہت پسند ہے' میں نے جتنے آپ کے ناول پڑھے اس میں اکثر ناولوں میں آپ نے سکندر کا نام لیا ہے۔ عالیہ جیسی عورتیں بھی گھر بساتی نہیں بلکہ بگاڑ دیتی ہے' سکندر اور زوبیہ کا کردار مجھے بہت پسند آیا۔ "باسی سبزی" راحت وفا سبق آموز افسانہ پڑھ کر مستقل سلسلے کی طرف اگلا قدم بڑھایا' روحانی مسائل کا حل' بیاض دل میں امبر گل کا بیاض پسند آیا۔ ڈش مقابلہ' بھی کھانا پکایا نہیں۔ بیوٹی گائیڈ' غزلیں نظمیں میں نازیہ کنول نازی' صائمہ قریشی کی نظم بہت اچھی تھی۔ دوست کا پیغام آئے سب دوستوں کے پیغام پڑھ لیے' یادگار لمحے پڑھ کر اپنے پسندیدہ آئینہ کی طرف بڑھے۔ آئینہ میں عائشہ پرویز کا تبصرہ پسند آیا اور ہاں یہ باقی بہنیں کہاں غائب ہیں؟؟ آپ کی صحت' کام کی باتیں بھی پڑھی اب آپ سب سے اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

عاصمہ اقبال...... عارف والا۔ السلام علیکم! سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک۔ سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھی آپی قیصرآرا ہمیشہ کی طرح دھیمے اور ٹھہرے لہجے میں بات کرتی ہوئی نظر آئیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ دو جواب آں سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے' دانش کدہ ضرور پڑھتی ہوں۔ تعارف بھی کے اچھے تھے' روشن چراغ آگہی بھی کے کمنٹس اچھے لگے۔ ناولٹ' افسانے زبردست تھے۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا آپی اس کا اینڈ اچھا کیجیے گا' عادلہ اور شیری کو ایک کرنا کیوں کہ وہ دونوں ایک ہی نیچر کے ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" خدا کرے اگر حقیقت میں بھی ایسا ہو جائے تو لڑکیوں کے تو مزے ہو جائیں' بہت اچھی اسٹوری جا رہی ہے۔ آپی نگہت عبداللہ آپ ہمارے آنچل کے لیے لکھتی رہیے گا۔ بیاض دل میں اشعار اچھے لگے' نوشین اقبال کا شعر پسند آیا۔ بیوٹی گائیڈ کی ٹپس بہت ہی اچھی ہوتی ہیں لڑکیوں کو بہت سیکھنے کو ملتا ہے' غزلیں نظمیں سبھی کی اچھی تھیں۔ یادگار لمحے میں حمد باری تعالیٰ سے آخر تک پڑھا' خوب صورت لفظوں میں لکھا گیا۔ ہم سے پوچھئے شائلہ کاشف کے نٹ کھٹ سے جوابات پڑھ کر مزہ آتا ہے' اب اجازت چاہوں گی' جہاں رہیں خوش رہیں۔

مسکان جاوید...... کوٹ سمابہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی میری طرف سے آنچل کی سالگرہ مبارک ہو' اس دفعہ آنچل 25 تاریخ کو ہی مل گیا' اپنا نام آنچل میں نہ دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ سب سے پہلے میں نے سمیرا آپی کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا جس میں انا اور ولید کی منگنی کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ام مریم کا ناولٹ بہت اچھا جا رہا ہے۔ وقاص امامہ کے ساتھ اچھا نہیں کر رہا اس کی بہن کی سزا امامہ کو کیوں ملے۔ فراز کے ساتھ بہت بُرا ہوا' فراز کتنی خوشی سے اریبہ کو بیاہ کر لایا تھا اور اریبہ نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا' اس کو اپنے سے کمتر سمجھا۔ پلیز آپی ان کو جدا مت کیجیے گا' لاریب کو سبق ضرور ملنا چاہیے۔ اقراء صغیر کا ناول بھیگی پلکوں پر" اقرا آپی! پری کے ساتھ ایسا ویسا ناانصافی مت کیجیے گا' اب عادلہ کو شیری کی مار کھا کر سنبھل جانا چاہیے کہ شیری غلط کر رہا ہے۔ پری کو شیری سے دور ہی رکھیے گا' باقی سب کی کہانیاں بہت اچھی تھیں' آنچل کا مینا بازار (فرح طاہر) اور عاشقانِ آنچل (حمیرا اعلیٰ) ان کے خصوصی مضامین بھی اچھے تھے۔ غزلوں میں (نیئر رضوی' دلکش مریم' فیاض احمد خیال' ایم ماہی عباس' نوشین اقبال نوشی' سلمیٰ غزل' سمیرا غزل' صائمہ قریشی' نازیہ کنول نازی) سب نے بہت بہت اچھا لکھا۔ بیاض دل میں سب کے شعر سپرہٹ تھے اب کس کس کا نام لکھوں' شائلہ آپی کے کھٹے میٹھے چٹ پٹے مسالے دار جواب لذیذ تھے بہت مزا آیا پڑھ کر او کے بائے اللہ حافظ۔

☆اپنی تعریف وتنقید کا عکس لیے آئینہ میں یونہی جھلملاتے رہیے اس دعا کے ساتھ رخصت کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ثانیہ مغل......للیانی، سرگودھا

س: اپیا جی! سلام عشق! اس سے کیا مراد ہے؟
ج: اس سے وہی مراد ہے جو تمہاری دلی مراد ہے آج کل۔
س: آج کل آئینہ دیکھنے کا بہت دل کرتا ہے مگر فرصت نہیں ہوتی، کیا کروں؟
ج: کون سا آئینہ رخ روشن کی دید یا آنچل کے آئینہ میں شرکت۔
س: میرا چھوٹا بھائی جس کی عمر ابھی پانچ سال ہے وہ بھی میرے ساتھ آنچل پڑھتا ہے، ہے نا کمال؟
ج: وہ آنچل پڑھتا ہے یہ کمال ہے
یا پھر اس کا اسم گرامی کمال ہے۔
س: شعر کا جواب شعر میں دیں، پلیز
زندگی کے سب لمحے یادگار ہوتے ہیں
لوٹ کر نہیں آتے بس ایک بار ہوتے ہیں
ج: زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

ارم کمال......فیصل آباد

س: آنکھوں میں شوخیاں کب ناچتی ہیں؟
ج: جب آنچل میں شرکت کا موقع مل جائے۔
س: یہ مہنگائی کا طوفان کہاں جا کر رُکے گا یا......؟
ج: یہ طوفان تو نان اسٹاپ ٹرین کی مانند رواں دواں ہے۔
س: محبت کے رنگوں میں سب سے پکا رنگ کون سا ہے؟
ج: ماں کی ممتا اور رب کی محبت کا رنگ۔
س: دل ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے تو اسے کیسے جوڑا جائے؟
ج: چیکو گم سے جوڑ لو۔
س: مرد اپنی تنخواہ چھپاتے ہیں، عورتیں عمر اور بچے......؟
ج: بچے ارم آپی سے اپنی چاکلیٹ......

صباء نورین......برنالی

س: کیسی ہیں آپی! آپ کی محفل میں آنا چاہتی ہوں، اجازت ہے کہ نہیں؟
ج: خوش آمدید۔
س: آپی گرمی بہت ہے کیسا لگتا ہے جب لوڈشیڈنگ ہوتی ہے؟
ج: اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔
س: آپی شعر مکمل کریں:
مانگا تھا نمک مل گی مٹھائی
ج: یاد آ گئی تمہیں اماں کی پٹائی

عائشہ عمر......رحیم یار خان

س: ہمارے شوہر ہر سال شادی کی سالگرہ ہی بھول جاتے ہیں بھلا کیوں؟
ج: حادثے کون یاد رکھتا ہے۔
س: پہلے وہ میکہ نہیں بھیجتے تھے اب کہتے ہیں جاؤ بابا جان چھوڑو؟
ج: ہرگز جان نہ چھوڑنا ورنہ وہ کسی اور کی جان بن جائیں گے۔

حمیرا اینڈ مبین......شجاع آباد

س: شمائلہ آپی! ہم پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کررہے ہیں، کیسا لگ رہا ہے؟
ج: دیر لگی آنے میں تم کو شکر ہے پھر بھی آئے تو۔
س: آپی اگر دنیا میں لڑکیاں نہ ہوتی تو......؟
ج: وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ۔
س: آپی اگر لڑکیوں کے سر پر بال نہ ہوتے تو......؟
ج: تم اپنا یہ شوق بھی خود پر پورا کرکے دیکھ لو۔
س: آپی پسند آئے جلیبی کی طرح میرے سیدھے سوال؟
ج: سوالوں کے ساتھ امرتی بھی رکھ دیتیں تو اور بھی

سیدھی لگتیں۔

شازیہ فاروق احمد......خان بیلہ

س: عشق کے بیمار کو کس ٹیبلٹ سے ٹھیک کرنا چاہیے؟
ج: اسے دواؤں سے دور ہی رکھیں ورنہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہوگا۔
س: شادی سے پہلے شوہر کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں اور شادی کے بعد وہ آگ اُگلتے ہیں ایسا کیوں؟
ج: کیونکہ شادی سے پہلے وہ شوہر نہیں ہوتے اور شادی کے بعد خالص شوہر ہوتے ہیں۔
س: اگر کسی بیوی کو شوہر پر کسی قسم کا کوئی شک ہوجائے تو وہ رونے دھونے، جلنے کڑھنے اور جاسوسی کرنے کے تمام حربوں کو چھوڑ کر کیا کرے گی؟
ج: اگنور ڈاٹ کام پروزٹ کرے گی بے چاری۔
س: کسی پیاری سی دعا کے ساتھ اجازت دیں:۔
ج: سدا مسکراؤ۔

انوشہ طارق......کراچی

س: وہ کہتے تھے نوے دن میں لوڈشیڈنگ ختم ہوجائے گی مگر اب؟
ج: نوے دن میں حکومت کے ختم ہونے کا کہتے تو یقین کرتے لوڈشیڈنگ ناممکن۔
س: کالی آندھی کے آگے شاہین ٹھہر کیوں نہ سکے؟
ج: آندھی اس زور کی تھی کہ شاہینوں کو پرواز کرنا ہی پڑا۔
س: لوٹ کے بدھو گھر کو آئے؟
ج: گھر آ کر پھر جوتے کھائے۔

زویا خان......راولپنڈی

س: السلام علیکم آپی کیسی ہیں آپ؟
ج: وعلیکم السلام الحمدللہ۔
س: آگے کنواں پیچھے کھائی تو ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟
ج: اب تم سوچ لو کہاں گرنا پسند کروگی۔
س: اُف یہ اماں لوگ یہ کیوں کہتے ہیں اگلے گھر جاؤ گی تو پتا چلے گا؟
ج: پہلے اگلے گھر پہنچ تو جاؤ پھر امی کی کہی سب باتیں سمجھ آ جائیں گی۔
س: کیا سسرال واقعی میں بہت خوفناک ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو لوگ شادیاں کیوں کرتے ہیں؟
ج: بہت خوفناک نہیں ہوتا تھوڑا سا خوف اور تھوڑا سا ناک والا ہوتا ہے۔

نفیسہ بنت حبیب......لودھراں

س: واؤ کیا بات ہے آپی! آج تو آپ کی سج دھج ہی نرالی ہے؟
ج: کیوں نہ ہو آنچل کی سالگرہ جو ہے۔
س: آپی! مہک اٹھے وہ منظر جہاں......؟
ج: ہمارا آنچل نظر آئے۔
س: آپی کراچی میں سب سے خوب صورت جگہ کون سی ہے (پکنک پوائنٹ)؟
ج: ساحل سمندر۔

خدیجہ الکبریٰ......کھڈیاں خاص

س: آپی اگر دل نہ مانتا ہو کسی کام کو اور زبردستی کروایا جائے تو......؟
ج: تو......دل تو پاگل ہے......
س: آپی کاہلی سستی پوتی نیستی دور بھگانے کا اچھا کوئی آئیڈیا دیں؟
ج: سردی میں ٹھنڈے ٹھار پر گرمی میں خوب گرم پانی سے نہا لو بس......
س: اچھا اچھا جا رہی ہوں، بھگانے کی ضرورت نہیں ہے؟
ج: ہم بھگائیں گے تو دوبارہ آؤ گی ناں۔

ثناء اُجالا......بھلوال

س: آپی آپ کی محفل میں پہلی بار انٹری دی ہے، کیا کہیں گی؟
ج: اجالا کے آنے سے اجالا ہو گیا۔

س: آپی آپ سمیت سب قارئین آنچل کو آنچل کی سالگرہ مبارک۔
ج: آپ کو بھی مبارک ہو۔
س: آپی شعر کا جواب شعر سے دیں:۔
وہ جو اک شخص بات بات پر مجھے کہتا تھا جان
آخر میں وہی شخص مجھے "بے جان" کر گیا
ج: تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

ثمرین قیوم...... مرالہ کھاریاں

س: پہلی دفعہ آپ کی محفل میں آئی ہوں، کوئی اچھا سا شعر میرے لیے؟
ج: یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے
س: ساری زندگی رکھا ہے بے فیض رشتوں کا بھرم آپی! کوئی قدر کیوں نہیں کرتا؟
ج: قدر نعمت بعد زوال کا ہے حال......!
س: کوئی اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟
ج: سدا مسکراؤ۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

س: شمائلہ آنٹی! سویٹ سی تونسہ شریف کی کیوٹ سی فوزیہ سلطانہ آئی ہے او ہو مگر بیٹھوں کہاں......؟
ج: تم بیٹھو ہی مت ورنہ کرسی ٹوٹ جائے گی اور سویٹ پروہ...... چپک جائے گی۔
س: شمائلہ آنٹی! اس دن بازار میں جب آپ ہانپتی کانپتی چھتری پکڑے جارہی تھیں میں نے پیچھے سے آواز دی کہ "شمائلہ آنٹی رکیے" تو آپ نے مجھے ایسے کیوں گھورا جیسے ابھی کچا چبا جائیں گی؟
ج: ارادہ تو تمہاری تواضع کا تھا مگر تم بھاگ گئیں۔
س: جب بھی دیکھوں آئینہ تو وہ ایک ہی بات کہتا ہے کہ تمہارے جیسی معصوم صورت تو کسی کی نہیں ہے (اوں ہوں...... جلنے کی بو آرہی ہے)؟
ج: معصوم صورت ہوں، اچھی نہیں اتنی خود فریبی۔

س: آپ کو نہیں لگتا کہ میں بہت اسمارٹ، جینئس اور بیوٹی فل ہوں؟
ج: ہمیں تو اور بھی بہت کچھ لگتا ہے اگر بتایا تو......

صدف عبدالغنی...... کراچی

س: آپی کیسی ہو، کبھی ہمیں بھی یاد کرلیا کرو۔
ج: کرلیا یاد اب کہو کیا کریں۔
س: گرمی کی آمد آمد ہے اس لیے کراچی چھوڑ کر جارہی ہوں، بتائیے کہاں؟
ج: جیکب آباد۔
س: دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
ج: شاد و آباد رہو۔

مسز ندیم...... کراچی

س: آپی پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں خوش آمدید نہیں کہیں گی کیا؟
ج: خوش آمدید اب خوش۔
س: شمی آپی یہ دنیا والے دوسروں کا اتنا دل کیوں دکھاتے ہیں؟
ج: دنیا کا تو کام ہی یہی ہے اب کیا کر سکتے ہیں۔
س: آپی مجھے ذرا ذرا سی بات پر رونا آجاتا ہے میں کیا کروں؟
ج: بالٹی رکھ لو۔

صوفیہ خان...... کراچی

س: اپیا دروازہ کھلا تھا میں بغیر اجازت اندر چلی آئی آپ کو برا تو نہیں لگا؟
ج: خوش آمدید۔ برا کیا ماننا اب آ ہی گئی ہو تو۔
س: آپی میرے خیال میں دل اور دماغ کے فیصلے مختلف ہوتے ہیں آپ کا کیا خیال ہے؟
ج: آج کل خیال چھٹیوں پر گیا ہوا ہے واپس آتا ہے تو پوچھ کر بتا دیں گے۔ تب تک انتظار کیجیے۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی؟
ج: اللہ آپ کو سدا خوش و خرم رکھے آمین۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

اقصیٰ عبید لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے ہونٹ کٹے پھٹے اور خشک رہتے ہیں کوئی علاج بتائیں۔
محترمہ آپ ARSENICALBA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
مونا گل ہزارہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بھی شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔
محترمہ آپ KALI PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔
ام حسن ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن 78 KG ہے اس کی وجہ سے جسم میں درد رہتا ہے اور چہرہ پر چھائیاں بھی ہوگئی ہیں۔
محترمہ آپ RHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
رضوانہ فاروق کوٹالہ جام سے لکھتی ہیں کہ چار سال پہلے آپ نے HAIR GROWER دیا تھا بال گرنا بند ہوگئے تھے اب پھر گرنے لگے ہیں۔
محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔
راحت آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بہت بڑھا ہوا ہے کھانا ہضم نہیں ہوتا بھوک بہت لگتی ہے لیکوریا بہت زیادہ ہے۔
محترمہ آپ CALC FLOUR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ہیئر گروور ہی آپ کے بالوں کے مسئلہ کا حل ہے۔

صائمہ بلال کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ میں بہت دبلی پتلی ہوں جلد سکڑی ہوئی ہے گوشت کا نام نہیں ہے۔
محترمہ آپ ALFAFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
نائلہ پروین کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔
محترمہ آپ ONASMODIUM-CH کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔
مسز ابرار خان ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 34 سال ہے کھایا پیا کچھ نہیں لگتا بہت کمزور ہوں۔
محترمہ آپ ALFAFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں براہ راست جواب دینے سے معذرت چاہتا ہوں۔
صبا مشتاق گجرات سے لکھتی ہیں کہ GRAPHITE سے دانے ختم ہوجاتے ہیں مگر نشان رہ جاتے ہیں۔
محترمہ آپ دوا کا استعمال جاری رکھیں نشانات بھی ختم ہوجائیں گے۔
رومان علی ہری پور سے لکھتے ہیں کہ شکر ہے اللہ کا کہ جس نے آپ کو ہم جیسے غریبوں کے لیے سہارا بنایا آنکھیں کمزور ہیں اور موٹا ہونے کے لیے الفافا استعمال کی تھی فرق نہیں پڑا۔
محترم آپ CENERERIEN MOR DROPS آنکھوں میں ڈالا کریں الفافا کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ فائدہ حاصل ہوگا۔
شوکت محمود کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام خراب ہے تین ماہ بعد ہوتا ہے اور چہرہ پر بال بھی ہیں۔
محترمہ آپ SENECIOAUR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں آپ کو

APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے چہرے کے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

ساحل کاظمی فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر حل بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ثقلین رضا کوٹ ادو سے لکھتے ہیں کہ مجھے ہر وقت جسم میں درد ہوتا ہے اور بخار ہوجاتا ہے میری بہن کا مسئلہ ہے کہ مٹاپا ہے اور قد چھوٹا ہے۔

محترم آپ EUPATORIUMPERE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بہن کو PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

صبا حسن نوشہرہ سے لکھتی ہیں کہ قد بڑھانے والی دوا لی ہے یہاں ڈاکٹر نے ایک ایک بتائی ہے اور قطرے روزانہ بتائے ہیں آپ چار گولی تین وقت لکھتے ہیں اور قطرے آٹھویں دن ایک بار لکھتے ہیں میرے بھائی کے چہرے پر کیل نکلتے ہیں نشان چھوڑ جاتے ہیں مجھے الفروڈائٹ منگانا ہے میں نے سنا ہے کہ بال ختم کرنے والی دوائیں سے چہرہ پر گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

محترمہ میں نے جس طرح دوا استعمال کرنے کو لکھا ہے وہی طریقہ درست ہے۔ 200 طاقت کی دوا روزانہ نہیں دہرائی جاتی دوسرے بھائی کو GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ APHRODITE کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتے ہیں اس کا فارمولا مزید بہتر بنایا گیا ہے۔ یہ دیسی جڑی بوٹی کا مرکب ہے جلد پر کوئی مضر اثرات نہیں ہوتے۔

ام ہانی جھنگ سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اس عمر میں قد نہیں بڑھتا 15-14 سال کی عمر میں CALCPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں 20 سال سے کم عمر والوں کے لیے یہی دوا ہے۔

سعدیہ اکرم شاہ نکدر سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بالوں کا ہے میں چاہتی ہوں کہ بال لمبے گھنے ہوجائیں اور نسوانی حسن کی کمی کے لیے دعا بتائیں۔

محترمہ آپ HAIR GROWER استعمال کریں اس کے استعمال سے بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔ SABALSERULTTA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مساج کے لیے BREAST BEAUTY استعمال کریں۔ دونوں ادویات کے لیے 1150 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ اپنا پتہ مکمل لکھیں اور منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ ادویہ کا نام ضرور لکھیں۔

حمیدہ بی بی میانوالی سے لکھتی ہیں کہ مجھے بچپن سے بواسیر کی بیماری ہے یہ بیماری خاندانی ہے ابو امی بڑے بھائی کو بھی ہے۔ دیسی ٹوٹکوں سے آرام آجاتا ہے مگر مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ آپ AESCULUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ایم اے خان لکھتی ہیں کہ میں آپ کا کالم پڑھتی ہوں ہمارے گھر میں ریشے کی بیماری ہے جس کی وجہ سے سانس پھولتی ہے دوسرے معدہ کی تکلیف ہے ایک

مسئلہ میری کزن کا ہے ماہانہ نظام کی خرابی ہے، بہت درد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ ریشے کی بیماری سے متعلق مکمل علامات لکھیں معدہ کی تکلیف کیا ہے مکمل کیفیت لکھیں کزن کو PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

طیبہ افضل چکوال سے لکھتی ہیں کہ شوہر کی رپورٹ ارسال خدمت ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ ان کو DAMANA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

قمر عباس چنیوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے بال بہت کمزور اور گرتے ہیں۔

محترم آپ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں آپ کے بال صحت مند ہوجائیں گے۔

عدیلہ مرزا رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ مجھے بھی میری بیماری کا علاج بتائیں سیلان الرحم کی شکایت ہے ماہانہ اخراج بہت درد کے ساتھ ہوتا ہے سر کے بال جھڑ رہے ہیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ براہ راست جوابات نہیں دیے جاتے معذرت۔

خالد میرپور خاص سے لکھتے ہیں کہ میرے معدہ و جگر میں گرمی ہے اور الرجی ہے بیٹی کو نزلہ کی شکایت ہے۔ گلا پھولتا ہے سر درد رہتا ہے ڈاکٹر گلہڑ بتاتے ہیں۔

محترم آپ NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دوپہر و رات کو لیں اور SULFUR 30 کے پانچ قطرے صبح نہار منہ روزانہ لیں۔ بیٹی کو NATRUMMUR 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

عاصمہ رباب کوٹ ادو سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں کالے داغ چھوڑ جاتے ہیں۔

برائے مہربانی مسئلے کا حل بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ناز فاروق کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے دو بچے آپریشن سے پیدا ہوئے پیٹ اور وزن بڑھ گیا ہے فاتی ٹولا کا کے استعمال سے دو پونڈ وزن کم ہوا کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ آپ CALC FLUOR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور CALCCARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں اللہ کرم کرے گا۔

اقصیٰ عبید لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے ہونٹ خشک رہتے ہیں کٹ لگ جاتے ہیں دوسرے دانتوں میں درد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ ARSENIC ACB-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ MERCSOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر رات سوتے وقت پیا کریں۔

عائشہ خان ٹنڈو محمد خان سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کے سر پر گنج ہے بال گر رہے ہیں۔

محترمہ آپ بیٹے کو HAIR GROWER استعمال کرائیں اس کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

ثناء لکھتی ہیں کہ بہن کی ناک کی ہڈی بڑھی ہوئی ہے اور چہرے پر تل ہیں۔

محترمہ بہن کو AGRAPHIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت دیں اور آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگایا

کریں۔

عمر عباسی ہزارہ سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 19 سال ہے قد چھوٹا ہے یادداشت کمزور ہے۔

محترم آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور KALIPHOS 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

اقبل عاصم لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے کیا میرا قد بڑھ سکتا ہے۔

محترمہ آپ کا قد نہیں بڑھ سکتا 20 سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھتا۔

عائشہ اسلم فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے منہ پر بہت زیادہ دانے ہیں اور بال بھی موجود ہیں۔ آنٹی کا مسئلہ یہ ہے کہ ماہانہ نظام درست نہیں ہے۔ 6-4 ماہ بعد ہوتا ہے 19 سال شادی کو ہوگئے اولاد سے محروم ہیں۔

GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ آنٹی کی میڈیکل رپورٹس ارسال کریں۔

عثمان احمد گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میرا اور دوست کا ایک مسئلہ ہے سوتے میں کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔

محترم آپ SALIXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

وجاہت رسول ملتان سے لکھتے ہیں کہ بچپن کی غلطیوں سے صحت خراب ہوگئی ہے۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محمد مجاہد خانیوال سے لکھتے ہیں کہ میرے مسئلے کا حل بھی بتائیں۔ میرا قد چھوٹا ہے قد بڑھانے کی کوئی دوا بتائیں۔ عضو کی خرابی ہے پٹھے کمزور ہیں یادداشت کمزور ہے۔

محترم آپ CALC PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور STPHISGARIA 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔ والدین کو CLCPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں۔

ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں چہرہ پر دانے ہیں بالوں میں خشکی ہے بڑھتے نہیں ہیں۔

محترمہ آپ PITUIRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں میرے کلینک سے ہیئر گروور منگالیں ان شاء اللہ بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

تنزیلہ کاشف لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ONOES MODIUM CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

ص ع فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ APHRODITE کے ساتھ کوئی دوا بتائیں کہ جلدی بال ختم ہوجائیں۔

محترمہ آپ OLIUMJACC 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ لیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850۔ فون 021-36997059

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

چند کار آمد گھریلو نسخے

☆ درد سر کا علاج

اگر آپ کو درد سر کی شکایت ہے تو سر کو بھاپ دیجیے اور پھر اسے سرد پانی میں بھیگے ہوئے تولیے سے صاف کردیجیے، درد سر دور ہوجائے گا۔

ذرا سا نمک کھائیے اور پھر اس کے دس منٹ بعد ٹھنڈا پانی پی لیجیے، بہت جلد شفا نصیب ہوگی۔

وہ چائے جس میں زیادہ پتی پڑی ہو لیجیے اور اس میں آدھا لیموں نچوڑ لیجیے اور پھر اس میں چاہیں تو چینی یا ذرا سا نمک ملا لیجیے اور پی لیجیے۔ درد سر کو فوری آرام ہوگا۔

روئی کو لیموں کے عرق میں ڈبو لیجیے پھر اسے پیشانی پر ملیے اور درد سر ختم ہوجائے گا۔

پیاز لیجیے اور اسے سل پر پیس لیجیے اور پھر پاؤں کے تلوؤں پر اس کا لیپ کیجیے، درد سر ختم ہوجائے گا۔

دہکتے ہوئے کوئلے لیجیے اور اس پر ذرا سی شکر ڈال دیجیے، درد سر اس کے دھوئیں سے ختم ہوجائے گا۔

☆ نظر تیز کرنا

چار بادام، چٹکی بھر سونف اور ذرا سی مصری لے کر رات کو سوتے وقت کھا لیجیے اور اسے کھانے کے بعد ہرگز پانی نہ پیجیے۔ نگاہ دن بہ دن تیز ہوتی جائے گی۔

سرسوں کے تیل کے چند قطرے آنکھوں پر لگا کر ہر روز رات کو سوتے وقت مالش کیجیے، اس طرح نہ تو کبھی نظر کمزور ہوگی اور نہ کبھی آنکھوں کی بیماریاں لاحق ہوں گی۔

گاجروں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں، اس سے آنکھوں کی بینائی بڑھاپے میں بھی خراب یا کمزور نہیں ہوسکتی۔

غسل کرنے سے پہلے پاؤں کے انگوٹھوں پر سرسوں کا تیل ملیے، کبھی نظر کمزور نہ ہوگی چاہے عمر سو سال سے تجاوز کر جائے۔

☆ زخم درست کرنا

تل لیں اور اسے شہد میں پیس کر لیپ سا بنالیں اور پھر اس لیپ کو مرہم کی مانند محفوظ کرلیں جب بھی کہیں زخم ہو وہاں یہ لیپ مرہم کی مانند مل دیں، زخم جلد مندمل ہوجائیں گے۔

☆ آنکھوں کے درد کا علاج

آنکھوں پر خالص دودھ کی ملائی کسی کپڑے پر رکھ کر باندھ دیں، اس دوران آنکھیں بند رکھیں۔ کم از کم پانچ گھنٹے آنکھیں بند ہی رہنے دیں آنکھوں کے ہر مرض کی شفا اس میں ہے۔

آنکھوں میں درد ہو تو روئی کا پھاہا لیں اور اسے گرم دودھ میں ڈبو دیں اور آنکھوں کے پاس پاس ٹکور دیں، آنکھوں کا درد دور ہوجائے گا۔

آنکھوں میں ذرا سا شہد ڈال لیں اور پھر پندرہ بیس منٹ بعد اسے دھو لیں، آنکھوں کا درد دور ہوجائے گا اور بینائی میں اضافہ ہوگا۔

☆ پلکوں کو دراز کرنے کی ترکیب

دودھ لیں اور کسی فلالین کے کپڑے کو اس گرم دودھ میں ڈال کر آنکھوں پر رکھ دیں جب اس کی گرمائش ہوجائے تو اس عمل کو بار بار کریں مگر پانچ چھ بار سے زیادہ نہیں اس سے پلکوں کی نشوونما ہوگی اور خوب صورت دکھائی دیں گی۔

☆ چیچک کے داغ دور کرنا

خالص پستہ لیجیے اور اسے پیس کر سفوف بنالیجیے اور پھر رات کو سوتے وقت چیچک کے داغوں پر مسلسل ملیے۔

چھ ماہ ایسا کرتے رہیں پہلے داغ مدہم پڑ جائیں گے پھر آہستہ آہستہ ختم ہوجائیں گے۔ اس طریقے سے آپ کو انتظار ضرور کرنا پڑے گا مگر اس انتظار کا نتیجہ خوب صورتی کی شکل میں سامنے آئے گا۔

☆ **یادداشت تیز کرنا**

چند بادام اور ذرا سی کالی مرچ لیجیے اور اسے پیس کر یکجا کر کے کسی بوتل میں بند کر لیجیے۔ ہر صبح اٹھنے کے بعد نہار منہ اسے کھائیے۔ کچھ ہی عرصے بعد آپ کا حافظہ اتنا تیز ہو جائے گا کہ آپ کو بچپن کی باتیں یاد آنے لگیں گی۔

☆ **کانٹا نکالنا**

جب جسم میں کانٹا چبھ جائے اور اس قدر اندر چلا جائے کہ کوشش کے باوجود نہ نکلتا ہو تو گھبرائیے نہیں۔ ذرا سا گڑ لیجیے اور پیاز لے کر اسے کاٹ لیجیے اور ان دونوں کو ملا کر اس جگہ پر باندھ دیجیے کانٹا خود بخود باہر آ جائے گا۔

☆ **دردِ شکم کے لیے**

ذرا سا گڑ لیجیے اور چند مرچوں کے بیج نکال لیجیے اور اسے پھر یکجا کر کے تین چار نگل لیجیے' کچھ ہی دیر بعد آپ خود کو مکمل صحت مند پائیں گی۔

ذرا سا نمک کھائیے اور اوپر سے پانی کا ایک گلاس پی لیجیے' دردِ شکم کو افاقہ ہوگا۔

☆ **امراضِ جگر کے لیے**

جگر کا کوئی بھی عارضہ ہو تو رات کو ایک مولی لے کر شبنم میں رکھ دیجیے' اسے صبح اٹھ کر نہار منہ کھائیے۔ آپ تین ہفتے میں کسی بھی ڈاکٹر سے اپنا معائنہ کروا لیجیے' آپ امراضِ جگر سے نجات پا چکے ہوں گے۔

☆ **دھوپ کا اثر چہرے سے ختم**

چہرہ اگر لو یا گرمی سے جھلس گیا ہو اور دھوپ میں گھومنے سے رنگ سیاہ ہو گیا ہو تو اسے درست کرنا مشکل نہیں ہے' چہرہ گرم پانی سے ہر روز دھو لیا لیں اور پھر اس پر ٹماٹر ملیے' چہرہ پھول سا نکل آئے گا۔

☆ **زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا علاج**

مولیوں کو کوٹ کر ان کا عرق کپڑے سے چھان کر نکال لیجیے اور تین بار روئی سے کاٹی ہوئی جگہ پر لگا دیجیے۔ ہر قسم کی تکلیف اور جلن ختم ہو جائے گی جس قدر مولی کا یہ عرق پرانا ہوگا' اسی قدر تیز بہدف ہوگا۔

بچھو' بھڑ یا شہد کی مکھی وغیرہ زہریلے کیڑے نے اگر کاٹ لیا ہو تو پیاز کا عرق نکال لیجیے اور اسے اس کاٹی ہوئی جگہ پر لگا دیجیے اور کچھ پیاز کھا لیجیے شفا ہو جائے گی۔

☆ **بالوں کی خشکی دور کرنے کا طریقہ**

ناریل کے روغن میں لیموں کا ذرا سا عرق ملا لیجیے اور اس سے سر پر مالش کیجیے' چند روز ایسے ہی کیجیے' سر کی خشکی ختم ہو جائے۔

☆ **بال سفید ہونے سے بچانے کے لیے**

بال اگر وقت سے پہلے سفید ہونا شروع ہو جائیں تو رات سونے سے پہلے ایک پاؤ دودھ میں چند قطرے بادام روغن ملا لیجیے اور حسب ذائقہ چینی اس میں ملا کر پی لیجیے۔ آپ ایسا روزانہ کریں کچھ عرصے بعد بال سفید ہونا بند ہو جائیں گے اور سفید بال اپنی رنگت سیاہی مائل کر لیں گے۔

☆ **دردِ کان سے شفا کے لیے**

مولی کو باریک باریک ٹکڑوں میں کاٹ لیجیے اور پھر اسے سرسوں کے تیل میں ڈال کر خوب گرم کر کے رس نکال لیجیے اور پھر اس کو کسی شیشی میں محفوظ کر لیں' درد کے وقت کان میں چند قطرے ٹپکا لیجیے' شفا نصیب ہوگی۔

☆ **دانتوں کے کیڑے ختم کرنا**

چنبیلی کے کچھ پتے لیجیے اور انہیں پانی میں ابال لیجیے' ہر صبح نہار منہ اس پانی سے غرارے کیجیے دانتوں کے کیڑے ختم ہو جائیں گے۔

عنبر فاطمہ......کراچی